پنجم

فضائل النبی ﷺ

ترجمہ

جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد پنجم

ترجمہ

جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

تالیف

علامہ محمد یوسف بن اسمعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ ذوالفقار علی چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
	ترجمہ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد پنجم)
مصنف	علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ ذوالفقار علی چشتی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	مارچ 2013ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	ST46
قیمت	-/3300 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350۔ فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الامام العلامہ علی نور الدین السمہو دی (عالم مدینہ منورہ)

المتوفی ۹۱۱ھ کے جواہر پارے

ان کی ایک تصنیف دل پذیر کا نام ''الوفاء باخبار دار مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' ہے یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے میں ان کی کتاب سے وہ چیزیں نقل کروں گا جن کا نقل کرنا میرے لئے ضروری ہوگا میں کبھی تو ان کی عبارت بعینہ نقل کروں گا اور کبھی حسب ضرورت اس میں اختصار کروں گا۔

باب اول شہر مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے بارے میں ہے اس میں دس فصلیں ہیں۔

فصل اول

اس شہر بے بدل کے اسماء کے بارے میں ہے۔ میں انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے بالترتیب ذکر کروں گا یہ ایک حقیقت ہے کہ کثرت اسماء فضیلت ذات پر دلالت کرتی ہے۔ میں نے علامہ سمہودی کے ذکر کردہ اسماء پر مزید اضافہ کیا ہے اس طرح یہ کل پچانوے نام ہوگئے ہیں۔ (جو درج ذیل ہیں)

اثرب

یثرب ہی کی ایک لغت ہے یہ اس شخص کا نام ہے جو سب سے پہلے یہاں رہائش پذیر ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدینہ کی ساری زمین کا نام یثرب تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک صرف شہر مدینہ کو ہی اس نام سے یاد کیا جاتا رہا۔ امام مالکؒ کے ایک شاگرد ابن زبالہ (محمد بن الحسن) کے نزدیک اس کے ایک کونے کا نام یثرب تھا۔ البتہ یثرب مدینہ کے اردگرد کی تمام بستیوں کیلئے اصل کی حیثیت رکھتا تھا شرقاً غرباً ''قناۃ'' اور ''جرف'' کے مابین اور شام سے قبلہ کی جانب ''برقی'' اور ''ربالہ'' کے درمیانی علاقہ کو یثرب کہا جاتا تھا۔ آج کل یہ علاقہ ''شامی المدینہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں مغرب کی جانب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار ہے اور مشرق کی جانب ''برکۃ'' نامی علاقہ ہے۔ مطری نے کہا ہے کہ بنو حارثہ کے مکانات جہاں تھے اس علاقہ کو یثرب کہا جاتا تھا اسی کے بارے میں جنگ خندق کے موقع پر آیت کریمہ ''وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ'' اتری۔ آیت کی رو سے مطری کا قول ترجیح یافتہ ہے کیونکہ قریش مکہ اور ان کے حواری جنگ

خندق اور جنگ احد کے موقع پر ''رومہ'' اور گردونواح کے علاقہ میں اوس میں سے بنو حارثہ اور خزرج میں سے بنوسلمہ کے مکانات کے قریب اترے تھے اور مذکورہ دونوں گروہ (اوس وخزرج) آقائے دو عالم ﷺ کے حلیف تھے لہٰذا جنگ احد میں انہیں اپنے اہل وعیال اور رہائش گاہوں کی فکر لاحق ہوئی تب آیت کریمہ ''اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا'' اتری اس پر اوس وخزرج کے عقلاء نے کہا کہ حق تعالیٰ جب ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں قریش کے اترنے کی کوئی فکر نہیں۔

ابن شُبہ سے مروی ہے کہ آپ نے مدینہ کا نام یثرب رکھنے سے منع فرمایا۔

آپ کا ارشاد عالی شان ہے۔'' جس نے اس کو یثرب سے پکارا وہ اللہ سے معافی طلب کرے مدینہ طابہ ہے۔ اور مذکورہ بالا آیت میں جو یثرب کا لفظ آیا ہے تو وہ منافقین کے قول کو انہی کی زبان میں بیان کیا گیا ہے کہ منافقین نے کہا تھا ''یَآ اَهْلَ یَثْرِبَ''۔

عیسیٰ بن دینار المالکی نے فرمایا جس نے اس کا نام یثرب رکھا اس کے نامہ اعمال میں ایک گناہ لکھا جائے گا۔

وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو ''ثرب'' بمعنی فساد سے مشتق ہے یا ''تثریب'' سے مشتق ہے جس کا معنی گناہ پر زجر وتوبیخ کرنا ہے اور یا یثرب کافر کا نام ہے۔

اعتراض

صحیحین میں ''حدیث الہجرۃ'' میں ''فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبُ'' اور ایک دوسری روایت میں ''لَا اَرٰهَا اِلَّا یَثْرِبَ'' کے الفاظ آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے نزدیک اس کو یثرب کہنے میں قباحت نہیں۔

الجواب

مذکورہ الفاظ نہی سے پہلے کے ہیں نہی کے بعد آپ ﷺ نے اسے یثرب کے نام سے نہیں پکارا۔

اَكَّالَةُ الْبُلْدَانِ، اَكَّالَةُ الْقُرٰى

(شہروں اور دیہاتوں کو ہڑپ کرنے والا شہر) اس حدیث شریف کی روشنی میں اسے یہ نام دیا گیا جس میں فرمایا گیا ہے۔ ''اُمِرْتُ بِقَرْیَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى'' (یعنی مجھے اس شہر میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو قصبوں کو کھانے والا ہے) یعنی انہیں فتح کر کے ان پر غالب آنے والا ہے اور اس شہر کے باسی مال غنیمت حاصل کر کے کھائیں گے۔

الایمان

ایمان اس لئے کہا گیا ہے کہ انصار کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔" وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ "اس کے بارے میں عثمان بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ دار اور ایمان دونوں سے مراد شہر مدینہ ہے کیونکہ یہ ایمان کا مظہر اور ٹھکانہ ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایمان کے فرشتہ نے کہا کہ میں مدینہ میں رہوں گا۔ اس پر حیاء کے فرشتہ نے کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ رہوں گا۔

البارۃ

اس لئے ہے کہ یہ شہر اپنے باشندوں کو بالخصوص اور باقی مسلمانوں کو بالعموم نیکیاں عطا کرتا ہے کیونکہ یہ فیوض و برکات کا منبع ہے۔

البحرۃ والبحیر ۃ والبحیر ۃ

تینوں نام منتخب روایات سے نقل کئے گئے ہیں استجار کا معنیٰ "السعۃُ" (وسعت) ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت اس صحیح حدیث شریف میں "لَقَدْ اِصْطَلَحَ اَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ" مدینہ کو بحیرہ کہا ہے۔ قاضی عیاضؒ سے بحیرۃ با کے فتحہ کے ساتھ بھی مروی ہے اس صورت میں یہ تصغیر کا صیغہ نہیں ہوگا۔ اس کو یا کے بغیر بحر بھی کہا جاتا ہے۔ بحر کی اصل قری (دیہات) ہے اور ہر دیہات بحرہ ہوتا ہے۔

البلاط

ابن خالویہ سے مروی ہے کہ اس کو بلاط اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر بلاط (پتھر کے چوکے) بکثرت پائے جاتے ہیں اور ان کیلئے یہ شہر مشہور ہے۔

البلد

اس لئے ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" بعض نے کہا کہ بلد سے مواد مدینہ ہے اور بعض نے مکہ مراد لیا ہے اور "بلد" کا لغوی معنیٰ قریہ اور سینہ ہے۔

بیت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کے فرمان "كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ" میں "بیتك" سے مراد مدینہ ہی ہے کیونکہ اس شہر پاک کی خصوصیت آپ کے دم قدم سے ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ گھر کی خصوصیت رہنے والے کی وجہ سے ہوتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے "بیتک" سے مراد آپ کا وہ کاشانۂ اقدس ہے جو

مدینہ منورہ میں تھا۔

تَندَدُ وَتَندَرُ

یہ مدینہ کے وہ اسماء ہیں جو کتب قدیمہ میں مذکور ہیں ان کا ذکر ''یندر و یندر'' کے تحت آرہا ہے۔

اَلْجَابِرَۃ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''لِلْمَدِیْنَةِ عَشْرَةُ اَسْمَاءٍ لِجَبْرِهَا الْكَسِيْرَ وَاِغْنَاءِ هَا الْفَقِيْرَ وَ تُجْبِرُ عَلَى الْاَذْعَانِ لِمُطَالَعَةِ بَرَكَاتِهَا''

اس کے دس نام ہیں کیونکہ ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑتا ہے فقیر کو غنی کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی برکات میں مطالعہ کرنے پر مجبور کرتا ہے نیز اس نے باقی شہروں کو اسلام لانے پر مجبور کیا ہے۔

جَبَارِ

ابن شبانے اپنی ذکر کردہ حدیث میں ''جابرہ'' کی جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔

اَلْجَبَارَۃُ

یہ نام تورات میں ذکر کیا گیا ہے۔

جزیرۃ العرب

بعض محدثین کے نزدیک حدیث شریف ''اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ'' میں جزیرۃ العرب سے مراد یہ شہر اقدس ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ ''اِنَّ اللّٰهَ بَرِءَ هٰذِهِ الْجَزِيْرَةَ مِنَ الشِّرْكِ'' بے شک اللہ نے اس ''جزیرہ'' کو شرک سے پاک کیا ہے۔

الحبیبۃ

• اس لئے ہے کہ یہ شہر آپ ﷺ کو پسند تھا اور آپ ﷺ نے اس کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

اَلْحَرَمُ

اس کی حرمت کی وجہ سے اسے حرم کہا گیا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ'' ایک اور روایت میں ہے ''حرم امن'' (پرامن حرم ہے)

حَرَمُ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو حرم قرار دیا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ''جس نے میرے حرم

کے باشندوں کو ڈرایا دھمکایا تو اللہ اسے ڈرائے گا اسی حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ ابراہیم کا حرم مکہ ہے اور میرا حرم مدینہ ہے۔اس حدیث کو طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

حَسَنَةٌ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالیشان ہے ''لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً'' ہم انہیں اس دنیا میں عمدہ ٹھکانے کی طرف لوٹائیں گے'' عمدہ ٹھکانہ'' سے مراد مدینہ ہی ہے اور یہ کہا گیا کہ اسے حسنہ اس لئے کہا گیا کہ یہ حسن ظاہری و باطنی ہر دو پر مشتمل ہے۔

اَلْخَيِّرَةُ وَالْخَيْرَة

وہ عورت جو بہت نیک ہو اسے خیرہ اور خیرہ کہا جاتا ہے۔اس سے جب تفضیل کا معنی لینا ہو تو ''خیر الناس'' کہا جاتا ہے نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ'' مدینہ ان کیلئے بہترین ہے۔

اَلدَّارُوَ دَارُ الْاَبْرَارِ وَ دَارُ الْاَخْيَارِ

کیونکہ یہ نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہاجرین وانصار کا شہر ہے یہ شہر بروں کو اپنے آپ سے دور کرتا ہے۔جو بروں میں سے یہاں مقیم ہوتا ہے تو درحقیقت یہ اس کا ٹھکانہ نہیں بنتا اور دفن ہونے کے بعد اسے کہیں اور منتقل کیا جاتا ہے۔

دارالایمان

کیونکہ حدیث شریف ہے کہ ''اَلْمَدِيْنَةُ قُبَّةُ الْاِسْلَامِ وَ دَارُالْاِيْمَانِ'' مدینہ شریف اسلام کیلئے خیمہ اور ایمان کیلئے گھر کی حیثیت رکھتا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اَلْاِيْمَانُ يَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ...... کہ ایمان مدینہ کی طرف سکڑے گا۔

دَارُالسُّنَّةِ، دَارُالسَّلَامِ، دَارُ الْفَتْحِ

صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''فَاِنَّهَا دَارُالْهِجْرَةِ وَ دَارُالسُّنَّةِ'' کہ یہ شہر پاک دار ہجرت اور دار سنت ہے اور کشمہینی کی ایک روایت میں ''دارالاسلام'' کے الفاظ ہیں۔اور دار فتح سے مراد یہ ہے کہ سارے شہر اس سے فتح ہوئے نیز آقائے دو عالم ﷺ نے اس کی طرف ہجرت کی اور یہیں سے ''سنت'' اطراف عالم میں پھیل گئی۔

اَلدِّرْعُ الْحَصِيْنَةُ

امام احمد سے ایک حدیث منقول ہے جس کے راوی صحیح ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''رَأَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ دَرْعٍ حَصِیْنَةٍ'' میں نے دیکھا گویا میں مضبوط زرہ میں ہوں۔ اسی حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ میں نے درع کی تأویل مدینہ سے کی۔

ذات الحجر

چونکہ یہاں امہات المومنین رضوان اللہ عنہن کے حجرات مبارکہ ہیں اس لئے اس کو'' ذات الحجر'' (حجروں کا شہر) فرمایا گیا۔

ذَاتُ الْاَحْرَار

''حرۃ'' کالے پتھروں والی زمین کو کہا جاتا ہے چونکہ یہاں کالے پتھر بکثرت پائے جاتے ہیں اس لئے اسے ذات الاحرار'' کہا گیا۔

ذَاتُ النَّخْل

کیونکہ حدیث شریف میں اس شہر کو اسی وصف سے موصوف کیا گیا کہ'' رَأَیْتُ دَارَ هِجْرَتِیْ ذَاتَ نَخْلٍ وَحَرَّةٍ'' کہ مجھے مدینہ شہر دکھایا گیا وہ کھجوروں اور کالے پتھروں والا تھا۔

السَّلقَة

اسے القشیری نے توراۃ سے نقل کیا ہے اس میں'' لام'' پر فتحہ کسرہ اور سکون تینوں اعراب جائز ہیں کیونکہ'' سَلَق'' نرم اور ہموار زمین اور'' مسلاق'' بلیغ اور بدزبان عورت کو بھی'' امراۃ سلیقۃ'' بھی کہا جاتا ہے اور'' سلقت البیض سلقا'' کا معنیٰ انڈا ابالنا ہے اس شہر کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ یہ خود وسیع اور اس کے پہاڑ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں یا اس لئے کہ باقی شہروں پر فتح کے بعد غلبہ حاصل ہوا ہے۔

سَیِّدَةُ الْبُلْدَان

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ شریف کو مخاطب کر کے فرمایا ''یَا طَیْبَةَ یَا سَیِّدَةَ الْبُلْدَانِ'' اے عمدہ اور شہروں کے سردار شہر!

اشافیه

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ کی مٹی ہر بیماری کیلئے باعث شفا ہے اور اس کے پھلوں

سے شفا حاصل کرنا بھی درست ہے ابن مسدی نے ذکر کیا ہے کہ بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں اس شہر کے نام لکھ کر ڈالنے سے شفا حاصل ہوتی ہے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور وہ شفایاب ہوتا ہے۔

طَابہٗ طَیِّبَۃٗ طَائِبٌ

ان کا ذکر ''مطیبۃ'' کے تحت آرہا ہے۔ یہ لفظاً و معنیً مطیبۃ کے اخوات ہیں۔ صرف صیغہ کے اعتبار سے ان میں اختلاف ہے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طائب رکھا۔ نیز کفار اسے یثرب کے نام سے پکارتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اس کا نام ''طیبۃ'' رکھا حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''لِلْمَدِیْنَۃِ عَشَرَۃُ اَسْمَاءٍ وَھِیَ الْمَدِیْنَۃُ وَطَیْبَۃُ وَطَابَۃُ'' ایک روایت میں ''طیبہ'' کی بجائے ''طَابَۃ'' کا لفظ آیا ہے۔ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ''اللہ کی قسم! توراہ میں اس کا نام طیبہ اور طابہ ہے۔ اور توراۃ ہی میں طائب، طیبہ اور مطیبۃ'' کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فضاؤں میں خوشبو رچی بسی ہے نیز اس کے تمام کام بہت عمدہ ہیں شرک سے پاک ہے یہاں طیب و طاہر علیہ ازکی الصلوات واحسن التسلیمات کی تشریف آوری ہوئی۔ یہ شہر بدی کو دور کرتا ہے اور نیکی کو ظاہر کرتا ہے۔ اشبیلی کا قول ہے کہ مدینہ کی مٹی میں ایسی خوشبو ہے جو کسی اور خوشبودار چیز میں نہیں بلکہ ہم اسے عمدہ ترین خوشبو کہہ سکتے ہیں۔

طِبَا یَا ظَبَا یَا

یاقوت نے اس کا ذکر کیا ہے ''طبایا'' زمین کے اس حصے کو کہتے ہیں جو مستطیل ہو اور ''ظبایا'' بمعنی ''ظب'' ہے یعنی ''اسے بخار ہوا'' کیونکہ یہاں پہلے بخار کی بیماری عام تھی۔

اَلْعَاصِمَۃُ

(بچانے والا) اس نے مہاجرین کو مشرکین سے بچا کر انہیں پناہ دی اور یہ ان کے لئے مضبوط زرہ ثابت ہوا یا عاصمہ بمعنی ''معصومہ'' ہے یعنی ''محفوظ'' یہاں نہ تو دجال داخل ہو سکے گا اور نہ ہی یہاں طاعون کی بیماری آئیگی اور جو یہاں کے باشندوں کے ساتھ زیادتی کرے گا اللہ اسے نار جہنم میں پگھلائے گا۔

اَلْعَذْرَآءُ

منقول از تورات ہے۔ کیونکہ اس نے دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت کی اور دشمن اسے مالک حقیقی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے کرنے پر مجبور ہوا۔

اَلْعَرَّاءُ

(ہموار زمین) کیونکہ یہاں کی زمین بلند نہ تھی اور ''جَارِيَةٌ عَرَّاءُ'' سے اس لئے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ اس اونٹنی کی کوہان یا تو ہوتی نہیں یا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے بعینہ نوخیز لڑکی کے پستان بھی یا تو ہوتے نہیں یا چھوٹے ہوتے ہیں۔

العروض

اس لئے ہے کہ یہاں کئی نشیبی علاقے اور پہاڑی درے ہیں یا اس لئے کہ یہ شہر نجد کے علاقہ سے ہے اور نجد خط مستقیم پر واقع ہے لیکن مدینہ منورہ اس سے ایک طرف واقع ہے۔

الغراء

یہ ''اغر'' (سفید پیشانی والا) کی تانیث ہے بہترین چیز (انسانی چہرہ) کو بھی ''اغر'' کہا جاتا ہے اور وہ نوخیز جس کی ڈاڑھی ابھی آنی شروع ہوئی ہو وہ ''اغر'' کہلاتا ہے سخی یا گرم دن کو بھی اغر کہا جاتا ہے اور ''غراء'' ایک قسم کی خوشبودار بوٹی اور معمر سردار عورت کو کہا جاتا ہے۔ درحقیقت مدینہ پاک بھی تمام کا سردار ہے کائنات میں اس کی خوشبو پھیلی ہے یہاں کے باشندے کریم النفس ہیں یہاں سبزہ بکثرت ہے اور اس کا نور چار دانگ عالم میں چمک رہا ہے۔

غَلَبَةٌ

(غلبہ پانے والا) یہ شہر چونکہ باقی شہروں پر غلبہ پاتا ہے اس لیے اس کو غلبہ کہا جاتا ہے۔ یہ نام دور جاہلیت کا ہے کیونکہ یہود نے ''عمالیق'' پر حملہ کیا تھا اور یہود غالب آئے تھے پھر اوس وخزرج نے یہود پر حملہ کیا اور وہ (اوس وخزرج) پر غالب آئے تھے۔

اَلْفَاضِحَه

(ہلاک کرنے والا) توراۃ سے منقول ہے کیونکہ جس نے اس کے ساتھ دشمنی یا سرکشی کی اس نے اسے تباہ کر دیا اور جو اسے نقصان پہنچائے گا اللہ اسے نقصان پہنچائے گا اللہ اسے آگ میں ڈالے گا۔

قبۃ الاسلام

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اَلْمَدِيْنَةُ قُبَّةُ الْاِسْلَامِ'' کہ مدینہ منورہ اسلام کیلئے خیمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اَلْقَرْيَةُ

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ''اِنَّ اللّٰهَ قَدْ طَهَّرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةَ مِنَ الشِّرْكِ'' کہ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک شہر کو شرک سے پاک کیا ہے۔

قریۃ الانصار

انصار سے مراد اوس وخزرج دو قبیلے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں انصار کا نام دیا ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو پناہ دیکر ان کی مدد کی۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ انصار کا نام تم نے خود رکھا ہے؟ یا اللہ نے تمہیں اس نام سے پکارا ہے؟ فرمایا کہ اللہ نے ہمارا یہ نام رکھا یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا۔ ''وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا'' وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی۔

قریۃ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بہت سارے لوگ جمع ہو کر رہیں۔ جس طرح حوض میں پانی جمع کرنے کے موقع پر ''قَرَيْتُ الْمَاءَ فِي الْحَوْضِ'' (میں نے حوض میں پانی جمع کیا) کہا جاتا ہے۔

قریۃ الرسول ﷺ

طبرانی اور دیگر محدثین نے ثقہ راویوں سے حدیث نقل کی ہے کہ ''پھر دجال مدینہ منورہ کی طرف رخ کرے گا لیکن اسے یہاں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے گی۔ تو وہ بول اٹھے گا ''هٰذَا قَرْيَةُ ذَاكَ الرَّجُلِ'' یہ اس نبی پاک ﷺ کا شہر پاک ہے۔

قلب الایمان

ابن جوزی نے حدیث ''اَلْمَدِيْنَةُ قُبَّةُ الْاِسْلَامِ'' میں قلب الایمان کا بھی ذکر کیا ہے۔

اَلْمُؤْمِنَةُ

یا تو حقیقۃً اسے مومنہ کہا گیا ہے کیونکہ اللہ نے اس میں ایمان کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے جیسا کہ یہاں کی کنکریوں میں تھی یا مجازاً مؤمنہ کہا گیا ہے کیونکہ مدینہ والے وحدانیت کی صفت سے متصف ہیں اور یہیں سے ایمان چار دانگ عالم میں پھیلا ہے نیز یہ شہر صفات ایمانی پر مشتمل ہے یا مؤمنہ کی وجہ تسمیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ شہر اپنے باشندوں کو دشمنوں طاعون اور دجال سے محفوظ رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے '' کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مدینہ کی مٹی بھی مؤمن ہے۔ اور توراۃ میں بھی اسے مؤمنہ لکھا گیا ہے۔

المبارکہ

کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کیلئے برکت کی دعا کی ہے نیز آپ کے قدم رنجہ فرمانے کے بعد یہ بابرکت ہوا ہے۔

مُبَوَّأُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ

طبرانی نے حدیث "اَلْمَدِيْنَةُ قُبَّةُ الْاِسْلَامِ" کے تحت اس نام کا بھی ذکر کیا ہے "مبوأ" قرارگاہ کو کہتے ہیں کیونکہ اس شہر پاک سے حلال وحرام کی تفصیل مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔

مبین الحلال والحرام

ابن جوزی نے مذکورہ بالا نام کی جگہ اس کا ذکر کیا ہے وجہ مذکورہ بالا ہی ہے۔

اَلْمُحِبَّةُ والْمُحَبَّبَةُ اَلْمَحْبُوْبَةُ

کتب قدیمہ سے ماخوذ اسماء ہیں تینوں کا مادہ "حُبّ" ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کو اس سے حد درجہ محبت تھی اور آپ کی محبت اللہ کی محبت کے تابع ہے۔ نیز آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا بھی فرمائی تھی۔

المحبورۃ

حبرٌ بمعنی "سرور" سے مشتق ہے یا "حبر ۃ" بمعنی نعمۃ سے مشتق ہے محبارِ من الارض حد درجہ زرخیز زمین کو کہتے ہیں۔

اَلْمُحَرَّمَةُ

اس کو حرم قرار دیئے جانے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔

اَلْمَحْرُوْسَةُ

(حفاظت کیا گیا) حدیث شریف میں ہے کہ مدینہ ملائکہ سے بھرا رہتا ہے اس کے ہر درے پر فرشتہ ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔

المَحْفُوْفَةُ

(ڈھانپا ہوا) کیونکہ یہ برکتوں اور ملائکہ سے ڈھانپا ہوا ہے نیز حدیث شریف میں ہے کہ مکہ و مدینہ میں فرشتے بکثرت موجود ہوتے ہیں۔

اَلْمَحْفُوْظَةُ

کیونکہ طاعون و دجال وغیرہ سے محفوظ شہر ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ محفوظ شہر چار ہیں ان

میں سے ایک مدینہ منورہ ہے۔

اَلْمُخْتَارَۃُ

(چنا ہوا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے چنا ہے۔

مُدْخَلَ صِدْقٍ

ارشاد الٰہی ہے: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ کہ یارب مجھے سچائی کی جگہ داخل فرما اور سچائی کی جگہ سے نکال۔''

اور اپنی جناب سے میرے لئے مدد کیا گیا مددگار بنا آیت میں ''مدخل صدق'' سے مراد مدینہ منورہ اور ''مخرج صدق'' سے مراد ''مکہ مکرمہ'' اور ''سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا'' سے مراد انصار ہیں زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

اَلْمَدِیْنَۃُ

کیونکہ قرآن پاک میں بار بار یہ نام آیا ہے۔ یہ منقول از تورات ہے۔ یہ ''مَدَنَ بِالْمَکَانِ'' سے مشتق ہے جس کا معنی مقیم ہونا ہے یا ''دان'' سے مشتق ہے جس کا معنی ''اطاعت کرنا'' ہے۔ کیونکہ یہاں بادشاہ سکونت پذیر ہوتا ہے اور عوام اس کی اطاعت کرتی ہے مدینہ کی آبادی دیہات سے زیادہ تھی۔ لیکن شہر سے کم تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ ہر شہر کو مدینہ کہا جا سکتا ہے لیکن یہ مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اس حیثیت سے علم بن گیا ہے کہ کسی دوسرے شہر کا علم نہیں بن سکتا۔ اور عام شہروں کیلئے اس کا استعمال الف لام کے بغیر (مدینۃ) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت کے وقت مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باشندے کو ''مدینی'' اور عام شہری کو ''مدنی'' کہا جاتا ہے۔

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طبرانی کی ذکر کردہ حدیث ہے کہ فی مدینتی ھذہ حدثا او آوی محدثا''...... (الحدیث) اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مدینتی'' (میرے شہر میں) فرما کر اس شہر کو اپنی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ یہ آپ کی رہائش گاہ ہے۔ اور آپ کی اور آپ کے خلفاء کی قوموں نے اطاعت کی۔

المرحومۃ

توراۃ سے منقول ہے کیونکہ نبی رحمت ﷺ کی بعثت کے باعث اس پر رحمتوں کی بارش کر دی گئی۔ نیز یہاں اللہ کی رحمتیں پے در پے برستی رہتی ہیں۔

المرزوقہ

اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ یا اس لئے مرزوقہ ہے کیونکہ اس کے باشندوں کو اللہ نے رزق وافر عطا فرمایا ہے جو بھی یہاں سے چلا جاتا ہے اللہ اس کا نعم البدل اس شہر کو عطا کرتا ہے۔

مسجد الاقصیٰ

(آخری مسجد) "تادلی" نے اسے "صاحب المطالع" سے نقل کیا ہے۔ ممکن ہے یہ نام اس وجہ سے دیا گیا ہو کہ یہ شہر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آخری نبی مکرم ﷺ کی آخری سجدہ گاہ ہے۔

المسکینۃ

منقول از توراۃ ہے اور مذکورہ حدیث "لِلْمَدِیْنَةِ عَشْرَةُ اَسْمَاءٍ" میں بھی اس نام کا ذکر ہے نیز حدیث مرفوع ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے طیبہ اے طابہ اور اے مسکینہ (یہ نام مدینہ کے مونث لفظی ہونے کے اعتبار سے ہیں)۔

تجھے اللہ تعالیٰ نے خشوع وخضوع کرنے والوں کیلئے رہائش گاہ کے طور پر چن لیا ہے۔

اَلْمُسْلِمَةُ

یہ نام بھی مؤمنہ کی طرح ہی ہے۔ کیونکہ مخلوق الٰہی نے یہاں سے جاری ہونے والی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ یا اس وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے کہ یہاں کے لوگوں نے اطاعت کیلئے اپنے سروں کو جھکا دیا۔ اور قرآن نے اس شہر پاک کو فتح کر دیا۔

مضجع الرسول ﷺ

حدیث شریف میں ہے "اَلْمَدِیْنَةُ مُهَاجَرِیْ وَ مَضْجَعِیْ فِی الْاَرْضِ" کہ روئے زمین پر میری ہجرت گاہ اور آخری آرام گاہ مدینہ شریف ہے۔

اَلْمَطِیْبه

"طائب" کے تحت اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

اَلْمُقَدَّسَةُ

(پاک) شرک و گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونے کی وجہ سے ہے۔

اَلْمَكَّتَانُ

سعد بن ابی صرح نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حالت محاصرہ کے وقت کہا تھا۔

وَاَنْصَارُ نَا بِالْمَكَّتِيْنِ قَلِيْلُ

اور نصر بن حجاج نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حالت اسیری کے وقت کہا تھا۔

فَاَصْحَبْتُ مُنْفِيًا عَلٰى غَيْرِ رِيْبَةٍ وَقَدْ كَانَ لِيْ بِالْمَكَّتِيْنِ مَقَامُ

''میں شک کئے بغیر مدینہ سے جا رہا ہوں۔ جبکہ (مدینہ) میں میرا بڑا مقام تھا۔''

پس ظاہر یہی ہے کہ ''مکتین'' سے مراد صرف مدینہ منورہ ہے۔

اَلْمَكِيْنَةُ

(صاحب منزلت) مقام و مرتبہ میں بے مثل ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔

مُهَاجَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(ہجرت گاہ) کیونکہ آقائے دوعالم ﷺ نے فرمایا ''اَلْمَدِيْنَةُ مُهَاجَرِيْ'' کہ مدینہ منورہ میری ہجرت گاہ ہے۔

اَلْمُوَفِّيَةُ وَالْمُوْفِيَةُ

''فاء'' کے شد اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ شہر یہاں آنے والوں کا حق ظاہراً اور باطناً ہر دو طرح پورا ادا کرتا ہے اور یہاں کے رہنے والے وعدہ کے پکے ہیں۔

اَلنَّاجِيَةُ

کیونکہ یہ شہر سرکشوں، طاعون اور دجال سے نجات دینے والا ہے۔ یا یہ نیکی کرنے میں پیش پیش ہے۔

نُبَلَاءُ

کدراع سے منقول ہے اور یہ ''نُبل'' بمعنی ''فضیلت و شرافت'' سے مشتق ہے۔

اَلنَّحر

نَحْرُ الظَّهِيْرَةِ ''گرمی کی شدت'' سے مشتق ہے۔ یا نحر بمعنی ''شہ رگ'' سے ہے کیونکہ یہ تمام

شہروں کیلئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اَلْهَذْرَآءُ

ابن نجار نے ''عذراء'' نام کی بجائے اس نام کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ منقول از توراۃ ہے اگر یہ لفظ '' ذ'' سے ہو تو اس کا یہ نام شدت گرمی یا کثرت پانی کی وجہ سے ہے کیونکہ ''هَذَرَ'' بمعنی ''كَثُرَ'' (زیادتی) ہے۔ اور اگر یہ لفظ ''د'' سے ہو تو پھر معنی ''کبوتری کا غٹر غوں کرنا'' اور ''پانی کے گرنے کی آواز'' ہے۔ اور ''اَرْضٌ هَادِرَةٌ'' اس سرزمین کو کہتے ہیں جو زرخیز ہو۔ (شاید اس کی زرخیزی کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے)۔

يَثْرِبُ

اس کا ذکر ''اثرب'' کے تحت گذر چکا ہے۔

يَنْدَدُ

اسے کداع نے ذکر کیا ہے۔ یا تو ''ند'' سے مشتق ہے جس کا معنی ایک معروف خوشبو ہے۔ یا ''ناد'' (اونچے ٹیلے) سے مشتق ہے۔ یا اس ''ناد'' سے مشتق ہے جس کا معنی ''رزق'' ہے۔

يَنْدَرُ

حیدر کی طرح ہے حدیث شریف ''لِلْمَدِيْنَةِ عَشَرَةُ اَسْمَاءٍ'' میں يَنْدَرُ کا ذکر بھی آیا ہے۔ بعض کتب میں ''تَنْدَدُ'' بھی آیا ہے، بعض میں ''تَنْدَرُ'' بھی آیا ہے۔

یہ حدیث ابن زبالہ نے روایت کی ہے لیکن اس میں نام نو ہیں۔ ابن شبہ نے آٹھ کا ذکر کیا ہے درادوردی سے منقول ہے کہ توراۃ میں مدینہ کے چالیس ناموں کا ذکر ہے۔

دوسری فصل

اسی خلاصۃ الوفا کے باب اول کی فصل ثانی میں شہر مدینہ کی فضیلت کے بارے میں امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض اور ابو الولید الباجی وغیر ہمانے فرمایا ہے کہ زمین کا وہ حصہ مقدسہ جو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کو سنبھالے ہوئے ہے وہ باقی تمام زمین بشمول کعبہ مقدسہ سے افضل ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔

ابن عساکر نے اپنی کتاب "التحفہ" میں یہی فرمایا ہے بلکہ التاج السبکی نے تو ابن عقیل سے نقل کیا ہے کہ وہ ٹکڑا بے بدل تو عرش سے بھی افضل ہے۔ التاج الفاکھی نے وضاحت کی ہے کہ وہ حصہ آسمانوں سے افضل ہے انہی کا قول ہے کہ ساری زمین آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ روئے زمین پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ زمین اس لئے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا اور انبیاء زمین ہی میں مدفون ہیں اس لئے یہ افضل ہے۔

لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ زمین کے اس حصہ کے علاوہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس کو مس کیے ہوئے ہے باقی زمین پر آسمان کی فضیلت ہے۔ پھر مدینہ پر مکہ کی فضیلت کا اجماع ہے اور مدینہ تمام شہروں سے افضل ہے لیکن مدینہ پر مکہ کی فضیلت میں اختلاف ہے۔ پس سیدنا عمر بن الخطاب بعض صحابہ اور اکثر مدنی مدینہ منورہ کی فضیلت کے قائل ہیں جس طرح قاضی عیاض نے فرمایا ہے یہی مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (کے ایک قول کے مطابق) کا ہے۔ مذکورہ اختلاف کعبہ مقدسہ کے علاوہ زمین ہے۔ پس کعبہ شریف کی زمین قبر انور علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی جگہ چھوڑ کر باقی مدینہ کی زمین سے افضل ہے۔

ابن عبد السلام نے فرمایا ہے کہ افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس مقام میں عمل کا ثواب دوسرے مقام کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اوقات میں افضل کا معنی بھی یہی ہے کہ افضل وقت میں دوسرے کی نسبت عمل کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن قبر انور پر عمل ممکن نہیں اس لئے عیاض کا یہ کہنا کہ "قبر انور کی افضلیت پر اجماع امت ہے مشکل معلوم ہوتا ہے بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ افضلیت آس پاس کے علاقہ کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کے قرب کی وجہ سے جلد

کا چھونا بے وضو کیلئے حرام ہے کثرت ثواب کا اعتبار نہیں ورنہ تو قرآن کی جلد بلکہ قرآن بھی دوسری کتب سے افضل نہ ہوتا کیونکہ قرآن میں عمل تو معتذر (مشکل) ہے۔

تقی السبکی نے فرمایا کہ افضیلت کبھی تو کثرت ثواب کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی کسی اور وجہ سے۔ اگر چہ وہاں عمل نہ ہوتا ہو قبرانور ایسی بابرکت جگہ ہے جہاں ہر وقت رحمت الٰہی، رضائے الٰہی اور ملائکہ رحمٰن اترتے رہتے ہیں۔ قبر اور صاحب قبر علیہ افضل الصلوات والتسلیمات سے خالق دو جہاں جل جلالہ کو اتنا پیار ہے جس کا احاطہ عقل انسانی نہیں کر سکتی۔ تو جب معاملہ ایسا ہو تو پھر کیوں نہ وہ جگہ ہر مقام سے افضل ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان وہاں دفن کیا جاتا ہے جہاں سے اس کی تخلیق کیلئے مٹی لی گئی ہو۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں سب سے افضل ہیں لہٰذا وہ مقام جہاں سے آپ کی تخلیق بے مثال کیلئے مٹی لی گئی ہے وہ جگہ باقی مقامات سے افضل کیونکر نہیں ہوسکتی۔

قبر شریف کے اردگرد اعمال کا دوگنا ہونا اس لئے بھی ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال تمام امت کے افراد سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

اس کے بعد امام سمہودی نے فرمایا کہ قبر شریف پر نازل ہونے والی بے حد و بے حساب رحمتیں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر پھیل جاتی ہیں کیونکہ آپ کے درجات میں لحہ بہ لحہ ترقی ہو رہی ہے پس آپ کی قبر شریف منبع خیرات و برکات ہے۔ کعبہ میں جس نے نماز کو درست نہیں قرار دیا ہے اس کے نزدیک مسجد حرام کعبہ سے افضل نہیں کیونکہ مسجد حرام یقیناً عمل کرنے کی جگہ ہے۔

آیت کریمہ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ......الایۃ

"اور اگر یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو (انہیں چاہیے کہ) تمہارے پاس آئیں۔"

یہاں آنے سے مراد قبر انور کے پاس آنا ہے کیونکہ آپ کے روضہ پاک کے پاس آنا، زیارت کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا اور قبر انور کے پاس ٹھہرنا تمام عبادات سے افضل ہے۔ یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پس جب قبر انور ہی کی وجہ سے یہ خیرات ملتی ہے تو وہ ہر چیز سے افضل ہے۔ چونکہ قبر انور ریاض الجنۃ کے بالائی حصہ پر ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ

"تم میں سے کسی کی کمان کی مقدار جگہ جنت میں سے، دنیا و مافیھا سے بہتر ہے"۔

مستدرک الحاکم کی صحیح حدیث میں ابو سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قبر کے پاس سے گذرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، یہ کس کی قبر ہے؟ عرض کی گئی فلاں یہودی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ کہ زمین و آسمان میں سے ہر ایک کو اسی مٹی کی طرف لوٹایا گیا جس سے پیدا

کیا گیا تھا۔

کتاب الوفا میں ابن جوزی کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی تخلیق کا ارادہ کیا تو جبرائیل کو (مٹی لانے کا) حکم دیا پس جبرائیل علیہ السلام قبر انور کی مٹی جو روشن تھی لے گئے اسے ''ماءِ تسنیم'' (جنت کے ایک چشمہ کا نام) سے گوندھا گیا۔ پھر اسے جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا پھر اسے زمین و آسمان میں پھرایا گیا پس ملائکہ نے آپ ﷺ کو اور آپ کی فضیلت کو آدم علیہ السلام کو پہچاننے سے پہلے جانا۔

حکیم الترمذی نے فرمایا کہ حدیث شریف جس میں فرمایا گیا ہے'' کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کسی جگہ پر مارنے کا ارادہ کرے تو اس کی طرف اس انسان کی حاجت بنا دیتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کی موت اسے وہاں لے جاتی ہے کیونکہ وہ اسی ٹکڑا سے پیدا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

یہی وجہ ہے کہ انسان کو جہاں سے پیدا کیا گیا ہے اسی کی طرف دوبارہ لوٹایا جاتا ہے۔

جریری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ابن سیرین کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں قسم اٹھاؤں تو سچا ہوں گا میں سچ بولنے والا اور استشار کرنے والا نہیں ہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تینوں کو ایک جگہ کی مٹی سے پیدا کیا پھر انہیں اسی جگہ لوٹا دیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عزرائیل علیہ السلام نے تخلیق کیلئے زمین سے مٹی کی مٹھی لینے کا ارادہ کیا تو شیطان نے دونوں قدموں سے زمین کو روندڈالا جب کہ کچھ مٹی اس کے قدموں کے درمیان رہ گئی پس جس مٹی کو شیطان کے قدم نہیں لگے اس سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پیدا کئے گئے آقائے دو عالم ﷺ کی تخلیق بے مثل بھی اسی مٹی سے تھی۔ جس پر اللہ کی نظر رہی ہے۔ اسی طرح ''عوارف'' میں ذکر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق کیلئے مٹی کعبہ شریف کی جگہ سے لی گئی۔

کہا گیا ہے کہ جب خالق حقیقی جل جلالہ نے زمین و آسمان کو مخاطب کر کے فرمایا ''اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا'' چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے آؤ''۔

تو زمین میں سے کعبہ مقدسہ کی جگہ اور آسمان میں سے کعبہ شریف کی سیدھ میں جو مقام ہے (بیت المعمور کی جگہ) اس نے جواب دیا تھا۔ محققین نے کہا ہے کہ زمین سے آپ ﷺ کے جوہر پاک نے

جواب دیا تھا۔ چونکہ ساری زمین کعبہ کی جگہ سے پھیلائی گئی ہے۔ (گویا آپ ﷺ کی تخلیق کعبہ شریف کی جگہ سے ہوئی ہے) پھر جب اللہ نے زمین بنانے کا ارادہ کیا تو پانیوں میں موجیں آگئیں۔ (تب ہر طرف پانی ہی پانی تھا) پانی نے جھاگ بنانا شروع کیا اور یوں جھاگ کے ساتھ ساتھ آپ کا جوہر پاک بھی مدینہ شریف میں قبر انور کی جگہ پھینک دیا گیا اور وہ وہیں قرار پذیر ہوا۔ پس قبر انور کی جگہ اس جوہر پاک کے ٹھہرنے کی وجہ سے قابل صد احترام ہوئی۔ جس طرح آپ ﷺ کعبہ میں ہوں یا نہ ہوں تب بھی وہ فضیلت والا ہے۔

ابن جوزی ''وفا'' میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کے دفن کرنے کی جگہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی روح کو قبض کیا ہے اللہ کے ہاں اس سے قابل عزت جگہ روئے زمین پر نہیں۔ (پس آپ کو وہیں دفن کیا گیا جہاں آپ کا وصال ہوا تھا)

امام سمہودی فرماتے ہیں۔ مذکورہ بالا دلائل سے امت کا اجماع اس پر ہے کہ قبر شریف کی جگہ باقی جگہوں سے افضل ہے۔ باقی لوگوں نے اپنے قول سے اجماع کی طرف رجوع کیا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلیل قاطع ہے۔ کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نبی کی روح کو اس جگہ قبض کرتا ہے جو نبی کو پسندیدہ ہو۔ اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو جگہ نبی کو پسند ہو وہ اللہ کو بھی پسند ہے کیونکہ نبی کی محبت اللہ کی محبت کے تابع ہوتی ہے۔ اور جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہو وہ ہر چیز سے افضل کیونکر نہیں ہوسکتی انہوں نے کہا کہ مدینہ کی فضیلت میں میرا یہی مسلک ہے پس آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ الٰہی مدینہ ہمیں ایسا محبوب فرما جیسا مکہ ہے یا مکہ سے بھی زیادہ محبوب فرما۔ اور آپ کی یہ دعا یقیناً قبول ہوگئی ہے یہی وجہ ہے کہ جب آپ مدینہ شریف کو ملاحظہ فرماتے تو خوشی میں اپنی سواری کو حرکت دیتے (جھوم جاتے) نیز آپ ﷺ نے فرمایا ''جس جگہ میری وفات ہوگی اس زمین کے اس حصہ سے زیادہ پسندیدہ حصہ مجھے کوئی اور نہیں۔ حاکم نے اپنی کتاب ''مستدرک'' میں صحیحین سے روایت کی ہے۔ وہ حدیث جس میں فرمایا گیا ہے۔ الٰہی تو نے مجھے معزز شہر سے ہجرت کیلئے حکم دیا ہے پس مجھے معزز شہر میں سکونت عطا فرما'' اس شہر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی محبتیں جمع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا معنی بھلائی اور محبوب کو تعظیم عطا کرنا ہے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس محبت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس حدیث کو عبداللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اگر اسے صحیح قرار دیا جائے تو بھی مطلب یہ ہوگا کہ وہ شہر جو مکہ کے بعد معزز ہو۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

مکہ اللہ کے ہاں تمام شہروں سے بہترین ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ تمام شہروں میں پسندیدہ ترین ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی وجہ سے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں (فضیلت مدینہ کے متعلق) مذکورہ احادیث کی تاویل کرنا درست ہے۔ متعدد احادیث شریف میں دار ہجرت (مدینہ) کیلئے دعا مانگی گئی ہے کہ الٰہی مدینہ شریف مکہ یا اس سے بھی زیادہ محبوب فرما دینا۔ یہ حدیث اور اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث جن کی صحت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اعتراض

حدیث شریف ''اِنَّ مَکَّۃَ خَیْرُ بِلَادِ اللّٰہِ'' میں مکہ کی افضلیت کا ذکر ہے۔ نہ کہ مدینہ کی افضلیت کا ذکر ہے۔

الجواب

اس حدیث کو ابتدائے اسلام کے زمانے پر محمول کیا گیا ہے یہ مدینہ کی فضیلت کے ثبوت، وہاں سے دین کی ترویج واشاعت اور وہاں سے دیگر شہروں کے فتح ہونے (بشمول مکہ کے) سے پہلے کی بات ہے۔ ان امور کی بنا پر مدینہ شریف وہ مقام حاصل کر گیا جو کسی اور شہر کی قسمت میں نہیں آیا۔ آپ ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت حاصل ہو گیا۔ اور یہ پسندیدہ شہر قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے اس شہر بے بدل میں اقامت کو لازمی قرار دیا۔ وہاں آپ ﷺ کی اقتداء پر لوگوں کو ابھارا۔ اور اپنے محبوب کی روح پاک کو اسی شہر میں قبض فرمایا۔ پھر کیوں نہ یہ شہر باقی شہروں سے افضل ہو۔

''اِنَّ مَکَّۃَ خَیْرُ بِلَادِ اللّٰہِ'' والی حدیث شریف کی بعض اسناد میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ سواری پر بیٹھے ہوئے فرمائے اور آپ اس وقت ''حزورہ'' جسے آج کل ''عزورہ'' کہا جاتا ہے کے مقام پر سفر ہجرت میں تھے۔ آپ چھپ کر جا رہے تھے آپ کا یہ فرمان ہجرت کے سفر سے مؤخر نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ رات کے وقت کفار کے سروں پر خاک ڈال کر سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے نکلے تھے۔ کفار آپ کے انتظار میں تھے لیکن آپ آیت قرآنیہ کی وجہ سے پناہ الٰہی میں آگئے اور کفار نے آپ کو نہیں دیکھا۔ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں سوار ہوئے اور غار ثور میں آ کر پناہ لی۔

ثواب کی کثرت کسی چیز کی افضلیت کی دلیل نہیں ہوتی۔ مثلاً میدان عرفات کی طرف جانے

والے (حاجی) کی منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنی مسجد حرام میں پڑھنے سے بہتر ہیں۔ کیونکہ منیٰ میں نمازیں پڑھنے میں اطاعت ہے اور اطاعت سے عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں ثواب کے اضافہ کے باوجود مدینہ شریف کی فضیلت کے قائل تھے ان سے مسجد حرام میں ثواب کے اضافہ کے باوجود مکہ کی افضلیت ثابت نہیں۔ کیونکہ مدینہ شریف کیلئے ایسی اضافی فضیلت ہے۔ جو مکہ شریف کیلئے نہیں وہ آپ ﷺ کی دعا ہے جس کی وجہ سے مدینہ شریف کی برکات میں مکہ کی نسبت اضافہ ہے۔ کبھی کبھی عدد قلیل میں اتنی برکت ہو جاتی ہے جو عدد کثیر پر غالب آ جاتی ہے۔ اسی لئے مدینہ شریف کی فضیلت ثابت ہے۔ اگر کہا جائے کہ ثواب کی کثرت کعبہ شریف تک موقوف ہے تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اختلاف سوائے کعبہ کے باقی سر زمین میں ہے۔ اس صورت میں موجودہ بابرکت مقامات کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان میں کچھ اختلاف باقی نہیں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ المخز ومی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تو مدینہ سے مکہ کی افضلیت کا قائل ہے انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم اور پناہ گاہ ہے اور وہاں بیت اللہ شریف ہے آپ نے فرمایا حرم اور بیت اللہ کے بارے میں میں نہیں پوچھ رہا۔ پھر آپ نے اپنا سوال دہرایا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دہرایا۔ اس پر آپ نے فرمایا میں حرم و بیت اللہ کے بارے میں نہیں پوچھ رہا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے (جانیکا) اشارہ کیا۔ پس آپ چلے گئے۔

مدینہ شریف کو عمرہ کی بجائے مسجد قباء میں آنا اور حج کی بجائے مسجد نبوی شریف اور اس کی زیارت کی فضیلت دی گئی ہے آفتاب نبوت کے یہاں طلوع ہونے کے بعد اور اگر یہ ایک قول کے مطابق مکہ سے مقام میں کم ہے تو درحقیقت مدینہ شریف دین اسلام کے اعزاز اور اظہار، اکثر فرائض اور دین کی تکمیل، جبرائیل امین کا یہاں کثرت سے نزول اور آقائے دو جہاں ﷺ کا تا قیامت یہاں محو استراحت ہونا ایسے امور عظیمہ ہیں جو اس کے مقام رفیع کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مکہ اور مدینہ میں سے کس شہر میں اقامت آپ کو پسند ہے؟ آپ نے فرمایا "یہاں" (مدینہ شریف میں) میں مدینہ شریف میں سکونت کیوں نہ اختیار کروں؟ کیونکہ یہاں کی ہر گلی میں آقائے دو عالم ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا ہے اور گھڑی گھڑی سیدنا جبرائیل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر اترتے رہے۔

چونکہ حدیث شریف میں مدینہ شریف میں مرنے کی فضیلت آئی ہے لہٰذا یہاں رہائش بھی افضل ہے کیونکہ زندگی موت کی طرف جانے والی راہ ہے طبرانی وغیرہ نے حدیث شریف ذکر کی ہے کہ

"اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ مِّنْ مَکَّۃَ" (مدینہ شریف مکہ شریف سے بہتر ہے) اس حدیث کے راویوں میں "عبدالرحمٰن رداد" ہیں انہیں ابن حبان نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے لیکن کہا ہے کہ یہ کبھی کبھی غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ابو زرعہ نے کہا ہے کہ یہ "کمزور" راوی ہیں ابن عدی نے کہا ہے کہ ان کی روایت محفوظ نہیں اور ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ یہ "قوی" نہیں۔ الغرض اس حدیث کے علاوہ جو کچھ گذر چکا ہے مدینہ شریف کی فضیلت کیلئے کافی ہے۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ آقائے دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ

اُمِرْتُ بِقَرْیَۃٍ تَأْکُلُ الْقُرٰی یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبَ وَھِیَ الْمَدِیْنَۃُ تَنْفِی النَّاسِ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خُبْثَ الْحَدِیْدِ

"مجھے ایسے شہر کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جو شہروں کو کھا جائیگا لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ شہر مدینہ شریف ہے یہ بروں کو اپنے سے اس طرح دور کرے گا۔ جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے"۔

قاضی عبدالوہاب نے کہا ہے کہ "شہروں کو کھانے" کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر پاک دوسرے شہروں پر غالب آئیگا۔ یعنی مدینہ شریف کی فضیلت مقصود تھی۔ ابن المنیر نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ اس کی فضیلت ماسوا پر غالب ہے۔ کیونکہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی عظیم کے پہلو میں رہنے سے چیز کی فضیلت کم یا ناپید ہو جاتی ہے۔ (لہٰذا مکہ شریف کے قرب میں رہنے کی وجہ سے اس کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے) مکہ شریف کو "اُمُّ الْقُرٰی" اور مدینہ شریف کو "تَأْکُلُ الْقُرٰی" کہا گیا ہے۔ کیونکہ ماں کے قریب رہنے سے اولاد کی فضیلت جاتی نہیں البتہ ماں پر اولاد کے حقوق ضرور ہوتے ہیں۔ (اسی طرح مدینہ مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے فضیلت سے محروم نہیں ہے)

امام سمہودی یہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کھانے والا اس چیز پر غالب ہوتا ہے جس کو کھا رہا ہے۔ پس کھانے سے مراد فضیلت کا غلبہ بھی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں کے رہنے والے دوسرے شہروں کے رہنے والوں پر غالب ہوتے ہوں۔ دوسری صورت پر اس مضمون کا حمل درست نظر آتا ہے۔ کیونکہ معنی و مراد اس سے ظاہر ہو رہا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک انسان اپنے چچا اور بھائی یا کسی رشتہ دار سے کہے گا کہ خوشحالی کی طرف آؤ اور مدینہ شریف ان کیلئے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بھی اس سے از راہ شوق نہیں نکلتا مگر اللہ نے اس کیلئے اس میں بہتری رکھی ہے اس حدیث میں مدینہ شریف سے نکلنے کی مذمت فرمائی گئی ہے حدیث کا اطلاق ہمیشہ کیلئے

ہے۔جیسا کہ محب طبری نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث شریف اپنے ظاہری الفاظ پر دلالت کر رہی ہے۔

صحیحین کی روایت ہے کہ " (آخر زمانہ میں) ایمان مدینہ شریف کی طرف اس طرح سکڑ کر آئیگا جس طرح سانپ پناہ کیلئے سوراخ کی طرف سکڑتا ہے" کیونکہ مدینہ شریف ایمان کا منبع اور اصل ہے ہر مومن کا دل یہاں آنے کیلئے تڑپتا رہتا ہے کیونکہ یہاں روح کا قرار ﷺ محو استراحت ہے۔ ﷺ۔

جنیدی کی روایت ہے " قریب ہے کہ ایمان آخر زمانہ میں مدینہ کی طرف اس طرح سکڑے گا جس طرح یہاں سے پھیلا تھا۔اسی لئے فرمایا گیا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يُحَازُ الْاِيْمَانُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا يَحُوْزُ السَّيْلُ الدِّمَنِ

" قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سکڑ کر نہیں آئے گا جس طرح سیلاب کا ریلا نشیبی زمین کی طرف آتا ہے"۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" کہ ایمان مدینہ شریف کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا جس طرح یہاں سے پھیلا تھا۔حتیٰ کہ ایمان صرف مدینہ میں ہی رہ جائیگا۔ابو یعلی کی روایت جسے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ" میں (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ شریف سے باہر نکلا۔آپ ﷺ نے اس شہر بے بدل کی طرف دیکھ کر فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ بَرأَ هٰذِهِ الْجَزِيْرَةَ مِنَ الشِّرْكِ

" کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر پاک کو شرک کی آلودگیوں سے محفوظ کر رکھا ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہا

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ طَهَّرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةَ مِنَ الشِّرْكِ

" کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شرک سے پاک رکھا ہے"۔

اِنْ لَمْ تُضِلَّهُمُ النُّجُوْمُ

" اگر ستارے یہاں کے رہنے والوں کو گمراہ نہ کریں"۔

تیسری فصل

امام سہودی کی تصنیف لطیف ''خلاصۃ الوفا'' کے باب اول میں سے

مدینہ شریف میں رہائش پذیر ہونے، یہاں کی تکالیف پر صبر کرنے، یہاں فوت ہونے، اصل کو پکڑنے، برائی کو دور کرنے، جو یہاں بدعت (سیئہ) کا مرتکب ہوگا یا جو اسے پناہ دے گا، یا جو یہاں کے رہنے والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا یا ڈرائے گا اور یہاں کے رہنے والوں کیلئے وصیت کے بارے میں ہے''۔

گذشتہ صفحات میں مسلم کی ذکر کردہ حدیث گذر چکی ہے کہ:

''عنقریب ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ انسان اپنے چچازاد بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار سے کہے گا کہ بھلائی کی طرف آؤ جبکہ مدینہ ان کیلئے بہترین (بھلائی کی جگہ) ہے۔ اگر انہیں علم ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو بھی اس شہر کو چھوڑ کر جائیگا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو نعم البدل عطا فرمائیگا۔

صحیحین اور مؤطا شریف کی حدیث ہے کہ (عنقریب) یمن فتح کیا جائیگا اور ایک قوم ایسی آئیگی جو اپنے اہل وعیال اور زیر نگیں کے ساتھ کوچ کرے گی اور اپنی سواریاں تیز دوڑائے گی۔ پس اگر انہیں علم ہوتا تو سرزمین مدینہ ان کے لئے بہترین (جائے پناہ) تھی۔

صحیحین کی حدیث شریف ہے'' کہ جو اس شہر کی بیماری پر صبر کرے گا تو قیامت والے دن میں اس کیلئے شفیع اور گواہ ہوں گا۔

مسلم شریف کی حدیث جو'' مہری'' کے غلام سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابو سعید الخدری کے پاس حاضر ہوئے اور مدینہ شریف سے کوچ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا نیز یہاں کی مہنگائی اور اپنی اولاد کی کثرت کا شکوہ کیا کہ مزید یہاں کی مشقت بھری زندگی سے اور بیماری سے اکتا گیا ہوں۔ اس پر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' تیرا ستیاناس ہو میں اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں جبکہ میں نے اپنے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بھی یہاں کی سختیوں اور مشقتوں پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کرے گا تو قیامت کے دن میں اس کیلئے شفیع اور گواہ ہونگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا۔ ایسا نہ کر مدینہ ہی کو لازم پکڑ۔ (الحدیث)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے کہ ایک لونڈی ابن عمر رضی اللہ عنھما کی خدمت میں حاضر ہوئی سلام پیش کیا اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن میں نے اس شہر کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ مجھ پر سخت وقت آن پڑا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا بے وقوف عورت یہیں رہو! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بھی مدینہ کی تکالیف اور بیماریوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہونگا یا آپ نے فرمایا قیامت والے دن میں اس کی گواہی دوں گا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف ''شَفِیْعٌ اَوْ شَهِیْدٌ'' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں ''او'' شک کیلئے نہیں ہے بلکہ برائے تقسیم ہے یعنی گناہگاروں کیلئے آپ ﷺ شفیع ہونگے اور نیکو کاروں کیلئے گواہ ہونگے یا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جو خوش نصیب افراد حضور پاک ﷺ کے زمانہ پاک میں انتقال کر گئے ان کیلئے آپ ﷺ گواہ، اور جو بعد میں وفات پا گئے ان کیلئے آپ ﷺ شفیع ہونگے۔ یہ گواہی یا شفاعت آپ کی شفاعت عامہ اور شہادت عامہ کے علاوہ ہوگی۔ یا ''او'' بمعنیٰ ''واؤ'' ہے یعنی آپ ﷺ شفیع اور گواہ ہونگے جس طرح بزاز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ''وٗ'' کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور مفضل الجنیدی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

لَا یَصْبِرُ اَحَدٌ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَةِ وَحَرِّهَا اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَّ شَهِیْدًا

ایک حدیث شریف میں آیا کہ جو کوئی طاقت رکھے کہ وہ مدینہ شریف میں فوت ہو تو اسے وہاں فوت ہونا چاہیے کیونکہ جو یہاں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں اس کیلئے گواہ ہونگا۔

بیہقی اور ابن حبان نے روایت کی ہے کہ جو کوئی مدینہ میں فوت ہونے کی استطاعت رکھے تو اسے وہاں فوت ہونا چاہیے کیونکہ حضور نے فرمایا جو کوئی یہاں فوت ہوگا میں اس کیلئے شفاعت بھی کروں گا۔ اور اس کیلئے گواہ بھی بنوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں قیامت کے دن اس کیلئے شفیع اور گواہ ہونگا۔ ایک روایت میں ان کلمات کے بعد یہ ہے کہ ''سب سے پہلے روز قیامت میں اپنی قبر سے اٹھوں گا پھر (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے بعد (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ! پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا وہ (میرے اردگرد) میرے ساتھ جمع ہوں گے پھر مکہ والوں کا انتظار کروں گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے سب سے پہلے میں اہل مدینہ کیلئے پھر اہل مکہ کیلئے پھر اہل طائف کیلئے شفاعت کروں گا۔

مؤطا شریف کی حدیث ہے کہ آقائے دو عالم ﷺ مدینہ میں تشریف فرما تھے ایک قبر کھودی جارہی تھی کسی نے قبر میں جھانک کر کہا" مؤمن کا یہ ٹھکانہ بہت برا ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا" تیرا یہ قول بہت برا ہے" اس نے عرض کی حضور ﷺ! میرا مقصد یہ نہ تھا۔ (اس قبر کی توہین مقصود نہ تھی) میرا مطلب تو یہ تھا کہ انسان کو جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" شہادت فی سبیل اللہ کی کیا بات ہے (لیکن) مجھے روئے زمین پر مدینہ سے زیادہ پسندیدہ جگہ اپنی قبر کیلئے کوئی اور نہیں آپ نے تین مرتبہ آخری قول کو دہرایا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح راویوں سے حدیث شریف نقل کی ہے کہ حضور ﷺ جب مکہ شریف میں داخل ہوتے تو فرماتے" الٰہی ہمیں مکہ میں موت نہ دینا یہاں تک کہ تو ہمیں یہاں سے نکال دے۔

یہ بھی حدیث صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے" الٰہی مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر پاک میں مجھے موت عطا فرما یہ آپ رضی اللہ عنہ کی عظیم دعا تھی۔

طبرانی نے" الکبیر" میں حدیث نقل کی ہے کہ جس کا مدینہ میں کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو اسے لازم پکڑے کیونکہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے جس کا یہاں ٹھکانہ نہ ہو گا وہ یہاں سے کسی اور طرف نکل جائیگا۔

ایک روایت میں ہے کہ" انسان کو چاہیے کہ وہ یہاں ٹھکانہ بنالے اگر چہ درخت (کا سایہ ہی) ہو۔

ابن شبہ نے بعینہٖ یہی حدیث بیان کی ہے پھر زہری سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے کہ مکہ میں مال و دولت نہ بناؤ البتہ مدینہ میں ایسا کرو کیونکہ انسان اپنے مال کے ساتھ ہوتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔ کہ ہجرت کے بعد مرتد نہ ہو جانا اور اپنی بیٹیوں کا نکاح مکہ کے مجبوراً مسلمان ہونے والوں (فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں) کے ساتھ نہ کروانا۔ (الحدیث)

مسلم شریف میں ان الفاظ کا اضافہ ہے" کہ جو بھی مدینہ سے منہ موڑ کر نکلے گا اللہ اس کی جگہ اسے بہترین انسان عطا کرے گا کیونکہ مدینہ بھٹی کی مانند ہے یہ برائی کو دور کرتا ہے اور قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک یہ شہر بروں کو اپنے سے دور نہیں کرتا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

ماقبل فصل میں" تنفی الناس "(یہ بروں کو دور کرتا ہے) کے الفاظ آئے ہیں اور کہیں" تَنفِی الرِّجَالَ"(یعنی شریر انسانوں کو دور کرتا ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ مدینہ شریف" طیب" (پاک) ہے اور گناہ کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی چاندی کے کھوٹ کو دور کرتی ہے۔

صحیحین میں ہے کہ ایک بدو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیعت واپس لیجئے۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا۔ لیکن وہ چلا گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ بھٹی کی طرح بروں کو دور کرتا ہے اور اچھوں کو نکھارتا ہے۔

مدینہ کی یہ خاصیت تا ابد ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک مدینہ بروں کو نکال نہیں دیتا'' یعنی جب دجال آئے گا اور مدینہ کو (تین) جھٹکے لگیں گے تو (ڈر کے مارے) منافقین یہاں سے نکل پڑیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ دن تخلیص (خلاصی) کا دن ہے۔ اس دن مدینہ برائی کو دور کرے گا۔

عمر بن عبدالعزیز نے ایک ساتھی سمیت مدینہ سے نکلتے وقت فرمایا اے دوست! تیرا کیا خیال ہے کہ ہمیں مدینہ دور کر رہا ہے؟

تحقیق اللہ نے خبث کامل کے حاملین یعنی کفار کو یہاں سے دور فرمایا ہے اور کفار کے علاوہ دیگر بروں کو جو یہاں فوت ہو جائیں ملائکہ کے ذریعے (بعد از دفن) دور کیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اقشہری نے اشارہ کیا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ شہر برائی کو دور کرتا ہے یعنی برائی اور گناہ کے مرتکب ان افراد کو دور کرتا ہے جو بدبخت ہیں اور شفاعت کو قبول نہیں کرتے یہی خبث کامل کے حاملین (کفار) ہیں جو ان کے علاوہ گناہگار ہیں ان کا ذکر'' بدو'' اور'' دجال'' کے تحت ہو چکا ہے۔

الغرض مدینہ شریف نفس کو برائی اور گناہ کی آلودگی سے اپنی شفقتوں، رحمتوں اور ثواب کے ذریعے بچاتا ہے۔ کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں جس کے دل میں برائی یا فساد ہوگا یہ شہر اسے صادق دلوں سے جدا کر دیتا ہے اور جو عقیدہ اس کے دل میں پوشیدہ ہوگا یہ اسے ظاہر کر دیگا۔ جیسا کہ اس کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اور حدیث شریف'' اَلْمَدِیْنَةُ کَالْکِیْرِ ...... کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے...... اس نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب منافقین غزوۂ احد کے موقع پر پلٹ آئے تھے'' تنفی'' جو حدیث شریف میں آیا ہے اس کا معنی دور کرنا اور نکھارنا ہے۔ (برائی کو دور کرنا اور نیکی کو نکھارنا ہے)

صحیحین کی ان احادیث میں جو حرمت مدینہ کے متعلق ہیں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جس نے یہاں بدعت جاری کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور یوم حشر اس کی کوئی عبادت (خواہ فرائض ہوں یا نوافل) قبول نہ کی جائی گی۔ جمہور کے نزدیک'' صرف وعدل'' سے مراد فرائض و نوافل ہیں یا توبہ اور فدیہ ہے یعنی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور قیامت کے دن اسے کوئی چیز ایسی نہیں ملے گی جس سے وہ فدیہ ادا کر سکے۔

اللہ کی طرف سے لعنت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس کو اپنی نظر رحمت سے دور کر دے گا اور جنت سے

نکال دے گا۔اس سے کفاروالی لعنت مرادنہیں۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ لعنت اس عمل (بدعت) کے ساتھ خاص ہے۔حدیث مذکور سے معلوم ہورہا ہے کہ یہاں (مدینہ میں) گناہ صغیرہ باہر کے گناہ کبیرہ کی طرح ہے۔کیونکہ حضور پاک ﷺ یہاں محو استراحت ہیں اور تعظیم نبی واجب ہے۔

صحیح بخاری کی مرفوع حدیث ہے کہ جو بھی اہل مدینہ کے ساتھ مکر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آتش (دوزخ) میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلایا جاتا ہے۔

مسلم شریف کی بھی اس قسم کی حدیث ہے کہ جو بھی یہاں کے باسیوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے نار جہنم میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ آگ میں یا نمک پانی میں پگھلایا جاتا ہے۔قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آگ میں جلانے کا حکم آخرت کے ساتھ مخصوص ہے اور برائی کرنے کا حکم سرور کائنات کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

الغرض جو کوئی یہاں کے رہنے والوں سے مکر کریگا تو اس کا مکر ختم ہو جائیگا اور وہ نامراد ہو جائیگا۔ بخلاف اس کے جو کھلم کھلا یہاں برائی کا مرتکب ہوگا (وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا) اور دنیا میں خائب و خاسر ہوگا۔مراد یہ ہے کہ جو بھی یہاں برائی کا ارادہ کرے گا وہ دنیا میں ہی نامراد ہوگا۔جس طرح مسلم بن عقبہ اور یزید ناکام و نامراد ہو کر لوٹے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں مذکورہ بالا توجیہ ترجیح یافتہ ہے کیونکہ حدیث شریف کے الفاظ کسی مخصوص زمانہ کا تقاضا نہیں کرتے۔کیونکہ (تاحال) یہاں برائی کا ارادہ کرنے والا اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔بلکہ عام مشاہدہ یہی ہے کہ وہ جلد ہلاک ہوا۔اور آگ میں پگھلائے جانے کا وعدہ اس کے علاوہ ہے۔

جنیدی نے یہ حدیث شریف بیان کی ہے کہ جو سرکش یہاں (مدینہ) میں برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ایسے پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے۔

بزار نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ الٰہی جو کوئی لشکر جرار لیکر اہل مدینہ پر حملہ آور ہو تو ان کی حفاظت فرما جو بھی یہاں برائی کا مرتکب ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ایسا پگھلائے گا (نار جہنم میں) جیسا نمک پانی میں پگھلتا ہے۔

ابن زبالہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ایک دفعہ مدینہ شریف کی طرف دیکھ کر (دعا کیلئے) ہاتھ اٹھائے یہاں تک آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آئی پھر فرمایا الٰہی جو بھی میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اس کو جلد ہلاک کر۔

طبرانی نے ''الاوسط'' میں ثقہ راویوں سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے'' الٰہی جو بھی اہل مدینہ پر ظلم کرے یا ڈرائے تو اسے ڈرا اور اس پر ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کی عبادت (فرائض ونوافل) قبول نہ کی جائی گی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن ڈرائے گا اس پر غصے کا اظہار ہوگا اور اس کی عبادت قبول نہ کرے گا۔ نسائی اور ابن حبان کی روایت ہے کہ

''جس ظالم نے اہل مدینہ کو ڈرایا اللہ اسے روز قیامت ڈرائے گا اور اس پر اللہ کی لعنت ہو گی''۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

کہ ''زمانہ فتنہ'' میں ایک امیر (بشر بن ارطاۃ) مدینہ آیا۔ ان دنوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی چلی گئی تھی۔ آپ سے عرض کی گئی کہ آپ اس امیر سے اعراض کریں۔ پس آپ نے اس سے اعراض کرتے ہوئے اپنے دو بیٹوں کے درمیان جاتے ہوئے فرمایا'' جس نے آقائے دو عالم ﷺ کو ڈرایا وہ ہلاک ہو۔ بچوں نے پوچھا ابا جان حضور ﷺ تو پردہ فرما چکے ہیں انہیں ڈرانا کیسے ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے میرے دل کو ڈرایا (تکلیف پہنچائی)۔

طبرانی نے ''الکبیر'' میں حدیث بیان کی ہے کہ'' جس نے اہل مدینہ کو تکلیف پہنچائی اللہ تعالیٰ اسے تکلیف دے گا۔ اس پر اللہ، اس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نیز اس کی عبادت بھی قبول نہ کی جائے گی۔

ابن نجار نے معقل بن یسار المزنی سے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

''مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اس میں میری قبر (انور) ہے اور (روز قیامت) مجھے یہیں سے اٹھایا جائیگا۔ اپنی امت پر میرا یہ حق ہے کہ وہ میرے شہر کے باسیوں کی حفاظت کرے جب تک وہ (اہل مدینہ) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں۔ جس نے ان کی حفاظت کی روز جزا میں اس کے لئے شفیع اور گواہ ہونگا۔ اور جس نے (باوجود قدرت کے) ان کی حفاظت نہ کی تو اسے دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی''۔

طبرانی کے الفاظ ہیں کہ'' مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور روئے زمین پر یہیں میرا روضۂ انور ہے میرا اپنی امت پر یہ حق ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے۔ جب تک میرے شہر والے کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اللہ قیامت کے دن اسے دوزخیوں کی پیپ پلائے گا۔

قاضی ابوالحسن الھاشمی اپنی کتاب ''فوائد'' میں خارجہ بن زید سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''مدینہ میری ہجرت گاہ ہے یہیں میری قبر انور ہے یہیں سے مجھے روز قیامت اٹھایا جائے گا اپنی امت پر میرا یہ حق ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے۔ نیز جس نے میری اس وصیت کو یاد رکھا قیامت کے دن میں اس کیلئے گواہ ہونگا اور جس نے اسے بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ اسے ''حوض خبال'' پر لائے گا۔ عرض کی گئی حوض خبال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دوزخیوں کی پیپ سے بھرا ہوا حوض ہے۔

ابن زبالہ کی مذکور حدیث ہے کہ '' اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو میری ہجرت گاہ بنایا ہے یہیں میری قبر انور ہوگی اور یہیں سے مجھے اٹھایا جائیگا پس میری امت پر فرض ہے کہ وہ ان کی حفاظت اس وقت تک کریں جب تک یہ گناہ کبیرہ سے بچیں۔ جس نے ان میں میری عزت کی حفاظت کی میں قیامت والے دن اس کا شفیع ہونگا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخیوں کی پیپ کے حوض پر لائیگا۔

''مدارک'' میں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ نے حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں (حضرت مالک) مہدی خلیفہ کے پاس گیا اس نے عرض کی کوئی نصیحت کیجئے میں نے کہا کہ میں تجھے ایک اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں اور حضور پاک ﷺ کے اہل شہر کے ساتھ نرمی کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ ہم تک یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا '' مدینہ میری ہجرت گاہ ہے یہیں پر میری قبر انور ہے یہیں سے روز قیامت مجھے اٹھایا جائے گا میرا امت پر یہ حق ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے جو ایسا کرے گا قیامت کے دن میں اس کیلئے گواہ اور شفیع ہونگا اور جس نے میرے پڑوسیوں کی حفاظت نہ کی قیامت والے دن اسے دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

حضرت مصعب فرماتے ہیں کہ منصور جب مدینہ شریف آیا تو حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر معززین نے کئی میل باہر آکر اس کا استقبال کیا۔ اس نے جب حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو ان کی طرف آیا انہیں گلے لگایا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا اے امیر المومنین! عنقریب آپ شہر بے بدل مدینہ شریف میں داخل ہونگے آپ کے دائیں بائیں مہاجرین و انصار کی اولاد ہوگی آپ انہیں سلام کریں کیونکہ روئے زمین پر اہل مدینہ اور شہر مدینہ کی مثال نہیں۔ اس نے عرض کی یہ باتیں آپ کہاں سے کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا آج روئے زمین پر انبیاء کرام کے مزارات غیر معروف ہیں۔ البتہ روضۂ رسول ﷺ آج بھی مرجع خلائق ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ روضۂ انور کے ان مجاوروں کی فضیلت کا لحاظ رکھا جائے۔ مہدی نے آپ کی ان ہدایات پر

عمل کیا۔

امام سمہودی فرماتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ قبر انور کے پڑوس میں رہنا باعث عزت و صد افتخار ہے۔ حدیث شریف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق ہمیشہ وصیت کرتے رہے اور کسی پڑوسی کو دوسرے سے کم درجہ قرار نہیں دیا۔ (تمام پڑوسی برابر ہیں) غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ کو اہلِ مکہ پر فضیلت نہیں دی گئی بلکہ دونوں کو فضیلت حاصل ہے اہل مکہ کو اعمال صالحہ کے دوچند ثواب ملنے کی وجہ سے اور اہل مدینہ کو بسیار برکات و امداد کی وجہ سے اسی طرح اہل مکہ بیت اللہ شریف کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے ممتاز ہیں اور اہل مدینہ اللہ کے حبیب اور مخلوق میں سب سے معزز و مکرم نبی علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے لائق صد تحسین ہیں۔

ابوبکر بن حماد نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آپ کا کیا خیال ہے کہ انسان مکہ میں سکونت اختیار کرے یا مدینہ میں؟ آپ نے فرمایا مدینہ کی تکالیف پر صبر کر سکے یا یہاں رہائش پذیر ہونے پر قادر ہو تو مدینہ بہترین ہے۔

پوچھا گیا وہ کیوں؟

آپ نے فرمایا کیونکہ یہاں مخلوق میں سے بہترین ہستی محو استراحت ہے۔ مدینہ میں سکونت پذیر ہونا بزرگان دین کے ہاں بہترین ہے۔

ابن شبہ، شعبی سے روایت کرتے ہیں ہے کہ وہ (شعبی) مکہ میں ٹھہرنے کو مکروہ جانتے تھے وہ کہتے کہ دوران نامی قصبہ (نزد قدید) میں اترنا بنسبت مکہ میں اترنے کے مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ یہ وہ شہر ہے جس سے نبی پاک ﷺ نے ہجرت کی۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ صحابہ کرام حج کیلئے مکہ شریف حاضر ہوئے پھر واپس لوٹ آئے اور اسی طرح عمرہ کیلئے بھی جب جاتے تو بعد از ادائیگی واپس لوٹ آتے وہیں اقامت نہ کرتے۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ سلف میں سے کسی نے مدینہ شریف میں ٹھہرنے کو مکروہ نہیں جانا بخلاف مکہ کے۔

اکتاہٹ، قلت حرمۃ اور گناہوں میں آلودہ ہونے کی خوف کی وجہ سے امام نووی سے مذکورہ قول کے خلاف منقول ہے۔ البتہ اگر مذکورہ چیزوں کا احتمال نہ ہو تو پھر دونوں مقامات پر ٹھہرنا ان کے نزدیک مستحب ہے۔

چوتھی فصل

مدینہ اور اہل مدینہ کیلئے دعا، اس کی بیماری کو منتقل کرنے اور دجال وطاعون سے محفوظ ہونے کے بارے میں

صحیحین کی حدیث ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی الٰہی! مدینہ ہمیں مکہ جتنا یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا۔ آپ ﷺ کی یہی دعا آپ سے اکثر منقول ہے۔

تکرار دعا محبت کے اضافہ کے لئے تھا۔ حتی کہ جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کے در و دیواروں، بلند راستوں اور قد آور درختوں کو دیکھ لیتے تو کبھی سواری کو تیز دوڑاتے اور کبھی سواری سے اتر پڑتے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ ''اثایہ'' کے مقام پر تھے مدینہ شریف کو دیکھ کر تیز چلنے لگے یہاں تک کہ چادر آپ کے شانوں سے گر گئی آپ نے فرمایا یہ (اہل مدینہ) پاک روح والے ہیں۔

''محاملی'' نے جو دعا حضور پاک ﷺ کی نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ'' جب آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو تیز دوڑتے اور فرماتے الٰہی مدینہ میں ہمیں استحکام نصیب فرما اور رزق حسن عطا فرما۔ صحیحین کی منقول حدیث ہے الٰہی مدینہ کو مکہ کی نسبت دوگنی برکت عطا فرما۔ الٰہی اہل مدینہ کے مکیال، صاع اور مد (پیمانوں) میں برکت عطا فرما۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ اس برکت کا تعلق دین و دنیا ہر دو سے ہے کہ یہاں کے مکینوں کو وہ چیز کافی ہوتی ہے جو یہاں کے علاوہ کہیں اور کافی نہ ہوتی ہو اور اس کا تجربہ یہاں کے مکینوں کو خوب ہوا ہے۔ لہٰذا میں بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ یہاں رہائش پذیر ہونے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے'' الٰہی ہمارے شہر میں برکت عطا فرما ہمارے صاع و مد (پیمانوں) میں برکت عطا فرما! الٰہی! ہمارے شہر میں برکت فرما ہمیں برکت بالائے برکت عطا فرما۔ الٰہی! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما۔ مولا! سیدنا ابراہیم علیہ السلام تیرا بندہ، خلیل اور نبی تھا میں بھی تیرا بندہ (خاص) اور نبی ہوں انہوں نے مکہ کیلئے دعا فرمائی تھی۔ میں وہی دعا مدینہ کیلئے مانگ رہا ہوں۔

مسلم شریف و ترمذی شریف میں ہے کہ اہل مدینہ جب نیا پھل دیکھتے تو اسے بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کرتے آپ ﷺ جب اسے دیکھتے تو دعا فرماتے الٰہی! ہمارے پھلوں اور اس شہر میں

برکت عطا فرما......(الحدیث)

گویا ہر سال آپ یوں دعا فرماتے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طبرانی ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ آقائے دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی پھر صحابہ کی طرف چہرہ انور پھیرتے ہوئے فرمایا:

الٰہی! ہمارے اس شہر میں برکت عطا فرما......(الحدیث)

امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور نبی رحمت ﷺ کے ہمراہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوض (جس کا نام بحرۃ السقیا تھا) پر گئے۔ حضور ﷺ نے وضو کے لیے پانی لانے کو کہا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا پھر کھڑے ہوئے اور قبلہ شریف کی طرف منہ کرتے ہوئے عرض کی۔ الٰہی! ابراہیم علیہ السلام تیرا بندہ اور خلیل ہے انہوں نے مکہ کے لیے برکت کی دعا کی تھی میں بھی تیرا بندہ (خاص) اور رسول ہوں میں اہل مدینہ کیلئے دعا کرتا ہوں الٰہی اہل مدینہ کے پیمانوں میں مکہ کی برکت سے دو چند برکت عطا فرما۔

ابن زبالہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور ﷺ مدینہ منورہ کے ایک کونہ کی طرف نکل گئے میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور دعا فرمائی الٰہی ابراہیم علیہ السلام تیرا نبی اور خلیل ہے انہوں نے اہل مکہ کیلئے دعا فرمائی تھی میں بھی تیرا نبی اور رسول ہوں میں اہل مدینہ کیلئے دعا مانگتا ہوں تو ان کے صاع، مد، قلیل اور کثیر میں دوگنا اضافہ فرما۔ الٰہی ہر طرف سے ان پر برکتیں نازل فرما۔ الٰہی جو ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس طرح پگھلا جس طرح نمک پانی میں حل ہوتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ راویوں کے واسطہ سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے ''سقیا کے مکانات'' کے پاس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زمین پر نماز ادا فرمائی پھر فرمایا الٰہی ابراہیم علیہ السلام تیرا دوست اور نبی ہے......(الحدیث)

اس حدیث کے آخر میں عرض کی الٰہی! یہاں کی بیماری کو خُم کی طرف منتقل فرما۔ جنیدی نے جس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

الٰہی! مدینہ کو ہمارے لئے مکہ جیسا محبوب بنایا اس سے بھی زیادہ یہاں ہمیں تندرستی عطا فرما اس کے پیمانوں میں برکت عطا فرما اور اس کے بخار کو ''جحفہ'' کی طرف منتقل فرما۔

ابن زبالہ حضور پاک ﷺ کی مدینہ پاک میں تشریف آوری اور صحابہ کرام کے یہاں بیمار ہونے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور دعا کی ''الٰہی یہاں

سے وباء کو منتقل فرما۔ رات کو آپ ﷺ نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک آدمی بخار کو بوڑھی کالی عورت کی شکل میں گردن سے پکڑے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے حضور ﷺ! یہ رہا (مدینہ کا) بخار" اس کے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے خم کی طرف منتقل کر دو ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت سیدنا ابو بکر اور آپ کے چند دوستوں کے پاس جانے کا حکم دیا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں اور ان کے بارے میں خبر (کہ وہ حضرات مدینہ کی آب وہوا سے تنگ آگئے ہیں) دی جو آپ ﷺ کو اچھی نہ لگی۔ آپ ﷺ بقیع الخیل (مدینہ کے بازار) تشریف لائے اپنا چہرہ انور قبلہ کی طرف کر کے اپنے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور فرمایا:

الٰہی مدینہ ہمارے لئے مکہ سے بھی زیادہ محبوب بنا

الٰہی یہاں کے بازاروں (تجارت) میں اور پیمانوں میں برکت عطا فرما اور یہاں کی بیماری مہیعہ کی طرف منتقل فرما۔ امام سہودی فرماتے ہیں کہ مہیعہ کفار کا علاقہ تھا آج تک یہاں بخار دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

بعض نے کہا کہ یہاں موجود "خم" کے چشمہ سے پانی پینے سے اس بیماری سے بچاؤ ممکن ہے۔ اس بخار کو مدینہ شریف سے منتقل کرنا حضور ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ:

آپ ﷺ نے ایک پراگندہ بال بوڑھی کو دیکھا جو مدینہ سے نکل کر مہیعہ میں اتری جس کی تاویل یہ ہے کہ مدینہ کا بخار مہیعہ میں منتقل کیا گیا۔ ابن زبالہ کی حدیث ہے کہ بنو قریظہ اور عریض کے درمیانی علاقہ کو بخار سے پاک کیا گیا۔

نیز یہ بھی حدیث پاک ہے کہ:

الٰہی مدینہ کے بخار کو مہیعہ کی طرف منتقل فرما اور جو باقی ہے اس کو بنو ہزیلہ کے قلعہ کے پچھلے حصہ میں دفن فرما۔ اس حدیث میں کچھ بخار باقی رکھنے کی طرف اشارہ ہے جو آج کل بھی لوگوں کو لاحق ہوتا ہے البتہ جو بخار کا سردار تھا (بڑا بخار) اسے منتقل کیا گیا اور باقی بخار جو تھوڑا تھا اسے باقی رکھا گیا تا کہ گناہوں کا کفارہ ہوتا رہے۔

کیونکہ امام احمد کی منقول حدیث ہے کہ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ بخار نے حضور ﷺ کے ہاں آنے کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا "ام ملدم" (بخار) آپ ﷺ نے اسے قباء میں جانے کا حکم دیا۔

اہل قبا بہت زیادہ بیمار ہونے لگے تو بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور بخار کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم لوگ اگر چاہتے ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اسے دور کر دوں اور اگر چاہو تو یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ بنے اور تمہارے گناہوں کو نیست و نابود کر دے انہوں نے عرض کی کیا ایسا ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''یقیناً'' اس پر انہوں نے عرض کی حضور ﷺ پھر ہمارے ہاں رہنے دیجئے۔

امام احمد نے ثقہ راویوں سے یہ حدیث شریف بھی بیان کی ہے کہ آپ کا ارشاد پاک ہے کہ جبرائیل میرے پاس بخار اور طاعون لائے میں نے بخار کو مدینہ ٹھہرالیا اور طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا پس طاعون میری امت کیلئے باعث شہادت و رحمت ہے اور کفار کیلئے باعث عذاب ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں آج کل جو بخار یہاں موجود ہے یہ وبائی بخار نہیں بلکہ یہ تو باعث رحمت اور دعاء نبی رحمت ﷺ ہے۔

صحیحین میں حدیث شریف ہے کہ مدینہ کے ہر کونہ پر ملائکہ موجود ہیں جو دجال اور طاعون کو داخل نہ ہونے دیں گے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ دجال مدینہ آئے گا تو اس کے باہر ملائکہ دیکھے گا جس کی وجہ سے انشاء اللہ وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ''ان شاء اللہ'' برکت کی خاطر ہے پس مدینہ ہر دور میں دجال وغیرہ سے ہمیشہ محفوظ ہے۔

صحیحین کی حدیث شریف ہے کہ روئے زمین پر کوئی شہر ایسا نہیں جس میں دجال داخل نہ ہو گا لیکن مکہ اور مدینہ دو ایسے شہر ہیں جہاں یہ نامراد داخل نہ ہو گا۔ مدینہ کے ہر کونہ پر فرشتے صف باندھے حفاظت کی خاطر کھڑے ہیں۔

دجال ''سجہ'' (وادی) کی طرف آئے گا پھر مدینہ کو تین جھٹکے لگیں گے اس زلزلہ کے خوف سے تمام کافر اور منافق مرد و زن اس کی طرف آئیں گے۔ (مسلمان محفوظ رہیں گے)۔

بخاری شریف کی حدیث ہے دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا کیونکہ اس دن مدینہ کے سات دروازے ہونگے اور ہر دروازہ پر دو دو ملائکہ ہونگے جو مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ دجال مشرق کی جانب سے مدینہ کا ارادہ کئے ہوئے آئے گا اور احد کے پیچھے اترے گا لیکن ملائکہ اس کا چہرہ دوبارہ مشرق کی طرف کریں گے اور وہ وہیں پر ہلاک ہو جائیگا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ مدینہ میں بہترین انسان اس وقت باہر آئے گا جب دجال مدینہ کی شور یلی زمین (مدینہ سے باہر) میں اترے گا وہ آدمی دجال سے کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے بارے میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خبر دی تھی...... (الحدیث)

پس دجال مدینہ شریف میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ مدینہ شریف میں آقائے دوعالم ﷺ موجود ہیں

امام احمد نے ثقہ راویوں کے واسطہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ حرہ کی ایک وادی میں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ چند صحابہ بھی تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

''مدینہ بہت عمدہ سرزمین ہے اس کے ہر کونے پر فرشتہ ہے جب دجال یہاں داخل ہونے کی کوشش کرے گا تو فرشتہ اسے روکے گا اس دوران مدینہ کو تین جھٹکے لگیں گے جس کی وجہ سے مدینہ میں موجود منافق مرد وزن اس کی طرف بھاگیں گے نکل کر آنے والوں میں اکثریت عورتوں کی ہوگی یہ یوم تخلیص (خلاصی کا دن) ہوگا۔ اس دن مدینہ برائی کو اس طرح دور کرے گا جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔ دجال کے پاس ستر ہزار یہودی ہونگے ہر یہودی کے پاس ایک عدد گول چادر اور ایک تلوار (آراستہ) ہوگی۔ دجال اپنا خیمہ ''بند'' کے پاس لگائے گا''۔ (الحدیث)

پانچویں فصل

مدینہ شریف کی مٹی اور اس کے پھلوں کے بارے میں

ابن نجار اور ابن جوزی نے ''الوفا'' میں حدیث روایت کی ہے کہ'' مدینہ کے گرد کوڑھ کی بیماری سے باعث شفا ہے۔

ابن اثیر کی کتاب'' جامع الاصول'' میں ہے کہ جب حضور ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں پیچھے رہ جانے والے مؤمنین سے ملاقات ہوئی انہوں نے غبار اڑائی صحابہ میں سے بعض نے اپنے ناک کو ڈھانپ لیے لیکن خضور ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے کپڑا دور فرمایا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس شہر پاک کی گرد میں ہر مرض کی دوا ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوڑھ و برص (جلد کی بیماری) کیلئے باعث شفا ہے۔

رزین نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کی حدیث روایت کی ہے اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھا کر اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا کہ مدینہ کی عجوہ شریف (عمدہ قسم کی کھجور) بیماری سے اور یہاں کی گرد کوڑھ سے باعث شفا ہے۔

ابن زبالہ صیفی بن ابی عامر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں'' اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مدینہ کی مٹی مؤمن ہے اور کوڑھ کی بیماری کیلئے باعث شفا ہے۔

نیز یہی مصنف سلمتہ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے کہ مدینہ کی گرد کوڑھ کی بیماری کی شدت کو کم کر دیتی ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ ہمارا مشاہدہ رہا ہے کہ اس مرض (کوڑھ) کے شدید مریضوں کو خاک مدینہ استعمال کرنے سے شفا نصیب ہوتی ہے۔

یحییٰ بن الحسن بن جعفر الحجتہ العلوی اور ابن نجار دونوں نے ابن زبالہ کے ذریعے روایت بیان کی ہے کہ نبی مکرم ﷺ ایک دفعہ بنو حارث کے پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ کمزور و لاغر ہو چکے تھے آپ نے دریافت فرمایا اے حارث کی اولاد! تمہیں کیا ہوا ہے؟ عرض کی حضور ﷺ ہمیں اس بخار نے آلیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم وادئ صعیب کی طرف نہیں گئے؟ انہوں نے عرض کی وہاں جا کر ہم کیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہاں جا کر اس وادی کی مٹی لو پانی میں گھولو اور کوئی شخص اس میں اپنا تھوک ملائے اس کے بعد مٹی سے مخاطب ہو کر کہے اے مٹی تو باذن اللہ ہمارے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مریضوں کو شفا عطا کر (اور مریضوں کو پلاؤ) انہوں نے ایسا کیا تو ان کا بخار اتر گیا۔

طاہر بن یحییٰ کہتے ہیں صعیب وادی بطحان کے نیچے وادی ہے جسے آج کل ''مدشونیہ کہا جاتا ہے اس میں ایک گڑھا تھا۔ جب بھی کوئی بیمار ہوتا تو وہ وہاں سے مٹی لے لیتا۔ (اور استعمال کرتا) ابن نجار نے کہا ہے کہ میں نے اس گڑھا کو دیکھا ہے آج کل بھی لوگ یہاں سے مٹی لیتے ہیں اور انہیں شفا حاصل ہوتی ہے میں نے بھی وہاں سے مٹی حاصل کی تھی۔

امام سمہودی فرماتے ہیں یہ گڑھا اب بھی (امام سمہودی کے زمانہ میں) موجود ہے جس کی برکت کا ذکر سلف صالحین سے منقول ہے اور لوگ اس کی مٹی دوا کے طور پر لے جاتے ہیں۔

صاحب قاموس فیروز آبادی نے ذکر کیا ہے کہ علماء کی جماعت نے اسی مٹی کو بخار رفع کرنے کیلئے استعمال کیا تو اسے درست پایا۔ میرا (فیروز آبادی کا) ایک غلام تھا جو ایک سال سے لگاتار بخار میں مبتلا تھا میں نے بھی یہ مٹی پانی میں گھول کر اسے پلا دی وہ اسی دن شفایاب ہوا۔ صاحب قاموس اور مطری کے نزدیک مریض کو چاہیے کہ یہ مٹی پانی میں ملا کر غسل کرے لیکن امام سمہودی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلے مٹی پانی میں ملا کر پی لے اور پھر مٹی ملے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

صحیحین کی حدیث ہے کہ آقائے دوعالم ﷺ کے پاس جب مریض یا زخمی درد کی شکایت کرتا تو آپ ﷺ اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھتے پھر اٹھاتے اور فرماتے ''بسم اللہ اہل مدینہ میں سے کسی ایک کے تھوک کے ساتھ یہ مٹی ہمارے مریض کیلئے باذن ربی باعث شفا ہے۔ ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بارگاہ رسالت میں لایا گیا جس کے پیر پر زخم تھا آپ ﷺ نے چٹائی کا کنارا اٹھایا اور شہادت والی انگلی تھوک سے تر کرنے کے بعد مٹی پر رکھی اور فرمایا ہمارے شہر کی مٹی اہل مدینہ میں سے کسی کے تھوک سمیت اللہ کے حکم سے مریض کیلئے باعث شفا ہے۔ پھر آپ نے وہ انگلی مریض کے زخم والی جگہ پر رکھی۔ وہ فوراً تندرست ہو گیا۔

ابن زبالہ ہی سے مروی ہے کہ جو بھی صبح سویرے عجوہ عالیہ (کھجور کی ایک قسم) سات عدد کھائے گا تو اس دن اس پر کوئی زہر یا جادو اثر نہ کرے گا۔ مسلم شریف کی حدیث ہے جو بھی مدینہ شریف کے دو پتھروں والے ٹیلے کے درمیان موجود کھجوروں میں سے سات عجوہ نہار منہ کھائے گا اس دن شام تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ فلیح کہتے ہیں غالباً آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شام کو کھائے گا صبح تک وہ امن میں رہے گا۔ صحیحین کی حدیث ہے جو بھی سات کھجوریں عجوہ شریف میں سے کھائے گا اس دن کوئی جادو اور زہر اس پر اثر نہ کرے گا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ عجوہ عالیہ نہار منہ باعث شفا اور (زہر کیلئے) تریاق ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ راویوں سے حدیث بیان کی کہ کھمبی آنکھ کیلئے دوا ہے اور عجوہ شریف جنت کا پھل ہے۔

طبرانی کی حدیث ہے کہ کھمبی احسانات الٰہی میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے نیز عجوہ جنت کے پھلوں میں سے ہے اور زہر کیلئے تریاق ہے۔

ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ حدیث نقل کی ہے، فرماتے ہیں میں (حضرت سعد) ایک دفعہ بیمار پڑ گیا اللہ کے حبیب میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تو دل کا مریض ہے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ (ماہر) معالج ہے وہ سات عدد مدینہ شریف کی عجوہ لیکر پانی میں گھول کر تجھے پلائے گا۔ (اور تو انشاء اللہ شفایاب ہو جائے گا)

ابن عدی نے ''کامل'' میں مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ لگا تار سات دن تک سات عدد عجوہ شریف کھانے سے سر چکرانے کی بیماری جاتی رہتی ہے۔

خطابی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے غریب حدیث (جس کی سند ایک ہو) روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سر چکرانے کیلئے سات دن تک سات عدد کھجوریں (عجوہ شریف) کھانے کا حکم دیتیں۔ اس بیماری کیلئے عجوہ شریف کی تخصیص میں اور سات کی تعداد مقرر کرنے میں جو حکمت ہے اس کا کسی کو علم نہیں بس اس کی فضیلت و برکت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

مذکورہ احادیث میں عجوہ کی برکت کا ذکر مدینہ شریف کے سلف صالحین سے منقول ہے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ ''عجوہ'' صیحانی نامی کھجور سے بڑی سیاہ رنگ کی کھجور ہے نیز یہ وہ درخت ہیں جنہیں آقائے دوعالم ﷺ نے مدینہ شریف میں تشریف آوری کے بعد اپنے دست مبارک سے لگایا تھا۔ بزاز کا بھی یہی قول ہے اور ابن حبان نے کہا ہے ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ یہ کھجوریں آپ ﷺ کو بہت پسند تھیں۔ امام احمد نے روایت کی ہے آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے تمہارے لئے ''برنی'' (کھجور کی ایک قسم) کھجور بہترین ہے۔ یہ بیماری کو دور کرتی ہے لیکن اس میں خود کوئی بیماری نہیں۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ مدینہ کی کھجوروں کی بہت سے قسمیں ہیں۔ جنہیں میں نے ''اصل اول'' میں جمع کیا۔ ان کی تعداد ایک سو تیں سے زائد ہے۔ انہی میں سے ایک قسم صیحانی بھی ہے۔

چھٹی فصل

مدینہ منورہ کے حرم ہونے کے بارے میں

صحیحین کی حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ اور اہل مکہ کیلئے دعا کی تھی اور اسے حرم قرار دیا تھا میں بھی مدینہ کو اسی طرح حرم قرار دیتا ہوں۔

امام بخاری کی حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے دو پتھریلے ٹیلوں کے درمیانی علاقہ (مدینہ) کو حرم قرار دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دفعہ بنو حارثہ (قبیلہ) کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کی رہائش گاہوں کی طرف دیکھ کر فرمایا میرا خیال ہے تم لوگ حرم کی حدود سے باہر نکل گئے ہو لیکن جب بنظر غائر دیکھا تو فرمایا نہیں تم حرم کی حدود ہی میں ہو۔

امام احمد کی منقول حدیث شریف اس طرح ہے آپ ﷺ نے فرمایا'' اللہ نے میری زبان (پاک) سے دو پتھریلے ٹیلوں کا درمیانی علاقہ حرم قرار دیا ہے پھر آپ ﷺ بنو حارثہ کے پاس تشریف لائے جب یہ قبیلہ مسلمان ہوا تھا تو ان کے مکانات وادی حرہ کے بالائی حصہ پر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کے مشرقی جانب تھے آپ ﷺ نے جب وادی کے بالائی حصہ کی طرف دیکھا تو فرمایا آپ لوگ تو حرم سے باہر ہو گئے ہیں لیکن جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ بالائی حصہ پر موجود ہونے کے باوجود دو پہاڑوں کے درمیان ہیں تو فرمایا'' بَلْ اَنْتُمْ فِيْهِ '' نہیں تم حرم ہی میں ہو۔

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' الٰہی ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں دو پہاڑوں ''عیر اور ثور'' کے درمیانی علاقہ (مدینہ) کو حرم قرار دیتا ہوں یہاں نہ تو کسی کا خون بہایا جائے نہ ہتھیار اٹھایا جائے اور گھاس کے علاوہ یہاں کے درخت بھی نہ کاٹے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے کہ عیر اور ثور کا درمیانی حصہ (مدینہ) حرم ہے۔

ابوداؤد نے بھی مذکورہ حدیث کی مانند حدیث نقل کی ہے لیکن اس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ کی گھاس نہ کاٹی جائے اور یہاں کا شکار نہ ڈرایا جائے یہاں کی پڑی ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے البتہ جو اس کی منادی کرائے تو اس کیلئے اٹھانا جائز ہے یہاں کوئی اسلحہ نہ اٹھائے اور نہ یہاں کے درخت کاٹے جائیں۔ البتہ جانور کو کھلانے کیلئے ایسا کرنا جائز ہے۔ (لیکن بلا وجہ جائز نہیں)

طبرانی و احمد نے ثقہ راویوں سے حدیث بیان کی ہے کہ ''عیر اور احد کے درمیانی علاقہ کو آقائے دو عالم ﷺ نے حرم قرار دیا ہے۔

امام بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر میں نے مدینہ میں چرتے ہوئے ہرن کو دیکھا تو اسے کبھی نہ ڈراؤں گا کیونکہ حضور ﷺ نے دو پتھریلے ٹیلوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیا ہے۔ مسلم شریف میں بھی اسی قسم کی حدیث مذکور ہے لیکن اس میں اتنا اضافہ ہے کہ ''حضور ﷺ نے مدینہ کے اردگرد (چاروں طرف) بارہ میل تک کا فاصلہ حرم قرار دیا۔

ابوداؤد کی ذکر کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور ﷺ نے مدینہ کے چاروں طرف ایک ایک برید (تین میل) تک کے علاقہ کو حرم قرار دیا۔ نیز فرمایا نہ تو یہاں کے درخت کو یا کانٹے کو کاٹا جائے مگر انسان اونٹ ہانکنے کیلئے چھڑی کاٹ سکتا ہے۔

امام احمد نے ایک صحیح حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں دو پہاڑوں (مشرقی، مغربی) کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیتا ہوں نہ تو یہاں کی گھاس کاٹی جائے، نہ یہاں کے شکار کو ڈرایا جائے، نہ یہاں پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے نہ یہاں کے درخت کاٹے جائیں (البتہ اونٹ کو ہانکنے کے لئے چھڑی توڑی جاسکتی ہے) اور نہ یہاں اسلحہ اٹھایا جائے۔

بیہقی نے ''معرفتہ'' میں روایت بیان کی ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں دو پہاڑوں کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ یہاں کی پڑی ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے ہاں اگر اعلان کرانے کیلئے اٹھائے تو کوئی حرج نہیں اور حرم مدینہ کی حدود مغربی پہاڑ کے ساتھ تین اور پہاڑ ہیں۔ (مسلم شریف میں اسی قسم کی حدیث موجود ہے)

آپ نے فرمایا میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں نہ تو یہاں کی گھاس کاٹی جائے اور نہ ہی یہاں کا شکار کیا جائے۔ امام نووی نے کہا کہ شرقاً غرباً دو پتھریلے ٹیلوں کے درمیان اور شمالاً جنوباً دو پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیا گیا ہے۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ دو ٹیلوں اور دو پہاڑوں کے ساتھ حرم مدینہ کی حد بندی سے مراد یہی (امام نووی کا قول) ہے۔ اور حدیث سابق میں جو ثور کا ذکر گذر چکا ہے وہ جبل احد کے پیچھے ایک چھوٹی پہاڑی ہے۔

ساتویں فصل

مدینہ شریف کے حرم ہونے کے احکام کے بارے میں

ائمہ ثلاثہ وغیرہم نے اتفاق کیا ہے کہ مدینہ شریف کے حرم کی گھاس کاٹنا اور شکار کرنا حرام ہے امام ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے۔ لیکن مذکورہ احادیث ان کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

امام مسلم نے حدیث بیان کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مقام عقیق پر موجود اپنے گھر کی طرف جارہے تھے آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو (مدینہ کے) درخت کاٹ رہا تھا آپ نے اس کے کپڑے (ساز وسامان) چھین لئے واپسی پر غلام کے مالک حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی غلام کے کپڑے وغیرہ واپس کیے جائیں۔ لیکن آپ نے دینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا جو چیز مجھے پیغمبر اسلام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے تحفۃً دی ہو وہ میں کیوں واپس کروں؟

ابوداوٗد نے یہی روایت اس انداز سے بیان کی ہے کہ حضرت سعد نے مدینہ کے ایک غلام کو مدینہ کے ایک درخت کو کاٹتے ہوئے پایا تو آپ نے اس کا سامان لے لیا۔ پھر اس کے آقاوٗں سے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے درخت کاٹنے سے منع کرتے ہوئے سنا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو یہاں کے درختوں کو کاٹ رہا ہو اگر کوئی اس کو پالے تو اس سے سب کچھ چھین لے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں۔ جو غذائی اناج یہاں خود بخود اگے مثلاً خرفہ کا ساگ وغیرہ اسے کاٹنے میں حرج نہیں۔ کیونکہ جانورں کیلئے چارہ حاصل کرنے کی نسبت انسانوں کیلئے غذا حاصل کرنا بدرجہ اتم درست ہے۔ پھر فرمایا امام نووی، ماوردی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر اور پتھر (ڈھیلا) نہ ہو تو سونے اور دیباج (قیمتی کپڑا) کی بجائے حرم کے ڈھیلے سے استنجاء درست ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ امام نووی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پتھر جو حرم مدینہ سے حل کی طرف منتقل کیا جائے اس میں حرج نہیں۔ کیونکہ حرم کے ڈھیلے سے استنجا کرنا جائز ہے۔

باہر (حل) یہ ڈھیلے منتقل کیے جائیں۔ کیونکہ حرم مدینہ میں پیشاب کرنے میں کوئی اختلاف نہیں جب معاملہ ایسا ہے تو پھر یہاں کے ڈھیلے استعمال کرنے میں کون سی قباحت ہے۔ رافعی نے بیان کیا ہے کہ حرم مدینہ کی مٹی اس سے بنائی جانے والی چیزیں اور ڈھیلے پتھر وغیرہ یہاں سے باہر لے جانا مکروہ ہے۔ اسے امام نووی نے نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ کوئی حرج نہیں لیکن حل (حرم سے باہر کا علاقہ) کی مٹی و پتھر حرم میں لے جانا خلاف اولیٰ ہے۔ لیکن کتاب الروضہ اور

مناسک میں اس کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ پس ضرورت کے تحت باہر سے کوئی چیز حرم میں لیجانا یا حرم کی کوئی چیز باہر لے آنے میں کوئی قباحت نہیں ۔ جس طرح دوائی کیلئے حرم کی گھاس کاٹنا یا ضرورت کی خاطر یہاں کے سونا چاندی کے برتن بنانا درست ہے ویسے ہی مذکورہ چیزیں لے جانا بھی درست ہے۔

زرکشی نے کہا ہے کہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور سے مٹی لے جانے والے کو اجازت ملنی چاہیے یعنی جہاں آپ شہید کئے گئے تھے۔اس وادی سے مٹی لے جانے میں کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ سلف وخلف (اگلے پچھلوں) میں مشہور ہے کہ یہ مٹی دردسر سے باعث شفا ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں پھر تو وادی صعیب (جس کا ذکر فصل خامس میں گذر چکا ہے) کی مٹی جو باعث شفا ہے لے جانا بدرجہ اتم بہتر ہے۔حرم مدینہ سے جو مٹی، پتھر وغیرہ باہر لے جائے گا تو اس کا لوٹانا اس پر واجب ہے لیکن واپس نہ کرنے کی صورت میں اس پر تاوان نہیں ہے۔

دمیری نے کہا ہے کہ جب ایک حرم سے مٹی وغیرہ دوسرے حرم میں منتقل کی جائے تو کیا لوٹانا واجب ہوگا یا واجب نہ ہوگا کیونکہ ایک حرم کی چیز دوسرے حرم میں منتقل کی گئی اس میں علماء کا آپس میں اختلاف ہے (بعض کہتے ہیں کہ اس مٹی کو لوٹانا واجب ہے اور بعض کے نزدیک واجب نہیں) حرم مدینہ میں قتل خطا کے مرتکب پر دیت میں سختی کرنے کے اختلاف کا دارومدار شکار کی ضمانت میں اختلاف پر ہے۔لیکن بلقینی نے امام نووی سے روایت بیان کی ہے کہ حرم مدینہ میں قتل کرنے والے پر سختی کی جائے گی جس طرح مدینہ میں شکار کرنیوالے کا شکار چھینا جاتا ہے یہ قابل توجہ ہے کیونکہ رویانی نے بھی دونوں حرموں (مکہ و مدینہ) کے درمیان برابری کا ذکر کیا ہے۔ کہ جو بھی کافر مکہ مدینہ میں مرے گا تو فرشتے اسے باہر نکال لیں گے اور باہر دفن کریں گے ایک قول کے مطابق یہ خصوصیت صرف مکہ کے ساتھ خاص ہے مشرکین مکہ نے سرکار دو عالم ﷺ کو یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔لہٰذا سزا کے طور پر ان (کفار) کو مکہ میں ٹھہرنے نہیں دیا جاتا۔

آٹھویں فصل

مدینہ منورہ کی خصوصیات کے بارے میں

اس کی خصوصیات سو سے بھی زیادہ ہیں لیکن چند ایک میں مکہ بھی شریک ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ فصل میں اس کے سبز درختوں، گھاس وغیرہ کو کاٹنے کی ممانعت، یہاں کا شکار کرنا یا شکار کو پکڑنے کی خاطر یہاں کھینچ لانا، یہاں سے شکار لے جانا، اسلحہ اٹھانا، پڑی ہوئی چیز کو ذاتی استعمال کیلئے اٹھانا، یہاں کی مٹی کہیں اور منتقل کرنا یا باہر کی مٹی یہاں لانا۔ یا اس جیسی کوئی اور چیز لے جانا۔ سب ممنوع ہیں۔ یا مکہ شریف میں جو بھی کافر دفن ہوگا فرشتے اسے باہر لے جائیں گے۔ ایسا ہی قول مدینہ شریف کے بارے میں بھی ہے۔

مدینہ شریف اشرف الانبیاء کی زبان سے نکلی ہوئی دعا کے ذریعے حرم قرار پایا ہے۔ یہی خصوصیت اسے ممتاز کرتی ہے نیز اسے اس بات میں بھی خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے درختوں کو کاٹنے والے اور شکار کرنے والے کو کافر مقتول کی طرح لٹکایا جائے۔ جھڑکنے کا یہ انداز مکہ کی بہ نسبت زیادہ بلیغ ہے۔ اس کی مٹی کو استعمال کرنے کے لئے لیجانے کے جواز میں اور بہترین قطعۂ زمین (روضۃ الجنۃ) پر مشتمل ہونے میں بھی اس کو خصوصیت حاصل ہے۔ مخلوق میں سب سے افضل (آقائے دو عالم ﷺ) اور اس امت میں سب سے افضل (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے افضل یعنی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور دیگر اکثر صحابہ اور سلف صالحین جو بہترین ہیں ان تمام کا یہاں دفن ہونا اور ان کا یہاں کی مٹی سے پیدا کرنا نیز قیامت کے دن افضل ترین شخصیات کا یہاں سے اٹھانا تمام وہ خصوصیات ہیں جو اس کی افضلیت کو چار چاند لگاتی ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شہداء کی ارواح نے مدینہ شریف کو ڈھانپ رکھا ہے۔ یہاں وہ افضل ترین شہداء مدفون ہیں جنھوں نے اپنی زندگیاں رسول اللہ ﷺ کے سامنے راہ حق میں لٹا دیں۔ اور آپ ﷺ ان پر گواہ بنے۔ اس شہر پاک کو اپنے محبوب مکرم ﷺ کیلئے باعث قرار و اطمینان بنایا اس کے رہنے والوں کو آپ ﷺ کیلئے باعث تائید و نصرت بنایا گیا یہی ایک شہر ایسا ہے جو قرآن سے فتح ہوا جبکہ تمام شہر تیر و تلوار سے فتح ہوئے۔ یہیں سے باقی تمام شہر فتح ہوئے۔ اسے دین کا مظہر بنایا گیا، فتح مکہ سے پہلے اس کی طرف ہجرت کو لازم قرار دیا گیا، نبی مکرم ﷺ کی مدد کی خاطر یہاں رہنے کو ضروری قرار دیا گیا۔ اسی شہر پاک کو اصل بنانے، یہاں ٹھہرنے اور مرنے کی ترغیب دی گئی۔ ایسا کرنے والے کو شفاعت یا شہادت

کی موت یا دونوں کی خوشخبری دی گئی۔ یہاں مرنے کی دعا کے مستحب ہونے اور آقائے دو عالم ﷺ کا اسی شہر میں وصال کی خواہش نیز یہاں کی تکالیف پر صبر کرنے والے کیلئے شفاعت یا شہادت کا مژدۂ جانفزا، اور آپ ﷺ کا مکہ سے زیادہ اس کی برکتوں کیلئے دعا فرمانا، اسے محبوب کرنے کی دعا اور جائے قرار بنانے کی دعا کے ساتھ ساتھ رزق حسنہ کی دعا، نیز اسے دیکھنے کے بعد اس کی طرف محبت میں آپ ﷺ کا سواری کو حرکت دینا اور اس تیزی میں چادر مبارک کا کندھوں سے گرنا، اسے ''طیبہ'' (پاک) کا نام دینا سب اس کی خصوصیات ہیں۔

نیز اس کی ہواؤں میں خوشبوؤں کا ایسا رچ بسنا جو کسی اور میں نہیں، یہاں کی پاک زندگی اس کے ناموں کی کثرت، توراۃ میں اس کو'' مؤمنۃ'' کے نام سے لکھا جانا اور اسے'' محبوبۃ'' اور'' مرحومۃ'' کے نام دینا سب اس کی خصوصیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر پاک کو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا

'' کیا اللہ کی زمین (مدینہ) وسیع نہیں ہے جس کی طرف تم ہجرت کر جاؤ''۔

اس شہر پاک کو رسول اللہ ﷺ کی طرف لفظ'' بیت'' سے منسوب کیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

یہاں'' بیتك'' سے مراد مدینہ شریف ہے۔

اس شہر پاک کی قسم کھا کر اس کی خصوصیات میں اضافہ فرمایا دیا ہے۔ ارشاد ہے

'' لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ '' اللہ تعالیٰ نے: رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ، '' الٰہی مجھے سچائی کی جگہ داخل فرما اور سچائی کی جگہ سے نکال فرما''۔

سچائی کی جگہ سے مراد مدینہ اور دوسری سچائی کی جگہ سے مراد مکہ ہے) باوجود اس کے کہ'' نکلنا''، '' داخل ہونے'' پر مقدم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی زبانی پہلے داخل کرنے (مدینہ شریف میں) اور پھر نکالنے (مکہ سے) کا حکم دے رہا ہے۔ یہ بھی اسی شہر پاک کی خصوصیت ہے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کا اس کیلئے کثرت سے دعا مانگنا بالخصوص اسکے پھلوں، پیمانوں، بازاروں اور رہنے والوں کیلئے برکت کی دعا، اس شہر کا خرابیوں اور گناہوں کو دور کرنا، اس کے متعلق یہ فرمان کہ جو بھی اس کو منہ موڑتے ہوئے چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر انسان کو یہاں لائیگا۔ اور جس نے اس کے ساتھ یا اس کے رہنے والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں جلائے گا...... (الحدیث)

پس اس میں گناہ کرنے کے ارادہ پر بھی وعید فرمائی ہے جس طرح مکہ شریف کے بارے میں فرمایا

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ ......الایۃ

اس شخص کے متعلق سخت وعید آئی ہے جو یہاں گناہ کرے گا یا گناہگار کو پناہ دے گا۔ اور حدث سے مراد گناہ صغیرہ ہے اس گناہ صغیرہ کے مرتکب کو گناہ کبیرہ کے مرتکب جتنی سزا دی جائے گی کیونکہ وہ حرم نبی مکرم ﷺ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں نڈر ہو کر گناہ کر رہا ہے، ایسے ہی اس شخص کیلئے بھی سخت وعید ہے جو اس کے باسیوں کو ڈرائے گا۔ یا ان پر ظلم کرے گا یا ان کی تعظیم نہیں کرے گا ان کی تعظیم وحفاظت امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر لازم ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس نے یہاں کے رہنے والوں کو ڈرایا تو اس نے میرے دل کو دکھایا اور جس نے مدینہ میں لوگوں کی حفاظت کی تو میں شفیع المذنبین اس کیلئے گواہ اور شہید ہوں گا، یہ ایمان وحیاء کی سرزمین ہے، ایمان آخر زمانہ میں اس کی طرف لوٹ آئے گا ملائکہ کی یہاں بکثرت موجودگی اور ان کا اس کی حفاظت کرنا۔ اس کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دارالاسلام ہونا نیز شیطانوں کا مایوس ہونا کہ یہاں ان کی عبادت کی جائے گی۔

ترمذی کی روایت کے مطابق اس کا اسلامی شہروں میں بروز قیامت سب کے آخر میں مٹنے والا شہر ہونا طاعون ودجال سے اس کی حفاظت اور لوگوں میں سے بہترین لوگوں کا یہاں آنا اس کی وباؤں اور بیماریوں کو یہاں سے دور فرمانا اس کی مٹی اور پھلوں میں شفا ہونا، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے، جو بھی روضۂ انور کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے گا تو اسے آپ ﷺ کا سننا، آپ کے روضہ شریف کی زیارت کرنے والے کیلئے شفاعت کا واجب ہونا۔ مدینہ شریف کا وہ پہلی زمین ہونا جس پر اس امت میں سب سے پہلے امت مسلمہ کیلئے ایک عظیم الشان مسجد (نبوی) تعمیر کی گئی اور اس کی تعمیر حضور اقدس ﷺ کے دست اقدس سے ہوئی، آپ نے اس میں کام کیا جب امت کے بہترین سپوت آپ کے شانہ بشانہ تھے، اسی مسجد کے بارے میں آیت کریمہ اتری کہ

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

''یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے''۔

مساجد انبیاء میں سب سے آخری اور جن (تین) مساجد کی طرف سفر اختیار کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک ہے، یہ مسجد زیادہ حقدار ہے کہ اس کی زیارت کی جائے کیونکہ اس میں ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے، جو بھی اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے گا آتش دوزخ، عذاب الٰہی اور منافقت سے امن میں رہے گا۔ جو کوئی بحالت وضو نماز کیلئے آئے گا تو اسے حج جتنا ثواب دیا جائے گا۔ مسجد قبا کے بارے

میں آیا ہے کہ جو یہاں آ کر نماز پڑھے گا تو اسے عمرہ جتنا ثواب دیا جائے گا۔ آپ کے گھر (حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) منبر کے درمیان جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جبکہ بعض علماء نے ساری مسجد مراد لی ہے۔ یہی ایک مسجد ایسی ہے جس کا حصہ جنت کا ٹکڑا ہے یہ شرف کسی اور مسجد کو حاصل نہیں اور آپ کا منبر شریف جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کے اوپر ہے اس کے ستون جنت میں ہیں اور یہ حوض کوثر علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر ہے حدیث شریف میں مذکور ہے کہ "مصلیٰ اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے" بعض نے مصلیٰ سے عید گاہ (جو مدینہ شریف کے باہر کھلی جگہ ہے مراد لی ہے۔) یہ درست نہیں، جبل احد کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "احد پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنت کی نہر پر ہے۔ مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادیٔ بطحان جنت کی نہر پر ہے۔ آپ نے یہاں کی وادی عقیق کو "وادی مبارک" فرمایا ہے کہ یہ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے پھلوں کے بارے میں فرمایا کہ عجوہ شریف (کھجور کی ایک قسم) جنت کے پھلوں میں سے ہے۔ یہاں کے "بئر غرس" کے بارے میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا (خواب میں) کہ یہ کنواں جنت کے کنوؤں میں ایک ہو گیا، مسجد نبوی شریف ادب پست آواز، دوسروں کو ادب کی تاکید کرنے میں دیگر مساجد سے ممتاز ہے۔ جو بھی اذان سننے کے بعد ضرورت کی خاطر باہر نکلے گا اور پھر آئے گا تو یہ شخص منافق شمار ہوگا۔ تھوم کھا کر یہاں آنا بھی ممنوع تھا کیونکہ ملائکہ وحی کا نزول ہوتا رہا۔ جو یہاں منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس جھوٹی قسم اٹھائے گا۔ اس کیلئے سخت وعید آئی ہے۔ امام غزالی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہاں تمام نیک اعمال کا ثواب زیادہ دیا جاتا ہے عنقریب وہ حدیث پاک آرہی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مدینہ شریف میں ایک مہینہ کے روزے یہاں کے علاوہ رکھے گئے ہزار مہینوں کے روزوں جیسے ہیں، یہاں کے باسیوں کیلئے آقائے دو عالم ﷺ سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے یہاں کے رہنے والے زیادہ شفاعت اور تعظیم و تکریم میں ممتاز ہیں۔ نیز یہاں سے جو بھی میت اٹھائی جائے گی وہ امن والوں میں سے ہوگی، یہ بھی منقول ہے کہ جنت البقیع (قبرستان) سے بروز قیامت ستر ہزار خوش نصیبوں کو اٹھایا جائے گا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے۔ اسی طرح کی روایت مقبرہ بنی سلمہ کے بارے میں بھی ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ کچھ ملائکہ بقیع (قبرستان) پر مامور ہیں جب بھی یہ میتوں سے بھر جاتا ہے۔ ملائکہ اسے چاروں کونوں سے پکڑ کر جنت میں جھاڑ دیتے ہیں۔ روز قیامت سب سے پہلے حضور ﷺ اور پھر دیگر وہ حضرات جو جنت البقیع میں مدفون ہیں اٹھائے جائیں گے پھر باقی لوگ اٹھائے جائیں گے، جن جن مقامات پر ہادیٔ برحق ﷺ نے

دعا فرمائی وہاں دعا قبول ہوتی ہے اس کا ذکر آرہا ہے۔ کہا گیا ہے کہ دعا، اسطوان مخلق کے پاس، منبر شریف کے پاس، دار عقیل میں اور مسجد فتح میں قبول ہوتی ہے۔ یہاں کثیر تعداد میں مساجد، مقامات مقدسہ اور بابرکت مقامات ہیں۔ جو شخص اس کی مٹی میں عیب نکالے گا وہ تعزیز (سزا) کا مستحق ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتوئ دیا ہے کہ جو کوئی اس کی مٹی کو ردی کہے گا تو اسے تیس کوڑے مارے جائیں اور اسے قید کرلیا جائے۔ اس مٹی کی بڑی شان ہے۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بدنصیب اس مٹی پاک کو جہاں رسول پاک ﷺ محو استراحت ہیں ناپاک کہے گا اس کی گردن مارنے کے قابل ہے، مدینہ شریف میں جس راستہ سے داخل ہوا جائے اسے چھوڑ کر دوسرے راستہ سے نکلنا مستحب ہے۔ اس میں داخلہ کیلئے غسل کرنا مستحب ہے۔ بعض سلف صالحین کا مسلک تو یہ ہے کہ حاجی کیلئے مدینہ شریف سے شروع کرنا افضل ہے کیونکہ صحابہ میں سے ایک گروہ ایسا کرتا تھا جب وہ حج کا ارادہ کرتا۔ وہ لوگ فرماتے کہ ہم اس مقام سے شروع کرتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے۔ علقمہ، اسود اور عمرو بن میمون رضی اللہ عنہم نے مدینہ شریف سے ہی ابتداء کی ہے۔ مالکیہ میں سے ''عبدی'' سے مروی ہے کہ مدینہ شریف روضۂ انور کی زیارت کیلئے پیدل جانا کعبہ شریف کیلئے جانے سے افضل ہے۔ آگے آرہا ہے کہ جو بھی ایک دفعہ روضۂ انور کی زیارت کی نذر مانے گا تو اس پر اپنی نذر، پوری کرنا ضروری ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ کسی بھی قبر کے بارے میں نذر ماننے کے واجب ہونے میں دو قول ہیں۔ جس نے مسجد نبوی ﷺ میں آنے کی نذر مانی اور اس نے قبر انور کی زیارت کی تو یہی کافی ہے اسی طرح شیخ ابوعلی نے کہا ہے۔ ''بویطی'' میں اسی طرح ہے۔ کہ جو نذر مانے گا تو اس پر آنا لازم ہے۔ لیکن آنے کے ساتھ کوئی عبادت بھی شامل کرے۔ یہی اصح ترین قول ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق آنا لازم نہیں۔

مدینہ شریف کے بازار کے بارے میں آیا ہے کہ یہاں ساز وسامان لانے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور یہاں ذخیرہ اندوزی کرنے والا کتاب اللہ میں الحاد کرنے والے کی طرح ہے۔

مدینہ شریف اس بات میں بھی ممتاز ہے کہ حجاز کی زمین سے خوفناک قسم کی آگ ظاہر ہوگی لیکن وہ مسجد نبوی ﷺ کے پاس نہیں آئے گی۔ حاکم وغیرہ کی صحیح حدیث جس میں فرمایا گیا ہے کہ قریب ہے کہ لوگ تلاش علماء میں اپنی سواریوں کو ہلاک کر دیں گے لیکن انہیں مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کہیں نہیں ملے گا۔ ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا خیال ہے وہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب کہ ابن عیینہ کے علاوہ دوسروں نے اوروں کو مخصوص کیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

ہے کہ مدینہ والوں کا اجماع خبر واحد پر مقدم ہے کیونکہ یہ وحی کے اترنے کی جگہ کے رہائشی ہیں۔ اور یہ ناسخ ومنسوخ کو پہچانتے ہیں۔

شوافع کے نزدیک یہاں کے رہنے والے اس بات میں بھی ممتاز ہیں کہ یہ رمضان شریف میں چھتیس رکعات نماز تراویح پڑھتے ہیں وتروں کے علاوہ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ انتالیس رکعات ادا کرتے ہیں جن میں تین رکعت وتر ہیں۔ رویانی وغیرہ نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کے ساتھ برابری کا ارادہ کیا ہوگا۔ کیونکہ مکہ والے ہر طواف کے بعد دو رکعت ادا کرتے ہیں ایسے ہی تمام ترویحات کے بعد بھی دو رکعت پڑھتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل مدینہ کے علاوہ کسی اور کو اہل مکہ کے ساتھ مقابلہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باقی شہروں پر فضیلت دی ہے۔ اس مسئلہ کو ہم نے کتاب ''مصابیح القیام فی شہر الصیام'' میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ اب بھی بیس رکعت نماز تراویح اول رات میں اور سولہ رکعت آخر رات میں ادا کرتے ہیں۔ اور میں (امام شافعی) ان بیس اور سولہ رکعات میں تفریق کے زمانہ کو نہیں جانتا۔ وہ دونوں نمازوں (بیس اور سولہ) کیلئے الگ الگ امام مقرر کر دیتے ہیں۔ رات کے ابتدائی نماز کے ساتھ وتر بھی ادا کر دیتے ہیں پس یوں اس آدمی کے وتر رہ جاتے ہیں جو آخر رات میں نماز اور پھر وتر پڑھنا چاہے۔ اس سال میں (امام شافعی) نے ان سے اس کے متعلق بات چیت کی تو آخری شب کا امام بھی وتر پڑھانے لگا ہے۔ اگر دونوں اوقات میں نماز پڑھانے والا امام ایک ہی ہو تو پھر آخر شب میں نماز کے بعد وتر کیلئے کسی اور کو آگے کر دیتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ بعض احکام میں مکہ شریف مدینہ شریف کے ساتھ مشترک ہے مثلاً یہ دونوں مسجد اقصیٰ کے قائم مقام ہیں۔ جو کوئی مسجد اقصیٰ میں نماز یا اعتکاف کی نذر مانے گا تو اسے مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ دونوں میں پورا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو کوئی یہاں نذر مانے گا تو وہ مسجد اقصیٰ میں پوری نہیں کر سکتا۔ پھر وہ نذر مسجد حرام میں بدرجۂ اتم پوری کرنی درست ہے کیونکہ وہاں اجر دو گنا دیا جاتا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ جب کوئی مسجد حرام یا مسجد نبوی شریف کی طرف پیدل چلنے کی نذر مانے گا تو اس کیلئے نذر پوری کرنی لازم ہے لیکن اگر وہ مسجد اقصیٰ کی طرف جانے کی نذر مانے گا تو اب اسے اختیار ہے چاہے تو وہاں چلا جائے یا مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ شریف میں سے کسی ایک کی طرف چلا جائے۔ (اس کی نذر پوری ہو جائے گی)۔

بغوی اور دیگر علماء کرام نے ترجیح اس قول کو دی ہے کہ مسجد حرام کے علاوہ اگر کسی اور مسجد کی نذر مانے گا تو نذر پوری کرنی لازم نہیں۔ جب مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کو خوشبو لگانے کی نذر مانے گا تو

اس کے وجوب اور عدم وجوب میں امام الحرمین تردد کا شکار ہیں۔ جبکہ امام غزالی دونوں مسئلوں (مسجد حرام کے علاوہ کسی مسجد کی طرف پیدل جانے اور خوشبو لگانے) میں تردد کا شکار ہیں کہتے ہیں اگر ہم تعظیم کی طرف دیکھیں تو پھر مسجد نبوی ﷺ و اقصیٰ دونوں کعبہ کے برابر ہیں اور اگر امتیازی شان کی طرف دیکھیں تو پھر برابر نہیں۔

امام سمہودی فرماتے ہیں اگر قبر انور کو خوشبو لگانے کی نذر مانے تو اسے پوری کرنا چاہیے۔

نویں فصل

مدینہ منورہ کی شان کی ابتداء اور اسلام کا اس کی طرف واپس آنے کے بارے میں

''کبیر طبرانی'' میں مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی طرف قدرت کی نظر سے دیکھا (اس وقت مدینہ میں نہ تو ہموار زمین تھی نہ ہی کوئی کوئی ذی روح چیز بلکہ پتھریلی زمین تھی)۔

اور فرمایا'' میں تیرے لئے تین باتوں کو لازمی قرار دیتا ہوں ایک تو یہ کہ تو نافرمانی نہ کرے دوسری یہ کہ تو بڑائی کا دعویٰ نہ کرے اور تیسری یہ کہ تو تکبر نہ کرے۔تو میں ہر طرف سے تیرے اوپر پھلوں کی فراوانی کر دوں گا۔نہیں تو میں تجھے ذبح شدہ اونٹوں کی طرح کر دوں گا جن کا گوشت کھانے سے کوئی منع نہیں کرتا۔

رزین وغیرہ نے بھی مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے طور سینا پر تجلی فرمائی تو کوہ طور سے چھ ٹکڑے الگ ہوئے تین ٹکڑے یعنی حراء،ثبیر اور ثور مکہ میں تین ٹکڑے (پہاڑ) یعنی احد،غیر اور ورقان مدینہ میں جا گرے۔

ایک اور روایت میں ''غیر'' کی جگہ ''رضویٰ'' پہاڑی کا نام آیا ہے۔یہی تین پہاڑ حرم مدینہ کیلئے حد بھی ہیں۔

طبرانی اور بزاز نے حدیث بیان کی ہے کہ'' حضور ﷺ کھجوروں سے ڈھکی ہوئی سرزمین پر سے گذرے جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی حضور ﷺ یہاں اتریئے اور نماز ادا کیجئے۔جب آپ نفل پڑھ چکے تو جبرائیل امین نے کہا آپ نے یثرب (مدینہ) میں نماز ادا کی ہے۔اور نسائی کی روایت اس طرح ہے کہ جبرائیل امین نے عرض کی آپ کو معلوم ہے آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ پھر خود ہی عرض کی آپ نے ''طیبہ'' (مدینہ پاک) میں نماز پڑھی اسی کی طرف آپ (ایک دن) ہجرت فرمائیں گے۔امام شافعی کے الفاظ یہ ہیں۔کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں (شب معراج) ایسی زمین پر ٹھہرا جہاں کم بارشیں ہوتی ہیں یہ آسمان کے دو چشموں (شام و یمن) کے درمیان واقع ہے۔ابن زبالہ نے روایت بیان کی ہے کہ آقائے دو عالم ﷺ نے فرمایا (اے اہل مدینہ) جانور پالو،کھیتی باڑی کی طرف توجہ دو اور شوریلی زمین میں زیادہ کنویں کھودو۔امام شافعی کی حدیث ہے۔قریب ہے

مدینہ میں ایسی بارش برسے کہ لوگوں کو سوائے اونی خیموں کے کہیں اور پناہ نہ ملے گی ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "مدینہ میں چالیس رات تک بارش ہوگی اور مٹی کے گھر لوگوں کو پناہ نہ دے سکیں گے۔

مرجانی کی کتاب "اخبار المدینہ" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ "اسلام مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا جس طرح یہاں سے پھیلا تھا۔ حتیٰ کہ ایمان صرف مدینہ ہی میں رہ جائے گا۔ ابن زبالہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! وہ وقت کتنا عمدہ ہوگا جب مدینہ بھرے انار کی طرح (نعمتوں سے مالا مال) ہوگا اور لوگ اس کی طرف لوٹ آئیں گے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس وقت لوگ کہاں سے کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ انہیں آسمان سے زمین سے اور جنت کے باغوں میں سے کھلائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے "عنقریب مدینہ کی حدود "ھیف" سے جاملیں گی۔ امام احمد نے روایت بیان کی ہے کہ عنقریب اس کی حدود "شجرہ" تک پہنچیں گی۔ امام مسلم نے "روایت بیان کی ہے کہ اس کے مکانات "اھاب یا یھاب" تک جاملیں گے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ "بئر اھاب" پر تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب مدینہ کی آبادی اس جگہ تک پہنچ جائے گی۔ (بئر اھاب حرہ غربیہ کے علاقہ میں واقع ہے) یہاں تک مدینہ کی آبادی مدینہ پر یزیدی لشکر کی یلغار سے پہلے پہنچ چکی تھی۔

ابو یعلی سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! جب مدینہ کی آبادی "سلع" تک پہنچ جائے تو تو شام کی طرف سفر کر جانا وہ فرماتے ہیں جب مدینہ کی آبادی وہاں تک پہنچ گئی تو میں شام کی طرف چلا گیا۔

طبرانی نے "الکبیر" میں حدیث بیان کی ہے کہ "مدینہ کی آبادی "مسلع" تک پہنچ جائے گی پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ اطراف و اکناف میں سفر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہنے والا کہے گا (ہائے افسوس) ایک زمانہ ایسا تھا جب یہ عرصہ دراز تک آباد رہا تھا (لیکن اب وہ رونق نہ رہی) نسائی کی روایت ہے کہ اسلامی شہروں میں سے مدینہ سب سے آخر میں ویران ہوگا۔

ابن حبان نے مدینہ کی بربادی کے متعلق بہت ساری احادیث و آثار (بزرگان دین کے اقوال) ذکر کرنے کے بعد دور یزید میں "واقعۂ حرۃ" کے متعلق ابن جوزی کی وہ حدیث جو حضرت سعید بن مسیتب سے مروی ہے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دوران مسجد نبوی شریف میں میرے علاوہ کوئی نہ رہا شامی فوجیں جوق در جوق گستاخیانہ انداز میں داخل ہوتیں وہ مجھے دیکھ کر کہتیں "یہ پاگل بوڑھا دیکھو" جب نماز کا وقت آتا تو میں روضۂ انور سے اذان اور پھر اقامت کی آواز سنتا پس

میں اپنی نماز ادا کرتا۔ جبکہ میرے علاوہ وہاں کوئی اور نہ تھا۔

یزیدی فوج کا امیر مسلم بن عقبہ تھا اس کو مسرف اور مجرم بھی کہا جاتا تھا۔ مسرف (زیادتی کرنے والا) اس لئے کہ اس نے اہل مدینہ کو قتل کرنے میں حدود کو پھلانگ دیا تھا۔ اور مجرم اس لئے کیونکہ اس کا جرم عظیم تھا۔

ایک اور روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلم بن عقبہ کے پاس تشریف لے گئے تو باوجود ناپسندیدگی کے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر کھڑا ہو گیا اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھا کر کہا مجھ سے اپنی ضرورت بیان کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی شفاعت کی جن کو قتل کیا جانا تھا اور واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے آپ کیا کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا ''اے زمین و آسمان اور اے عرش و محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب! میں اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں تو مجھے اس کے شر سے بچا''۔

مسلم سے کہا گیا تو تو اس نوجوان (علی رضی اللہ عنہ) اور اس کے بزرگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا لیکن جب وہ آیا تو تو نے اس کی تعظیم کیوں کی؟ اس نے کہا ''میں نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ میرے دل میں ان کا رعب ڈال دیا گیا تھا۔''

پھر جب مسلم بن عقبہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کرنے جا رہا تھا تو مکہ کے راستے میں مر گیا۔

دسویں فصل

حجاز کی اس خوفناک آگ کے بارے میں ہے جو حرم مدینہ کے پاس آکر بجھ جائے گی

صحیحین کی حدیث ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک حجاز میں (ایک مخصوص) آگ ظاہر نہ ہوگی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ سرزمین حجاز سے ایسی آگ ظاہر ہوگی جس کی روشنی میں بصریٰ میں موجود اونٹ نظر آئیں گے۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سی احادیث اس آگ کے متعلق ذکر کیں ہیں پھر کہا ہے کہ یہ آگ مدینہ شریف کے مشرقی جانب سے وادیٔ احیلین تک کے درمیانی فاصلہ میں ظاہر ہوئی تھی۔

قطب القسطلانی نے کہا ہے کہ یہ آگ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر مشرقی جانب سے "وادیٔ احیلین" تک کے درمیانی علاقہ میں ظاہر ہوئی تھی۔

اس آگ کو دیکھ کر اہل مدینہ نے نبی رحمت ﷺ کے دامن رحمت میں آکر پناہ لی۔ پس یہ آگ رحمت الٰہی کے طفیل بجانب شمال مڑ گئی۔ یوں وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی اور حضور ﷺ کی قبر انور کی برکت امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر ہوگئی۔

امام نووی نے کہا ہے کہ اہل شام نے اس آگ کے ظہور پر اجماع کیا ہے اور امام سمہودی فرماتے ہیں یہ آگ ۶۵۴ھ میں ظاہر ہوئی تھی۔اس کے متعلق بہت سی معلومات میں (اسمٰعیل بن یوسف النبھانی) نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ" میں اکٹھی کیں ہیں۔

امام السمہودی کے جواہر پاروں میں سے باب الثانی

زیارۃ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر متعلقات کے بارے میں ہے

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل الاول

زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں

اس فصل میں زیارۃ کی تاکید، اس کے لئے سفر، اس کی نذر ماننے اور وہاں پناہ لینے کے بارے میں ہے۔ دارقطنی اور بیہقی وغیرہما نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی اس حدیث کو عبدالحق نے ''احکام الوسطی والصغری'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے نقاد حدیث کے ہاں معروف ہے اور روایت کرنے والے ثقہ ہیں شفاعت کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے یہ کہ ثابت اس انداز سے ہے کہ جس کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ کہنے والی ذات صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ بزاز نے عبد الرحمٰن سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے'' کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ یہ حدیث مرفوع (جس کی سند متصل) ہے۔

طبرانی اور دارقطنی وغیرہ نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جو میری زیارت کو آیا اس کا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں تھا اس کا میرے اوپر حق ہے کہ میں قیامت والے دن اس کا شفیع بن جاؤں اسے حافظ بن سکن نے صحیح قرار دیا ہے۔

دارقطنی اور طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے حج کیا اور پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ابوداؤد الطیالسی سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ''جس نے میری قبر کی زیارت کی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری زیارت کی تو میں اس کیلئے شفیع یا شہید (گواہ) ہونگا اور جو کوئی حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) میں فوت ہوا قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ اسے آمنین (امن والوں) میں سے اٹھائے گا۔ یہ حدیث بھی مرفوع ہے۔
ابوجعفر العقیلی آل خطاب کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ "جس نے صرف میری زیارت کی نیت سے میری زیارت کی تو قیامت کے دن وہ میرے ساتھ ہوگا۔ اور جس نے مدینہ کی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے زندگی گزاری تو قیامت کے دن میں اس کا شفیع یا شہید ہونگا۔ یہ بھی مرفوع حدیث ہے دارقطنی آل حاطب میں سے کسی سے اور وہ حاطب سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا کہ میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں مرگیا تو قیامت والے دن اسے امنین میں سے اٹھایا جائے گا۔

ابوالفتح الازدی اپنی کتاب "فوائد" میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے حج کیا اور میری قبر انور کی زیارت کی اور جہاد کیا نیز بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جو کچھ فرض کیا ہے وہ اس کے متعلق سوال نہیں کرے گا۔

ابوالفتح سعید بن محمد اپنی کتاب "جز" میں لکھتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی میں اس کے لئے شفیع یا شہید ہونگا۔

ابن ابی دنیا اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس نے مدینہ میں میری زیارت کی میں قیامت والے دن اس کیلئے گواہ ہونگا۔ بیہقی نے مزید ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے "جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں مرگیا تو قیامت والے دن وہ امنین میں سے اٹھایا جائے گا اور جس نے ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کی تو وہ قیامت والے دن میرے ساتھ ہوگا۔

ابن النجار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے بعد از وصال میری زیارت کی اس کیلئے قیامت والے دن میری شفاعت واجب ہوگئی اور میرا وہ امتی جس کو زیارت کرنے کیلئے موقع ملا لیکن وہ نہ آیا تو اس کے عذر کو قبول نہیں کیا جائے گا"۔

امام ذہبی نے اس حدیث کے راویوں میں سے سمعان بن مہدی کے متعلق کہا ہے کہ وہ غیر معروف ہے۔

ابوجعفر العقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی تو میں قیامت والے دن اس کیلئے شفیع یا شہید ہونگا۔

مسند الفردوس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے مکہ میں حج ادا کیا پھر مسجد نبوی ﷺ میں آیا تو اس کیلئے دو مقبول حج کا ثواب لکھا جائے گا۔ یحییٰ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ''جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ابن عساکر نے حضرت علی کی وساطت سے روایت کی ہے کہ جس نے سرور کائنات ﷺ کیلئے درجہ اور وسیلہ (اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ) کی دعا مانگی تو قیامت کے دن اس کیلئے شفاعت مصطفیٰ ﷺ حلال ہوگئی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی تو روز قیامت وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوگا۔'' اسی کی مثل حدیث انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

یحییٰ بن حسن نے بھی بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ''جو شخص میری زیارت کی نیت سے مدینہ شریف آیا تو میری شفاعت اس کیلئے واجب ہوگئی اور جو کوئی حرمین شریف میں سے کسی ایک میں فوت ہوا تو وہ امنین میں سے ہوگا۔

ابوداؤد نے صحیح سند سے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو بھی میرا امتی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ بیہقی نے ''باب الزیارۃ'' کی ابتداء اسی حدیث شریف سے کی ہے اور امام احمد سمیت ایک گروہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی طرف سے جواب دینا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اسی حدیث پاک ﷺ سے بیہقی نے حیات انبیاء کو ثابت کیا ہے۔

اس کے بعد امام سمہودی نے آپ ﷺ کی طرف سے جواب دینے کے متعلق احادیث ذکر کی ہیں۔ اسے ابن تیمیہ نے کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں ذکر کیا ہے اسی طرح ابن عبد الہادی نے نقل کیا ہے کہ ''شہداء بلکہ تمام مؤمنین اس کو جانتے بھی ہیں اور ان کے سلام کا بھی جواب بھی دیتے ہیں جو بھی ان کی زیارت کو جاتا ہے اور سلام کرتا ہے'' اس پر امام سمہودی نے کہا ہے کہ جب یہ عام مسلمانوں کے حق میں ہے تو آقائے دو عالم ﷺ کے بارے میں درست کیونکر نہیں ہوسکتا؟ پس آپ ﷺ اس کو جانتے ہیں جو آپ کو سلام عرض کرتا ہے روضۂ انور کے پاس اور وہاں سلام کرنے والے کو پہچان کر جواب سے نوازتے ہیں۔ پس یہ ایسی فضیلت ہے جس کو دنیا جہاں کی ملکیت خرچ کر کے حاصل کرنا نفع مند سودا ہے۔

بارزی کی کتاب ''توثیق عری الایمان'' میں سلیمان ابن مخیم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے

(سلیمان) رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یہ لوگ جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور سلام عقیدت پیش کرتے ہیں آپ انہیں پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''ہاں'' اور میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابن نجار ابراہیم بن بشار سے روایت ہے کہ میں نے ایک سال حج کیا پھر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضہ شریف کے پاس آیا (سلام پیش کیا) تو روضۂ انور کے اندر سے جواب آیا ''وَعَلَیْکَ السَّلَامُ'' تجھ پر بھی سلام ہو۔ اسی قسم کی روایت اولیاء کرام کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کرام بشمول آپ ﷺ کے وصال کے بعد ایسی زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں جو شہداء کی اس زندگی سے زیادہ کامل ہوتی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ آقائے دوعالم ﷺ تو سید الشہداء ہیں کیونکہ شہداء کے تمام اعمال آپ کی زندگی پاک میں موجود ہیں۔ اسی طرح حافظ المنذری نے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے وصال کے بعد میرا علم ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں ہے۔ پھر انہوں نے تمام انبیاء کرام کی زندگی کے بارے میں احادیث ذکر کرنے کے بعد روایت کیا ہے کہ ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس کی گواہی ملائکہ دیتے ہیں اور جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اسے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے'' جونہی وہ اس کام سے فارغ ہوتا ہے میں نے عرض کی آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا ''میری وفات کے بعد بھی'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ یہ آخری فقرات ابن ماجہ کے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا استاذ ابومنصور البغدادی نے کہا ہے کہ محققین محدثین کا قول ہے کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو امت کے اعمال سے باخبر کیا جاتا ہے نیز اجساد انبیاء بعد از دفن بوسیدہ نہیں ہوتے بلکہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ ساری میتیں جانتی بھی ہیں اور سنتی بھی ہیں ہم قطعی طور پر یہ حکم لگاتے ہیں کہ قبر میں ہر میت کی طرف اس کی روح لوٹائی جاتی ہے وہ قبر میں نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے اور عذاب قبر میں مبتلا ہوتی ہے۔ عذاب زندہ کو ہوتا ہے صرف انسانی ڈھانچے کو نہیں ہوتا۔ عذاب کے وقت میت کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے۔

انبیاء کی زندگی جسم و روح کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ آلائش دنیوی سے پاک ہوتے ہیں۔

امام سمہودی نے زیارت کی فضیلت کے متعلق احادیث و آثار ذکر کرنے اور آقائے دوعالم ﷺ کی بعد از وصال زندگی ثابت کرنے کے بعد کہا ہے کہ جب زیارۃ النبی ﷺ باعث ثواب

ہے تو اس کے لئے سفر کرنا بھی باعث اجر ہے۔ نیز آقائے دو عالم ﷺ کا مدینہ سے شہداء کی زیارت کو جانا ثابت ہے سلف و خلف نے اسی پر اجماع کیا ہے۔

"لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ" کہ تین مسجدوں۔ مسجد اقصیٰ، مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف سفر کرنا جائز نہیں۔ اس حدیث پاک میں جو نہی آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مساجد میں آنے کی جو فضیلت ہے اس جیسی فضیلت کسی اور مسجد کے ساتھ مختص کر کے جانا منع ہے۔

امام احمد اور ابن شبہ کی بیان کردہ حدیث شریف ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے اجماع اس بات پر ہے کہ حج کے افعال کی ادائیگی کیلئے میدان عرفات کی طرف جہاد کیلئے، کفار کے ملک سے، تجارت کی خاطر یا دنیاوی فائدے کے لئے سفر کرنا درست ہے۔ علماء کا ان مذکورہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے میں اختلاف ہے بعض نے حرام کہا ہے اور بعض نے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن نبی مکرم ﷺ نے واضح فرمادیا ہے کہ جو ثواب عظیم ان مساجد میں ہے وہ کسی اور مسجد میں نہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سفر کرنے کی جو نہی ہے وہ درحقیقت اس آدمی کو زیارت النبی ﷺ پر ابھارنا ہے جو بہت کم زیارت کو جاتا ہے پھر جانے والے کو چاہیے کہ وہ مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کیلئے اس لئے جائے کیونکہ اس کے پڑوس میں روضہ شریف ہے اور زیارت کرنے والا اس انداز میں حاضری دے گویا آپ ﷺ حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہیں لہٰذا قبر انور کی تعظیم اس میں موجود ہستی کی وجہ سے کی جاتی ہے اور حدیث شریف

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ (کا مطلب یہ ہے کہ)

مَنْ زَارَنِی فِی قَبْرِی

"جس نے میری قبر میں میری زیارت کی"۔...... (الحدیث)

اسی طرح حافظ المنذری نے اس حدیث

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا "کہ میری قبر انور کو 'عید' نہ بنانا"۔

کے بارے میں لکھا ہے کہ ممکن ہے حضور ﷺ نے اس حدیث شریف میں اپنی امت کو زیارت کرنے پر ابھارا ہو کہ سستی کی وجہ سے میری زیارت ترک نہ کرنا کہ عید کی طرح کبھی کبھار آیا کرو۔

ہمارے اس قول کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے

لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا "اپنے گھروں کو قبر نہ بنانا"۔

یعنی اپنے گھروں میں نماز ترک نہ کرنا۔ گویا گھروں میں نماز پڑھنے پر ابھارا جا رہا ہے۔
اور سبکی نے ''لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِی عِیْدًا'' کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میری زیارت کیلئے ایک مخصوص وقت مقرر نہ کرنا۔ اس طرح کہ اس مقررہ وقت میں ہی میری زیارت کو آنا۔ یا ممکن ہے آپ ﷺ کا مطلب یہ ہو کہ میری قبر پر عید کے اجتماع کی طرح جمع ہونا لیکن آرائش وزیبائش یا دیگر اعمال جو اس روز کئے جاتے ہیں۔ ان کو بجا نہ لایا جائے۔ بلکہ میری قبر پر زیارت، سلام اور دعا کی نیت سے آنا چاہیے۔
عبدالحق الصقلی نے روایت کیا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا کہنا مکروہ قرار دیا ہے کہ ہم نے روضۂ انور کی زیارت کی'' کیونکہ زیارت جس کا دل چاہے کرے اور جس کا نہ چاہے نہ کرے۔ لیکن روضۂ رسول ﷺ کی زیارت تو واجب ہے۔
احناف کہتے ہیں آقائے دو عالم ﷺ کی زیارت تمام مستحباب میں سے افضل ترین بلکہ واجب کے قریب تر ہے۔ امام سبکی نے اس کی عمدہ وضاحت کی ہے۔
شوافع میں سے قاضی ابن کج نے کہا ہے کہ جب آدمی قبر انور علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نذر مانے تو اسے پوری کرنا لازم ہے اور اگر کسی اور کی نذر مانے گا تو اس میں (لزوم اور عدم لزوم) کے دو قول ہیں۔ البتہ ختمی اور درست بات یہ ہے۔
کہ زیارت النبی ﷺ حق اور سچ ہے کیونکہ یہ بھی عبادت مقصودہ (قابل ثواب) ہے کیونکہ آقائے دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ شریف کی طرف اپنی حیات مقدسہ میں ہجرت کی تھی اور یہ ہجرت آپ پر واجب تھی (لہٰذا مدینہ شریف جانا امت پر لازم ہے)
مالکیہ میں سے ''عبدی'' نے کہا ہے مکہ اور مسجد حرام کی طرف پیدل جانے کی نذر ماننے کی شریعت میں اصل موجود ہے اور وہ حج وعمرہ ہیں۔ ایسا ہی قبر انور علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جانے کی نذر ماننا بھی درست ہے کیونکہ قبر انور کعبہ و بیت المقدس دونوں سے افضل ہے۔ حالانکہ یہاں حج وعمرہ میں سے کوئی بھی نہیں۔
علامہ عبدالحق نے تہذیب الطالب شیخ ابومہدی بن زید سے پوچھا کہ جو شخص کسی کو کرایہ دے کر اپنی طرف سے حج پر بھیجے اور وہ زیارۃ کیلئے نہ جا سکے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مکہ سے مدینہ تک کی مسافت کی رقم اس سے واپس لی جائے اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے کہا ہے کہ دوبارہ اس پر زیارۃ کیلئے جانا لازمی ہے۔
علامہ عبدالحق نے کہا ہے کہ اگر بھیجنے والے نے کسی کو معین سال میں بھیجا ہو اور اسی سال جا کر اس

نے حج کیا لیکن زیارۃ نہ کر سکا اب اس پر زیارۃ کیلئے جانا لازمی نہیں لیکن بھیجنے والے نے مطلقاً حج کیلئے کہا ہو (سال کی تخصیص نہ ہو) اور اس نے زیارۃ نہ کی اب دوبارہ زیارت کیلئے جانا اس پر لازم ہے۔

سبکی کہتے ہیں کہ یہ ایک حسین فرع ہے۔ شوافع حضرات نے ذکر کیا ہے کہ کسی کو زیارت کیلئے اجرت پر لینا ہمارے نزدیک درست نہیں کیونکہ زیارت شرعی حکم نہیں (شوافع اس چیز میں نیابت کو جائز قرار دیتے ہیں جس کی اصل موجود ہو) اگر اجرت وہاں زیارت کیلئے کھڑے ہونے پر مقرر کی تھی تو درست نہیں کیونکہ اس میں غیر کو نائب بنانا درست نہیں اور اگر کسی کو قبر انور کے پاس دعا کیلئے نائب بنایا جائے تو یہ نیابت درست ہے کیونکہ دعاء میں نیابت (نائب بنانا) درست ہے۔

فصل میں مذکور دو چیزوں (فضیلت مسجد نبوی شریف وفضیلت زیارۃ) کے علاوہ دیگر متعلقات میں "سلام" بھی شامل ہے۔ یعنی اپنی طرف سے حضور پاک ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں سلام پہنچانا۔

اس میں شک نہیں کہ کسی کو بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام پہنچانے کیلئے اجرت پر مقرر کیا جائے۔ اس کے بعد امام سمہودی نے فرمایا ہے" کہ کسی کو سلام پہنچانے کیلئے یا بارگاہ نبوی ﷺ میں دعا کیلئے اجرت پر مقرر کرنا حق اور درست ہے۔

دوسرا باب

فصل ثانی

زیارۃ کرنے والے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ پکڑنا اور زیارت ومجاورت کے آداب کے بارے میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا آپ کی شفاعت کا حصول، انبیاء ورسل اور بزرگان دین کی سنت ہے۔
حاکم نے ایک صحیح حدیث بیان کی ہے کہ "جب آدم علیہ السلام نے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو (دعا کے وقت) یوں عرض کناں ہوئے۔
الٰہی میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ میری لغزش پر قلم عفو پھیر دے۔
اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے آدم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ابھی تک میں نے پیدا نہیں کیا تو انہیں کیسے جانتا ہے؟۔
آدم علیہ السلام نے عرض کی! الٰہی جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے اوپر دیکھا کہ عرش کے ستونوں پر

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

لکھا ہوا تھا۔ میں جان گیا کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مخلوق میں سے سب سے زیادہ تجھے عزیز ہیں تبھی تو تو نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام لکھا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے آدم! تو نے سچ کہا ہے بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلہ سے دعا مانگی تو میں نے تیری خطا معاف کر دی۔
اے آدم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔
نسائی اور ترمذی نے عثمان بن حنیف سے روایت بیان کی ہے کہ "ایک نابینا صحابی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیجئے کہ اللہ بینائی عطا کرے۔ مختار کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چاہو تو دعا کر دوں اور چاہو تو صبر کرو۔ اور صبر تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی حضور! "دعا کیجئے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ "وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ

اِنِّیْ اَتَوَجَّھہٗ بِکَ اِلٰی رَبِّی فَتَقْضٰی حَاجَتِیْ اللھم شفعه فی

''الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور نبی رحمت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، یا محمد صلی اللہ علیک افضل الصلوٰت والتسلیمات! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کریم سے دعا کرتا ہوں کہ میری ضرورت پوری ہو (مجھے بینائی مل جائے)۔ الٰہی تو میرے نبی کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما''۔

بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ وہ صحابی بینائی کی نعمت سے مالا مال ہو کر اٹھے۔

بیہقی وطبرانی ہی کی روایت ہے کہ

''ایک شخص کسی حاجت کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتا لیکن شنوائی نہ ہوتی۔ اس نے ابن حنیف سے شکایت کی۔ ابن حنیف نے اس سے کہا'' لوٹا لو، وضو کرو، دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فَتَقْضٰی حَاجَتِیْ

''الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حضور نبی رحمۃ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ اے محمد ﷺ میں اپنے رب کے آگے آپ وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ تا کہ میری فلاں حاجت (یہاں اپنی حاجت کا نام لیکر ذکر کرے) پوری ہو''۔

وہ آدمی چلا گیا اور ایسا ہی کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آیا دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا آپ نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور اس کی حاجت پوری کی۔ پھر کہا تو نے پہلے مجھے اپنی ضرورت بیان کیوں نہ کی؟ آئندہ اگر کوئی ضرورت ہو تو (بے دھڑک) بیان کیا کر۔

وہ وہاں سے نکلا اور سیدھا ابن حنیف کے پاس گیا۔ اور کہا'' جزاك الله خيرا'' اللہ تیرا بھلا کرے پہلے تو وہ میری بات نہ سنتے تھے لیکن جو کچھ آپ نے بتایا اس کے بعد انہوں نے میری ضرورت پوری کر دی۔ ابن حنیف نے کہا یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بتایا تھا میں نے (زمانہ رسالت) میں ایک دن دیکھا کہ ایک اندھا صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اندھے پن کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا بینا ہونا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ

بہت تکلیف ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا" جاؤ وضو کرو، دو رکعت نفل پڑھو اور پھر مذکورہ دعا مانگو" ہم ابھی اس محفل سے اٹھے بھی نہ تھے اور زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ وہ آدمی ہمارے پاس اس انداز میں آیا گویا اسے یہ بیماری تھی ہی نہیں۔

" محبوب و معظم" نے کہا ہے کہ کبھی کبھی وسیلہ ضرورت کے پورا ہونے کیلئے سبب بن جاتا ہے طریقہ یہ رہا ہے کہ وسیلہ اس کو بنایا جاتا ہے جو کسی کے لئے قابل قدر ہو یا وسیلہ اس کو بنایا جاتا ہے۔ جو اس کے ہاں قابل قدر ہو جس کے پاس وسیلہ بنایا جاتا ہے۔

" حدیث شریف میں ہے کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے ان تینوں نے اپنے اپنے نیک عمل کا وسیلہ پیش کر کے نجات حاصل کی"

جب اس حدیث شریف میں" اعمال" کے ساتھ وسیلہ پکڑنا جائز ہے تو آقائے دو عالم ﷺ کی ذات سے وسیلہ پکڑنا بدرجہ اتم جائز ہے۔ وسیلہ، استغاثہ، شفاعت اور توجہ تمام ہم معنی الفاظ ہیں۔

کبھی وسیلہ طلب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ کسی کو حالت زندگی میں بلایا جائے اور ساتھ ساتھ جس سے وسیلہ پکڑا جائے اسے سوال کرنے والے کی ضرورت کا علم بھی ہو۔

بیہقی کی روایت ہے مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن (سیکرٹری خزانہ) تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ سید عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط نے آلیا ایک شخص روضہ انور کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی" حضور اپنی امت کیلئے بارش کی دعا کیجئے آپ کی امت ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکی ہے" اسے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا" عمر کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ (عنقریب) ان پر بارش برسے گی، اور کہنا" عَلَيْکَ الْکِيسَ اَلْکِيسَ"،" کہ دور اندیشی کو لازم پکڑو" وہ آدمی آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سب کچھ بیان کیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا الٰہی" میں نے کبھی سستی تو نہیں کی البتہ جن کاموں سے میں عاجز ہوں (ان میں ممکن ہے مجھ سے سستی ہو گئی ہو)

ایک اور روایت میں ہے کہ خواب دیکھنے والے بلال بن الحرث رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ابو بکر المقری کہتے ہیں کہ میں، طبرانی اور ابوالشیخ ایک دفعہ مسجد نبوی ﷺ شریف میں تھے ہمیں بھوک نے بہت پریشان کیا۔ عشاء کے وقت میں روضۂ انور کے پاس آیا اور عرض کی" یارسول اللہ ﷺ بھوک لگی ہے" اتنا کہہ کر چلا گیا اور سو گیا۔ ابوالشیخ بھی سو گئے جبکہ طبرانی جاگ رہے تھے وہ کسی چیز کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک ایک علوی (سیدزادہ) آئے ان کے ساتھ دو غلام دو برتنوں میں بہت

سا کھانا اٹھائے ہوئے تھے۔ (انہوں نے آکر ہمیں کھانا دیا) ہم نے اٹھ کر کھانا کھایا انہوں نے بچا ہوا کھانا ہمارے پاس رہنے دیا۔ مزید اس سید زادے نے کہا "دوستو! تم نے حضور ﷺ کے ہاں شکایت کی تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے خواب میں ملے اور آپ لوگوں کیلئے کھانا لانے کا حکم دیا۔

ابوالعباس بن نفیس المقری کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں تین دن تک بھوکا رہا آخر کار میں قبر انور کے پاس آیا (بھوک کی شکایت کی) رات نہایت کمزوری میں گذاری آخری پہر ایک عورت نے میرے پاؤں کو ہلایا میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے گھر گیا اس نے گیہوں کی روٹی، کھجور اور گھی میرے آگے رکھ دیئے اور کہا "اے ابوالعباس! کھایئے میرے نانا جان علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ہے۔ آئندہ جب بھی آپ کو بھوک لگے تو ہماری طرف آنا۔ اس جیسے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔

ابوسلیمان داؤد الشاذلی نے اپنی کتاب "البیان والانتصار" میں بہت سے ایسے واقعات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ مانگنے والا جب کھانا مانگتا ہے تو آقائے دو عالم ﷺ اپنی اولاد (سادات حضرات) میں سے کسی کو حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ سخی سے جب کوئی کھانے والی چیز مانگتا ہے تو وہ یا تو خود یا اپنے کسی رشتہ دار کے ذریعے اس کی ضرورت کو پوری کر دیتا ہے۔

ابومحمد اشبیلی نے لکھا ہے کہ غرناطہ میں کسی آدمی کو ایسی بیماری نے آلیا کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ وزیر بن ابی خصال نے اس کی طرف سے بارگاہ رسالت میں ایک خط لکھا جس میں شفا کیلئے درخواست کی گئی تھی اور اس خط میں یہ شعر بھی لکھا تھا۔

كِتَابُ وَقِيذٍ مِنْ زَمَانَتِهِ مُشْفِي
بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) اَحْمَدَ يَسْتَشْفِي

اپاہج کی مہلک بیماری میں مبتلا شخص کی طرف سے یہ خط (ہے)
(جس میں) وہ قبر انور علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے شفا طلب کر رہا ہے۔

ابومحمد کہتے ہیں کہ جونہی قافلہ مدینہ پہنچا اور وہ شعر قبر انور کے پاس پڑھا گیا تو یہاں وہ مریض تندرست ہو گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خشک سالی کے موقع پر قبر انور کے پاس آنے کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر بالتفصیل آئندہ صفات میں آ رہا ہے۔

ابن عبدالسلام نے کہا ہے کہ وسیلہ مخلوق الٰہی میں سب سے عظیم ذات یعنی سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے پکڑنا چاہیے۔

لیکن سبکی وغیرہ نے کہا ہے کہ وسیلہ امت محمدیہ کے تمام صالحین کے ساتھ پکڑنا درست ہے۔جس طرح صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب قحط آتا تو آپ رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ وسیلہ پکڑتے اور یوں عرض کرتے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا

وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاسْقِنَا

''الٰہی ہم اپنے نبی مکرم ﷺ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے تو ہم پر بارش نازل ہوتی (آج) ہم نبی مکرم ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعا کرتے ہیں ہم پر بارش نازل فرما'' راوی کہتے ہیں جب آپ رضی اللہ عنہ اس طرح دعا مانگتے بارش برس پڑتی''۔

حافظ ابوالقاسم، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَسْقِيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَنَسْتَشْفَعُ اِلَيْكَ بِشَيْبَتِهٖ

''مولا! ہم رسول مکرم ﷺ کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔اوران کے سفید بالوں کا واسطہ دیتے ہیں۔راوی کہتے ہیں۔کہ یہ دعا مانگنے کے بعد ان پر بارش برس پڑتی''۔

اسی لئے تو ''عباس بن عتبہ بن ابولہب'' کہتے ہیں۔

بِعَمِّی سَقَى اللّٰهُ الْحِجَازَ وَاَهْلَهٗ عَشِيَّةَ يَسْتَقِیْ بِشَيْبَتِهٖ عُمَرُ

''کہ میرے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کے وسیلہ سے اللہ نے حجاز اور اہل حجاز پر بارش برسائی اس وقت جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سفید بالوں کے واسطہ سے بارش کیلئے دعا کی تھی''۔

ابن زبیر اور ابن بکار کی روایت اس طرح ہے کہ (حضرت عباس کے پاس جب لوگ دعا کیلئے گئے تو) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں کہا کہ'' مالک تیرے نبی کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے اس میری قوم نے دعا کیلئے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔

مہربانی فرما موسلا دھار بارش برسا۔'' آسمان رسیوں کی طرح ڈھیلا ہوگیا''۔

یعنی خوب بارش برسی یہاں تک کہ زمین سرسبز ہوگئی۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ ''عام الرمادہ'' (ہلاکت کا سال) تھا۔

شفا شریف میں سند صحیح کے ساتھ ابن حمید سے روایت ہے کہ

ابو جعفر (جو امیر المومنین تھا) اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مسجد نبوی ﷺ شریف میں آمنا سامنا ہوا حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اے امیر المومنین ! اس مسجد اقدس میں اپنی آواز بلند نہ کیجئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

''لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ'' کے ذریعے لوگوں کو ادب سکھایا ہے۔ اور'' اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ'' کے ذریعے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے۔ آیات مقدسہ میں جو احکام ہیں وہ اب بھی اس طرح جاری ہیں جس طرح سرکار دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں جاری تھے۔

ابو جعفر نے ان آفاقی احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور عرض کی اے ابو عبد اللہ ! دعا مانگتے وقت میں اپنا چہرہ قبلہ شریف کی طرف کروں یا روضہ شریف کی طرف؟ آپ نے فرمایا اے ابو جعفر ! تو اپنا چہرہ اس ذات کریم سے کیوں پھیرتا ہے جو تیرے بلکہ تیرے باپ آدم علیہ السلام کیلئے بروز قیامت وسیلہ ہونگے۔ اپنا چہرہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کیا کر اور آپ کی شفاعت طلب کر اللہ تعالیٰ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قبول فرماتا ہے کیونکہ اللہ کا فرمان عالیشان ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ......

اے محبوب ! اگر تیری امت میں سے کوئی اپنی جان پر ظلم کر جائے تو اسے آپ کی بارگاہ میں آنا چاہیے۔''

''مستوعب'' میں ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ پھر ابو جعفر قبر انور کے پاس آکر ایک طرف اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اس کا چہرہ قبر شریف کے سامنے، کعبہ شریف اس کے پیچھے اور منبر شریف اس کے بائیں طرف تھا۔ پھر بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام عقیدت پیش کیا اور یوں دعا کی۔

''الٰہی تو نے قرآن میں فرما دیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

میں بھی بخشش طلب کرنے حاضر ہوا ہوں میری بھی بخشش فرما جس طرح تو نے حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں آنے والوں کی مغفرت کی تھی۔ الٰہی میں تجھے تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔

ابن وہب کی روایت ہے کہ امام مالک جب دعا و سلام کیلئے قبر انور کے پاس حاضر ہوتے تو آپ کا چہرہ قبر انور کی طرف ہوتا نہ کہ قبلہ کی طرف اور یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ سلام عرض کرتے اور دعا مانگتے۔

لیکن ''مبسوط'' میں ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کو قبر انور کے پاس رکنا نہیں چاہیئے

بلکہ چلتے چلتے سلام اور دعا کرے۔

لیکن یہ روایت ماقبل روایت کے بھی منافی ہے اور اس روایت کے بھی منافی ہے جس کو ابن المواز نے روایت کیا کہ" امام مالک سے پوچھا گیا کہ حاجی جب کعبہ شریف سے رخصت ہو رہا ہو تو کیا وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے گا؟ آپ نے فرمایا" نہیں" بلکہ وہاں کھڑے ہو کر دعا کرے۔ لیکن یہی سوال جب قبر انور کے بارے میں کیا گیا تو آپ نے فرمایا" ہاں ایسا کرے"۔

اشکال کی وضاحت

مبسوط کی وہ روایت جس میں آدمی کے قبر انور کے پاس نہ رکنے کا ذکر ہے اس کا تعلق اس آدمی سے ہے کہ جو وہاں رک کر دعا کرنے میں بے ادبی کا شکار ہو۔ تو اس کیلئے وہاں رکنا مناسب نہیں لیکن جو خوش نصیب بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب جانتا ہو وہ وہاں رک کر اپنی جھولی میں رحمت کے موتی جمع کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

ابو موسیٰ اصفہانی سے روایت ہے کہ امام مالک نے فرمایا" جب انسان قبر کے پاس حاضر ہو تو قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اور قبر انور کی طرف منہ کر کے دعا مانگے اور صلوٰۃ و سلام پیش کرے۔

ابن یونس، ابن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ ابن حبیب نے فرمایا" جب تو نے قبر شریف کے پاس قبلہ رو ہو کے دو رکعت نفل ادا کئے تو اب قبر شریف کے قریب ہو جا، بارگاہ رسالت میں سلام عقیدت پیش کر، آپ کی تعریف کر اور سکون و وقار کا لحاظ رکھ کیونکہ آقا علیہ السلام تیرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور تیرے سلام وغیرہ کو سنتے ہیں۔ پھر تجھے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ و سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرنا چاہئے۔ اور ان کے درجات کی بلندی کیلئے دعا کرنی چاہیے۔

" مسند ابو حنیفہ" میں طلحہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ" ایوب السختیانی بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے آپ نے قبلہ کی طرف اپنی پیٹھ کر لی اور قبر شریف کے سامنے کھڑے ہو کر زار و زار رونے لگے۔"

المجد اللغوی عبد اللہ بن المبارک سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ ایوب السختیانی بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے میں (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا آج میں ایوب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھوں گا کہ یہ کس طرح بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری دیتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ نے قبلہ کی طرف اپنی پیٹھ کر لی اور اپنا چہرہ رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف کر دیا اور (ریا کاری کے بغیر) رونے لگے۔ (یہ دیکھ کر میرے دل میں) آپ نے

ایک فقیہہ (صاحب سمجھ) کا مقام حاصل کرلیا''۔

ابوذر الہروی ''بیان الایمان والاسلام'' میں حماد بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حماد بن زید نے حضرت امام ابوحنیفہ سے وہ حدیث بیان کی جس میں حماد کے شیخ ایوب السختیانی کی بارگاہ رسالت حاضری کا ذکر تھا۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا یہ حدیث آپ سے ایوب السختیانی نے روایت کی ہے؟ اور ساتھ رونے لگے۔ پھر ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب ایوب السختیانی یاد آتے میں رو پڑتا۔ کیونکہ میں نے انہیں قبر انور کی پناہ میں اس طرح آتے دیکھا تھا جس طرح کسی اور کو نہیں دیکھا تھا۔

مذکورہ روایت آنے والی حدیث کے مخالف ہے جس میں ابوحنیفہ کی طرف اس بات کو منسوب کیا ہے کہ'' قبر شریف پر آنے والا قبلہ کی طرف منہ کرے اور احناف میں سے السروجی کا قول ہے کہ زائر سلام کے وقت اپنا منہ قبلہ شریف کی طرف کرے۔

لیکن محقق کمال بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول اس حدیث سے رد کیا گیا ہے (آپ نے رجوع کرلیا ہے) کہ'' مسند ابی حنیفہ'' میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ جب تو قبر انور کے پاس آئے تو سنت یہ ہے کہ تو قبلہ کی جانب سے قبر انور کی طرف منہ کر کے آئے اور یوں کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

امام شافعی کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اپنا چہرہ قبر انور کی طرف اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرے گا۔ یہی امام احمد بن حنبل کا بھی قول ہے۔

'' منسک الکبیر'' جو ابن جماعہ کی تصنیف ہے اس میں ذکر ہے کہ احناف کا مسلک ہے کہ زیارت کرنے والا اسلام کی خاطر قبر انور کے سرہانے کی جانب کھڑا ہو اس طرح کہ سر اقدس اس کے بائیں طرف ہو اور دیوار سے چار گز کے فاصلہ پر ہو پھر چہرۂ انور کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ قبر انور کی طرف ہو اور پیٹھ قبلہ شریف کی طرف ہو''

احناف میں سے'' الکرمانی'' کا قول ہے کہ قبر انور کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ لیکن یہ قابل اعتماد بات نہیں کیونکہ اہل قبور کیساتھ اہل دنیا کی طرح معاملہ کیا جاتا ہے۔ تو جس طرح کسی کو سلام کرتے وقت منہ کر کے سلام کیا جاتا ہے اسی طرح اہل قبور کو بھی سلام کرتے منہ کرنا قابل فہم بات ہے۔

اور علقمہ القروی سے جو منقول ہے کہ حجرہ مبارک کے مسجد میں داخل کرنے سے پہلے لوگ حجرہ مقدسہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا کرتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں حجرہ مبارک تنگ تھا اور وہاں کھڑے ہو کر قبر انور کی طرف منہ کرنا ممکن نہ تھا۔ پھر بھی لوگ دروازہ کے ایک

کونے اور سر مبارک کے ایک طرف کھڑے ہوتے (اور سلام عقیدت پیش کرتے) کیونکہ مطرف نے بیان کیا ہے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ جب سلام کیلئے حاضر ہوتے تو روضہ انور میں ستون کے پاس کھڑے ہوتے۔ اور یہی بزرگان دین کے کھڑے ہونے کی جگہ تھی۔ یہ اس دور کی بات ہے جب حجروں کو مسجد نبوی ﷺ میں داخل نہیں کیا گیا تھا۔ لوگ اس ستون کی طرف منہ کرتے۔ جس میں صندوق تھا۔ روضہ انور کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہوتے تھے لیکن حجروں کے مسجد میں داخل کرنے کے بعد لوگ چہرہ انور کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ ابن زبالہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کو دیکھا کہ آپ جب روضہ انور کے پاس سلام پیش کرنے کیلئے حاضر ہوتے تو قبر انور کے سامنے آ کر کھڑے ہوتے اور سلام پیش کرتے۔

آداب الزیارۃ

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ زیارت کے آداب بہت سے ہیں۔

سفر کے متعلق آداب یہ ہیں کہ زیارت کرنے والا پہلے استخارہ کرے، گناہوں سے توبہ کرے، وصیت کرے اور جن کی خوشنودی حاصل کرنا ضروری ہے (والدین وغیرہ) ان کو راضی کر لے خوب خرچ کرے اللہ کی راہ میں صدقہ کرے، کسی کے ساتھ شرکت نہ کرے، اہل وعیال اور گھر کو دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد اور دعاء مانگنے کے بعد الوداع کرے اور ان کے علاوہ سفر حج کے آداب کو بھی ملحوظ خاطر رکھے۔

اخلاص نیت بھی آداب زیارۃ میں سے ہے اور سواری تیار کرتے وقت ثواب کی نیت کرے۔ ابو سلیمان داؤد نے کہا ہے کہ جس کیلئے زیارت پر جانا ممکن ہو تو وہ اللہ کیلئے عاجزی کرتے ہوئے اور نبی مکرم ﷺ کی تعظیم کی خاطر ضرور جائے۔ ''شفا'' میں ہے کہ ابو الفضل الجوہری جب زیارت کیلئے مدینہ شریف حاضر ہوئے تو انہوں نے روتے ہوئے یہ شعر کہے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا فُؤَادَ الْعِرْفَانِ الرَّسُوْمِ وَلَا لُبًّا
نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِي كَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اِنْ نُلَمَّ بِهٖ رَكْبًا

جس ذات نے ہمارے دلوں اور دماغوں میں عرفان حق کے نقوش ثبت کئے جب ہم نے ان کے شہر کے در و دیوار دیکھے تو فرط عقیدت میں ہم سواریوں سے اتر پڑے۔

آداب زیارت میں سے یہ عظیم دعا بھی ہے جب زائر حرم مدینہ پہنچے تو صلوٰۃ وسلام کے بعد کہے۔ الٰہی یہ تیرے نبی کریم ﷺ کا حرم ہے انہوں نے اپنی زبان پاک سے اسے حرم قرار دیا ہے اور

تجھ سے مکہ کی نسبت دو چند برکتوں کیلئے دعا کی ہے۔

الٰہی مجھ پر آگ حرام فرما۔ عذاب سے بچا اور جو رزق تو نے اپنے اطاعت گذار اور دوستوں کیلئے مقرر کیا تھا میرے لئے بھی مقرر فرما۔ مجھے یہاں ادب کی توفیق عطا فرما نیز یہاں اچھے کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ وہ اگر ذوالحلیفہ کے راستہ سے جا رہا ہو تو مقام ''معرس'' میں سواری سے اترے مسجد معرس اور مسجد ذوالحلیفہ میں نفل ادا کرے (پھر آگے بڑھے)

''احیاء'' میں ہے کہ زیارت کرنے والا ''حرۃ'' کے کنویں سے (جو مدینہ سے باہر ہے) غسل کرے خوشبو لگائے اور خوبصورت کپڑے پہنے۔

احناف میں سے ''کرمانی'' نے کہا ہے ''اگر باہر غسل کرنا ممکن نہ ہو تو مدینہ شریف میں جا کر غسل کرلے اور جاہل جو سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنتے ایسا نہ کرے۔ بلکہ وہ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے کیونکہ احرام کا تعلق حج کے ساتھ ہے۔

جب زائر گنبد خضریٰ کو دیکھے تو دل و جان سے اس کی عظمت کا لحاظ کرے۔ کیونکہ یہ وہ مقام اقدس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کیلئے ابدی آرام گاہ بنایا ہے۔ زائر کو چاہئے کہ ذہن میں وہ زمانہ پاک لائے جب بھی سردار دو عالم ﷺ یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ اور اس حجرہ مقدسہ کے چپہ چپہ پر قدم مبارک لگتے رہتے تھے۔ زائر نہایت عاجزی و انکساری اور وقار کو ملحوظ خاطر رکھے اور آواز پست کرنے کے ساتھ ساتھ کوئی ایسا عمل نہ کرے جس کی وجہ سے اس کی عمر بھر کا سرمایہ (اعمال حسنہ) جا تا رہے۔ زائر آقائے دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہری میں ملاقات نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کرے بلکہ یہ تصور کرے کہ اس کی کوتاہیوں کی وجہ سے ممکن ہے اس کو آخرت میں بھی یہ سعادت نصیب نہ ہو سکے۔ پھر اپنے گناہوں کیلئے بخشش طلب کرے۔ اور قبر انور کے پاس حاضر ہونے کیلئے وہ راستہ اپنائے جس راستہ سے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ تاکہ حاضری کے وقت زائر کا چہرہ آقائے دو عالم ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف ہو۔

زائر کو چاہئے کہ مدینہ میں باب البلد سے داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ حَسْبِیَ اللّٰهُ ......

کیونکہ یہی دعا سرکار مدینہ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو پڑھتے مدینہ کی عظمت کو دل

میں بٹھائے کیونکہ بالا جماع مدینہ بہترین مقامات پر مشتمل ہے۔

اَرْضٌ مَشٰی جِبْرِیْلُ فِی عَرَصَاتِہَا
وَاللّٰہُ شَرَّفَ اَرْضَھَا وَ سَمَاھَا

مدینہ پاک وہ سرزمین ہے جس پر جبرائیل علیہ السلام چلتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو عزت دی ہے اور اسے سرفراز کیا ہے۔

زائر کو چاہیے کہ قبر انور کے سامنے جو کچھ بلند زمین ہے اس پر چڑھنے سے پہلے صدقہ ادا کرے۔ کسی اور بلند جگہ پر بلاضرورت نہ چڑھے۔ مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت ذہن میں یہ بات بٹھائے کہ وہ ایسی جگہ آیا ہے جو ابوالفتوح جبرائیل علیہ السلام اور ابوالغنائم میکائیل علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ہے۔ یہاں وحی اترتی رہی لہٰذا اسے چاہیے کہ خشوع وخضوع کا مجسمہ بن کر حاضر ہو۔

باب جبرائیل سے مسجد میں داخل ہونا افضل ہے اس دوران اس کا دل صاف اور ضمیر پاکیزہ ہو۔

ابوسلیمان داؤد کہتے ہیں۔ کہ جب زائر روضۂ انور کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو چلتے چلتے تھوڑی دیر کیلئے رک جائے (جس طرح بڑوں کے پاس جاتے وقت کیا جاتا ہے) پھر حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوتے وقت (اگر نصیب ہو) اپنا دایاں پاؤں پہلے رکھے اور پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْہِہٖ الْکَرِیْمِ وَ بِنُوْرِہٖ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَوَفِّقْنِیْ وَسَدِّدْنِیْ وَاَعِنِّیْ عَلٰی مَایُرْضِیْكَ عَنِّیْ وَمِنْ حُسْنِ الْاَدَبِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔"

"میں اللہ بزرگ و برتر کی پناہ شیطان لعین سے مانگتا ہوں نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی قوت اللہ کی طرف سے ہے الٰہی ہمارے آقا محمد ﷺ پر بے انتہا درود بھیج ہم سے راضی ہو جا ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ روضۂ انور پر حاضری کے آداب سکھا۔ ہم سے راضی ہو۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت، سلام و برکات ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔"

مسجد نبوی سے نکلتے وقت، اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ضرور پڑھے۔

جب بھی زائر مسجد نبوی شریف میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کر لے اگرچہ تھوڑی دیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد قبر انور کی طرف بحالت انکساری دل میں مقام کی عظمت کو بٹھاتے ہوئے، مرعوب ہو کر وقار اور عاجزی کی تصویر بنے ہوئے، مسجد وغیرہ کی زینت میں دلچسپی لئے بغیر چل پڑے۔ مصلیٰ نبوی پر آ کر (اگر یہاں ممکن ہو تو، نہیں تو کہیں اور) دو مختصر رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے پہلی رکعت میں "سورۃ الکفرون" اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔ ہاں اگر جماعت تیار ہو یا نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو فرض نماز پڑھے۔ تحیۃ المسجد اسی میں ادا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اللہ کا شکر ادا کرے اور پھر نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوشنودی، توفیق، قبولیت اور دین و دنیا کی بھلائی کا سوال کرے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ شکر بھی ادا کرے۔

محب الطبری نے اپنی کتاب "تشویق للجمال" میں ذکر کیا ہے کہ اپنی اس زیارت کی قبولیت کیلئے اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی کیساتھ دعا بھی کرے۔

اوپر جو ہم نے ذکر کیا کہ زائر پہلے تحیۃ المسجد پڑھے تو یہ اس وقت ہوگا جب قبر انور کے سامنے سے حاضری ممکن نہ ہو البتہ اگر بھیڑ وغیرہ نہ ہو تو پھر پہلے زیارۃ کرے اور نماز تحیۃ المسجد بعد میں پڑھے بعض مالکیوں نے مطلقاً پہلے زیارت کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ دونوں طرح عمل میں تقدیم و تاخیر ہر دو جائز ہے۔

پہلے تحیۃ المسجد پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے "حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ کسی سفر سے لوٹا تو سلام کی غرض سے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا "تحیۃ المسجد ادا کر لی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں حضور! آپ نے فرمایا" جاؤ پہلے نماز پڑھو (تحیۃ المسجد) پھر آؤ اور مجھے سلام کرو۔

اللخمی اور مالک رحمۃ اللہ علیہما کا قول بھی یہی ہے کہ زائر پہلے تحیۃ المسجد پڑھے پھر سلام کرے۔

ابن حبیب کا قول ہے کہ زائر جب مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو تو

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

پڑھے اور اسی جگہ سے سلام کی نیت کرے پھر تحیۃ المسجد پڑھے۔ لیکن اگر وہ اس دروازہ سے داخل ہو جس کے پاس قبر انور ہے اور وہ قبر انور کے پاس گذر رہا ہو تو اب وہاں ٹھہر جائے سلام عقیدت پیش کرے اور پھر نماز پڑھنے کی جگہ پر آ کر نماز پڑھے۔ ابن حبیب کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والے کیلئے پہلے "سلام کرنا" مستحب ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو تو بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام پیش کرے۔

حاضری کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ زائر کو چاہیے کہ نماز وغیرہ کے بعد قبر انور کے پاس حاضر ہو جبکہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے کہ اللہ اسے اس عظیم مقام کی توقیر کرنے کی توفیق عطا کرے۔ دربار نبوی میں حاضر ہو کر نہایت عاجزی وانکساری، خشوع وخضوع اور وقار کے ساتھ، دل کو جھکا کر ہاتھ باندھے، جس طرح نماز میں باندھے جاتے ہیں۔ کھڑا ہو۔ اور اپنا چہرہ۔ والضحیٰ کے چہرہ والے۔ ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى وَجْهِ مُحَمَّدٍ'' کی طرف کر کے قبر انور سے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ بزرگان دین کے کھڑے ہونے کی جگہ یہی ہے۔ عبد السلام نے تین گز کا فاصلہ ذکر کیا ہے۔ ابن حبیب نے کہا ہے کہ جب زائر قبر انور کی زیارت کا ارادہ کرے تو قبلہ شریف کی جانب سے آئے اور قبر انور کے قریب ہو کر کھڑ ہو امام غزالی کی ''احیاء'' میں ہے کہ زائر کو مذکورہ طریقہ پر حاضر ہونے کے بعد قبر انور کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ اور زیارت اس طرح کرنی چاہیے جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں کی جاتی تھی۔ قبر انور پر اس کی حاضری ایسی ہونی چاہیے جیسی حاضری کسی معزز شخص کے سامنے ہوتی ہے۔

زائر کو چاہیے کہ حجرۂ مقدسہ میں نظریں جھکا کر چلے۔ جو آرائش وغیرہ وہاں ہے اس کی طرف آنکھ نہ اٹھائے کیونکہ آقائے دو عالم ﷺ اس کی حاضری کو جانتے ہیں۔ ''احیاء'' میں بھی یہی لکھا ہے۔ حضور ﷺ کی صورت کو ذہن میں لا کر خیال کرے کہ میرے نبی قبر مبارک میں سے مجھے دیکھ رہے ہیں اور آپ میرے سامنے ہیں اپنے دل میں آپ کے مقام رفیع کو بٹھالے پھر حیاء اور وقار کے ساتھ دھیمی آواز میں یوں تین مرتبہ یہ سلام پیش کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

پھر پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ

(اے معزز ومکرم گروہ کے سردار) اے ''رحمۃ العالمین'' نبی تجھ پر سلام، اے شفیع المذنبیں، اے اللہ کے دوست، مخلوق میں سے بہترین، اے صراط مستقیم کی طرف بلانے والے نبی، اے خلق عظیم کے مالک، اے رؤف رحیم نبی اے وہ نبی جس کے حکم سے کنکریوں نے تسبیح بیان کی اور جس کے فراق میں کھجور کا خشک تنا رو پڑا۔ اے نبی جس کی اطاعت اور جس پر صلوٰۃ وسلام کا ہمیں حکم دیا گیا۔ تجھ پر، اللہ کے سارے انبیاء پر، نیک بندوں اور مقرب فرشتوں پر آپ کی پاکباز بیویوں یعنی امہات المومنین پر

اور آپ کے تمام صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایسا سلام ہو جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہو اور جسے وہ پسند کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اس جزا سے افضل جزا تجھے عطا کرے جو جزا اس نے کسی امت کی طرف سے اپنے نبی کو دی ہے۔ اللہ تعالیٰ (ہماری طرف سے) آپ پر مخلوق میں سے سب سے افضل، مکمل اور نفیس درود پاک بھیجے،

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ......

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول اور بندہ (خاص ہیں)''۔

مخلوق میں سب سے عمدہ ہیں آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا، اللہ نے جو امانت آپ دی تھی اس کو ادا کر دیا، امت کی راہنمائی کی، امت سے دکھ درد کو دور کر دیا، اللہ کی وحدانیت کی دلیل کو قائم کر دیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔ اور آپ کی تعریف اللہ نے اپنی کتاب میں یوں فرمائی۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

''تحقیق تمہارے پاس ایسے رسول آئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف گراں گذرتی ہے مومنین پر بڑے مہربان اور نرم دل ہیں''۔

یا رسول اللہ ﷺ اللہ اس کے ملائکہ اور اس کی ساری مخلوق کی طرف سے آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ الٰہی! آپ ﷺ کو وسیلہ، فضیلت اور جس مقام رفیع کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے وہ ان کو عطا فرما بلکہ ہمارے وہم و گمان سے بھی زیادہ بلند مرتبہ و مقام عطا فرما۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

''الٰہی ہم تیرے دین پر ایمان لائے اور رسول مکرم ﷺ کی اتباع کی۔ ہمیں مومنین میں سے لکھ دینا۔ ہم اللہ، اس کے ملائکہ، اس کی کتب، رسولوں، قیامت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔''

الٰہی مجھے دین پر ثابت قدمی عطا فرما

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

''میرے مولا! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرمانا ہمیں اپنی جانب

سے رحمت عطا فرما، بے شک تو مہربانی فرمانے والا ہے''۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

جس کو مذکورہ دعائیں یاد نہ ہوں، یا وقت کم ہو تو ان میں کمی کر کے حسب استطاعت پڑھے۔ یا یہ سلام پیش کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ

امام مالک فرماتے ہیں

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' پڑھے

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اختصاراً منقول ہے۔ لیکن دیگر محدثین نے بھی دعاؤں کا ذکر کیا ہے اسی پر اکثر کا اجماع ہے۔

ابن حبیب کہتے ہیں۔ قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر درود پیش کر اور جو بھی تعریف تیرے سامنے آئے تو وہ کر سکتا ہے۔

پھر اگر کسی نے آپ کو بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام پیش کرنے کا کہا ہو تو یوں کہو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ'' یارسول اللہ ﷺ فلاں کے بیٹے فلاں کی طرف سے سلام قبول کیجئے۔ یا اس طرح کہو'' یارسول اللہ ﷺ فلاں کا بیٹا فلاں نامی شخص آپ کو سلام پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد زائر قبر انور کے دائیں طرف ایک ہاتھ کے برابر پیروں کی طرف پیچھے ہو۔ اب وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے آ چکا ہے۔ اب کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ صَفِيَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِيَهٖ فِي الْغَارِ وَرَفِيْقِهٖ فِي الْاَسْفَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خَيْرَ الْجَزَآءِ۔

اے اللہ کے رسول ﷺ کے دوست، غار میں آپ کے ساتھی، اور سفروں میں آپ کے ہمدم تجھے اللہ اس جزا سے بہتر جزا عطا کرے جو جزا اللہ کسی رسول کی امت کی طرف سے کسی کو عطا کرتا ہے۔

پھر کچھ پیچھے ہو کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے۔ اور کہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ الَّذِيْ اَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ جَزَاكَ اللّٰهُ

عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

اے عمر فاروق آپ کی ذات وہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے بہتر جزا عطا فرمائے۔

یہ امام نووی سے منقول دعائیں ہیں۔

ابن حبیب نے یوں ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے والا یوں سلام پیش کرے۔

اَلسَّلَامُ وَالثَّنَاءُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

اس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو یوں سلام عرض کرے۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَتَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ''۔

اے رسول اللہ ﷺ کے دوستو تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کے جن دو مشیروں کو جزاء خیر دی ہے اس سے بہتر جزا تمہیں عطا کرے اور نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین خلافت پر تمہیں اللہ جزاء خیر عطا کرے۔ کیونکہ آقائے دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں آپ بہترین (سچے) دوست تھے اور بعد از وصال نبی ﷺ آپ دونوں نے عدل و انصاف کیساتھ امت مسلمہ پر خلافت کی۔ پس اللہ تمہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں نبی مکرم کی سنگت عطا فرمائے اور ہمیں بھی آپ کی صحبت سے بہرہ ور فرمائے۔

اس کے بعد بقول نووی زائر دوبارہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہلے والی جگہ پر کھڑا ہو جائے۔ اور آپ ﷺ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کا یہ طریقہ نہایت مستحسن ہے جسے ''عتبی'' سے نقل کیا گیا ہے عتبی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں روضۂ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدو آیا اور یوں گویا ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

یارسول اللہ ﷺ! السلام علیک! میں نے قرآن میں اللہ کا فرمان پڑھا ہے۔ کہ'' اے محبوب! اگر مومنین اپنی جانوں پر ظلم کریں پھر آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور (ساتھ) رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرے تو یقیناً وہ اللہ کو بہت بخشنے والا مہربان پائیں گے''۔

یارسول اللہ ﷺ! میں بھی بخشش طلب کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور اللہ

کے ہاں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔

یَاخَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ　　فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

نَفْسِی الْفِدَاءُ بِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ　　فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

''اس نرم زمین (روضہ انور) میں مدفون بہترین انسان (ﷺ) آپ کے جسم معطر کی خوشبو سے ساری زمین (ہموار وغیر ہموار) سراپا خوشبو بن گئی ہے۔ میری جان اس قبر انور پر قربان جس میں سراپا جودو کرم اور صاحب تقویٰ ذات محو آرام ہے''۔

پھر میں (عتبی) سو گیا خواب میں سرکار ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا ''اے عتبی ! اعرابی بخشے گئے خوش نصیبوں میں شامل ہو گیا ہے''۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ ''ابن ابی فدیک'' سے منقول ہے کہ زائر جب

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا ...... سے پہلے ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' پڑھے اور پھر ستر مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ ''پڑھے تو ایک فرشتہ جواباً کہے گا'' صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْکَ يَا فُلَانُ ''اے فلاں تجھ پر بھی اللہ کی رحمتیں ہوں۔ آج تیری ہر ضرورت پوری ہو گی۔ بعض نے کہا ہے کہ زائر یوں کہے'' صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ''یعنی آپ کا اسم گرامی نہ لے بلکہ'' رسول اللہ ﷺ'' جیسے با ادب کلمہ سے مخاطب کرے۔ یہ کلمہ صلوٰۃ وسلام کے علاوہ کسی دعا کے موقع پر بولا جائے۔ درود وسلام میں آپ کا اسم گرامی لینے میں حرج نہیں۔

سلام کے بعد برے اعمال سے توبہ اور استغفار کرے۔ نیز اللہ کی بارگاہ میں اپنے نبی مکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرے اور پھر یوں عرض کناں ہو۔ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرما دیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا...... الخ

میں بھی اپنی جان پر بہت ظلم کر کے آیا ہوں اور جہالت وغفلت کے باعث خطاؤں کا مرتکب ہوا ہوں اب میں زیارت کی خاطر آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔ میں اپنے گناہوں کی بخشش کی خاطر حاضر ہوا ہوں اور اپنے رب کے ہاں آپ کی شفاعت کا خواستگار ہوں۔ آپ شفیع المذنبین ہیں۔ اللہ کے ہاں بلند مرتبہ والے ہیں۔ اب میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والا ہوں اور اپنے رب کے پاس آپ کی شفاعت پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ الٰہی ! مجھے معاف فرما، مجھے اپنے محبوب کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، بروز حشر مجھے سرکار کے ساتھیوں میں

سے اٹھا۔ مجھے اور میرے دوستوں کو روز قیامت شرمندہ اور ذلیل کئے بغیر حوض کوثر سے سیرابی عطا فرما۔اے محبوب رب العالمین ! آپ میری شفاعت فرمائیں آپ شفیع المذنبین ہیں یہ آپ کا غلام آپ کے آگے کھڑا ہے، اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ مجھے بخشش دے گا اور گذشتہ گناہ معاف کر کے آئندہ آپ کی شفاعت و برکت سے مجھے گناہوں کی آلودگیوں سے بچائے گا۔

يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ

اَنْتَ الشَّفِيْعُ وَآمَالِيْ مُعَلَّقَةٌ وَقَدْرَ جَوْتُكَ يَا ذَا الْفَضْلِ تَشْفَعْ لِي

هٰذَا نَزِيْلُكَ اَضْحٰى لَامَلَاذَلَهٗ اِلَّا جَنَابَكَ يَا سُوْلِي وَ يَا اَمَلِي

"اے محبوب! تو ہی میرا شفیع ہے، اور میری آرزوئیں آپ کے ساتھ وابستہ ہیں اے صاحب فضیلت میں نے آپ کے ساتھ امیدیں وابستہ کیں ہیں میرے لئے شفاعت کیجئے۔

اے میری آرزوں اور امیدوں کے پناہ گاہ آپ کا یہ مہمان (غلام) دنیا کی لذتوں کو خیر آباد کہہ چکا ہے اور تیری جناب میں حاضر ہوا ہے"۔

کسی اور شاعر نے اپنی محبت کا اظہار اس انداز میں کیا ہے۔

ضَيْفٌ ضَعِيْفٌ غَرِيْبٌ قَدْ اَنَاخَ بِكُمْ وَ مُسْتَجِيْرٌ بِكُمْ يَا سَادَةَ الْعَرَبِ

هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ ضَاقَتْ مَذَاهِبُهٗ وَاَنْتُمْ فِي الرِّجَامِنَ اَعْظَمِ السَّبَبِ

يَا مُكْرِمِي الضَّيْفِ يَا عَوْنَ الزَّمَانِ وَيَا غَوْثَ الْفَقِيْرِ وَمَرْمِيَ الْقَصْدِ وَ الطَّلَبِ

"اے عرب کے سردار! ایک کمزور غریب الدیار مہمان پناہ کی تلاش میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہے۔اے بہترین میزبان، تکالیف میں مددگار، فقیر پر مہربان اور امیدوں کی جائے پناہ۔زندگی دشوار ہو چکی ہے اور آپ کی ذات ہی وہ عظیم ذات ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں"۔

اصمعی سے روایت ہے کہ ایک بدو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر قبر انور کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کی "الٰہی یہ تیرا حبیب (ﷺ) ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں اور شیطان تیرا دشمن ہے۔اگر تو میری مغفرت فرمائے گا۔تو تیرا حبیب خوش ہوگا، میں کامیاب ہو جاؤں گا، اور تیرا دشمن (شیطان) ناراض ہوگا۔اور اگر تو میری مغفرت نہیں فرمائے گا تو تیرا حبیب ناراض ہوگا تیرا دشمن (شیطان) خوش ہوگا۔اور تیرا بندہ (میں) ہلاک ہو جائے گا۔اور تو پاک ہے کہ اپنے دوست کو ناراض کرے، دشمن کو راضی کرے اور اپنے بندے کو ہلاک کرے۔

الٰہی جب کوئی عرب سردار فوت ہوتا ہے تو اس کے رشتہ دار اس کی قبر کے پاس غلام آزاد کرتے

ہیں اور یہ سید العالمین کی قبر انور ہے یہاں تو مجھے (گناہوں) آزاد کر۔

اصمعی کہتے ہیں میں نے انہیں کہا اے عرب بھائی میرا یقین ہے کہ اس خوبصورتی سے دعا مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیری بخشش کر دی ہے۔

زائر کیلئے اگر زیادہ دیر تک کھڑا ہونا ممکن نہ تو پھر بیٹھ جائے اور کثرت سے درود و سلام پیش کرے نیز قرآن کی سورتوں میں سے جن آیات میں ایمان اور توحید کا ذکر ہو ان کی تلاوت کرے۔

ابو موسیٰ اصفہانی نے کہا ہے کہ زائر کو اختیار ہے چاہے تو بیٹھے بیٹھے زیارت کرے چاہے تو کھڑے ہو کر یا گذرتے ہوئے زیارت کرے جس طرح عام حالات میں زیارت کرتا ہے۔ اور اپنے لئے والدین کیلئے اور بھائیوں کیلئے دعا کرے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ دعا مانگنے اور وسیلہ پکڑنے کے بعد زائر چہرہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف کرے اور اپنے لئے والدین، عزیز و اقارب اور بزرگوں کیلئے جو دعا اس کے دل میں آئے یا جو دعا پسندیدہ ہو وہ مانگے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ یہ دوبارہ دعا زیارت کے بعد ہونی چاہیے اور یہ دعا اس جگہ قبلہ رو ہو کر مانگنی چاہیے جہاں بزرگان دین حجرۂ مقدسہ کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے مانگا کرتے تھے۔ یہ طریقہ حسن ہے۔

آداب زیارت میں یہ بھی ہے کہ زائر منبر شریف کے پاس آئے وہاں کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف کرے کہ اس نے یہاں آنے کا موقع عطا فرمایا۔ اور اللہ کی پناہ مانگے۔ یزید بن عبداللہ بن قسیط بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ جب مسجد نبوی ﷺ میں آتے تو منبر شریف کے اس حصہ پر اپنا ہاتھ (برکت کے حصول کے لئے) رکھتے جہاں بھی سرکار دو عالم ﷺ خطبہ کے دوران اپنا دست مبارک رکھتے۔ پھر قبلہ رو ہو کر، درود و سلام پڑھتے ہوئے دعا مانگتے۔

زائر کو اسطوانہ مہاجرین کے پاس بھی نماز پڑھنی چاہیے بلکہ تمام ستونوں کے پاس اور روضہ انور کے پاس ذکر اور دعا میں کثرت کرے۔ قبر انور کی دیوار کو چھونے اور بوسہ دینے نیز طواف سے بھی بچنا ضروری ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ قبر انور کا طواف نا جائز ہے۔

پیٹ اور پیٹھ قبر انور کے ساتھ مس کرنا بھی درست نہیں حلیمی وغیرہ نے کہا کہ جس طرح قبر انور کو ہاتھ کے ساتھ چھونا مکروہ ہے اسی طرح چومنا بھی مکروہ ہے۔ بلکہ ادب تو اس کا تقاضا کرتا ہے کہ حیات ظاہری میں انسان کو جس طرح دور رہنا چاہئے اسی طرح اب بھی دور رہے۔ جس نے یہ خیال کیا ہو کہ چھونا حصول برکت کا ذریعہ ہے تو یہ بے سمجھی ہے کیونکہ برکت تو شریعت کے احکام پر عمل،

کرنے میں ہے۔احیاء میں ہے کہ مقامات عظیمہ کا چومنا چھونا یہود و نصاریٰ کا فعل ہے۔زعفرانی نے اسے بدعت قرار دیا۔حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو قبر انور پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ایسا نہ کرو زمانہ رسالت میں ایسا نہیں کیا جاتا تھا۔احناف کہتے ہیں کہ اپنا پیٹ اور ہاتھ قبر انور کی دیوار کے ساتھ نہ لگائے ۔ بلکہ شفا میں تو یہاں تک مذکور ہے کہ قبر کے ساتھ نہ چمٹے اور نہ ہی وہاں کافی دیر کیلئے کھڑا ہو (بے ادبی کا امکان ہے) ''مغنی'' جو حنبلیوں کی کتاب ہے اس میں بھی ہے کہ قبر انور کی دیوار کے ساتھ چمٹنا اور اسے مس کرنا مستحب نہیں۔

ابو بکر اثرم نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ قبر انور کو چھونا کیسا ہے؟ کہنے لگے مجھے اس کا علم نہیں ۔ پھر پوچھا منبر شریف کے بارے میں کیا خیال ہے؟ (منبر شریف کے جلنے سے پہلے کی بات ہے) تو فرمانے لگے۔راوایات سے اس کا چھونا ثابت ہے مثلاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیّب سے منبر شریف کو مس کرنا ثابت ہے۔

روایت ہے کہ شیخ یحییٰ بن سعید (جو امام مالک کے شیخ ہیں) جب بھی سفر پر نکلتے تو منبر شریف کی طرف آتے اور اس پر ہاتھ ملتے پھر دعا فرماتے ابو بکر کہتے ہیں میں نے اسے اچھا فعل قرار دیا اور امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ لوگ اپنے پیٹ قبر انور کے ساتھ مس کرتے ہیں لیکن اہل علم ایسا نہیں کرتے بلکہ ایک کونہ میں کھڑے ہو کر سلام نیاز پیش کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔ اسے عبد الھادی نے اپنے شیخ ابن تیمیہ سے روایت کیا ہے۔

لیکن ابن عساکر نے اپنی کتاب ''التحفہ'' میں روایت بیان کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر انور کو زیادہ مس کرنا مکروہ جانتے تھے۔

''العلل والسوالات'' جو عبداللہ بن احمد بن حنبل کی تصنیف ہے اس میں عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی (احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ جو کوئی قبر انور کو تبرک کے حصول کے لئے ہاتھ لگائے یا بوسہ دے اور نیت اس کی ثواب کی ہو تو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے! آپ نے فرمایا ''ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں'' لیکن بعض نے کہا ہے کہ یہ قول باطل ہے۔واللہ اعلم۔

سبکی نے کہا ہے کہ قبر انور کے چھونے کے منع ہونے پر اجماع نہیں ہے۔ دلیل کے طور پر یہ قول نقل کیا ہے۔اسے یحییٰ بن الحسن نے عمر بن خالد سے اور انہوں نے ابو کنانہ سے انہوں نے کثیر بن یزید اور انہوں نے مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ مروان بن حکم مسجد

نبوی ﷺ میں حاضر ہوا ایک آدمی منبر انور کے ساتھ چمٹا ہوا تھا مروان نے اسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور پوچھا جانتے ہو کیا کر رہے ہو۔ اس نے جواب دیا" ہاں جانتا ہوں میں مٹی اور پتھروں کے پاس نہیں آیا میں تو محبوب خدا ﷺ کے پاس آیا ہوں"۔

سبکی نے کہا ہے کہ وہ شخص جو قبر انور کے ساتھ چمٹا ہوا تھا وہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور ساتھ کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی مذکورہ سند درست ہو تو قبر انور کی دیوار کو چھونا مکروہ نہیں ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ واقعہ کو امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام احمد کے الفاظ یہ ہیں۔

مروان ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں آیا تو دیکھا کہ ایک شخص نے اپنا چہرہ قبر انور پر رکھا ہوا ہے۔ مروان نے اسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور پوچھا جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا" میں پتھروں کے پاس نہیں بلکہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اپنے آقا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس دین پر مت رونا جو" اہل" کے ہاتھوں میں چلا جائے بلکہ اس دین پر رونا جو نا اھل کے ہاتھوں میں چلا جائے۔ فصل اول میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ گذر چکا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قبر انور کے پاس آکر رونے لگے اور اپنا چہرہ قبر انور پر رکھ کر رگڑنے لگے۔

ابن عمر کا فیصلہ

خطیب بن جملہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قبر انور پر رخسار رکھا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا دایاں ہاتھ قبر انور پر رکھ کر فرمایا" بے شک محبت ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہے" اس سے ان کا ارادہ تعظیم کا تھا۔

ابن ابی الصیف اور المحب الطبری نے کہا ہے کہ صالحین کی قبور کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اسماعیل التیمی نے کہا کہ ابن المنکدر کو جب سخت پیاس لگتی تو قبر انور پر آکر اپنا رخسار قبر انور پر رکھ لیتے" ان پر اعتراض کیا گیا کسی نے ان کی طرف سے یوں جواب دیا کہ آپ قبر انور سے شفا حاصل کرتے تھے۔

قبر انور کے سامنے سلام کرتے وقت جھکنا بدعت ہے جبکہ جاہل اسے تعظیم سمجھتا ہے۔ اور قبر انور کے آس پاس کی زمین کو بوسہ دینا اس سے بھی برا ہے۔ عز بن جماعہ نے کہا ہے کہ اس کام کا مرتکب اتنا برا نہیں جتنا اس کام کے جواز کا فتویٰ دینے والا ہے کیونکہ وہ عالم ہو کر اس کام کو اچھا قرار دیتا ہے امام سمہودی فرماتے ہیں میں نے ایک قاضی کو دیکھا جو ماتھے کو زمین پر رکھ رہا تھا (سجدہ کر رہا تھا) اور عوام اسے دیکھ رہے تھے۔ تو پھر انہوں نے قاضی کی اتباع کی۔ (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)۔

زائر کو چاہیے کہ نماز میں نہ تو قبر انور کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ ویسے بھی پیٹھ کرنا درست نہیں۔
ابن عبد السلام نے کہا ہے کہ جب تو نماز کا ارادہ کرے تو قبر انور کی طرف نہ پیٹھ کرو اور نہ منہ۔ کیونکہ آپ کا بعد از وصال بھی ادب اسی طرح لازمی ہے جس طرح ظاہری زندگی میں تھا اور سر جھکائے رکھے جس طرح آپ کی محفل میں سر جھکایا جاتا تھا۔ اور ان باتوں کو ترک کرے جو باتیں آپ کی مجلس میں ترک کرنی ضروری ہے۔ لیکن اگر گفتگو کیے بغیر چارہ نہ ہو تو بارگاہ نبوی ﷺ سے ہٹ کر گفتگو کرنی چاہیے۔
اذرعی نے کہا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی قبور کے سامنے تبرک اور تعظیم کی خاطر نماز پڑھنے کے حرام ہونے پر سختی کرنی چاہیے۔

تتمہ

قبر انور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے بلکہ تمام قبور کے بارے میں یہی قول ہے۔ نووی نے ایک عجیب بات کہی ہے کہ قبر انور کے سر کی طرف نماز پڑھنا حرام اور باقی حصہ کی طرف مکروہ ہے۔ نیز جھال کا یہ فعل کہ صیحانی کھجور (کھجور کی ایک قسم) مسجد نبوی ﷺ شریف میں قبر انور کے قریب کھانا اور گٹھلی مسجد میں گرانا مناسب نہیں۔
آداب زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ زائر جب بھی قبر انور کے سامنے گذرے (چاہے مسجد کے باہر گذرے) تو کچھ دیر کیلئے کھڑا ہو کر سلام پیش کرے۔
ابو حازم نے بیان کیا ہے کہ ایک دن ایک آدمی میرے (ابو حازم) پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا۔" کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ ابو حازم سے فرما رہے ہیں کہ منہ موڑے میرے پاس سے گذر جاتے ہو کھڑے ہو کر سلام تک نہیں کرتے، اس خواب کے بعد ابو حازم نے زندگی بھر سلام ترک نہیں کیا۔
امام مالک سے پوچھا گیا آپ کا کیا خیال ہے کہ جب بھی انسان قبر انور کے پاس سے گذرے تو سلام پیش کرے۔ آپ نے فرمایا، ہاں البتہ جو نہ گذرے تو اس پر یہ لازم نہیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان کی جس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔
اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَ ثَنًا "الٰہی میں قبر کو بت کی طرح نہ بنانا"۔
اس کا مطلب یہی ہے کہ جب امتی اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے پاس نہیں آئے گا تو وہ بت کی طرح ہو جائے گی۔ اور انہی سے مسافر (جو مدینہ کے علاوہ کہیں سے آیا ہو) کے بارے میں

پوچھا گیا کہ مسافر جتنے دن یہاں اقامت اختیار کرے تو آیا وہ روزانہ آ کر سلام کیا کرے آپ نے فرمایا اتنا ضروری نہیں البتہ جس دن رخصت ہو رہا ہو اس دن ضرور آئے اور (الوداعی) سلام کرے۔
ابن رشد نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی قبر انور کے پاس سے گذرے تو سلام کرے لیکن صرف سلام کرنے کیلئے نہ گذرے۔ الوداعی ملاقات کے وقت ضرور سلام کرے۔ روزانہ آنا زیادہ گذرنا اور سلام کرنا مکروہ ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ میں آ کر قبر انور کے پاس سے گذرتے ہوئے سلام کرنا مسافروں کیلئے ضروری ہے۔ اہل مدینہ کیلئے ضروری نہیں (کرلیں تو حرج نہیں) اور جو کوئی سفر کا ارادہ کرے یا حج سے واپس آئے تو اس کے لیے قبر انور کے پاس کھڑا ہونے درود وسلام پیش کرنے اور سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کیلئے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ نہ تو سفر سے واپس آتے ہیں اور نہ اس کا ارادہ کرتے ہیں (نہ سفر پر جاتے ہیں) لیکن اس کے باوجود وہ دن میں کئی بار یا جمعہ کے دن آ کر سلام کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا ہمارے شہر کے فقہاء نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا ہے۔ اس کا ترک وسعت رکھتا ہے۔ اس امت کا وہی کام درست ہے جو اس کے پیش رو حضرات نے درست قرار دیا۔ میں نے اس امت کے پیش رو حضرات کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ البتہ جو سفر کا ارادہ کرے یا سفر سے مڑ کر آئے تو اس کیلئے حاضر ہونا اور سلام کرنا مکروہ نہیں۔

الباجی نے کہا ہے۔ اہل مدینہ اور باہر سے آئے ہوئے افراد میں فرق یہ ہے کہ باہر سے آئے ہوئے لوگ بارگاہ نبوی ﷺ میں سلام کی نیت کر کے آتے ہیں۔ اور اہل مدینہ وہاں اقامت کی وجہ سے اس کی نیت کر کے نہیں آتے۔

سبکی نے امام مالک کے مسلک کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے کہ زیارت النبی ﷺ قابل ثواب عمل ہے لیکن خدشات سے بچنے کیلئے زیادہ زیارت کرنا مکروہ ہے۔

لیکن مذاہب ثلاثہ نے اسے مستحب قرار دیا ہے اور مستحب عمل کی کثرت باعث خیر و برکت ہے۔

امام نووی کی روایت

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اذکار نووی میں تحریر کیا ہے۔ کہ اہل قبور کی زیارت کثرت سے کرنی چاہیے اور نیکوکاروں کی قبروں کے پاس زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں ہر رات پچھلے پہر مسجد نبوی ﷺ میں آتا اور قبر انور کے پاس آ کر سلام عقیدت پیش کرتا۔

ابن زبالہ نے عبدالعزیز بن محمد سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے ایک مدنی (مدینہ کا باشندہ) دیکھا جو محمد بن کیسان کے نام سے مشہور تھا۔ کہ وہ ہر جمعہ کی عصر کی نماز کے بعد قبر انور کے پاس آکر سلام و دعا میں مشغول ہوتا اور شام تک یہ سلسلہ جاری رکھتا۔ ابن ربیعہ کی محفل میں بیٹھے ہوئے لوگ تنقیدی انداز میں کہتے۔ ''یہ دیکھو کیا کر رہا ہے'' ابن ربیعہ فرماتے۔ ''اسے چھوڑ دو اِنَّمَا لِلْمَرْءِ مَانَوٰی'' آدمی کیلئے وہی کچھ ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔''

آداب زیارت میں سے صلوٰۃ وسلام کی کثرت ہے اور اگر زائر کے لیے ممکن ہو تو روزہ رکھے نیز مسجد نبوی ﷺ شریف میں کم از کم پانچ نمازیں باجماعت پڑھے۔ اور مسجد نبوی ﷺ کے اس حصہ میں جسے سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔ نماز نفل پڑھنے کی کوشش کرے۔ یا مسجد نبوی ﷺ کے دیگر مقدس مقامات میں کثرت سے نوافل پڑھے۔ مسجد نبوی ﷺ شریف ہی میں رہنا اور جب بھی داخل ہو تو نئے سرے سے نیت اعتکاف کرنا مستحب ہے۔ نیز وہاں راتیں گذارنے کی کوشش کرے چاہے ایک رات ہی کیوں نہ ہو اس میں عبادت کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرے۔

سعید بن منصور، ابن مخلد سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے دور کے لوگ تین مساجد (مسجد نبوی ﷺ، مسجد حرام اور بیت المقدس) میں آنے والوں اور وہاں ختم قرآن کرنے والوں کو پسند کیا کرتے تھے۔

مجد نے کہا ہے کہ روضہ انور کے گنبد کو دیکھنا بھی عبادت ہے جس طرح کعبہ مکرمہ کو دیکھنا باعث ثواب اور عبادت ہے۔ پس جب انسان مسجد نبوی ﷺ سے باہر ہو تو خوف اور حضور قلب کے ملے جلے جذبات سے گنبد خضریٰ کو دیکھے۔

آداب زیارت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب بھی زیارت النبی ﷺ سے فارغ ہو تو جنت البقیع میں آئے اور یوں کہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ

''اے مومنو! تم پر سلامتی ہو ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ الٰہی اہل بقیع کو بخش دے اور ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ فرما۔ ان کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کر۔ الٰہی ہمیں اور انہیں بخش دے''۔

برہان بن فرحون نے کہا ہے کہ سب سے پہلے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مزار سے شروع کرے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ وہاں مدفون حضرات میں سب سے افضل ہیں۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم ابن رسول علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے مزار سے شروع کرے۔ (اور سلام پیش کرتا جائے)۔

احناف میں سے فضل اللہ بن غوری نے فرمایا ہے کہ زائر جب جنت البقیع میں جانے کا ارادہ کرے تو باب البلد کی طرف سے آئے اور روضۂ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پھر جنت البقیع میں آکر حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کے روضہ کے پاس اپنی زیارت ختم کرے۔

باب البلد سے نکل کر (بقیع کی طرف آتے ہوئے) دائیں جانب سب سے پہلے آنے والا روضہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا ہے ان کو سلام کئے بغیر آگے گذرنا جفا ہے۔ پھر بالترتیب سلام کرتا جائے حتیٰ کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر اپنی زیارت کو ختم کرے۔ جنت البقیع میں اسماعیل مالک بن سنان رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت بھی کرے۔ یا دیگر وہ مقدس حضرات جو یہاں مدفون ہیں ان کی زیارت کرے۔ پھر شہداء احد کی مزارات پر آکر سلام کرے۔

احناف میں سے ابن ہمام نے کہا ہے کہ زائر جبل احد کی زیارت کو علی الصبح جائے تاکہ ظہر تک واپس مسجد نبوی ﷺ شریف لوٹ سکے۔ کیونکہ صحیح حدیث ہے کہ

أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

''احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اسے چاہتے ہیں''۔

شہداء احد میں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر سب سے پہلے حاضری دے (کیونکہ ان میں سب سے افضل آپ رضی اللہ عنہ ہیں) جمعرات کو وہاں جانا افضل ہے کیونکہ جمعہ کو وہاں حاضر ہونا اور جمعہ کی تیاری میں مشکل پیش آسکتی ہے۔

محمد بن واسع نے کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ''میتیں جمعہ، جمعرات اور ہفتہ کے دن آنے والوں کو جانتی ہیں۔

ہفتہ کے دن مسجد قباء آنا اور وضو کرنا (پھر نفل پڑھنا) مستحب ہے اور اس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ ایسے ہی ان مساجد میں جانا جو مشہور ہیں یا وہ مقامات جو آقائے دو عالم ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ یا وہ کنویں جن سے سرکار نے پانی پیا ہے یا وضو فرمایا ہے ان پر تبرک حاصل کرنے کی خاطر آنا مستحبات میں سے ہے۔ خلیل مالکی نے کہا ہے کہ ان مقامات کی زیارت کے لئے وقت نکالنا اس کیلئے ضروری ہے جو مدینہ پاک میں کافی دنوں کیلئے ٹھہر سکتا ہو۔ ورنہ وقت کی کمی کی صورت میں

مقامات مقدسہ کو دیکھنے کی بجائے افضل البشر ﷺ کے پاس ٹھہرنا ضروری ہے۔

ابن ابی جمرہ نے کہا کہ میں جب مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو سوائے نماز میں بیٹھنے کے اور کسی وقت بیٹھا نہیں۔ میں قافلہ کی روانگی تک کھڑا رہا اس دوران میرے دل میں بقیع جانے کا خیال پیدا ہوا۔ پھر میں نے سوچا اللہ کی رحمتوں کی برسات جس مقدار میں یہاں ہو رہی ہے وہاں ایسی نہیں۔ (لہٰذا آخری لمحات میں نے مسجد نبوی ﷺ میں گذارے)

امام سمہودی فرماتے ہیں۔ وہاں ٹھہرے رہنا اس کیلئے مستحب ہے جو مسجد نبوی ﷺ میں اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔ ورنہ مقامات مقدسہ کی طرف بہتر بھی ہے اور باعث نشاط بھی ہے۔

آداب زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ زائر اپنی اقامت کے دوران مدینہ کی عظمت اس سرزمین پر اللہ کے رسول ﷺ کا چلنا پھرنا اور جبرائیل امین کا وحی لیکر آنا یاد کرے اور جہاں تک ممکن ہو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سواری پر سوار ہونے سے گریز کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ۔مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں اس سرزمین کو گھوڑے کے قدموں سے روندھوں جس پر اللہ کا محبوب محو آرام ہو۔ یا میری سواری اس جگہ قدم رکھے جہاں سرکار ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں۔

مدینہ میں اپنی مدت اقامت کے دوران اپنے نفس کو خوف، تعظیم اور رحمت کی عادت ڈالنے کے ساتھ اپنی آواز کو پست رکھے کیونکہ اللہ کا فرمان عالیشان ہے۔

الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ...... ''اپنی آوازوں کو پست کرنے والے''۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے کاش میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہایت پست آواز میں گفتگو کرتا۔

زائر کو چاہیے کہ مدینہ پاک کے باسیوں خصوصاً مدینہ شریف کے علماء، نیکوکار صاحب حسب و نسب، خدام اور حسب مرتبہ خواص و عوام تمام کیلئے بالترتیب محبت و پیار کا اظہار کرے۔ اور پھر مذکورہ شخصیات کے علاوہ جو بھی وہاں ہے وہ سرکار دو عالم ﷺ کا پڑوسی ہے۔ تمام پڑوسی آپس میں برابر ہیں۔ لہٰذا نبی ﷺ کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے زائرین کا احترام بھی کرے اور ان کے لئے دل میں محبت کے جذبات بھی بیدار کرے۔

علماء نے کہا ہے کہ مستحب ہے کہ ممکن حد تک اہل مدینہ پر صدقہ کرے اور سرکار دو عالم ﷺ کی آل کے ساتھ احسان کرے کیونکہ حدیث مسلم ہے۔

اُذَكِّرُكُمُ فِي اَهْلِ بَيْتِيْ

میں اہل بیت کے ساتھ (احسان کی) نصیحت کرتا ہوں۔

زائر کیلئے گنبدِ خضریٰ کے قریب (اگر ممکن ہو) رہائش رکھنی مستحب ہے۔ لیکن ادب، کشادہ دلی، اور فرحت وانبساط کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ عاجزی، دعا اور پڑوسِ نبی میں رہائش ملنے پر بارگاہ ربوبیت میں سراپا شکر بنے کہ اس ذات نے آج جیتے جی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ یہاں رہتے ہوئے جو غلطی سرزد ہو فوراً اس کا اعتراف کرتے ہوئے غلطی کا فوری ازالہ کرے۔ اہل مدینہ کیلئے مسائل پیدا نہ کرے۔ مثلاً وہاں کسی سے صدقہ وصول نہ کرے (جو وہاں کے رہنے والوں کا حق ہوتا ہے) البتہ اگر محتاج ہو تو بقدرِ ضرورت لے سکتا ہے۔ کسی کو دھمکی وغیرہ بھی نہ دے۔ حتی کہ امامت، اذان، تدریس یا حرم نبی ﷺ میں خدمت کا پیشہ تک اختیار نہ کرے۔ (کیونکہ یہ اہل مدینہ کا حق ہے) اگر بہت ہی ضرورت مند ہو تو پھر ایسا کر سکتا ہے۔

الوداعی ملاقات

زائر جب اس روحانی منظر کو چھوڑنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مسجد نبوی ﷺ الشریف میں سرکار دوعالم ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ یا اس جگہ کے آس پاس کہیں دو رکعت نفل کے ساتھ الوداع کہنا مستحب ہے۔ بعد از نماز حمد وصلاۃ وسلام پڑھے اور یوں دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ فِی سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

"الٰہی میں اس سفر مبارک میں تجھ سے بھلائی تقوی اور جن کاموں کو تو پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے ان کا طلبگار رہوں"۔

پھر اپنی پسندیدہ مانگنے کے بعد "اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ بِهٰذَا الْمَحَلِّ الشَّرِيْفِ"

"الٰہی میری اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنانا (بار بار یہاں آنے کی توفیق عطا فرما)"۔

دعا کے آخر میں حمد وصلوٰۃ وسلام پڑھے۔

پھر قبر انور کے قریب آئے اور گذشتہ دعاؤں کی طرح دعا کرے اور آخر میں یوں عرض کناں ہو۔

نَسْأَلُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَسْأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ لَا یَقْطَعَ آثَارَنَا مِنْ زِیَارَتِكَ وَاَنْ یُعِیْدَنَا سَالِمِیْنَ وَاَنْ یُبَارِكَ لَنَا فِیْمَا وَهَبَ لَنَا وَیَرْزُقَنَا الشُّكْرَ عَلٰی ذٰلِكَ

"یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ ہمارے یہاں آنے کے امکان کو معدوم نہ کرے اور دوبارہ ہمیں صحت اور سلامتی کے ساتھ یہاں لے آئے اور

ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائے نیز ہمیں اللہ کی عنایات پر شکر کرنے کی توفیق نصیب ہو"۔

پھر محمد عربی ﷺ کے رب سے مخاطب ہو کر دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ آخِرَ الْعَھْدِ بِحَرَمِ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَضْرَتِہٖ الشَّرِیْفَۃِ وَیَسِّرْلِی الْعَوْدَ اِلَی الْحَرَمَیْنِ سَبِیْلًا سَھْلَۃً وَارْزُقْنِی الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

"الٰہی اپنے رسول مکرم ﷺ کی بارگاہ میں میری اس حاضری کو آخری نہ بنا دوبارہ مجھے حرمین شریفین میں آنے کا موقع عطا فرما۔ الٰہی مجھے دنیا و آخرت میں معافی عطا فرما"۔ (آمین)

کرمانی نے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد الوداع ہونے کا قول کیا ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کسی منزل سے کوچ فرماتے تو دو رکعت نفل کے بعد کوچ فرماتے۔ لیکن اوپر مذکور قول (نفل کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری) زیادہ مشہور ہے۔

پھر زائر چلا آئے اور جن برکات سے محروم ہو رہا ہے ان پر آنسو بہائے نیز اپنے ہادی علیہ السلام کی جدائی پر دکھ کا اظہار کرے اسی وقت اہل محبت کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں لگ جاتی ہیں۔ اور ان کے دلوں سے آہیں نکلتی ہیں۔ وہ ساتھ دوبارہ یہاں آنے کی امید بھی کرتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اَحِنُّ اِلٰی زِیَارَۃِ حَتّٰی لَیْلٰی
وَعَھْدِی مِنْ زِیَارَتِھَا قَرِیْبُ

وَکُنْتُ اَظُنُّ قُرْبَ الدَّارِ یُطْفِی
لَھِیْبَ الشَّوْقِ فَازْدَادَ اللَّھِیْبُ

میں لیلیٰ (محبوب) کے مکان کی زیارت کیلئے بے چین ہوں اور یہ موقع عنقریب آنے والا ہے۔ میرا خیال تھا کہ محبوب کے مکان کی نزدیکی آتش شوق کو بجھا دیں گی لیکن (یہاں آکر) اس آگ کے شعلہ میں تو اور تیزی آگئی۔

مدینہ سے آتے وقت حرم مدینہ کی مٹی وغیرہ لے جانے کی بجائے ایسی چیز یہاں سے اپنے گھر والوں اور دوستوں کیلئے لے جائے جس سے یہ لوگ خوش ہوں۔ مثال کے طور پر مدینہ کے پھل اور وہاں کے بابرکت کنوؤں (چشموں) کا پانی۔

مدینہ سے نکلتے وقت زائر کو چاہیے کہ کچھ صدقہ کرے نکلتے وقت متقی بننے اور ایسے کام کرنے کا

عہد کرے جن سے قیامت کے دن اللہ اور اس کا رسول ﷺ دونوں خوش ہوں۔ اور باہر آ کر گناہوں سے مکمل طور پر بچنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ بیماری کا دوبارہ لوٹ آنا (پہلی) بیماری سے سخت ہے۔

(وعدہ کرنے کے باوجود دوبارہ گناہ میں پڑنا برا ہے) اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کی حفاظت کرے اور گناہ گار و بددیانت نہ بنے۔

''پس جس نے وعدہ خلافی کی تو اس نے اپنے نفس کے خلاف وعدہ خلافی کی (نفس کو نقصان پہنچایا) اور جس نے اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کی پاسداری کی تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا''۔(الایۃ)

تیسرا باب

فصل ثالث

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریف اور روضۂ پاک و منبر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالیشان ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ

یقیناً جس مسجد کی بنیاد ہی تقویٰ پر رکھ دی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس میں کھڑے ہوں (اور نماز پڑھیں)

صحیح مسلم میں سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے گھر میں تھے۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کونسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھ دی گئی ہے؟ آپ نے مٹی سے مٹھی بھر کر زمین پر پھینکی اور فرمایا'' یہ آپ کی مسجد جو مدینہ میں ہے۔''

یعنی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریف کی بنیاد تقویٰ پر رکھ دی گئی ہے۔

امام احمد و ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت بیان کی ہے۔ کہ دو صحابیوں کا اختلاف پڑ گیا کہ مسجد نبوی و مسجد قباء میں سے کونسی افضل ہے۔ یہ دونوں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' افضل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔ (بہت برکت والی ہے) حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ افضل مسجد سرکار کی مسجد ہے کیونکہ آپ اسی مسجد میں نماز کیلئے کھڑے ہوتے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا

اے محبوب! یہ لوگ آپ کو کھڑا چھوڑ کر (چلے جاتے ہیں)۔ آپ اسی مسجد میں تو کھڑے ہوئے تھے امام سمہودی فرماتے ہیں کہ مسجد قباء کی بنیاد تقویٰ پر ہے لیکن سرکار نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد قباء پر فضیلت دے کر اسے امتیازی شان عطا کی۔ اور مسجد قباء کے بارے میں بھلائی کا ذکر فرما دیا۔

صحیحین کی ایک حدیث گذر چکی ہے جس میں فرمایا گیا کہ سفر مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیت

المقدس کی طرف کیا جائے۔ صحیحین ہی کی ایک اور حدیث شریف ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں پڑھی گئی ایک نماز بقیہ مساجد (سوائے مسجد حرام کے) میں پڑھی گئی ایک ہزار نمازوں پر بھاری ہے۔ مسلم نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے "میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد تمام مساجد انبیاء میں سے سب سے آخری مسجد ہے۔ تمام انبیاء کی مساجد میں پڑھی ایک لاکھ نمازیں میری اس مسجد کی ایک نماز کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ البتہ مسجد حرام کی نماز فضیلت میں بیت المقدس میں پڑھی گئی ایک ہزار نمازوں پر بھاری ہے۔ اس کی تائید طبرانی کی ذکر کردہ حدیث بھی کرتی ہے جسے آپ نے ثقہ راویوں کے ذریعہ سے "الکبیر" میں روایت کیا ہے کہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (آپ رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں سے ہیں) کہ ایک روز میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور بیت المقدس جانے کی اجازت مانگی۔ سرکار ابد قرار ﷺ نے پوچھا "تجارت کی غرض سے جا رہے ہو؟" میں نے عرض کی نہیں میرے آقا! وہاں نمازیں پڑھنے جا رہا ہوں۔ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا "مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز بیت المقدس کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔"

بزار ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سفر کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے پوچھا "کہاں کا ارادہ ہے؟" اس نے عرض کی "بیت المقدس کا" آپ نے فرمایا مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز بقیہ تمام مسجد (سوائے مسجد حرام کے) میں پڑھی گئی ہزار نمازوں پر بھاری ہے۔ یحییٰ وغیرہ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس شخص کی وضاحت کی ہے کہ وہ سیدنا ارقم رضی اللہ عنہ تھے۔

ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں ایک نماز باقی تمام مساجد (سوائے مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ کے) میں پڑھی گئی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ اور مسجد نبوی ﷺ میں پڑھی گئی ایک نماز باقی تمام مساجد میں پڑھی گئی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے سوائے بیت المقدس کے اس مسجد کی ہزار نماز سے مسجد نبوی ﷺ کی ایک نماز افضل ہے۔ مسجد حرام کے علاوہ یعنی ان دونوں کے علاوہ باقی مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے) واللہ اعلم۔

امام سمہودی نے تینوں مساجد میں ثواب کی کثرت کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ کثرت فرائض ونوافل ہر دو میں پائی جاتی ہے۔ امام نووی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ مالکیہ میں سے طحاوی وغیرہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

احیاء میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں جس طرح نماز کے ثواب میں اضافہ منقول ہے اسی طرح مدینہ میں ہر نیک عمل کا

ثواب ہزار گنا زیادہ دیا جاتا ہے۔ مالکیہ میں سے ابو سلیمان داؤد الشاذلی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔
اس کی تائید بیہقی کی روایت کردہ حدیث شریف سے ہوتی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے۔ کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز بقیہ مساجد (مسجد حرام کے علاوہ) میں پڑھی گئی ہزار نمازوں پر بھاری ہے۔ یہاں پڑھا گیا ایک جمعہ سوائے مسجد حرام کے بقیہ تمام مساجد کے ہزار جمعوں پر بھاری ہے اور یہاں رکھے گئے ایک ماہ کے روزے مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں رکھے گئے ہزار ماہ کے روزوں سے افضل ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔
نووی نے کہا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں ثواب کی کثرت کا تعلق زمانہ رسالت کے ساتھ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ''فِي مَسْجِدِ هٰذَا'' میری اس مسجد میں...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار کی طرح نسبت سے ظاہری زندگی تک مسجد کی افضلیت ہے۔
لیکن امام سمہودی نے کہا ہے کہ ''مسجد ہذا'' سے مدینہ کی باقی مساجد کا نکالنا تھا کہ یہ ثواب مدینہ کی بقیہ مساجد میں نہیں بلکہ اس مسجد کے ساتھ مخصوص ہے جس کے ساتھ میری نست ہے۔ اور یہ نسبت تا ابد ہے۔
امام مالک سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا'' اس مسجد کی یہ فضیلت تا ابد الآباد (ہمیشہ) تک ہے کیونکہ سرکار نے جو خبر دی ہے (کثرت کی) وہ مستقبل کے بارے میں ہے اگر صرف زمانہ رسالت تک یہ فضیلت ہوتی تو خلفاء راشدین کے زمانہ میں جو حضرات زیادہ ثواب کے حصول کیلئے آتے خلفاء راشدین ان کو منع فرماتے۔ (بلکہ وہ تو ان روایات کی روایت کی اجازت بھی نہ دیتے جن میں کثرت ثواب کا ذکر ہے)
لیکن ان حضرات میں سے کسی کی طرف سے بھی ایسا کوئی عمل منقول نہیں۔ پھر امام سمہودی نے بہت ساری احادیث اور علماء کے اقوال کثرت ثواب کے ثبوت کیلئے پیش کئے ہیں۔ شیخ تقی الدین نے بھی کہا ہے کہ علماء متقدمین کا بھی یہی مسلک رہا ہے۔ اور سیدنا عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے مسجد کی توسیع بجانب قبلہ فرمائی۔ اب اس حصہ کا بھی یہی حکم ہے جو حکم مسجد کے پہلے حصہ کیلئے تھا۔ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی مسلک مشہور سے اختلاف نہیں کیا۔ امام نووی نے جو اختلاف کیا ہے تو اس کے بارے میں محب طبری کا قول ہے کہ امام نووی نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔
طبرانی نے ''الاوسط'' میں اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک سے روایت ہے جس نے چالیس نمازیں لگاتار مسجد نبوی ﷺ میں پڑھیں تو اس کیلئے آگ کے عذاب

سے اور منافقت سے خلاصی لکھی جائے گی۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ تم میں سے جب بھی کوئی گھر سے نکل کر میری مسجد کی طرف آتا ہے تو کسی کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور کسی کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یحییٰ نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسجد نبوی ﷺ میں اچھی چیز سیکھنے کے لئے، بھلائی سکھانے یا اللہ کا ذکر کرنے کیلئے داخل ہوا تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور یہ فضیلت کسی اور مسجد کیلئے نہیں ہے۔

یحییٰ اور ابو سعید المقبری دونوں نے ثقہ راویوں سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ ''میں نہیں سمجھتا کہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں جائے نماز نہ بنائی ہو'' صحابہ نے عرض کی، ہاں یارسول اللہ ﷺ (ہمارے گھروں میں نوافل وغیرہ پڑھنے کیلئے ایسی جگہیں ہیں) آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر تم لوگ گھروں میں نمازیں پڑھنا شروع کر دو گے تو اپنے نبی (ﷺ) کی مسجد میں آنا چھوڑ دو گے اور جب تم مسجد میں آنا چھوڑ دو گے تو سنت کے تارک بن جاؤ گے اور جب سنت کے تارک بن جاؤ گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

صحیحین میں عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ارشاد پاک ہے کہ ''میرے حجرہ اور منبر کا درمیانی علاقہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ امام بخاری کی ذکر کردہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' میرا منبر حوض (کوثر) پر ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں یہ آیا ہے کہ سرکار نے فرمایا میری قبر (مبارک) اور منبر حوض پر ہیں۔

ابو داؤد بن حبان اور حاکم نے ایک صحیح حدیث بیان کی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا اگرچہ وہ تر مسواک پر ہی کیوں نہ ہو تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیے۔ یا فرمایا اس کیلئے دوزخ واجب ہو گئی۔

امام نسائی نے ثقہ راویوں سے ابو امامہ ابن ثعلبہ سے روایت کی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا'' جس نے میرے اس منبر کے پاس ایسی جھوٹی قسم کھائی جس کے ذریعے کسی مسلمان کے مال کو بٹورا ہو تو اس پر اللہ اس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی نماز چاہے فرائض یا نوافل قبول نہ ہوں گے۔

طبری نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا میرا منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کے اوپر ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ اور منبر کا درمیانی علاقہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا'' میرے حجرہ اور سجدہ گاہ کا

درمیانی علاقہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ سجدہ گاہ سے مراد پوری مسجد نبوی ﷺ ہے۔ لیکن بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عید گاہ مدینہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حدیث شریف کے راوی طاہر بن یحییٰ روایت کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ میرے والد گرامی نے بہت سارے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ جب سعد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پاک کو سن لیا تو انہوں نے مسجد اور عید گاہ کے درمیان دو گھر بنا لئے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ جو ابن شبہ نے جناح النجار سے روایت کی ہے بیان کرتے ہیں کہ میں (جناح النجار) ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مکہ کی طرف جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا آپ کی رہائش گاہ کہاں ہے میں نے کہا'' بلاط'' میں تو انہوں نے کہا کہ وہیں رہائش رکھ کیونکہ میں نے اپنے والد گرامی کو اور انہوں نے سید المرسلین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری مسجد (نبوی) اور جائے نماز (عید گاہ) کا درمیانی علاقہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ بلاط مسجد نبوی ﷺ اور عید گاہ تک پھیلا ہوا علاقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ ساری جنت کا باغ ہے۔

''الفتح'' میں حافظ ابن حجر سے روایت ہے کہ روز قیامت یہ ٹکڑا جنت کی طرف منتقل کیا جائے گا اور یہ بھی جنت کے باغوں میں سے ہو جائے گا۔ یا اس ٹکڑا کو مجازاً جنت کا باغ کہا گیا ہے کیونکہ یہاں عبادت کرنے کی وجہ سے عابد جنت کے باغوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن ابن حجر نے علماء کے اس دوسرے قول سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صفت صرف اسی ٹکڑے کیساتھ خاص نہیں (یوں تو زمین کا ہر ٹکڑا عابد کو جنت میں لے جاتا ہے۔ تو وہ ریاض الجنۃ ہو جائے گا؟)

جو حدیث اس کے بارے میں وارد ہوئی ہے وہ اس ٹکڑے کو دیگر حصوں پر فضیلت دینے کیلئے ہے کیونکہ اس مقدس زمین کے اوپر سرکار ابد قرار ﷺ زیادہ چلتے رہے نیز سرکار کے روضۂ عظمیٰ کے قریب ہونے کی وجہ سے یہ ٹکڑا زمین ممتاز ہو گیا۔

امام سمہودی نے علماء کے اس حصہ کے متعلق اقوال ذکر کئے ہیں کہ بعض نے اسے ''مَجَازًا رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'' کہا ہے بعض نے اس کا رد کیا ہے اور بعض نے دونوں صورتوں کو درست قرار دیا ہے۔ پھر سمعانی کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کو فضیلت دی ہے تو اس میں کیا جانے والا عمل ثواب کثیر کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے روضہ قرار دیا ہے دیکھو آپ ﷺ نے ساری مسجد کو جنت کا باغ قرار دیا ہے (کیونکہ ساری مسجد میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے) لیکن مشہور یہ ہے کہ حجرۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی روضہ (جنت کا باغ) ہے۔ کیونکہ

روایت میں منبر اور قبر انور کے درمیانی علاقہ کو جنت کا باغ قرار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ آپ کی قبر انور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں ہے اس لئے یہی حصہ ہی جنت کا باغ ہے۔

خطیب ابن جملہ نے کہا ہے اگر روضہ شریف کی شمالی دیوار سے منبر کی قبلہ کی جانب تک کے فاصلہ کو جنت کا باغ قرار دیا جائے تو پھر یہ باغ لمبائی میں ہوگا اور اگر منبر اور رضہ کو دو حدیں مقرر نہ کی جائیں بلکہ منبر سے روضہ تک کا فاصلہ جنت کا باغ قرار دیا جائے تو باغ مربع ہوگا کیونکہ منبر شریف روضۂ انور کے بالکل سیدھ میں نہیں بلکہ کچھ قبلہ کی جانب ہے۔

زین مراغی نے کہا ہے کہ جنت کا باغ صرف یہی حصہ نہیں بلکہ اس میں سرکار دو عالم ﷺ کے تمام مکانات (جو بجانب شام ہیں) شامل ہیں۔ اور اسی جگہ میں بھی ایک ''مسجد'' تھی جو سرکار دو عالم ﷺ کے حیات ظاہری میں آخری مسجد تھی۔ (اس لئے آپ نے ''مسجدی وقبری'' فرمایا ہے) ان کے نزدیک ساری زمین جو اس مسجد اور روضہ انور کے درمیان ہے جنت کا باغ قرار دی جائے گی۔

ابن زبالہ نے عبد العزیز بن ابی حازم اور نوفل بن عمارہ سے روایت بیان کی ہے کہ منبر شریف سے قبر انور تک جو آقائے دو عالم ﷺ کا حجرہ تھا ان کے درمیان تقریباً چون گز کا فاصلہ ہے۔ ابو غسان سے ترپن گز اور ابن جماعہ سے باون گز کا فاصلہ منقول ہے۔

امام سمہودی نے باب ثالث میں مدینہ شریف میں رہنے والی قوموں کے حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ یہاں جلوہ افروز ہوئے۔

اس باب کی چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں طوفان کے بعد رہائش اور پھر یہودیوں اور نصاری کی رہائش کا ذکر ہے۔ اور ان کا شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں اوس اور خزرج دو قبیلوں اور ان کے درمیان لڑائیوں کا ذکر ہے تیسری فصل میں اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عزت بخشی مثلاً بیعت اولی اور ثانیہ نیز سرکار علیہ السلام کی یہاں ہجرت اور قباء میں قیام وغیرہ کا ذکر ہے اور چوتھی فصل میں حضور پاک ﷺ کا مدینہ شریف میں تشریف لانا اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرنا اور ہجرت کا کچھ ذکر ہے۔ چونکہ مذکورہ تمام چیزیں سیرت کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں اس لئے میں (یوسف بن اسمٰعیل) نے انہیں نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

چوتھا باب

مسجد نبوی ﷺ اور مقدس حجروں کی تعمیر کے بارے میں

اس میں سولہ فصل ہیں۔

فصل اول

پہلی فصل حضور ﷺ کے مسجد نبوی ﷺ کو تعمیر کرنے اور پھر اس میں اضافہ کے بارے میں ہے۔ روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ کی اونٹنی مسجد نبوی ﷺ کے دروازے کی جگہ کے پاس بیٹھ گئی حضور ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ یہیں ہم اتریں گے۔ اور

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنِ

''الٰہی مجھے برکت والی جگہ پر اتار بے شک تو بہترین اتارنے والا ہے) پڑھتے ہوئے اترنے لگے''۔

یہ جگہ دو انصاری یتیم بچوں کی ملکیت تھی اور یہاں کھجوریں خشک کی جاتیں تھیں۔

یحیٰ محمد بن یحیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم تک جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق مسجد نبوی ﷺ کی حد (اول) قبلہ سے شام کی جانب چون گز اور گز کا چھٹا حصہ اور مشرق سے مغرب کی جانب تریسٹھ گز ہے۔ امام سمہودی کہتے ہیں کہ یہ حد بندی اس دور کی ہے جب سرکار ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ میں اضافہ نہیں فرمایا تھا۔ پھر اضافہ کے بعد ایک روایت کے مطابق ہزار گز تک توسیع کی گئی۔

فصل ثانی

دوسری فصل تحویل قبلہ (بیت المقدس کی بجائے کعبہ کا قبلہ ہونا) سے پہلے اور مابعد حضور ﷺ کا نماز کیلئے کھڑے ہونے کی جگہ کے بارے میں ہے۔

ابن زبالہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''اسطوانہ مخلقہ'' کو پیٹھ کے پیچھے رکھ کر اور باب آل عثمان کے دائیں طرف حضور ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ تھی۔ یعنی باب آل عثمان جسے آج کل باب جبریل کہا جاتا ہے اسے دائیں طرف رکھ کر صحن مسجد میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔ حضور ﷺ نے تحویل قبلہ کے بعد اس جگہ کھڑے ہو کر تقریباً دس دن فرض نماز پڑھاتے رہے پھر محراب کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے رہے اسی لئے ابن زبالہ نے اسے اسطوانۃ النبی

ﷺ کا نام دیا ہے یہ وہ ستون ہے جس کی طرف منہ کر کے آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور ﷺ کی جائے نماز مقرر نہیں ہوئی تھی۔

ابن مالک نے بیان کیا ہے کہ وہاں ''موجود'' کھجور کا تنا سامنے اور منبر شریف کو دائیں جانب رکھ کر کھڑے ہونے کی جگہ ہی وہ مخصوص جگہ ہے۔

مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ حجاج نے ہر شہر کے مرکز میں قرآن پاک کا ایک ایک نسخہ بھیجا۔ مدینہ شریف میں جو نسخہ بھیجا گیا اسے ایک صندوق میں حضور ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ جو ستون ہے اس کے دائیں طرف رکھ دیا گیا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صندوق کا اس مقام پر رکھا جانا قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ جس طرح صحیح میں یزید بن عبید سے روایت ہے۔

کہ میں سلمہ بن اکوع کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا، سلمہ قرآن کے اس نسخہ والے صندوق کے قریب ستون کے پاس نماز پڑھتے۔ میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا آپ یہاں نماز پڑھنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ یہاں نماز پڑھتے۔ مذکورہ احادیث میں جس ستون کا ذکر آیا ہے اس سے مراد وہ ستون ہے جو نبی مکرم ﷺ کی جائے نماز کے پاس ہے۔ اسی لئے مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں نوافل پڑھنے کیلئے بہترین جگہ اسی ستون کے ساتھ والی جگہ ہے۔ جبکہ فرائض کیلئے پہلی صف بہترین جگہ ہے۔

حضور ﷺ کے زمانہ پاک اور اس کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں مسجد نبوی ﷺ کیلئے محراب نہیں تھا اسے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کروایا۔ حد درجہ احتیاط سے کام لیا۔ ابن زبالہ کے مطابق عمر بن عبدالعزیز نے جب محراب کی تعمیر کا ارادہ کیا تو مدینہ کے مہاجر و انصار میں سے سرکردہ افراد کو بلوایا۔ اور ان سے کہا قبلہ کی طرف والی دیوار کی بنیاد ظاہر کرو۔ (تاکہ اس بنیاد پر نئی دیوار رکھی جاسکے) تاکہ تم بعد میں یہ نہ کہنا کہ عمر نے ہمارے قبلہ کو تبدیل کر دیا (انہوں نے تعمیر کرتے وقت قبلہ کی سمت تبدیل کر لی) پس آپ جہاں سے پتھر اٹھاتے اس کی جگہ نیا پتھر رکھتے (اور یوں پرانی بنیادوں پر نئی دیوار بلند ہوئی)۔

مطری نے کہا ہے کہ قبلہ کی جانب دیوار اول سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کے بالکل سامنے تھی۔ کیونکہ روایت ہے کہ مصلیٰ نبی ﷺ پر کھڑے ہونے کے بعد منبر شریف دائیں کندھے کے برابر ہو جاتا ہے۔ پس مصلیٰ رسول اللہ ﷺ میں بالاتفاق تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ صندوق جو مصلیٰ نبی ﷺ کے سامنے ہے اسے کھڑے ہونے کی جگہ یا ستونوں کے درمیان سترہ قرار دیا گیا ہے۔

اقشہری کا گمان کہ مذکورہ صندوق حضور ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ کے پاس ہے اور آج کل امام اس کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے غلط ہے۔

محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی سجدہ گاہ اور قبلہ کی جانب دیوار جس میں آج کل محراب ہے کے درمیان بیس گز سے کچھ زائد فاصلہ تھا اور یہی وہ اضافہ ہے جو حضور ﷺ وصال کے بعد کیا گیا ہے۔

امام نووی نے مناسک میں کہا ہے کہ نمازی جب منبر شریف کے ستون کو دائیں جانب اور صندوق کے پاس والے ستون کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوگا تو یہی جگہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

اِمام سمہودی نے کہا ہے کہ قبلہ کی جانب محراب میں توسیع کی گئی ہے اس کی لمبائی میں اضافہ کیا گیا ہے "دوبارہ آگ لگنے" کے بعد مصلّٰی نبی ﷺ کے سامنے رکھے گئے صندوق کی جگہ بھی تبدیل کی گئی ہے اور سامنے والا وہ حصہ جس میں محراب تھی وہ مصلّٰی نبی ﷺ سے کچھ بلند تھا پس جو کوئی اس محراب کے سامنے نماز پڑھے گا تو اصل مصلّٰی شریف اس کے دائیں جانب ہوگا اور جو کوئی مصلّٰی نبی ﷺ پر کھڑا ہونے کی خواہش کرے گا تو اسے چاہیے کہ وہ منبر شریف کو دائیں جانب رکھ کر کھڑا ہو۔ میں نے (سمہودی نے) اس طرف اور منبر شریف کے درمیانی فاصلہ کو ناپا ہے یہ تقریباً چوبیس گز اور ایک بالشت ہے۔ یہی فاصلہ ابن زبالہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

تیسری فصل

کھجور کے تنے (منبر سے پہلے اس کی طرف حضور ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے) اور منبر شریف کے بارے میں ہے اور اسی میں ستونوں کا بھی ذکر ہے۔

چوتھی فصل

حضور ﷺ کے حجرۂ ہائے مقدسہ اور بنت الرسول ﷺ کے حجرہ کے بارے میں ہے۔

پانچویں فصل

مسجد نبوی ﷺ کے دروازوں کے بارے میں ہے۔

چھٹی فصل

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی شریف میں اضافہ کے بارے میں ہے۔

ساتویں فصل

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی ﷺ میں اضافہ اور حجرۂ مقدسہ کو مسجد میں داخل کرنے کے بارے میں ہے۔

آٹھویں فصل

ولید کے اضافہ، محراب کی تعمیر اور مینار وغیرہ کی تعمیر کے بارے میں اور جنازوں کو مسجد میں لانے سے منع کرنے کے بارے میں ہے۔

نویں فصل

مہدی کے اضافہ کے بارے میں ہے۔

دسویں فصل

اس حجرۂ مقدسہ کے بارے میں ہے۔ جس مین حضور انور ﷺ کی قبر انور اور آپ کے یاروں کی قبریں ہیں۔ اسی فصل میں قبروں کے اردگرد دیوار اور قبور مقدسہ کی کیفیت کا ذکر ہے۔

پچھلے صفحات میں مذکور ہے کہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر اول کے ساتھ ہی حجرہ مقدسہ کو تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کی تعمیر کچی اینٹوں اور کھجور (کے پتوں سے صاف کی ہوئی) ٹہنیوں سے کی گئی تھی۔ اس کی چھت بالو ل کے ٹاٹ سے ڈھانپی گئی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجرۂ مقدسہ کے سامنے چھوٹی سی دیوار تعمیر کروائی اور اسے دوبارہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تعمیر کروایا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نوخیز جوان تھا اور حضور ﷺ کے تمام گھروں میں داخل ہوکر چھت کو ہاتھ لگایا کرتا تھا اور ان گھروں کی چھتیں کھردری گھاس اور (جانوروں کے) بالوں سے بنی ہوئیں تھیں۔

ابن عساکر داؤد بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ حجرۂ انور اور اس کے دروازے کے درمیان چھ یا سات گز کا فاصلہ لمبائی میں اور اونچائی میں تقریباً آٹھ نو گز کا فاصلہ تھا۔ اور باب عائشہ رضی اللہ عنہا مغرب کی جانب تھا۔ لیکن فصل رابع میں گذرا ہے کہ وہ شام کی جانب تھا۔ ابن عساکر ابوفدیک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن ہلال سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا دروازہ شام کی طرف تھا اور اس کا ایک کواڑ تھا جو ساگوان کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اسی لئے ابن عساکر نے کہا ہے کہ یہ دروازہ شام کی جانب تھا اور اس پر اس وقت تک تالا نہیں تھا جب تک سیدہ عائشہ بقید حیات تھیں۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ درحقیقت اس حجرۂ مقدسہ کے دو دروازے تھے ایک شام کی جانب اور دوسرا مغرب کی جانب تھا۔

ابن زبالہ نے کہا ہے کہ حجرۂ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے درمیان ایک راستہ تھا اور یہ دونوں باہمی تعلق کی بناء پر اپنے اپنے گھر میں کھڑے ہو کر گفتگو کیا کرتیں تھیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان آل عمر کی کھڑکی کے دائیں جانب تھا آج کل اس مکان کی جگہ لوگ کھڑے ہو کر قبر انور کی زیارت کرتے ہیں۔

ابن زبالہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ جب تک سرور کائنات ﷺ اور میرے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے حجرۂ میں محو آرام تھے تو میں بے اوڑھنی حجرۂ مقدسہ میں حاضر ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو میں پردے کا اہتمام کرتی یہاں تک کہ میرے اور قبور مقدسہ کے درمیان دیوار تعمیر کی گئی۔

مطلب سے روایت ہے کہ لوگ (حصول برکت کی خاطر) قبر انور کی مٹی اٹھا لیتے تھے یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر انور کے سامنے دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس میں ایک سوراخ رکھا لوگ پھر اس سوراخ میں سے مٹی حاصل کرتے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بھی بند کرنیکا حکم دیا۔

طبقات ابن سعد میں موسیٰ بن داؤد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ کے دو حصے تھے۔ ایک وہ حصہ جس میں سیدہ عائشہ رہائش پذیر تھیں اور دوسرا وہ حصہ جس میں قبر انور تھی دونوں حصوں کے درمیان دیوار تھی سیدہ عائشہ اکثر قبر انور کے پاس حاضر ہوتیں تو پردے کا اہتمام نہ کرتیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد آپ خوب پردے کا اہتمام کر کے حاضر ہوتیں۔

ابن شبہ ابو غسان سے روایت کرتے ہیں کہ سرور دو عالم ﷺ کی قبر مبارک پہلے ظاہر تھی یہاں تک ولید کے دور خلافت میں عمر بن عبدالعزیز نے اس کے اوپر کوہان نما پردہ تعمیر کروایا۔ تا کہ قبر انور کعبہ مشرفہ کی طرح مربع نہ رہے اور اسے قبلہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے لوگ نماز پڑھنا شروع نہ کریں۔

عروہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ اس بات پر خوب بحث کی کہ قبر انور مسجد کے اندر نہ ہو۔ لیکن آپ نہ مانے اور فرمایا امیر المومنین (ولید) کے حکم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ پھر میں (عروہ) نے عرض کی کہ قبر انور کوہان نما ہو نہ کہ مربع۔

آجری، رجاء بن حیوۃ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا (توسیع مسجد کے بارے میں) عمر نے حجرات مقدسہ کو خرید رکھا تھا کہ انہیں گرا کر مسجد کی توسیع کی جائے۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے حجرات مقدسہ کو گرانے کا حکم دیا اور خود ایک کونے میں بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے اس دن سے بڑھ کر آپ کسی اور دن اتنا زیادہ نہیں روئے تھے۔ پھر اس کی تعمیر اس طرح کروائی جس طرح

آپ چاہتے تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حجرۂ مقدسہ کی تعمیر کے دوران جب قبروں کے پاس والی دیوار گرائی گئی اور دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا گیا تو ایک پاؤں نظر آنے لگا۔ لوگ گھبرا گئے کہ شاید یہ حضور ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ لوگوں سے پوچھا گیا لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس کا پاؤں ہے حتیٰ کہ عروہ نے فرمایا" اللہ کی قسم یہ سرکار دو عالم ﷺ کا پاؤں مبارک نہیں ہے یہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ میں نے حجرۂ مقدسہ اندر سے ناپا ہے قبلہ کی جانب مغرب و مشرق کے درمیان تقریباً گیارہ گز اور شام کی جانب گیارہ گز رسے زائد لمبائی اور چوڑائی قبلہ کی جانب سے شام کی شرقاً غرباً سات گز کے قریب ہے اور حجرۂ مقدسہ کی اندرونی دیواروں کی چوڑائی ڈیڑھ گز کے لگ بھگ ہے۔ جبکہ ان دیواروں کی لمبائی (مسجد کے صحن سے) تقریباً تیرہ گز ہے۔

حجرۂ مقدسہ کے اندر قبور کی کیفیت کچھ اس طرح ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک قبلہ کی جانب دیوار کی طرف ہے پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک کے برابر ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کے برابر ہے۔ اسی پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔

ایک اور روایت بھی ہے جس میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے کندھوں کے برابر دفن ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضور ﷺ کے قدموں کے برابر ہے ہونے کا ذکر ہے۔ جبکہ تیسری روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضور ﷺ کے کندھوں کے برابر اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضور ﷺ کے قدموں کے برابر ہے۔ لیکن یہ تیسری روایت ضعیف ہونیکی وجہ سے مردود ہے اور پہلی دو روایتیں ترجیح یافتہ ہیں اور ان میں بھی پہلی روایت زیادہ صحیح اور ارجح ہے اس پر امام جزولی نے اعتماد کیا ہے اور دلائل الخیرات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ نیز انہوں نے کہا ہے کہ ابو داؤد اور حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں قبریں (پہلے) کوہان نما نہ تھیں۔ اس کے بعد فرمایا مشرق کی جانب ایک قبر کے برابر کچھ جگہ ہے سعید بن مسیب نے فرمایا ہے کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی قبر ہوگی۔ امام ترمذی نے عبداللہ بن سلام سے روایت بیان کی ہے کہ تورات میں سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اور وہاں یہ بھی مذکور ہے عیسیٰ بن مریم ان کے ساتھ دفن ہونگے۔

عمر بن عبدالعزیز سے کہا گیا کہ اگر آپ کو مدینہ حاضری نصیب ہو اور وہیں آپ کو موت آجائے

تو کیا آپ کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیا جائے؟ آپ نے فرمایا آگ کے علاوہ ہر قسم کا عذاب اگر اللہ تعالیٰ مجھے دے تو یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھوں۔

یحییٰ اور ابن حبان، کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ ہر روز صبح ستر ہزار فرشتے روضہ مقدسہ پر اترتے ہیں اور قبر انور کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور حضور ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو یہ فرشتے واپس آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنی تعداد میں اور فرشتے اترتے ہیں اور انہی کی طرح عمل کرتے ہیں اور سلسلہ جاری رہے گا حتی کہ قیامت والے دن حضور ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں امام بخاری کی حاضری

بخاری شریف میں بھی اس قسم کی روایت ہے انہوں نے علیحدہ ایک باب بنایا ہے جس کا نام ہے۔

بَابُ مَا اَكْرَمَ اللّٰهُ بِهٖ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ

"بعد از وصال حضور ﷺ کی عزت افزائیاں"۔

گیارہویں فصل

قبر شریف حضور ﷺ کے سر مبارک اور چہرہ مبارک کے رکھنے کی کیفیت حجرہ مقدسہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام، اور حجرۂ مقدسہ پر سنگ مرمر کا جو کام ہوا ہے، نیز اس کے گرد گنبد وغیرہ کا ذکر ہے۔ بارھواں باب حجرۂ مقدسہ کی تعمیر جدید، اس کی چھت کی تبدیلی اور اس کی آخری شکل (جس کے بعد اس میں تبدیلی نہ کی گئی) کی تعمیر کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ اس عمارت مقدسہ کے متولی نے مجھے (امام بخاری) کو پیغام بھیجا۔

"کہ حجرۂ مقدسہ کی تعمیر نو کے بعد اس کی زیارت کے لیے نہیں آؤ گے؟" میری آتش شوق بھڑک اٹھی، اور میں وجد میں آکر جھومنے لگا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

وَلَوْ قِيْلَ لِلْمَجْنُوْنِ اَرْضٌ اَصَابَهَا
غُبَارُ ثَرٰى لَيْلٰى لَجَدُّوْا سُرْعًا

"اگر مجنوں سے کہا جائے کہ فلاں جگہ پر لیلیٰ کے قدموں کے نشانات (اسکے قدموں سے اٹھنے والا غبار) ہیں تو مجنوں دیوانہ وار وہاں پہنچ جائے گا (اور اپنے بے قرار دل کو سکون پہنچائے گا)"۔

پس میں اس مقام رفیع (روضۂ انور) کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھ کر چل پڑا۔ مجھے امید تھی کہ مخلوق

میں سب سے زیادہ کریم اور مہربانی کرنے والی ذات (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضۂ مقدسہ کے وسیلہ سے میری آرزو پوری ہوگی۔ کیونکہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی سے فریاد کی جاتی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عَصَیْتُ فَقُلْتُ کَیْفَ اَلْقٰی مُحَمَّدًا
وُوَجْھِی بِاَثْوَابِ الْمَعَاصِی مُبَرْقَعٗ
عَسَی اللّٰہُ مِنْ اَجَلِ الْحَبِیْبِ وَقُرْبِہٖ
یُدَارِکُنِیْ بِالْعَفْوِ فَالْعَفْوُ اَوْسَعٗ

"میں گنہگار ہوں۔ میں کیسے سرکار کی بارگاہ میں حاضری دونگا؟ کیونکہ میرے گناہوں کے کپڑوں نے تہہ در تہہ میرے چہرے کو ڈھانپ رکھا ہے۔ لیکن امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب سے معافی فرمادے گا کیونکہ وہ بہت معاف فرمانے والا رب ہے"۔

پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اس مقام مقدس پر حاضری دینے کے مناسب آداب سکھا اور اس کو قبول فرماتے ہوئے مجھے اپنی رضا مرحمت فرما۔ نیز میرے گذشتہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنا۔ (پس میں چل پڑا یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا) روضۂ انور سے باہر کھڑے ہو کر میں نے پاس آنے کی اجازت مانگی اور پھر حجرۂ مقدسہ کی پچھلی جانب سے داخل ہوا۔ جونہی میں آگے بڑھا تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس جیسی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی اور جب میں سلام عقیدت پیش کرنے شفاعت کی درخواست کرنے اور مطلوبہ وسیلہ مانگنے سے فارغ ہوا تو اپنی نگاہیں صحن مسجد میں دوڑائیں جس کے اوصاف بیان کرنا ناممکن ہے۔

زمین ہموار تھی لیکن درمیان میں کچھ ابھری جگہ تھی لوگ اسے قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمان کرتے ہوئے اس کی مٹی تبرک کیلئے اٹھاتے تھے۔ لیکن در حقیقت وہ حجرۂ مقدسہ جہاں قبر انور ہے اس کی حقیقت سے بے خبر تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کیا ہے جس نے کہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک حجرۂ مقدسہ کی چوڑائی میں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور قبلہ کی جانب دیوار کے پاس ہے۔ اور لحد مبارک بھی اسی دیوار کے ساتھ ہے۔

تحفہ ابن عساکر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر (بعد از تدفین) پانی چھڑکا گیا۔ چھڑکانے والے حضرت بلال بن ریاح تھے۔ آپ نے یہ چھڑکاؤ سر

انور کی جانب سے شروع اور پاؤں مبارک پر ختم کیا۔ لیکن قبر انور اور قبلہ کی جانب دیوار کے درمیان فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے وہیں کھڑے ہو کر قبلہ کی جانب قبر انور کے بقیہ حصہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے۔

طبقات ابن سعد میں محمد بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید کے دور خلافت میں عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ کے والی بنے تو روضۂ مقدسہ کی ایک دیوار گر گئی میں نے سب سے پہلے اٹھ کر دیکھا کہ روضہ مقدسہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی دیوار کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہے اس سے مجھے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ قبلہ کی جانب سے قبر میں نہیں اتارے گئے۔

ابن زبالہ اور یحیٰی نے عبداللہ بن عقیل سے روایت بیان کی ہے، کہ جب وہ دیوار گر گئی جو روضۂ انور کے قریب تھی تو عمر بن عبدالعزیز نے ایک آدمی سے پوچھا (جو اندر جھانک آیا تھا) حضور ﷺ کی قبر مبارک کو تو نے کیسا پایا۔

اس نے عرض کی کہ قبر انور کچھ نیچے ہے۔ پھر آپ نے دونوں دوستوں کی قبور کے بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کی وہ قدرے بلند ہیں۔ یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نیچے والی قبر سرکار ابد قرار ﷺ کی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حجرۂ مقدسہ کی زمین بعض جگہ سے اوپر اٹھی ہوئی اور بعض جگہ میں معمولی نشیبی ہے۔ حجرۂ مقدسہ اور مسجد نبوی ﷺ میں تقریباً تین گز کا تفاوت ہے جبکہ بعض مقامات پر تقریباً دو گز کا فرق ہے۔ روضۂ انور کی تعمیر نو سترہ شعبان کو شروع ہوئی تو شام کی جانب دیوار کے ساتھ ستون کو حجرۂ مقدسہ میں داخل کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ اس ستون کو داخل کرنے کی وجہ سے سامنے والا حصہ پچھلی جانب کے حصہ سے تقریباً نصف گز زیادہ ہو گیا۔ اور (اس دور میں) روضۂ انور کی لمبائی صحن مسجد سے تقریباً بارہ گز کے برابر رکھی گئی تینوں قبور کی تعمیر کے بعد ان کے پاس کنکریاں رکھ دی گئی۔ قبور کی کیفیت اسی طرح باقی رکھی گئی جس طرح مشہور تھی کہ حضور ﷺ کے کندھے مبارک کے برابر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کندھے کے برابر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے۔ قبور کی کیفیت کوہان نما ہے۔ وہاں خوشبودار لکڑی مثلاً بخور، عود اور عنبر نیز دیگر خوشبودار چیزیں رکھ دیں گئی جس کی وجہ سے دور سے ہی مکان کی عظمت دلوں میں بیٹھ جاتی تھی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بَطِيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ طَابَ نَسِيْمُهَا
مَا الْمِسْكُ مَا الْكَافُوْرُ مَا الْمِنْدَلُ الرَّطْبُ

"روضہ انور کے پاس سے آنے والی خوشبو کی بدولت مدینہ کی باد نسیم میں خوشبو رچی بسی ہے وہ خوشبو نہ تو کافور کی ہے اور نہ ہی کستوری اور تر مندل (خوشبودار لکڑی) کی ہے"۔

کچھ لوگوں نے عریضے روضۂ انور کی چار دیواری میں پھینک دیئے جن میں حضور ﷺ سے شفاعت کی التجا کی گئی تھی اس کے بعد چار دیواری کے اس سوراخ (جس کے ذریعے اوراق پھینکے گئے تھے) کو بند کر دیا گیا۔ مسجد کی چھت سے نیچے روضۂ انور کی چھت کے اوپر پیتل کا چاند نصب کیا گیا (کیونکہ روضہ انور کی چھت مسجد کی چھت کے نیچے تھی) اس کے بعد روضہ انور کے باہر ایک دیوار رہ گئی تھی اسے گرا دیا گیا۔ اس وقت میں (امام بخاری) بھی وہاں حاضر تھا بلکہ روضۂ انور کی تعمیر میں کچھ حصہ بھی لیا تا کہ اس بابرکت عمل سے برکت حاصل کرلوں۔ درحقیقت میں حاضر ہی اس لئے ہوا تھا کہ وہاں جا کر سلامتی میں آجاؤں گا۔ اس مقام پر میں نے (امام بخاری) اپنا قصیدہ پڑھا جس میں میں نے حبیب مکرم شفیع معظم ﷺ کی بارگاہ میں حاجت پیش کی تھی۔

جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

قِفْ بِالدِّيَارِ لَحَى فِي ذُرَى الْحَرَمِ
وَحَيٌّ هٰذَا الْمُحَيَّا مِنْ ذَوِى اَضَمِ

روضۂ انور کی یہ تعمیر شوال ۸۸۱ھ بروز جمعرات مکمل ہوئی۔

بارہویں فصل

باب چہارم روضۂ مقدسہ کے اردگرد پگھلے ہوئے سیسے کی خندق کے بارے میں

جمال اسنوی اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں کہ ”عادل بادشاہ نورالدین الشہید نے سرکار دو عالم ﷺ کو لگا تار تین رات خواب میں دیکھا آپ ﷺ دو ایسے آدمیوں کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جن کی رنگت سرخ زردی مائل تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے ”ان آدمیوں سے مجھے بچاؤ“ نورالدین نے اپنے وزیر کو بلوا بھیجا اور جلد ہی بیس افراد پر مشتمل قافلہ اور بہت سارا مال لے کر سولہ دنوں میں مدینہ شریف پہنچا انہوں نے روضۂ انور کی زیارت کی اس سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اہل مدینہ پر لازم قرار دیا کہ ہر فرد اس کے پاس حاضر ہو۔ اہل مدینہ ایک ایک کر کے حاضر ہونے لگے اور نورالدین ان کو مال دیتا جاتا اور ساتھ ساتھ مطلوبہ آدمیوں کو (جن کو خواب میں دیکھا تھا) بھی تلاش کرتا جاتا۔ حتی کہ تمام لوگ حاضر ہو کر چلے گئے۔ نورالدین نے پوچھا کوئی رہ بھی گیا ہے؟ لوگوں نے کہا دو مغربی شخص جو حد درجہ نیک، پاکدامن اور سخی ہیں وہی رہ گئے ہیں۔ اس نے انہیں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ آئے تو اس نے انہیں بعینہٖ ان دو آدمیوں کی طرح پایا جن کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے ان کی رہائش گاہ کے بارے میں پوچھا اسے بتایا گیا کہ یہ حجرۂ مقدسہ کے قریب ایک کمرہ میں رہائش

پذیر ہیں۔ اس نے انہیں وہیں رو کے رکھا اور خود ان کی رہائش گاہ پر گیا وہاں جا کر اس نے دو گھڑے، کتابیں اور بہت سا مال دیکھا۔ اہل مدینہ ان کی سخاوت کی وجہ سے ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ سلطان نور الدین نے وہاں موجود چٹائی اٹھائی تو اس کے نیچے تہہ خانہ نظر آیا جو سیدھا حجرۂ مقدسہ کی طرف جا رہا تھا۔

یہ دیکھ کر لوگ جمع ہوئے بادشاہ نے سچ اگلوانے کیلئے خوب پیٹا۔ بعد از کوشش بسیار انہوں نے بتایا ''ہم یہودی ہیں ہمیں یہودی بادشاہ نے بہت سارا مال دے کر مغربی حاجیوں کے لباس میں بھیجا ہے تاکہ قبر انور تک رسائی میں آسانی ہو اور پھر سرکار دو عالم ﷺ کے جسم اطہر کو یہاں سے منتقل کر سکیں۔ پس ہم روضۂ انور کے قریب اس مکان میں آ کر ٹھہر گئے اور رات کے وقت کھدائی کرتے جو مٹی حاصل ہوتی اسے چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر بقیع میں زیارت کی غرض سے جا کر پھینک آتے۔ پس گذشتہ رات جب ہم حجرۂ مقدسہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آسمان میں شدید گرج پیدا ہوئی ساتھ ہی آسمانی بجلی بھی چمکنے لگی اور زمین پر کپکپی طاری ہوئی۔ (شدید زلزلہ آ گیا)۔ اسی دن صبح آپ (سلطان نور الدین) تشریف لائے''۔

سلطان کو جب یہ سب کچھ معلوم ہوا تو بہت رویا اور حجرۂ مقدسہ کے قریب کھڑکی کے نیچے ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر بہت زیادہ سیسہ منگوایا گیا۔ حجرۂ مقدسہ کے چاروں طرف پانی تک خندق کھودی گئی پگھلا ہوا سیسہ اس میں ڈالا گیا حتی کہ روضۂ انور کے چاروں طرف سیسہ کی مضبوط دیوار جو پانی تک جاتی تھی تعمیر کی گئی (اور یوں تاقیامت ہر قسم کی تخریبی کاروائی کا راستہ بند کر دیا گیا)۔

مطری نے بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن انہوں نے سیسے کا ذکر نہیں کیا انہوں نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ۵۵۷ ہجری میں رونما ہوا تھا۔ اور اسے فقیہ علم الدین یعقوب سے روایت کیا کہ سلطان نے لگاتار تین رات حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سرخ و پیلے رنگ کے دو آدمیوں کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور ساتھ فرما رہے تھے۔ اے محمود ان دونوں سے مجھے بچانا۔ سلطان نے اسی وقت اٹھ کر اپنے معتمد وزیر کو بلوایا اور کہا کہ مدینہ شریف میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ تیاری کیجئے تم بھی میرے ساتھ چلو گے پھر اس نے تیاری کی اور ایک ہزار سواریوں کا انتظام کر کے مال کثیر لیکر مدینہ منورہ اطلاع کئے بغیر پہنچ گیا۔ اور پھر مذکورہ واقعہ رونما ہوا...... پھر جب وہ بد بخت پکڑے گئے تو حجرۂ مقدسہ کی مشرقی کھڑکی کی جانب ان کی گردن زدنی کی گئی اور شام کے وقت ان کی لاشوں کو نذر آتش کرنے کے بعد سلطان شام کی طرف عازم سفر ہوا۔

ابن نجار نے تاریخ بغداد میں مذکورہ واقعہ کی طرح ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض

زندیقوں (بے دینوں) نے مصر کے والی حاکم عبیدی کو مشورہ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے دونوں یار (حضرت سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما) کی قبروں کو مصر منتقل کر لو۔ تاکہ لوگ دنیا کے کونے کونے سے بجائے مدینہ جانے کے مصر آیا کریں۔ اس نے مصر میں پہلے سے قبور کے لیے چار دیواری تعمیر کروائی۔ اور ابو الفتوح نامی ایک بدبخت کو اس شرمناک مہم پر مدینہ بھیجنے کیلئے آمادہ کر لیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو مدینہ والوں کو اس کے برے ارادوں کا پہلے سے علم ہو چکا تھا۔ معززین شہر کا ایک گروہ ابو الفتوح کے پاس آ کر بیٹھ گیا ان میں ایک قاریٔ قرآن بھی تھے۔ انہوں نے

وَ اِنۡ نَّکَثُوۡۤا اَیۡمَانَھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَھۡدِھِمۡ وَ طَعَنُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ ...... اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۔ تک ، قرآن پاک کی تلاوت کی"

"اگر یہ لوگ وعدہ کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں سرکشی کریں......"

لوگوں میں غیرت ایمانی نے جوش مارا اور وہ ابو الفتوح کو قتل کرنے کیلئے دوڑ پڑے۔ ابو الفتوح نے دیکھا تو کہا" اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اگر والی مصر مجھے قتل کر دے تب بھی روضہ مقدسہ کو ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ رسوائی کا ہار گلے میں ڈالے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جونہی رات ہوئی تو زبردست زلزلہ آ گیا حتی کہ اونٹ کجاوں اور گھوڑے زینوں سمیت گیندوں کی طرح لڑھکنے لگے۔ ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔ حتی کہ بہت سارے لوگ بھی لقمۂ اجل بن گئے۔ ابو الفتوح کی گھبراہٹ بھی جاتی رہی کیونکہ ان حالات میں حاکم مصر کے حکم پر عمل ناممکن تھا۔

محب طبری نے" الریاض النضرۃ" میں ہارون بن الشیخ عمر بن الزعب (جو ثقہ، صدوق اور مشہور راوی ہیں) سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد (جو عظیم انسان تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ مجھے شمس الدین صواب اللمطی (جو نیک سیرت انسان تھے) فرماتے ہیں کہ میں تجھے (شیخ عمر کے والد کو) ایک عجیب و غریب واقعہ سناتا ہوں میرا ایک دوست تھا جو ایک امیر کے پاس جاتا رہتا۔ ایک دن میں بیٹھا تھا کہ میرا وہ دوست آ کر کہنے لگا آج ایک بڑا معاملہ پیش آیا ہے۔ اہل حلب میں سے ایک گروہ بادشاہ کے پاس آیا اور بہت سارا مال پیش کرنے کے بعد کہا کہ حجرۂ مقدسہ میں سے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں اکھیڑنے کی اجازت دی جائے۔ امیر نے اجازت دیدی۔ کچھ دیر کے بعد میرے نام امیر کا پیغام آیا کہ امیر مجھے بلا رہے ہیں میں حاضر ہوا امیر نے کہا اے صواب! آج رات کچھ لوگ مسجد نبوی ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تم دروازہ کھول دینا اور جو کچھ وہ کریں ان سے تعرض نہ کرنا۔ میں چونکہ خادم مسجد تھا، اس لئے اس کی بات مان لی۔ اس کے بعد

حجرۂ مقدسہ کے پاس آکر رونے لگا حتی کہ عشاء کا وقت ہو گیا میں نے عشاء کی نماز پڑھی اور مسجد کے دروازے بند کر دیئے۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ امیر کے دروازے کی جانب مسجد کے دروازے یعنی باب السلام پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو چالیس آدمی بیلچوں، کدالوں اور دیگر آلات جو کھودنے کے کام آتے ہوں لئے داخل ہوئے اور حجرۂ مقدسہ کی طرف جانے لگے جونہی منبر شریف کے قریب پہنچے تو زمین نے ان کو ان کے اوزار سمیت نگل لیا۔ امیر کے پاس جب کافی دیر تک کوئی خبر نہ پہنچی تو اس نے مجھے بلایا اور پوچھا اے صواب! تمہارے پاس کچھ لوگ نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا آئے تو تھے لیکن ان کے ساتھ یہ یہ معاملہ پیش آیا۔ اس نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا واقعۃً ایسا ہوا ہے۔ آکر خود دیکھ لو ان کی کوئی نشانی نظر نہیں آرہی۔ اس پر امیر نے کہا اس بات کو یہیں دفنا دو۔ اگر کسی کو اس کے بارے میں علم ہوا تو تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ مطری کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ ایک ثقہ سے بیان کیا تو اس نے جواب دیا ایک دن مدینہ میں عبداللہ قرطبی کو شیخ شمس الدین صواب یہی حکایت بیان کر رہے تھے تو میں نے بھی ان کے زبانی یہ واقعہ سنا۔

مختصرۃ ابو محمد عبداللہ نے ''تاریخ مدینہ'' میں اپنے والد ابو عبداللہ (جو جلیل القدر امام تھے) سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد ابو محمد المرجانی سے اور وہ حجرۂ مقدسہ کے خادم سے یہی واقعہ روایت کرتے ہیں۔ اور ابو محمد عبداللہ فرماتے ہیں پھر میں نے خود خادم حجرہ مقدسہ سے یہی واقعہ سنا صرف فرق اتنا ہے کہ اس روایت میں پندرہ یا بیس آدمیوں کا ذکر ہے کہ ایک دو قدم آگے بڑھنے کے بعد زمین نے انہیں نگل لیا۔

اس فصل کے بعد تیرھویں فصل میں مسجد نبوی شریف میں پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ آگ لگنے کا ذکر ہے۔ پہلی دفعہ یکم رمضان المبارک جمعہ کی رات کو آگ لگی یہ ۶۵۴ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا ذکر ہے دوبارہ جو آگ لگی تھی وہ تیرہ رمضان ۸۸۶ھ کا واقعہ ہے۔ اور پھر اس کی تعمیر کا ذکر ہے یہ آگ امام سمہودی کے زمانہ میں لگی تھی۔ پوری مسجد آگ کے سمندر کی طرح نظر آرہی تھی۔ اس میں سے محلات جتنے انگارے ابل رہے تھے جو آس پاس کے مکانات پر گر رہے تھے لیکن وہ نقصان کا باعث نہیں بنے تھے۔ مجھے مدینہ کے امیر زینی قسیطل نے بتایا کہ اس آگ سے ایک رات پہلے ایک عرب نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں منتشر ٹڈیاں تھیں ان کے پیچھے بڑی آگ تھی جسے سرکار دو عالم ﷺ بجھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ فرما رہے تھے۔ میں اپنی امت کو آگ سے بچا رہا ہوں۔

مجھے (امام سمہودی) کو بعض ان لوگوں نے خبر دی جنہوں نے اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ آگ کے اردگرد سفید رنگ کے پرندے تھے اور محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس آگ کو آس پاس کے

مکانات میں جانے سے روک رہے تھے۔ نیز یہ آگ روضۂ مقدسہ کے اندر بھی نہ گئی تھی اور توڑ پھوڑ کا کچھ اثر روضہ انور کے اندر نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اس میں آگ کی وجہ سے پہاڑوں جتنے تودے گرکر خاکستر ہو چکے تھے اور حجرہ انور میں بعض پتھر سفید رنگ کے تھے۔ جو جلدی آگ سے متاثر ہو سکتے تھے۔ لیکن آگ نے روضۂ مقدسہ سے تعرض نہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ البتہ آگ نے مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں کو جو کالے پتھر کے تھے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

چودھویں فصل مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں، برآمدوں، حوضوں اور لمبائی وغیرہ کے بارے میں ہے۔ نیز اس فصل میں آرائش مسجد اور دیگر متعلقات کا بھی ذکر ہے۔ البتہ ستونوں اور برآمدوں کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ ابن زبالہ نے بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں برآمدوں کی تعداد انیس اور ستونوں کی تعداد تقریباً دوسو نوے (۲۹۰) ہے۔

پندرہویں فصل مسجد نبوی ﷺ کے دروازوں اور کھڑکیوں اور اس کے اردگرد مکانات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ابن زبالہ نے کہا ہے کہ مہدی کی تعمیر کے بعد اس میں بیس دروازے تھے۔ اور قبلہ کی جانب بھی چار دروازے تھے جو خواص الناس کیلئے تھے۔ اس کے بعد اردگرد کے مکانات کی تفصیل ہے۔

سولہویں فصل مسجد کے اردگرد محلات و مکانات اور مدینہ کی فصیل اور بازاروں کے بارے میں ہے۔ یہ باب رابع کی آخری فصل ہے۔

پانچواں باب

مدینہ منورہ کی عیدگاہ، دورنبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجدوں، مدینہ منورہ کے مقبروں، احد پہاڑ کی فضیلت اوراحد پر شہید ہونے والوں کی فضیلت کے بارے میں

اس باب میں چھ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

عیدگاہ کے بارے میں ہے۔

دوسری فصل

دوسری فصل مسجد قباء کے بارے میں ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔کونسی ہے؟ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ مسجد قباء ہے نیز ابوداؤد نے سند صحیح کیساتھ حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا

اس مسجد میں ایسے افراد ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔یہ آیت اہل قباء کے بارے میں اتری ہے۔یہ حضرات پانی سے استجاء کرتے تھے۔ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استجاء کرنا زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔اس لئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔گذشتہ صفحات میں وہ احادیث بھی گذر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسجد جس کی تعریف کی گئی ہے۔وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔بہرحال چونکہ دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس لئے اس سے مراد دونوں مسجدیں ہوسکتی ہیں۔

صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو کر بھی اور پیدل چل کر بھی زیارت کیلئے تشریف لاتے اور وہیں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔بخاری ونسائی نے روایت کی

ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ہفتہ کے دن سوار ہو کر یا پیدل چل کر تشریف لاتے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جو اس مسجد کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے بعد ''مسجد ضرار'' کا ذکر ہے۔ جس کو بعض انصار نے تعمیر کروایا تھا۔ لیکن جب یہ آیت اتری

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے گرانے کا حکم جاری فرمایا اور اس کو گرا دیا گیا۔

تیسری فصل مدینہ منورہ کی ان مساجد کے بارے میں ہے جو امام سمہودی کے زمانہ میں معروف و معلوم تھیں۔

مسجد جمعہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے تو راستے میں بنو سالم کے قریب وادی میں جمعہ کا وقت ہو گیا آپ نے مدینہ منورہ کی سرزمین پر اسی جگہ جمعہ ادا فرمایا۔ اس کو مسجد عاتکہ بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد فضیخ

مسجد قباء کے مشرق میں وادی کے کنارہ پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا تو آپ کا خیمہ مسجد فضیخ کے قریب لگایا گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ دن تک مسجد فضیخ کی جگہ پر نماز ادا فرماتے رہے۔ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان انصار کی طرف دوڑے آئے جو مسجد کی جگہ پر بیٹھ کر فضیخ (کھجور کی شراب) پی رہے تھے۔ انہوں نے شراب کی حرمت کی خبر دی تو صحابہ نے شراب اسی جگہ انڈیل دی اس لئے اس کو ''مسجد فضیخ'' کا نام دیا گیا۔ انہوں نے شراب اس جگہ انڈیل دی۔ اس وقت ابھی تک مسجد تعمیر نہیں ہوئی تھی (کیونکہ شراب پلید ہے اور پلید چیز کا مسجد میں پھینکنا حرام ہے) یا انہیں شراب کے پلید ہونے کا علم نہیں تھا۔

مطری کہتے ہیں یہ مسجد آج کل ''مسجد شمس'' کے نام سے مشہور ہے اس کا یہ نام مجد کے نزدیک اس لئے ہے کیونکہ یہ مسجد بلند جگہ پر تھی اور سورج کی کرنیں اس پر پہلے پڑتی تھیں۔ اس لیے اس کو مسجد الشمس (سورج) کا نام دیا گیا۔

مسجد بنی قریظہ

یہ بنوقریظہ کے مشرقی جانب میں واقع ہے۔ابن شبہ،علی بن رافع سے اور اپنی قوم کے چند بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے بنوقریظہ کی ایک عورت کے گھر میں نماز پڑھی بعد میں اس گھر کو بھی مسجد بنی قریظہ میں شامل کیا گیا۔ یہ مکان اس مسجد کے مشرقی جانب میں اس جگہ پر تھا جہاں پہلے مینارہ تھا جسے بعد میں گرایا گیا۔

مسجد مشربۃ ام ابراہیم

ابن شبہ وغیرہ یحییٰ بن محمد بن ثابت سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا (جوام المومنین ہیں) کے ہاں حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ یہ مسجد بنوقریظہ کی مسجد کے مشرق میں ''دشت'' نامی جگہ پر واقع ہے۔

مسجد بنی ظفر

بقیع کے مشرق میں واقع یہ مسجد آج کل مسجد بغلہ کے نام سے مشہور ہے۔ابن شبہ نے بیان کیا ہے کہ حارث بن سعید بن عبید نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مسجد بنی ظفر میں نماز پڑھی ہے۔ایک اور روایت ہے کہ حضور ﷺ مسجد بنی ظفر میں موجود ایک پتھر پر تشریف فرما ہوئے۔ بعد میں کچھ لوگوں نے اس پتھر کو اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

امام سمہودی فرماتے ہیں۔ آج کل یہ پتھر نیچے نہیں۔ بلکہ دروازے کے بائیں جانب اندر کی طرف موجود ہے۔

آثار نبی سے برکت حاصل کرنا

مطری کہتے ہیں کہ اس مسجد کے قریب وادی میں قبلہ کی جانب سے حضور ﷺ کی سواری کے کھر کا نشان ہے۔اسی جگہ ایک پتھر پر آپ کی کہنی مبارک کا نشان ہے جو ایک پتھر پر ٹیک لگانے کی وجہ سے بن گیا تھا۔اور ایک اور پتھر پر آپ کے انگلیوں کے نشان ہیں۔لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

مسجد الاجابۃ

بنومعاویہ بن مالک بن عوف (جو اوس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے) کی مسجد ہے۔صحیح مسلم میں عامر بن سعد اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ مسجد اجابۃ کے پاس سے گذرنے لگے تو آپ اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نفل آپ نے بھی پڑھے اور ہم نے بھی پڑھے

آپ نے بہت لمبی دعا فرمائی اور پھر روانہ ہوئے......(الحدیث)

ابوغسان نے کہا ہے کہ محمد بن طلحہ نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے مسجد بنی معاویہ میں محراب کے دائیں طرف تقریباً دوگز کے فاصلہ پر کھڑے ہوکر نماز پڑھی ہے۔ اسی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنی چاہیے اور پھر دعا مانگنی چاہیے۔(انشاء اللہ قبول ہوگی)

مسجد الفتح

مسجد فتح اور اس کے آگے تمام مساجد جو مسجد فتح کے نام سے مشہور ہیں۔ بلند پہاڑی پر واقع ہیں اسے ''مسجد احزاب'' یا ''مسجد اعلیٰ'' بھی کہا جاتا ہے۔

مسند امام احمد میں ثقہ راویوں سے روایت ہے کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد فتح میں سوموار، منگل اور بدھ کو لگاتار تین دن دعا مانگی آخر تیسرے دن آپ کی دعا قبول ہوئی۔ دعا کی قبولیت سے آپ کا چہرہ مبارک کھل اٹھا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے جو بھی حاجت پیش آتی میں اس وقت میں جس وقت میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ نے دعا مانگی تھی۔ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا تو میری دعا قبول ہوتی۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں حسین بن عبداللہ کی ہمراہ مسجد الفتح میں حاضر ہوا۔ حسین جب درمیانے ستون کے پاس پہنچے تو فرمایا اسی جگہ سرکار نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی جگہ آپ نے مشرکین کیلئے بددعا کی تھی۔ آپ جب بھی اس مسجد میں تشریف لاتے اسی جگہ نماز ادا فرماتے۔

اس مسجد میں آکر جو دعا مانگی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔''

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

''نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک اللہ وہ عظیم ہے، بردبار ہے، یکتا وہ عرش عظیم کا مالک ہے وہ ایک ہے تمام زمینوں اور آسمانوں اور عرش کریم کا مالک ہے''۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ هَدَيْتَنِيْ مِنَ الضَّلَالَةِ

''الٰہی تیرے لئے تعریف ہے تو نے میری ہدایت فرمائی ہے گمراہی سے بچایا ہے''۔

فَلَا مُكْرِمَ لِمَنْ اَهَنْتَ وَلَا مُهِيْنَ لِمَنْ اَكْرَمْتَ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ اَذْلَلْتَ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ اَعْزَزْتَ وَلَا نَاصِرَ لِمَنْ خَذَلْتَ وَلَا خَاذِلَ لِمَنْ نَصَرْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَنْ مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا رَازِقَ لِمَنْ حَرَمْتَ وَلَا حَارِمَ لِمَنْ رَزَقْتَ وَلَا رَافِعَ لِمَنْ خَفَضْتَ وَلَا خَافِضَ لِمَنْ رَفَعْتَ

وَلَا خَارِقَ لِمَنْ سَتَرْتَ وَلَا سَاتِرَ لِمَنْ خَرَقْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَنْ بَاعَدْتَ وَلَامُبْعِدَ لِمَنْ قَرَّبْتَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَ بِكَ اُقَاتِلُ۔

''الٰہی جسے تو ذلیل کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا اور جسے تو عزت عطا کرے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا جسے تو ذلیل کرے اس کا کوئی مددگار نہیں اور جس کا تو مددگار ہو اس کو کوئی ذلیل نہیں کرسکتا جسے تو منع کرے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور جسے تو عطا کرے اسے کوئی محروم نہیں کرسکتا۔ جسے تو گرائے اسے اٹھا کوئی نہیں سکتا اور جسے تو بلند کرے اسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ جسے تو بے پردہ کرے اسے کوئی ڈھانپ نہیں سکتا اور جسے تو ڈھانپے اسے کوئی بے پردہ نہیں کرسکتا جسے تو دور کرے اسے کوئی قریب نہیں کرسکتا اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور نہیں کرسکتا۔ الٰہی تو ہی میرا مددگار اور معاون ہے تیری طاقت سے میں پھرتا ہوں حملہ کرتا ہوں اور تیری طاقت سے کفار کے ساتھ نبرد آزما ہوتا ہوں''۔

''اے مظلومین کی فریاد سننے والے، اے مصیبت زدہ کی امداد فرمانے والے رب، اے پریشان حال لوگوں کی دعا قبول کرنے والے اور اے تکالیف دور کرنے والے مالک! محمد مصطفیٰ ﷺ پر آپ کے صحابہ اور آل پر رحمتیں نازل فرما۔ اور میرے دکھ، غم، درد اور حزن اس طرح دور فرما جس طرح تو نے اس مسجد مکرم میں اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دکھ، درد اور غم والم کو دور فرمایا تھا۔ میں تیری جناب میں حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں تو میری حالت کو بہتر جانتا ہے میری کمزوری اور لاچاری سے بھی خوب واقف ہے۔ اے مہربان، حاجت روا اور محسن آقا! میں تجھ سے وہ کچھ مانگتا ہوں جو کچھ تیرے حبیب مکرم نے تجھ سے مانگا ہے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے جس سے تیرے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پناہ مانگی ہے۔''

اس کے علاوہ جو دعا پسند کرے مانگ لے بہتر ہے کہ دعا میں ان الفاظ کا اضافہ کرلے جو امام شافعی سے منقول ہیں۔ رشید کے دربار میں جاتے ہوئے آپ نے وہی دعا مانگی تھی۔ وہ دعا ہم نے اصل میں ذکر کی ہے۔

اس مسجد کو مسجد فتح اس لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے جنگ احزاب کے موقع پر کفار کیلئے بددعا مانگی تھی جو قبول ہوئی تھی کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صبح صبح آ کر خبر دی کہ رات کو (بددعا کے بعد) مشرکین کے گروہ (احزاب) لوٹ چکے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ اور مسلمان کو عزت سے سرفراز فرمایا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو فرمایا'' مبارک ہو اللہ

تعالیٰ نے تمہیں فتح دی ہے"۔

ابن شبہ ابو اسید سے اور وہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس پہاڑ پر کھڑے ہو کر مشرکین کیلئے بد دعا کی جس پر مسجد فتح ہے اور پھر اس چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرمائی جو پہاڑی پر راستے میں تھی۔

ابن زبالہ معاذ بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پہاڑ کے اوپر والی مسجد فتح میں بھی نماز ادا فرمائی اور دیگر تین مساجد میں بھی نماز ادا فرمائی۔ مسجد فتح باقی تینوں سے ذرا بلندی پر واقع ہے اسی مسجد کے دائیں طرف وادی میں بہت سارے کھجور کے درخت ہیں۔ تین مساجد میں سے ایک تو ویران ہو چکی ہے۔ جبکہ بقیہ دو آباد ہیں یہ وادی میں کھجور کے درخت کے قریب ہیں۔ یہ تینوں مسجدیں مسجد فتح سے قبلہ کی جانب واقع ہیں۔ پہلی مسجد کو مسجد سلمان فارسی بھی کہتے ہیں اور دوسری کو مسجد امیر المومنین علی بن ابی طالب بھی کہا جاتا ہے۔ تیسری مسجد ابن نجار کی روایت کے مطابق معدوم ہے۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ مسجد امیر المومنین کے آثار پہاڑ کے مشرقی جانب پر موجود ہیں اور لوگ اب بھی اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ آج کل لوگ اسے مسجد ابی بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ زائر بنو حرام قبیلہ کی غار کے پاس حاضری دے کر تبرک حاصل کرے یہ وہ غار ہے جس میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ خندق کی راتوں میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ یہ غار مسجد فتح کے قریب شعب بنو حرام (بنو حرام کی گھاٹی) میں واقع ہے۔ یہاں ایک اور غار بھی ہے جو انتہائی چھوٹی ہے پہلی غار میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے۔

مسجد قبلتین

ابن شبہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آقائے دو عالم ﷺ نے "مسجد خربہ" مسجد قبلتین اور مسجد بنی حرام میں نماز ادا فرمائی۔

مسجد السقیا

اس کا ذکر عنقریب آ رہا ہے کہ یہ مسجد شامی البرّ سے مغرب کی جانب راستے کے ساتھ واقع ہے۔ ابو عبد اللہ اسدی نے متقدمین سے نقل کیا ہے کہ یہ مسجد بھی مدینہ کی ان مساجد میں سے ہے۔ جن کی زیارت کی جاتی ہے۔

ابن زبالہ عمر بن عبد اللہ دیناری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میدان بدر میں سقیا میں نماز ادا فرمائی وہاں آپ نے اہل مدینہ کیلئے دعا فرمائی "الٰہی اہل مدینہ کے پیمانوں میں برکت عطا

فرما ان کو چاروں طرف سے رزق سے مالا مال فرما‘‘۔

مسجد ذباب

اسے آج کل ’’مسجد رایہ‘‘ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ پتھروں سے بنی ہوئی مسجد ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی مساجد سے مشابہت رکھتی ہے۔ یہ ’’ذباب‘‘ نامی پہاڑی پر واقع ہے اسنوی نے کہا ہے کہ مدینہ میں جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے ان میں مسجد فتح اور مسجد ذباب شامل ہیں۔ یہ دونوں مسجدیں الگ پہاڑوں پر ہیں۔

ابن شبہ عبد الرحمٰن بن الاعرج سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسجد ذباب میں نماز پڑھی ہے۔ ایک روایت کے مطابق ’’ذباب‘‘ ایک آدمی کا نام ہے جسے اس مقام پر قتل کیا گیا تھا اس وجہ سے اس جگہ کا یہ نام پڑ گیا۔ اور بکری کہتے ہیں کہ ذباب پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے باہر واقع ہے۔ اسی مقام پر جنگ خندق کے دوران حضور ﷺ کا خیمہ لگایا گیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ جنگ خندق کے دوران یزید بن ہرمز وغیرہ نے جھنڈے اٹھائے رکھے تھے اور یہ لوگ جنہوں نے جھنڈے اٹھاتے تھے ثنیۃ الوداع نامی پہاڑی تک پھیلے ہوئے تھے اس لئے یہ جگہ ’’مسجد رایہ‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد جبل احد

احد پہاڑ کی دائیں جانب متصل ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کو ’’مسجد فسح‘‘ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ...... الآیۃ

’’اے مومنو! جب تمہیں کہا جائے کہ محفلوں میں وسعت پیدا کرو......‘‘ آیت اتری ہے۔

اس لئے اس کا نام مسجد فسح (وسعت) ہے۔ مطری نے کہا ہے مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ احد ختم ہونے کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں یہاں ادا فرمائیں۔ ابن نجار نے اس مسجد میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کا انکار کیا ہے۔ جبکہ ابن شبہ نے ’’سند جید‘‘ کیساتھ رافع بن خدیج سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ پہاڑ سے متصل شعب حرار میں موجود چھوٹی سی مسجد میں نماز ادا فرمائی۔

مسجد رکن جبل عینین

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار سے بجانب قبلہ پہاڑ کے مشرق میں یہ مسجد واقع ہے۔ جس پہاڑی پر یہ مسجد واقع ہے اسی پر جنگ احد کے دن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیر اندازوں کا

دستہ متعین فرمایا تھا۔ ابن شبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''حضور ﷺ نے ''عین الطرب'' میں ظہر کی نماز پڑھی جو پل کے پاس موجود تھی۔'' امام سمہودی فرماتے ہیں ممکن ہے یہ وہ پل ہو جس کے پاس حضور ﷺ نے جنگ احد کے دن صبح کی نماز اسلحہ سمیت پڑھی تھی۔ اور یہ ممکن ہے کہ اس سے مراد درج ذیل مسجد ہو۔

مسجد الوادی

مسجد رکن جبل عینین کے قریب وادی کے کنارہ پر بجانب شام یہ مسجد واقع ہے۔ مطری فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب نیزہ لگا تو آپ اس مقام پر تشریف لائے یہیں آپ گر گئے اور جان جاں آفریں کے حوالے کر دی، ابن ابی الهیجاءَ نے اس مسجد کی تعمیر نو کروائی۔ پس جس جگہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے اسی جگہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجد طریق السافلہ

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر منور کے دائیں طرف بجانب مشرق ''بحیر'' نامی مقام کے قریب یہ مسجد واقع ہے۔ اور اس کے دائیں جانب بازار ہیں۔

بیہقی شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد کے صحن میں کھڑا تھا کہ اچانک میں نے حضور ﷺ کو اسی مسجد کے اس دروازہ سے نکلتے دیکھا جو قبرستان کی طرف کھلتا ہے۔ پس آپ ایک باغ کی چار دیواری میں داخل ہوئے وضو کیا اور دو رکعت نفل ادا کیے اس کے بعد ایک لمبا سجدہ کیا۔ سر اٹھا کر مجھے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ جو کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیجتا ہے اور جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سلام بھیجتا ہے۔'' امام سمہودی فرماتے ہیں بازار اسی مسجد کے قریب ہے ممکن ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مسجد (مسجد طریق السافلۃ) میں سجدۂ مذکورہ ادا فرمایا ہو۔

مسجد البقیع

بقیع کے راستہ میں دائیں جانب سیدنا عقیل و امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کے مغربی جانب میں یہ مسجد واقع ہے۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہی مسجد ابی بن کعب ہے۔ اسے مسجد بنی جدیلہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اسی قبیلہ کے پڑوس میں واقع ہے۔ ابن شبہ یحییٰ بن النضر انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسجد ابی بن کعب کے علاوہ کسی ایسی

مسجد میں نماز نہیں پڑھی جو نشیبی علاقہ میں واقع ہو۔ یحییٰ بن سعد سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ اکثر مسجد ابی بن کعب میں نماز پڑھنے تشریف لاتے۔ اور فرماتے اگر لوگوں کا اس مسجد میں میلان کا خوف نہ ہوتا تو میں بکثرت یہاں نماز پڑھنے آتا۔ ابن زبالہ یوسف الاعرج سے اور ربیعہ بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے مسجد بنی جدیلہ یعنی مسجد ابی بن کعب میں نماز پڑھی ہے۔

چوتھی فصل

ان مساجد جن کی جہت معلوم ہے لیکن ان کی عین معین نہیں۔ ان میں

مسجد جدیلہ	مسجد بنی حرام
مسجد الخربۃ (بنو عبید کی مسجد)	مسجد جہینہ
بنو غفار کے مکانات کے قریب مسجد بیوت المطر اف	خزرج قبیلہ کے بنو زریق کی مسجد
شہر مدینہ سے باہر مسجد بنی ساعدہ	خزرج میں سے بنو خدرہ کی مسجد
مسجد رانج	مسجد بنی عبد الاشہل
مسجد القرصہ	اوس قبیلہ کے بنو حارثہ کی مسجد
مسجد شیخین یا مسجد البدائع	خزرج قبیلہ کے بنو دینار ابن النجار کی مسجد
مسجد بنی عدی بن النجار	مسجد دار النابغہ
مسجد بنی مازن بن النجار	مسجد بنی عمرو بن مبذول بن مالک بن النجار
مسجد بقیع الزبیر	مسجد صدقۃ الزبیر
مسجد بنی الحارث بن الخزرج	مسجد السح
مسجد بنی الحبلی رھط بن سلول	مسجد بیاضہ
مسجد بنو خطمہ	مسجد العجوز
مسجد بنی امیہ بن یزید	مسجد بنی وائل
مسجد بنی واقف	مسجد بنی انیف
مسجد دار سعد بن خیثمہ (جو قباء میں ہے۔)	مسجد التوبہ
مسجد نور	مسجد عتبان بن مالک
مسجد مبیب	صدقۃ النبی ﷺ مسجد المنارتین

مسجد فیضاء الخیار　　　　　مسجد بنی حجاشہ

اور بئر شداد مشہور مساجد ہیں۔ یہ وہ تمام مساجد ہیں جن میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

پانچویں فصل

پانچویں فصل مدینہ منورہ کے مقبروں کی فضیلت اور بقیع میں مدفون بعض صحابہ اور اہل بیت اور انکے علاوہ بعض مزارات کی تفصیل ہے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ اہل بقیع کی زیارت کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اہل بقیع کیلئے مغفرت طلب کروں۔ آپ ان کیلئے ان الفاظ میں استغفار فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ

اور کبھی ان الفاظ میں اہل بقیع سے مخاطب ہوتے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْمَقَابِرْ لِیَھْنَأً لَکُمْ مَا اَصْبَحْتُمْ فِیْہِ مِمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ فِیْہِ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ لِقَطْعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یَتْبَعُ آخِرُھَا اُوْلَھَا الآخِرَۃُ شَرٌّ مِنَ الْاُوْلٰی۔

اے اہل بقیع تم پر سلامتی ہو اور تمہیں مبارک ہو تم لوگ فائدے میں رہے (کیونکہ) عنقریب سخت فتنے آنے والے ہیں جو ایک سے بڑھ کر ایک ہیں (اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے بچایا ہے) اس کے دعا کے بعد ان کیلئے لمبی دعا فرماتے۔

ابن زبالہ خالد بن عوسجہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عقیل بن ابی طالب کے گھر کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کر رہا تھا کہ جعفر بن محمد بھی اہل سمیت میرے پاس سے گذرے ان کا ارادہ بھی دعا کا تھا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کسی کام کی غرض سے کھڑے ہو؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ ہمارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام جب اہل بقیع کی زیارت کیلئے تشریف لاتے تو یہیں کھڑے ہوتے۔ (اس لئے ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہاں کھڑا ہوں) اگلے صفحات میں آ رہا ہے کہ سیدنا عقیل کے گھر کے پاس ہی اہل بقیع کے مزارات ہیں۔ روایت ہے کہ اس مقام پر مانگی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ وہ مقامات جہاں سرکار دوعالم ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہاں دعا مانگنی مستحب ہے کیونکہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد بقیع کے مقبرہ میں دفن ہونے کی فضیلت میں بہت ساری احادیث ذکر کیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ "قیامت کے دن اس مقبرہ سے ستر ہزار نفوس قدسیہ کو بغیر حساب کتاب کے جنت میں بھیج دیا جائے گا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے

ہوں گے''۔

اس مقبرہ کی فضیلت توراۃ میں بھی آئی ہے۔ مقبرۂ بنوسلمہ کی بھی بڑی فضیلت ہے کعب الاحبار سے روایت ہے کہ احد کے شہداء میں سے بعض اسی مقبرہ میں دفن کئے گئے ہیں۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ بقیع میں اکثر صحابہ مدفون ہیں۔ جو حضور ﷺ کی زندگی میں یا بعداز وصال وفات پا چکے تھے۔

تقریباً دس ہزار صحابہ وفات پا چکے ہیں۔ اور ایسے ہی اہل بیت کے سردار اور بہت سارے تابعین بھی وفات چکے ہیں لیکن ان کی قبور کے متعلق صحیح علم نہیں۔ البتہ وہ نابغۂ روزگار ہستیاں جن کے مزارات معلوم ہیں ان میں رحمت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ، عثمان بن مظعون، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نور نظر سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، فاطمہ بنت اسد، عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، حنیس بن حذافہ سہمی جو ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔ ان کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے عقد میں آ گئی تھیں۔ حضرت حنیس بن حذافہ نے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ جنگ احد میں زخمی ہونے کے بعد شہید ہوئے تھے اسعد بن زرارہ انصاری، سیدہ فاطمہ بنت الرسول اللہ ﷺ آپ کی مرقد منور بقیع میں ہے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما، سیدنا عباس بن عبدالمطلب، صفیہ بن عبدالمطلب، ابوسفیان بن الحارث، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات (سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما بالترتیب مکہ اور بسرف میں مدفون ہیں) سیدنا عثمان بن عفان، سعد بن معاذ الاشہلی اور ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہم وعنہن اجمعین شامل ہیں۔

سمہودی فرماتے ہیں۔ آج کل جو مزارات معروف ہیں ان میں عباس بن عبدالمطلب، حسن بن علی اور ان دونوں کے ساتھ بہت سارے صحابہ جو ان کے ساتھ روضہ میں مدفون ہیں۔ عقیل بن ابی طالب، حضور رحمت عالم ﷺ کے لخت جگر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ، صفیہ بنت عبدالمطلب (آپ ﷺ کی پھوپھی جان) اسماعیل بن جعفر صادق، ابوسعید الخدری کے والد ماجد مالک بن سنان، پاک روح محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب جو ابوجعفر منصور کے زمانہ میں شہید کئے گئے تھے۔ اور آپ ﷺ کے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وعنہم وعنہن اجمعین وغیرہ کے مزارات شامل ہیں۔

چھٹی فصل

چھٹی فصل احد اور یہاں مدفون شہداء کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

ان برگزیدہ نفوس کی فضیلت کے بارے میں بہت ساری احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ کہا گیا

ہے۔ کہ اس دن ستر خوش نصیب جام شہادت نوش صحابہ نے فرمایا۔ ان میں سے حمزہ بن عبد المطلب، عبد اللہ بن جحش (یہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے) صعب بن عمیر، سہل بن قیس بن ابی مسلمۃ، عمرو بن جموح، نعمان بن مالک اور عبد اللہ بن الحسحاس رضی اللہ عنہ اجمعین کی قبور اور مقامات اور فضائل وغیرہ ذکر کئے گئے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

چھٹا باب

مدینہ منورہ کے کنوؤں، چشموں، میدانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب اوقاف کے بارے میں

اس باب میں دو فصل ہیں۔

پہلی فصل

بابرکت کنوؤں کے بارے میں، ان کے نام حروف تہجی کے مطابق ذکر کیے جاتے ہیں۔
بئر اُریس، (اُریس کا کنواں) اعواف کا کنواں، یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وقف تھا، اُنا کا کنواں، انس بن مالک بن نضر کا کنواں، اہاب کا کنواں، بوصہ کا کنواں، بضاعہ اور جاسوم کے کنویں، ابوہیثم بن التیہان، جمل، اور بیرحاء کے کنویں، لوۃ، ذرع، رومہ، عقبہ، ابوعنبہ عہن، غرس، قراضہ اور قریصہ وغیرہ کے کنویں۔ امام سمہودی نے ان تمام کنوؤں کی فضیلت پر احادیث کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے بعد ان چشموں کا ذکر کیا ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔

ابن زبالہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جنگ خندق کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر دن کے وقت خندق کھودتے رات کو حفاظت کے پیش نظر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو حرام کی غار میں آرام کیلئے چھوڑ آتے اور صبح آپ ہماری طرف اتر کر تشریف لاتے۔ ایک دن آپ نے غار کے پاس رکھے گئے پتھر کو ہٹا کر نیچے سے سوراخ کر دیا پس اس میں سے پانی نکل آیا جو آج تک جاری ہے۔

اس کے بعد ابن نجار کہتے ہیں۔ یہ چشمہ مدینہ سے باہر واقع ہے اور اس کے اوپر عمارت بنائی گئی ہے یہ عیدگاہ کے سامنے ہے۔ عوام الناس میں یہ ''عین موجودہ'' کے نام سے مشہور تھا جبکہ آج کل اسے ''عین الزرقاء'' کہا جاتا ہے۔ اسے ''عین ازرق'' (نیلی آنکھوں والا چشمہ) کہنا چاہیے کیونکہ مروان جس کی آنکھیں نیلی تھیں اس نے اسے معاویہ کیلئے جاری کروایا تھا۔

دوسری فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وقف شدہ اموال اور ان درختوں کے بارے میں ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگایا۔

ابن شہاب نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کیلئے وقف شدہ مال ''مخیرّیق یہودی'' کا تھا۔ ذہبی واقدی سے نقل کرتے ہیں کہ مخیرّیق بنونضیر کا ایک نیک عالم تھا۔ اور پھر وہ حضور ﷺ پر ایمان لایا۔ لہٰذا وہ صحابہ میں شامل ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مخیرّیق نے حضور ﷺ کیلئے اپنے اموال کی نصیحت کی تھی۔ نیز وہ جنگ احد میں بھی شریک ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''مخیرّیق یہودی میں سے، سلمان فارسیوں میں سے اور بلال حبشیوں میں سے سبقت لے گئے''۔

مخیرّیق کے وہ اموال جو حضور ﷺ کیلئے وقف تھے ان کے نام، دلال، برقۃ، اعواف، صافیہ، المیثب، حسن اور مشرب ام ابراہیم، صافیہ، برقۃ، دلال، میثب، مروان حکم کے محل کے پیچھے ہیں۔ اور مشرب ام ابراہیم نیت المدراس سے آگے ابوعبیدہ بن عبید اللہ کے مال کے پاس ہے۔ ان کو اور ''حسن'' اور اعواف کو ''مہزور'' سے سیراب کیا جاتا تھا۔ ابوغسان کہتے ہیں کہ ''وقف مال'' کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بنوقریظہ اور بنونضیر کا مال تھا۔ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''دلال'' بنونضیر کی عورت کا مال تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہجرت کے ساتویں سال سات باغ مسلمانوں کیلئے وقف کر دیئے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے کہا کہ بنونضیر کے درخت (کھجور) حضور ﷺ کیلئے وقف کر دیئے گئے لیکن آپ ﷺ نے ان میں سے اکثر مہاجرین کیلئے وقف کر دیئے۔ اور بنوفاطمہ کے پاس جو سات باغ تھے باقی رکھے یہ وہ مال تھا جو خاص طور پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ ...... الاية

ابن زبالہ فرماتے ہیں کہ محمد بن کعب سے روایت ہے کہ یہ مخیرّیق کے اموال تھے۔ کیونکہ مخیرّیق نے جنگ احد کے دن یہودیوں سے کہا تھا۔

''تم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد نہیں کرو گے؟ خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ کی مدد کرنا تم پر واجب ہے۔ انہوں نے جواب دیا آج ''ہفتہ ہے (آج جنگ منع ہے) انہوں نے کہا ہفتہ کی عظمت کا لحاظ اب تم پر لازم نہیں (کیونکہ اسلام آ چکا ہے) انہوں نے تلوار اٹھائی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمراہی میں میدان احد میں پہنچ گئے۔ اور مسلمانوں کی طرف سے بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ شدید زخمی ہو گئے اس وقت انہوں نے وصیت کی ''میرے تمام اموال محمد (فداہ روحی وقلبی) کیلئے ہیں آپ جو چاہیں ان اموال میں تصرف کر سکتے ہیں وہ آپ کیلئے ہیں۔''

یہ ذکر کرنے کے بعد ابن زبالہ کہتے ہیں کہ مذکورہ سات باغوں میں سے ''صافیہ'' اور ''برقہ'' مدینہ

منورہ سے بجانب قبلہ واقع ہیں۔اور ''دلال'' صافیہ سے بجانب قبلہ ملکی مدرسہ شہابیہ کے قریب واقع ہے۔''مثیب'' آج کل معدوم ہے۔لیکن ایک روایت کے مطابق یہ بھی مذکورہ باغوں تینوں کے قریب واقع تھا۔''اعواف''،''عالیہ'' مقام پر واقع ہے۔مشرب ام ابراہیم بھی یہیں ہے اور حسن قف کے مقام پر ہے وہ ''مہزور'' سے سیراب ہوتا ہے۔یہ سات باغ ہیں جو حضور ﷺ کیلئے وقف تھے۔ان ہی اوقاف اور خیبر و فدک کے باغوں میں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حصہ اور حضور ﷺ کا حصہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے طلب کیا تھا۔لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا تھا۔''جو کام میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ظاہری زندگی میں نہیں کیا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں اگر میں ایسا کروں گا تو میں راہ راست سے بھٹک جاؤں گا۔'' آپ کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے اوقاف سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کو عطا کر دیئے لیکن خیبر اور فدک کے اوقاف نہ دیئے اور فرمایا۔

یہ حضور ﷺ کے وہ حقوق ہیں جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی لاحق ہیں۔نیز آپ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے بھی دلیل پکڑی کہ ارشاد نبوی ہے۔

لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ

''ہم انبیاء جو چیز ترکہ کے طور پر چھوڑ جائیں ان کا وارث کوئی نہیں ہوتا''۔

یہ سن کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہو گئیں۔اور صحیح میں ہے کہ حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی کا تقاضا کرنے آئے جس کا تقاضا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔باوجود اس کے کہ انہیں اعتراف تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''لا نورث......لیکن ان کی رائے تھی کہ ملکیت خلیفہ ہی میں رہے اور ہمیں ان کی دیکھ بھال کی اجازت ملنی چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ اوقاف عطا کئے تو ساتھ کہہ دیا کہ وہی طریقہ اختیار کرو گے جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار فرمایا تھا۔یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا تھا۔صدقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہا آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کے بعد علی بن الحسین اور پھر حسن بن الحسن اور ان کے بعد حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا۔معمر کہتے ہیں کہ آخر میں عبداللہ بن الحسن کے قبضہ میں تھا کہ بنو عباس نے ان سے چھین لیا۔

ابوغسان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نام کے اوقاف خلیفہ کے ہاتھ ہی میں رہتے اور خلیفہ ان کا پھل اور دیگر آمدن مدینہ کے محتاجوں میں حسب ضرورت تقسیم کرتا۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ بیہقی سے

روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کیلئے وقف شدہ مال سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے وقف شدہ مال، سیدنا عمر، عثمان، علی، فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر بے شمار صحابہ کے لیے وقف شدہ مال مدینہ اور اس کے میدانوں میں قائم ہیں۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے کچھ عرصہ بعد حالات تبدیل ہوئے۔ واللہ المستعان

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ کہ فدک کا باغ سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

شان صدیقی

فقیر یوسف نبہانی کہتے ہیں کہ اگر شیعہ حضرات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کریں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلاوجہ محروم رکھا تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں کیونکہ انہوں نے سیدنا ابوبکر اور دیگر بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں کیا کچھ نہیں کہا۔ افسوس تو ان جاہل سنیوں پر ہے جو رافضیوں کے اعتراض کو درست سمجھ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔ اور بزعم خویش یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری رائے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے سے زیادہ درست ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جو سمجھ بوجھ قوت ایمانی اور قوت یقین عطا فرمائی تھی اس کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ حدیث شریف کی روشنی میں تمام انسانوں میں

افضل البشر بعد الانبیاء

"(انبیاء کرام کے بعد آپ تمام لوگوں سے افضل) ٹھہرے"۔

مناسب تو یہ تھا کہ معاملہ اہل لوگوں کے سپرد کر دیا جاتا اور ان نفوس قدسیہ کے بارے میں اپنی ناقص عقلوں کے ساتھ کوئی رائے قائم نہ کی جاتی۔ بلکہ اس واقعہ سے یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دین کے معاملہ میں کسی کی طرفداری کرتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف داری کرتے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی کا اندازہ اس سے لگانا چاہیے کہ مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں ایک مرتدین کے ساتھ جہاد کرنے کا مسئلہ تھا۔ تمام صحابہ کی رائے تھی کہ مرتدین تعداد میں زیادہ اور صحابہ کم ہیں۔ وہ قوی اور مسلمان بظاہر کمزور تھے پھر حالات بھی ناساز گار تھے لہٰذا فراق نبی سے نڈھال صحابہ نے رائے دی کہ انہیں فی الحال اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن مربی اعظم ﷺ کا یہ ہونہار شاگرد رضی اللہ عنہ ڈٹ گیا۔ اور ان کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے

ہوئے ان کو دوبارہ حلقہ اسلام میں لے آیا۔ اور پھر سارے مسلمان فارسیوں اور رومیوں کے خلاف لڑے۔ اور اسلام کو کے بعد دیگرے فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ فتوحات فتوحات فاروقی کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دور فاروقی میں جو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں وہ دراصل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی کا نتیجہ تھیں۔

یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمات ہیں جو بعد از وصال نبی ﷺ آپ نے سرانجام دیں۔ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وزیر اعظم اور صدیق مقدم تھے۔ (گہرے دوست تھے) نیز آپ رضی اللہ عنہ راز دان نبی ﷺ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ وصال نبی تک ایک ہی حالت پر رہے اور حضور ﷺ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ یہ وہ حقائق ہیں۔ جنہیں سیرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر معمولی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے۔

ساتواں باب

ان مساجد کے بارے میں ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوران سفر یا دوران غزوات نماز ادا فرماتے تھے

پہلی فصل

ان مساجد کے بارے میں ہے جو حج کیلئے مکہ جاتے ہوئے راستے میں ہیں۔ یہ راستہ وہ ہے جس پر انبیاء علیہم السلام مکہ کی طرف جایا کرتے تھے۔ یہ معروف راستہ ہے لیکن روحاء اور مسجد الغزالہ کے بعد تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ راستہ مسجد خیف اور ''صفراء'' کا راستہ نہیں ہے۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ میں نے ان مساجد کو مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے ترتیباً ذکر کر دیا ہے۔ اور وہ عظیم مساجد مندرجہ ذیل ہیں۔

مسجد شجرہ، مسجد معرس، شرف الروحاء، عرق الظبیۃ، منصرف المعروف مسجد الغزالہ، روثیہ، شنیہ رکوبہ اثایہ کی مساجد، مسجد عرج، مسجد جو تلعہ سے ہٹ کر عرج کے پیچھے ہے۔ عقبہ جحفہ میں مسجد جمل، قبیلہ کی مسجد، مسجد السقیا، مسجد مدلجہ، مسجد رمادہ، مسجد ابواء، مسجد بیفہ، ہرشی کے پیچھے اصل العقبہ والی مسجد، مسجد جھہ، جحفہ کے بعد والی مسجد، مسجد جو قدید سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ عقبہ خلیص کے پاس والی مسجد، مسجد خلیص، مسجد بطن مرالظہر ان، مسجد سرف، مسجد تنعیم اور مسجد ذی طوی۔

دوسری فصل

دوسری فصل ان مساجد کے بارے میں ہے۔ جو موجودہ دور میں (امام سمہودی کے دور میں) مکہ جاتے ہوئے راستہ میں آتی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔

ابن زبالہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات اجدال کی مسجد میں نماز پڑھی ہے اسی طرح مسجد جو جیزتین کے راستے میں ہے اور ذفران مدبر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذفران کے کنارے پر بھی نماز پڑھی۔ وہاں ایک کنواں کھودا گیا اور روایت ہے کہ کنواں اس جگہ کھودا گیا جس جگہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک دوران سجدہ لگی تھی۔ اس کنوے کا پانی مٹھاس میں آس پاس کے کنوؤں سے ممتاز تھا۔

امام سمہودی فرماتے ہیں۔ میں نے بلند ٹیلہ پر ایک مسجد دیکھی ہے۔ جو ذفران کی دو مسجدوں میں

سے ایک ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ صفراء وادی میں ایک مسجد ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں جو زخم آئے تھے ان کی وجہ سے آپ صفراء میں وفات پا گئے تھے۔ لہٰذا آپ کو وہیں دفن کیا گیا تھا۔ جبکہ مراغی نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر ذفران میں ہے۔

ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وادیٔ مبرک کی مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ اس وادی اور دعان وادی کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے۔ ان بابرکت مساجد میں مسجد بدر، مسجد عشیرہ اور فرع کی مساجد ہیں۔

تیسری فصل

تیسری فصل ان مساجد کے بارے میں ہے جنہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران غزوات عبادت کے ذریعے عزت بخشی۔ ان میں مسجد عصرہ ہے جو خیبر کے راستے میں آتی ہے اسی طرح مسجد عبہاء، خیبر کے قریب دو مسجد، شمران میں ایک مسجد، اور غزوۂ تبوک کی مساجد وہ عظیم مساجد ہیں جن میں حضور نبی رحمت ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

ابن رشد اور ابن زبالہ نے تقریباً سولہ مساجد کا ذکر کیا ہے اور ابن اسحٰق نے ان سے کم کا ذکر کیا ہے نیز ابن اسحٰق کے مذکورہ مساجد کے ناموں اور مقامات کا ابن زبالہ و ابن رشد کے مذکورہ ناموں و مقامات سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان تمام مساجد کی تعداد بیس ہے۔ جن میں سے پہلی مسجد تبوک کے مقام پر (اسے عمر بن عبد العزیز نے دوبارہ تعمیر کروایا ہے) دوسری تبوک کے سامنے ثنیہ مدارک کے پاس، تیسری زراب کے مقام پر جو تبوک سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ چوتھی اس سے کچھ فاصلے اخضر کے مقام پر پانچویں اس سے بھی کچھ آگے ذات خطمی کے مقام پر چھٹی ''بالی'' کے مقام پر اور ابن زبالہ کے نزدیک ''نقیع بولا'' میں ہے۔ ساتویں بتراء کے کنارہ پر، آٹھویں تاراء، نویں ذوالحلیفہ کے مقام پر اور دسویں ذوالحلیفہ کے مقام پر، گیارہویں شوشق کے مقام پر، بارہویں ''حوض'' کے پاس، تیرہویں ''حجر'' یا'' علا'' کے مقام پر، چودھویں صعید قزح، کے مقام پر، آج کل اسے ''مسجد وادی القریٰ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، پندرہویں وادیٔ قریٰ میں، سولہویں قریہ بنی عذرہ، سترہویں ''رقعہ'' یا رقمہ کے مقام پر۔ ابن زبالہ نے ان کی جگہ ''سقیا'' کے مقام کا ذکر کیا ہے، اٹھارہویں مدینہ سے باہر ذوالمروہ کے مقام پر، انیسویں ''فیفاء'' کے مقام پر اور بیسویں مسجد مدینہ سے کچھ فاصلہ پر'' ذوخشب'' کے مقام پر واقع ہیں۔

ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی رحمت ﷺ اشجع قبیلہ کے ایک آدمی کے کھیت میں تشریف لے گئے اور کھجور کے درخت کے نیچے نماز پڑھی پھر آپ قدرے نیچے اترے اور کدید سے گذر کر ایک لمبے درخت کے نیچے پھر نماز پڑھی۔ اس مقام پر ایک معروف مسجد ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں ''اشجع'' کے علاقہ میں بھی نماز پڑھی۔ امام سمہودی فرماتے ہیں کہ سرکار نے جس درخت کے نیچے نماز پڑھی تھی وہ نجد کے علاقہ میں تھا کدید اس کے قریبی علاقوں میں سے ہے۔ اسدی نے بھی کہا ہے کہ کدید میں ایک مسجد ہے جو ''مسجد رسول اللہ ﷺ'' کے نام سے معروف ہے، یہ مسجد حدیبیہ سے جدہ جاتے ہوئے بلدح کے قریب واقعہ ہے یہاں ایک کنواں ہے جو ''بئر شمس'' کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد ذات عرق بھی اسی راستے میں آتی ہے جو اڑھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ جگہ احرام کیلئے میقات ہے۔

مسجد جعرانہ جو ''اقصیٰ'' کے نام سے مشہور ہے یہ وادی کے درمیان ''عدوۃ القصویٰ'' کے مقام پر واقع ہے'' مسجد لیہ'' اس کے بارے میں مطری کہتے ہیں کہ یہ آج کل وادیٔ لیہ میں واقع ہے اس سے طائف آٹھ میل کے فاصلے پر ہے اس مسجد کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے پاس ایک پتھر ہے جس میں حضور ﷺ کی اونٹنی کے قدم کا نشان ہے''۔

مسجد طائف حضور ﷺ نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تھا آپ ﷺ کے ساتھ ازواج مطہرات میں سے سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ مومنین نے ان کیلئے دو خیمے لگائے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان نماز پڑھی تھی۔ وہاں ایک بڑی جامع مسجد تعمیر کی گئی اسی مسجد میں قبلہ کی جانب دائیں طرف عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک ہے۔

آٹھواں باب

مدینہ منورہ کی وادیوں، چراگاہوں، قلعوں اور پہاڑوں کے بارے میں

یہی باب'' خلاصۃ الوفا باخبار المصطفیٰ ﷺ کا آخری باب ہے۔ اس کتاب میں بہت سارا علمی اور تاریخی مواد ہے نیز اس میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شہر مدینہ کے متعلق مفید معلومات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی ہو اور اسے جزاء خیر عطا کرے۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کے جواہر پارے

سیدی عبدالغنی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں سیدہ نفیسہ بنت الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی زیارت کی۔ آپ کی قبر مبارک مصر میں تھی۔ آپ سفید لباس میں ملبوس میرے سر کے قریب تشریف فرما ہوئیں جبکہ میں چت لیٹا ہوا تھا اس کے بعد میں نہایت خوشی کی عالم میں بیدار ہوا کیونکہ محسوس ہو رہا تھا کہ اب غم کے بادل چھٹنے والے ہیں۔ اور در حبیب ﷺ پر حاضری کا موقع آنے والا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا حسنی سیدہ ہیں۔ زید اور شریف سعد بن زید حسنی نے بھی آپ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی۔ نیند سے بیدار ہو کر خود بخود میری زبان سے یہ مصرع جاری ہوا۔

نَفَّسَ اللّٰهُ كَرْبَنَا بِنَفِيْسَة

''اللہ تعالیٰ نے نفیسہ کے ذریعے میرے غم کو دور کر دیا''۔

بعد میں اس مصرع پر مکمل قصیدہ لکھا۔

نیند سے بیدار ہو کر میں شریف سعد کی مجلس میں گیا اور سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا کل انشاءاللہ سفر مدینہ پر روانہ ہو جائیں گے۔ اس خوشخبری سے میں بڑا خوش ہوا کہ محبوب مکرم ﷺ سے ملاقات کا وقت قریب آ رہا ہے۔

لَا تُنْكِرُوْا خَفَقَانَ قَلْبِي وَالْحَبِيْبُ لَدَيَّ حَاضِرُ

مَا الْقَلْبُ إِلَّا دَارُهُ ضُرِبَتْ لَهُ فِيْهَا الْبَشَائِرُ

''محبوب حاضر ہو اور دل کی دھڑکن تیز نہ ہو یہ ناممکن بات ہے۔ میرا دل تو محبوب کا ٹھکانہ ہے جس میں خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا جاتا ہے''۔

وہ رات ہم نے خوشی میں گذار دی کہ صبح محبوب کی زیارت کیلئے روانگی کی امید تھی۔ صبح ہونے پر ہم نے مدینہ منورہ کی راہ لی۔ اپنے دل کی لگاموں کو حجرۂ مقدسہ کی طرف موڑ دیا جہاں بے سکون دلوں کا قرار محو استراحت ہیں۔ ہم مصروف سفر رہے حتیٰ کہ ہمارا راہنما جو ایک بدوی (دیہاتی) تھا۔ اس نے کہا ہمیں اس وادی سے ہٹ کر راستہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ جس راستہ پر ہم چل رہے ہیں اس پر چوروں اور ڈاکوؤں کا ڈر ہے۔ اس نے ہمیں مدینہ کے نزدیک ہونے کے بارے میں نہیں بتایا حالانکہ ہم بار

بار مسافت کے بارے میں اس سے پوچھتے رہے۔ ہم محو سفر تھے ہمارا ایک ساتھی اپنی سواری پر سو رہا تھا کچھ دیر کے بعد وہ جاگ پڑا اور کہنے لگا'' ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے آواز آ رہی تھی اور کہا جا رہا تھا کہ اس وادی میں فرشتہ ہے۔ ہم حیران ہوئے حالانکہ یہ مدینہ منورہ کے قرب کے علامت تھی۔ کیونکہ بخاری و مسلم رحمۃ اللہ عنہما ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' مدینہ کی حفاظت کی خاطر ہر کونے (راستے) پر فرشتے ہیں جو طاعون اور دجال سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مکہ و مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں دجال داخل ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں شہروں کے تمام راستوں میں ملائکہ صف باندھے ان کی حفاظت کیلئے کھڑے ہیں''۔

ابن ماجہ نے اپنی'' سنن'' میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے حدیث شریف روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے متعلق لمبی حدیث بیان فرمائی کہ دجال نے کہا کہ میرے قدموں سے بیڑی دور کی جائے تو میں انہی قدموں سے'' طیبہ'' کے علاوہ ہر قطعہ زمین کو روند ڈالوں گا۔'' طیبہ'' پر مجھے غلبہ نہ ہو سکے گا۔ اس پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ سن کر مجھے حد درجہ خوشی ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی ہر تنگ گلی اور وسیع شاہراہ پر اس کے میدانوں اور پہاڑوں پر فرشتے تلوار سونتے کھڑے ہیں جو قیامت تک اس کی حفاظت کرتے رہیں گے''۔

آخر کار ہم سفر کی تکالیف اٹھانے کے بعد منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے۔ مدینہ منورہ کی طرف سے انوار کی بارش ہونے لگی تھی۔ انہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں چندھیا گئیں اور عقل حیران رہ گئی۔ ہمیں ایک نور نظر آتا تھا جو ایک'' مخصوص'' جگہ سے بلند ہوتا تھا اور آسمان کے اطراف میں پھیل جاتا ہے حتی کہ ہم'' جرف'' پہنچ گئے جب ہم وادی عقیق سے گذر رہے تھے تو ہمیں کسی چیز کا شعور نہ رہا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

عَلَى سَاكِنِىْ بَطْنِ الْعَقِيْقِ سَلَامُ
وَاَنْ اَسْهَرُوْنِى بِالْفِرَاقِ وَ نَامُوا

'' وادی عقیق کے رہنے والوں پر سلام ہو اگر چہ جدائی کا غم دیکر خود تو سو گئے لیکن مجھے ساری رات تڑپ کر گذارنے پر مجبور کر دیا''۔

حَظَرْ تُمْ عَلَىَّ النَّوْمَ وَهُوَ مُحَلَّلٌ
وَ حَلَلْتُمْ التَّعْذِيْبَ وَهُوَ حَرَامُ

'' (وادی عقیق والو) تم نے میرے لئے سونے کو حرام کر دیا ہے حالانکہ سونا ایک حلال فعل

ہے اور میرے لئے عذاب مقدر کیا ہے حالانکہ عذاب دینا حرام فعل ہے"۔

اِذَا بَنْتُمْ عَنْ حَاجِرٍ وَ حَجَرْتُمْ
عَنِ السَّمْعِ اَنْ یَدْنُوْ اِلَیْهِ الْکَلَامُ

"کیا تم پتھر کے ہو کہ تمہارے کانوں میں کی فریاد تک نہیں پڑتی"۔

فَلَا مَیَّلَتْ رِیْحُ الصَّبَا فَرْعَ بَانَةٍ
وَلَا سَجَعَتْ فَوْقَ الْغُصُوْنِ حَمَامُ

"باد صبا نہ تو یہاں کے بانہ نامی درخت کے تنے پر لگتی ہے اور نہ ہی یہاں کے درختوں کی ٹہنیوں پر کبوتریاں نغمہ سرا ہیں"۔

وَلَا قَهْقَهَتْ فِیْهِ الرُّعُوْدُ وَلَا یَبْکِیْ
عَلٰی حَافَتَیْهِ بَاتَعَشّٰی غَمَامُ

"نہ تو اس وادی میں کڑک کی آواز آتی ہے اور نہ یہاں کے کناروں پر بادل آنسو بہاتے ہیں (بارش نہیں ہوتی)"۔

فَمَالِیْ وَمَا لِلرَّبْعِ قَدْ بَانَ اَهْلُهٗ
وَقَدْ قُوِّضَتْ مِنْ سَاکِنِیْهِ خِیَامُ

"مجھے اس ٹیلے سے کیا کام جب یہاں کے مکین خیمے اکھاڑ کر کوچ کر گئے ہیں"۔

اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ هَلْ اِلَی الرَّمْلِ عَوْدَةٌ
وَهَلْ لِیْ بِظِلِّ الْبَانَتَیْنِ لَمَامُ

"اے کاش میری یاداشت دوبارہ اس ٹیلے کی طرف لوٹ آئے کیا یہاں کے دو درختوں کے سائے میں مجھے بیٹھنا نصیب ہو جائے گا"۔

اَلَا یَا حَمَامَاتِ الْاَرَاکِ اِلَیْکُمَا
فَمَالِیْ فِیْ تَغْرِیْدِ کُنَّ مَرَامُ

"اے جنگل کی کبوتریوں مجھ سے دور ہو جاؤ مجھے تمہاری نغمہ سنجی سے کیا غرض؟ (میں خود دکھی ہوں)"۔

فَوَجْدِیْ وَشَوْقِیْ مُسْعِدٌ وَ مُؤَانِسٌ
وَنُوْحِیْ وَ دَمْعِیْ مُطْرِبٌ وَمُدَامُ

"پس میرا شوق اور میرا درد اور میرے آنسو اور آہ و فغاں ہمیشہ سے جاری و ساری ہیں"۔

ہم جوں جوں آگے آگے بڑھتے رہے نورانی ماحول میں اضافہ ہوتا رہا اور ہم نے ''طیبہ'' کی خوشبو جو کستوری اور عنبر کی طرح تھی سونگھ لی جب ہم وادی کے نشیبی علاقہ سے نکل کر ''جرف'' کے پرفضا علاقہ میں پہنچ گئے تو ہماری روحیں بھی کھل اٹھیں ہم ایسے چل رہے تھے گویا ہمیں باندھ دیا گیا ہو یا سانپوں اور اژدھوں سے ڈرایا گیا ہو۔ اسی دوران ہمارے ایک ساتھی نے خبر دی کہ میں نے ایک گروہ کو دیکھا جو صف باندھے ہمیں دیکھ رہا تھا ہم اسے پہچانتے تھے۔ اچانک ہم نے ان اونٹنیوں کی آوازیں سن لیں جن سے سیرابی کا کام لیا جاتا تھا ہمارے کسی ساتھی نے بتایا کہ یہ مدینہ کی اونٹنیوں کی آوازیں ہیں ہمیں اپنی منزل مقصود قریب نظر آنے لگی اور ہمارے دل خوشی سے جھولنے لگے۔ تھوڑا سا آگے چل کر ہم مدینۃ الرسول ﷺ میں حاضر ہوئے ہماری آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔ ہم فرط عقیدت میں سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے اور سواریاں ہمارے پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ ہمیں سواریوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔

متنبی نے کیا خوب کہا ہے۔

فَدَیْنَاكَ مِنْ رُبْعٍ وَاِنْ زِدْ تَنَا كَرْبًا
فَاِنَّكَ كُنْتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالْغَرْبَا

''اے ٹیلے ہم تجھ پر قربان! اگر چہ تو نے ہمارے دکھوں میں اضافہ کر دیا۔ کیونکہ تو سورج کیلئے مشرق بھی ہے اور مغرب بھی''۔ (محبوب کیلئے)

وَلَمَّا رَأَیْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ یَدَعْ
فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرَّسُوْمِ وَلَا لُبًّا

''جب ہم نے اس محبوب کے قدموں کے نشان دیکھے۔ جس محبوب نے ہم سے ہمارا دل و دماغ چھین لیا ہے''۔

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِی كَرَامَةً
لِمَنْ بَانَ عَنْهُمَا اِنْ نَلُمَّ بِهَا رُكْبًا

''تو ہم سواریوں سے اتر کر اس کے احترام میں پیدل جانے لگے مبادا سوار ہو کر اس کے پاس جانے سے گستاخی کے مرتکب نہ ہو جائیں''۔

یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ کے ٹیلوں کے پاس پہنچ گئے یہاں پر ہم عشق و مستی کے نشہ میں مدہوش ہو گئے۔ رات کا آخری پہر تھا۔ کچھ دیر کے بعد مدینہ منورہ کے میناروں سے تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونجنے لگیں۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ کی فصیل کے پاس پہنچ گئے دروازہ شامی بند ہونے کی وجہ

سے ہم نے ایک اور دروازہ کے پاس پڑاؤ ڈالا۔شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وَاِذَا لَمَطِیُّ بِنَا بَلَغْنَ مُحَمَّدَ
فَظُھُوْرُ ھُنَّ عَلَی الرِّجَالِ حَرَامُ
قَرَّبْنَنَا مِنْ خَیْرِ مَنْ وَطِیَ الثَّرٰی
فَلَھَا عَلَیْنَا مِنِیَۃٌ وَذِمَامُ

''ہماری سواریاں جب ہمیں ہمارے آقا و مولیٰ کے دربار میں لے آئیں تو اب ان کی پیٹھیں ہم پر حرام ہیں۔ان سواریوں نے ہمیں سراپا یمن و برکت ہستی کے دربار میں پہنچا دیا۔تو یہ ان کا ہمارے اوپر بہت بڑا احسان ہے''۔

کسی اور نے کہا ہے۔

اَحِبُ الْحَمٰی مَنَاجِلَ مِنْ سُکْنٰی الحمٰی
وَمِنْ اَجَلِ اَھْلِیْھَا تُحِبُّ الْمَنَازِلُ

''مدینہ کیلئے میری ورافتگی وہاں کے مکین کی وجہ سے ہے۔اور مکینوں کی وجہ مکانوں سے محبت کی جاتی ہے''۔

جب ہم دروازے کے پاس پہنچے تو ہم نے سب سے پہلے دروازے کی چوکھٹ چوم لی۔سحری کرنے کے بعد ہم نے وہاں میٹھے پانی سے خوب پیاس بجھائی اس کے بعد صبح کی اذان شروع ہوئی۔معاً شہر کے دروازے کھل گئے اور یہ اشارہ تھا اس شہر بے بدل میں حاضری دینے کا میں میرا ایک بیٹا اور کچھ لوگ شہر میں چلے گئے جبکہ کچھ ساتھی وہاں ہی سامان کے پاس رہ گئے۔ہم بابَ السلام سے داخل ہونا چاہتے تھے جبکہ ہمارا ایک ساتھی ہمیں باب الرحمۃ میں سے لے گیا یوں ہم حرم شریف میں پہنچ گئے اور صبح کی نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہونے سے پہلے ہم درگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے خوب درود و سلام پیش کیا اور یوں جو بشارت ہمیں خواب میں دی گئی تھی وہ پوری ہوئی اس کے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔پھر فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ دعا مانگی۔دعا و سلام سے فارغ ہونے کے بعد محراب النبی ﷺ کے قریب حجرہ شریف میں صبح کی نماز با جماعت ادا کی۔

نماز کے بعد شیخ حرم محترم یوسف آغا طواشی سے ملاقات کی۔انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دوبارہ دربار نبوی ﷺ میں حاضری کیلئے لے گئے وہاں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگی۔بعد ازاں ہم شیخ حرم کے مکان میں چلے گئے۔جو بیت جعفر صادق کے نام سے مشہور تھا۔ظہر تک وہاں رہے۔

اذان ظہر کے بعد حرم نبوی ﷺ میں آ کر روضہ شریف میں ظہر کی نماز با جماعت پڑھی۔ اس کے بعد قاضی مدینہ سے ملاقات کیلئے گئے اور عشاء کی نماز و تراویح سے فارغ ہونے کے بعد سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی۔ شب بسری کے لئے ہم یوسف آغا کے مکان پر چلے گئے۔ صبح ہم یوسف آغا کی معیت میں مسجد نبوی ﷺ حاضر ہوئے پہلے دربار اقدس میں حاضری دی اور پھر نماز صبح پڑھی۔ ہمارا روز کا معمول یہی تھا۔ کہ مسجد میں آتے وقت بھی اور مسجد سے نکلتے وقت بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں ضرور حاضری دیتے۔

یہ سب کچھ ذکر کرنے کے بعد شیخ عبد الغنی النابلسی نے مدینہ کے اسماء اور تاریخ نیز یہاں کی فصیلوں، مسجد نبوی ﷺ کی دیواروں، میناروں اور قبر انور کی تعمیر کے بارے میں بیان کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ امام سمہودی کی کتاب ''الوفا'' میں گذر چکا ہے۔ نیز اس کا بیان بھی ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور کعبہ مشرفہ کی طرح مربع نہیں ہے۔ اور نہ ہی نماز کے بعد اس کی طرف منہ کیا جاتا ہے۔ پھر ہر حکمران اپنے دور حکومت میں مسجد شریف و روضہ انور میں تعمیر جدید کرواتا رہا۔ حتیٰ کہ کعبہ مشرفہ کی طرح قبر انور کے اوپر گنبد پر سونے چاندی کے تاروں سے بنی ہوئی چادر ڈال دی گئی۔ اور قبر انور کے بالکل سامنے سونے کی تاروں سے ''هٰذَا قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ'' لکھا گیا اسی طرف مشرق کی جانب سونے کی تاروں سے ''هٰذَا قَبْرُ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ'' لکھا گیا ہے۔ امام سمہودی اپنی کتاب ''التاریخ'' میں لکھتے ہیں۔ کہ جب انسان حجرۂ مقدسہ میں موجود چاندی کی ''کیل'' کے سامنے اور ''قندیل'' کے نیچے کھڑے ہو تو یہ جگہ وہ ہے جو حضور ﷺ کے چہرۂ انور کے بالکل سامنے ہے۔

الشیخ عبد الغنی فرماتے ہیں کہ یہ صورت حال ملوک عثمانیہ کے دور سے پہلے کی ہے۔ لیکن ملوک عثمانیہ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی اور اس کیل کی جگہ کوکب دری رکھا یہ ایک قیمتی پتھر تھا جو سونے کی پلیٹ میں رکھا گیا تھا اور اس کے نیچے بھی ایک چھوٹا قیمتی پتھر تھا جس کے بارے مشہور ہے کہ اسے ہند کے ایک بادشاہ نے بھیجا تھا۔ اسے بھی وہاں رکھا گیا اور یہ پتھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور کے بالکل سامنے سونے چاندی کی تاروں سے منقش کپڑے سے لپٹی ایک پلیٹ میں رکھے گئے ہیں اور اس کے قریب ہی قندیل ہے۔ جسے روزانہ روشن کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد امام سمہودی نے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کس خوش نصیب نے روضہ مقدسہ کو غلاف چڑھایا اور وہاں قبور کی تعمیر کی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی مفید معلومات ''کتاب الوفا'' میں مذکور ہیں۔

سیدی عبد الغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جب مدینہ میں تھے تو ہماری محفل میں علماء ہند میں سے ''غلام محمد'' نامی ایک عالم تشریف لاتے اور ابن عربی محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''فتوحات مکیہ'' ہمیں سناتے۔ انہوں نے ایک دن اپنا تعارف اس طرح کروایا کہ میں ایک عالم کا بیٹا ہوں والد گرامی کو ہند کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے بلوایا اور دیگر بڑے بڑے علماء کو بھی بلوا کر درخواست کی کہ ایک فتاویٰ ترتیب دو جو فقہ حنفی کے مطابق ہو۔ یہ فتاویٰ ایک مشہور کتاب ہے جو فقہ حنفیہ پر مشتمل ہے یہ حرمین شریفین میں بھی موجود ہے۔

اس نوجوان عالم نے یہ بتایا کہ ہمارے ہاں ہندوستان میں بہت سارے خوش نصیب ایسے ہیں جن کے پاس حضور ﷺ کے موئے مبارک ہیں بعض کے پاس ایک موئے مبارک اور بعض کے پاس دو ہیں جبکہ بعض کے پاس اس سے بھی زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ جو بھی موئے مبارک کی زیارت کیلئے آتا ہے یہ لوگ اس کی زیارت کرادیتے ہیں۔

ہندوستان کے ایک اور بزرگ نے بتایا کہ سال میں ایک مرتبہ ۹ ربیع الاول کو اس کی زیارت کرائی جاتی ہے بہت سارے علماء اور صلحاً اس کی زیارت کرتے ہیں اور درود وسلام اور ذکر واذکار کرتے ہیں نیز موئے مبارک کو دیکھ کر وجد میں جاتے ہیں۔ موئے مبارک سونے کے برتن میں ہوتا ہے اس کے آس پاس کستوری اور عنبر رکھا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی موئے مبارک حرکت بھی کرتا ہے۔ اس راوی نے بتایا کہ میں نے خود اسے حرکت کرتے دیکھا ہے۔ اور مجھے (راوی) اس آدمی نے بتایا ہے جس کے پاس چند موئے مبارکہ ہیں کہ بعض موئے مبارک لمبے ہوتے ہیں اور بعض کے کنارے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ ممکن ہے کیونکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی عطا فرمائی ہے جو آپ کے سارے اعضاء مقدسہ میں جاری وساری ہے۔

بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ ملک عادل نور الدین شہید نے حصول برکت کی خاطر اپنے سرکاری خزانہ میں موئے مبارکہ رکھے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو آپ نے وصیت کی یہ بال بعد از مرگ میری آنکھوں میں رکھ کر مجھے دفنا دینا اب وہ موئے مبارک اس بادشاہ کی آنکھوں کے اوپر ہیں اس لئے انسان کو چاہیے کہ سلطان نور الدین کی قبر کی زیارت ضرور جائے۔ ان کی قبر دمشق میں ایک مدرسہ میں ہے جس کے اوپر عالیشان گنبد ہے۔

شیخ عبد الغنی فرماتے ہیں کہ ہم جب مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گئے تو شیخ حرم نے پوچھا کیا حجرۂ مقدسہ میں جانا چاہتے ہو ہم نے عرض کی کیوں نہیں انہوں نے چند خادموں کو ساتھ روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ انہیں حجرہ شریف کے اندر لے جاؤ۔ ہم نے سرخ قباء کے اوپر سرخ رنگ کی شال (چادر) احرام کی

B

شکل میں باندھ لی۔ حجرۂ مقدسہ کا دروازہ کھول دیا گیا جو باب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہے خادموں کا ایک گروہ آگے اور ایک گروہ پیچھے تھا میں درمیان میں تھا۔ انہوں نے مجھے لوہے کی مشعل پکڑا دی تھی جس کے سرے میں آگ کا شعلہ تھا اور خود ان کے پاس ٹھیکری کا برتن تھا جس میں مشعل رکھی تھی۔ ہم نہایت ادب واحترام کے ساتھ حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوئے یہاں تک کہ "کوکب دری" کے سامنے کھڑے ہو گئے اس ستارہ کے قریب لٹکے ہوئے چراغ کو اتارا گیا میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو روشن کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر اسے اپنی جگہ پر رکھا گیا پھر میں نے اس چمکتے ستارے کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد اپنے لئے، اپنی اولاد کیلئے، اپنے بھائیوں اور تمام مسلمین ومسلمات کیلئے دعائے خیر مانگی۔ اور پھر جس راستے سے داخل ہوئے تھے اسی راستے سے واپس گئے۔ حجرۂ مقدسہ کے اندر کھڑے ہونے کی وجہ سے خوب خیر و برکت نصیب میں آئی۔ (الحمدللہ)

قَدْ دَخَلْنَا لِحُجْرَةِ الْمُخْتَارِ وَشَهِدْنَا لَوَامِعَ الْاَنْوَارِ
وَتَجَلَّتْ لَنَا بَدَائِعَ عِلْمٍ مِنْ مَعَانِيْ حَقَائِقِ الْاَسْرَارِ
وَوَقَدْنَا هُنَا قِنْدِيْلَ نُوْرٍ عُلِّقَتْهُ سَلَاسِلَ مِنْ نَضَارٍ
فَذَهَلْنَا كَاَنَّمَا الْعَقْلُ مِنَّا اَخَذَتْهُ مَدَامَةُ الْاَسْكَارِ
ثُمَّ هٰذَا قَدْ كَانَ فِيْ شَهْرِ صَوْمٍ وَ هُوَ فِيْ قُرْبِ سَاعَةِ الْاَفْطَارِ
وَلَهُ الْحَمْدُ جَلَّ فِيْ كُلِّ حَالٍ مَا غَنَتْ حَمَائِمُ الْاَطْيَارِ

"جب ہم نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ انور میں داخل ہوئے تو ہم نے نور ہی نور دیکھا اور ہم پر چھپے راز ظاہر ہو گئے ہم نے وہاں نور کی قندیل روشن کی جو سونے کی زنجیروں سے لٹکائی گئی تھی۔ وہاں ہم مدہوش ہو گئے تھے۔ یہ وقت افطاری سے کچھ پہلے کا تھا۔ جب تک کبوتریاں اپنی مدھر آواز میں نغمے الاپتی رہیں تب تک اللہ جل جلالہ کا شکر ہے"۔

اور شیخ الاکبر (قدس سرہ) نے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں جو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ بھی پیش خدمت ہے۔

يَا حَبَّذَ الْمَسْجِدُ مِنْ مَسْجِدٍ وَ حَبَّذَ الرَّوْضَةُ مِنْ مَشْهَدٍ
وَحَبَّذَا طَيْبَةُ مِنْ بَلَدٍ فِيْهَا ضَرِيْحُ الْمُصْطَفٰى اَحْمَدَ
صَلَّى عَلَيْهِ اللّٰهُ مِنْ سَيِّدٍ لَوْ لَاهُ لَمْ نَفْلَحْ وَلَمْ نَهْتَدِ
قَدْ قَرَنَ اللّٰهُ بِهِ ذِكْرَهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَاعْتَبِرْ تَرْشُدْ

عَشْرٌ خَفِيَّاتٍ وَ عَشْرٌ اِذَا اَعْلَنَ بِالتَّاْدِيْنِ فِی الْمَسْجِدِ
فَهٰذِهٖ عِشْرُوْنَ مَقْرُوْنَةٌ فَاَفْضَلَ الذِّكْرَ اِلَى الْمَوْعِدِ

''مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہی خوب صورت مسجد ہے اور روضوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ مقدسہ بہت ہی حسین وجمیل ہے۔شہر مدینہ (طیبہ) بھی لازوال حسن کا مرقع ہے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اطہر اس پاک شہر میں ہے۔اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو ہم ضلالت وگمراہی میں بھٹکتے رہتے۔لہٰذا آپ پر آپ کی آل پر ہر دم درود وسلام ہو۔اللہ تعالیٰ نے سرکار کا نام اپنے نام پاک کے ساتھ اس طرح ملایا ہے کہ تا قیامت مؤذن کی اذان میں دس مرتبہ اس کا اظہار ہوتا ہے اور دس مرتبہ اس اذان کے جواب میں اظہار ہوتا ہے۔گویا دن رات میں اللہ تعالیٰ نے بیس مرتبہ محبوب کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے۔دس مرتبہ ظاہری ذکر کے ساتھ اور دس مرتبہ خفی ذکر کے ساتھ۔گویا'' ورفعنالك ذكرك'' کا وعدہ پورا کیا جا رہا ہے۔اذان بلند آواز سے دی جاتی ہے اور اسی طرح اقامت بھی بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔لیکن ان کا جواب پست آواز سے دیا جاتا ہے۔کیونکہ اقامت کا جواب بھی اذان کی طرح خاموشی سے دینا چاہیے جہاں اللہ کے ذکر کیساتھ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کا تعلق ہے اس کا اظہار ''اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' میں ہے۔

سیدی عبد الغنی النابلسی فرماتے ہیں کہ جس سال مجھے مدینہ شریف میں حاضری کا موقع ملا یہ ۱۱۰۵ھ کا سال تھا اور جمعرات کا دن تھا۔اسی سال ایک لشکر بھی مدینہ شریف آیا بہر حال ہمیں مدینہ شریف میں اس سال پانچ عیدوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔یوں ہم نے لازوال خوشیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔پانچ عیدوں میں سے دو عیدیں تو شرعی (عید الفطر وعید الاضحیٰ تھیں) اور تین ان کے علاوہ ایسے عیدیں تھیں جو خوشی میں ان سے کسی طرح کم نہ تھیں بلکہ زیادہ تھیں ان میں سے ایک زیارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دوسری امیر مکہ، سعد سے مل کر سرکش قبیلہ کی سرکوبی کیلئے جانا اور تیسری عید مدینہ شریف میں رمضان کے روزے رکھنا۔

زیارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ثواب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو جانے پر رب العالمین کی جناب سے بہت ثواب ملتا ہے عبدری سے منقول ہے وہ مالکیہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کیلئے پیدل چلنا کعبہ شریف کیلئے پیدل چلنے سے بہتر ہے۔'' اسے امام سمہودی نے '' خلاصۃ الوفا'' میں خوب بیان فرمایا ہے۔

دار قطنی نے ''سنن'' اور بیہقی وغیرہ نے نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر (انور) کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت

واجب ہوگئی۔

دار قطنی وطبرانی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء نے فرمایا" جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔

طبرانی اور بزاز، ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا مسجد حرام میں ایک نماز اس کے علاوہ کسی اور مسجد میں پڑھی گئی ایک لاکھ نمازوں پر اور مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز کسی اور مسجد میں پڑھی گئی ایک ہزار نمازوں پر اور بیت المقدس میں پڑھی گئی ایک نماز باقی مساجد میں پڑھی گئی پانچ سو نمازوں پر بھاری ہے۔ یہ حدیث مرفوع ہے۔

نیک لوگوں کی مدد کرنا اور انہیں ان کے دشمنوں سے بچانا اہل اسلام پر بہت بڑا احسان ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ محمد بن سعد اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو کوئی قریش کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کردے گا۔

امام ترمذی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا" الٰہی تو نے قریش کے پہلوں کو مصائب سے دوچار کیے رکھا اب ان کی آئندہ نسلوں کو بھلائی سے مالا مال فرما۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام مسلم صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح صبح باہر تشریف لے گئے آپ نے منقش اونی کالی چادر اپنے مبارک کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما تشریف لائے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بھی کملی میں چھپالیا اور فرمایا

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

(الاحزاب:33)

"اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے پلیدی دور کرنے اور تمہیں خوب پاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے"۔

عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے گناہ سرزد ہوتا ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ انہیں پاک کرتا ہے۔ اہل بیت گناہ سے معصوم نہیں البتہ ان کا گناہ معاف کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

مدینہ منورہ میں رمضان کے روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

طبرانی ''الکبیر'' میں بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ مدینہ شریف میں رمضان باقی شہروں کے ہزار رمضانوں پر اور مدینہ شریف میں ایک جمعہ باقی شہروں میں ہزار جمعوں پر بھاری ہے۔

اپنے سفر حجاز میں السیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران ہمارے دوست عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ہمیں دعوت دی یوں ہم ان کے ساتھ مصطفیٰ پاشا کے نام سے مشہور سڑک پر واقع مکان میں گئے۔ ہم تمام ساتھی اور عبدالقادر کی اولاد بہت خوش وخرم تھے۔ مفید علمی وادبی محفلیں برپا ہوئیں۔ دوران گفتگو انہوں نے ہمیں بتایا کہ مدینہ منورہ میں آ کر کسی کو کوئی زخم وغیرہ آجائے تو وہ جلد مندمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں کی فضاؤں میں کستوری نما خوشبوئیں رچی بسی رہتی ہیں۔ نیز یہاں کی زمین سے مکانوں اور دیواروں نیز یہاں کی گلیوں سے خوشبوئیں اٹھتی ہیں۔ ان خوشبوؤں کا ادراک باہر سے آنے والا بخوبی کر سکتا ہے خصوصاً سحری کے وقت چلنے والی ہوا کی تو شان ہی نرالی ہے۔ اور اکثر اوقات جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہو وہ ان خوشبوؤں کو محسوس نہیں کرتا کیونکہ خوشبو والی جگہ میں لگاتار رہنے والے کو خوشبو محسوس نہیں ہوتی۔ جس طرح عطر فروش اکثر خوشبو محسوس نہیں کرتا۔ البتہ زخموں پر جب یہ خوشبودار ہوائیں چلتی ہیں تو ان سے قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) کمزور نہیں ہوتی بلکہ وہ خوشبو زخم کے ذریعے جسم کی رگ وپے میں پھیل جاتی ہے اور روحانی بالیدگی کا باعث بنتی ہے۔ اس موقع پر میں نے (عبدالغنی) حسب حال چند اشعار کہے ہیں۔ ؎

يَا نَبِيَّ الْهُدٰى اِلَيْكَ اِعْتِذَارِي ۔۔۔ اِنَّنِي مِنْ هَوَاكَ فِي الْاَرْضِ سَائِحْ
لَمْ يَطِبْ غَيْرَ طَيْبَةٍ لِفُؤَادِي ۔۔۔ اَنَا فِيْهَا اَشُمُّ طِيْبَ الرَّوَائِحْ
كَيْفَ تَبْرَأُ جَرَاحَتِي فِي بِلَادٍ ۔۔۔ بِحَبِيْبِي تُرَابُهَا الْمِسْكُ فَائِحْ

اے ہدایت کے سرچشمہ نبی (آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں) مجھے معاف کیجئے گا میں آپ کی محبت میں سرگرداں پھر رہا ہوں۔ (آخر کار) میرے دل کو آپ کے شہر مقدس کے علاوہ اور کوئی علاقہ راس نہیں آیا۔ کیونکہ یہاں ہر طرف خوشبوؤں کا بسیرا ہے۔ کہیں اور میرا زخم کیونکر مندمل ہو جبکہ میرے محبوب کے شہر مقدس کی مٹی مشک کی طرح خوشبودار ہے۔

ایک دن ہمارے یہی دوست السید عبدالقادر آفندی حسب عادت ہماری مجلس میں تشریف لائے اور بخاری شریف میں سے ایک حدیث سنائی جو یہ ہے۔

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے جاگتے میں بھی دیکھے گا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا''۔

ہم نے اس حدیث شریف پر خوب گفتگو کی۔اور ''شیخ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ'' کے ایک رسالے ''انارۃ الحلک فی امکان رئویۃ النبی والملک'' کا ذکر کیا تو ہمارے دوست نے کہا کہ یہ رسالہ میرے پاس موجود ہے اور پھر ہمارے پاس لے بھی آئے۔

اس کے بعد تمباکو پینے کے بارے میں گفتگو چل نکلی تو عبدالقادر نے ہمیں خبر دی کہ انہیں شیخ احمد بن منصور مغربی نے اپنے شیخ السید الشریف احمد بن عبدالعزیز مغربی سے روایت بیان کی ہے کہ میں (شیخ احمد بن عبدالعزیز) نے کئی بار حضور نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی ایک دفعہ میں بہت بیمار ہوا تو حضور ﷺ سے تمباکو نوشی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا پھر کچھ عرصہ کے بعد حضور ﷺ نے انہیں خطیب مشرقی کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا'' اس عبدالعزیز کو عبدالقادر مذکور نے دیکھا تھا آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ ان کی زیارت کو جاتے تب آپ کی عمر بہت چھوٹی تھی اور شیخ عبدالعزیز کے ساتھ اہل مدینہ بہت عقیدت رکھتے تھے۔آپ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔یاد رہے کہ شیخ مذکور (عبدالعزیز) صاحب کشف بزرگ تھے۔اور کشف کے ذریعے حضور ﷺ سے ملاقات کرتے تھے۔

مقام سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

ہمیں (عبدالغنی النابلسی کو) السید عبدالقادر نے خبر دی کہ ایک یمنی باشندہ جو قبیلہ حضرموت سے تعلق رکھتا تھا اور ان کا نام سید محمد باعلوی تھا ان کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر سال بعد از افعال حج مدینہ منورہ بغرض زیارت سید الابرار ﷺ حاضری دیتے۔اور پھر اپنے مریدین سمیت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر حاضری دیتے۔اور یکم رجب سے تا بارہ رجب وہیں ٹھہرے رہتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا روضہ جبل احد کے دامن میں ہے اور اطراف عالم سے لوگ جوق در جوق ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں خصوصاً اہل مدینہ تو بہت ذوق وشوق کا مظاہرہ کرتے ہیں جو بھی قافلہ آتا ہے وہ ایک مخصوص جگہ پر پڑاؤ ڈالتا ہے۔ایک سال اتفاقاً ایسا ہوا کہ سید محمد باعلوی جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کو نہ جا سکے اور مغرب کے بعد روضہ مقدسہ کی زیارت کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔لیکن (بذریعہ کشف) حضور ﷺ سے ملاقات نہ ہو سکی۔پھر صبح کے وقت حاضری دی تو اب اس بار شرف ملاقات حاصل ہوا۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا! حضور گذشتہ رات حاضر ہوا تھا لیکن آپ سے ملاقات نہ ہو سکی! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' ہم اپنے چچا جان حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مجلس میں حاضر ہوئے تھے'' انہوں نے پوچھا آپ وہاں کونسی جگہ تشریف فرما ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' قبر کے سر کی جانب''۔

یہ جگہ شیخ احمد قشاشی مدنی اوران کے مریدین کی تھی آپ مغرب تا صبح وہاں بیٹھ کرقرآن پاک کی تلاوت، درود شریف اور دیگر اذکار کرتے رہتے۔ یہ واقعہ سید محمد باعلوی سے منقول ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ صحیح النسب بزرگ ہیں اور ہمیں یہ واقعہ بہت سارے لوگوں نے بتایا ہے۔

عارف باللہ عبدالغنی النابلسی اس کے بعد قاضی مدینہ اور شیخ محمد الیتیم وغیرہ کے ساتھ ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم (ایک دن) مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے وہاں عصر و مغرب کی نمازیں پڑھیں۔ اور حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری دی۔ اس رات کو اہل مدینہ" لیلۃ الکنیس" (جھاڑو دینے کی رات) کہتے تھے۔ کیونکہ صبح مسجد نبوی ﷺ میں جھاڑو دیا جاتا تھا۔ ہم نے وہاں دیکھا کہ کچھ مقروض لوگ اپنے قرض کے برابر گندم کے دانے ایک کپڑے میں باندھ کر حجرۂ مقدسہ کے اندر پھینکتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضور ﷺ کی برکت سے قرض سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا یہ مجرب نسخہ ہے۔ ہمارے ایک ساتھی نے بھی ایسا کیا جو مقروض تھا۔ اس سفر سے واپس آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر واقعی مہربانی فرمائی اس کے پیشہ میں وسعت ہوئی اور وہ الحمد للہ برکت النبی ﷺ کی بدولت آرام و آسائش میں ہے۔

مسجد نبوی ﷺ اور روضۂ انور میں جھاڑو دینے کا دلربا منظر

صبح ہونے پر ہم نے صبح کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں پڑھی۔ اس دن مسجد نبوی ﷺ میں انبوہ کثیر تھا مسجد کے خدام روضہ شریف میں رکھے گئے قرآن پاک اور خوشبوؤں کے ڈبے ساتھ والے حجرہ میں منتقل کرنے لگے۔ قالین وغیرہ بھی اٹھائے گئے۔ شیخ حرم اور قاضی مدینہ کی مسجد کی چھت پر چڑھ گئے مجھے بھی چڑھنے کیلئے کہا گیا لیکن سرکار دو عالم ﷺ کے جسد اطہر سے بلند ہونے کو میرے مفتی عشق نے خلاف ادب کہا۔ لہٰذا اپنے دوستوں کے ساتھ صحن حرم (مسجد نبوی ﷺ) میں بیٹھا رہا۔ خدام نے سونے کے جھاڑوں پکڑ لئے اور سطح حرم پر چڑھ گئے۔ یہ خوبصورت جھاڑو اس عظیم دن کیلئے پہلے سے تیار کئے جاتے تھے ہر سال ذی قعد میں ان کی تیاری شروع ہوتی پھر کاریگر ان کو متعلقہ افراد کی خدمت میں ایک بڑے جلوس کی شکل میں پیش کرتے۔ وہ ان کی حصول پر اتنے خوش ہوتے گویا ان کے ہاں اولاد نرینہ پیدا ہوئی ہو۔ اور اس خوشی میں ایک ضیافت کا اہتمام ہوتا۔ جس میں اپنے دوستوں کو مدعو کیا جاتا۔

سطح حرم پر چڑھنے والے اپنے ساتھ کیک، ڈبل روٹی، پستہ، اخروٹ، میوہ اور کھجور وغیرہ لے گئے تھے۔ انہوں نے سطح اور روضۂ انور کے اردگرد جھاڑو دیا۔ اہل مدینہ کے بچے بھی حاضر ہوئے تھے۔ وہ اوپر والوں کو مخاطب کرتے "یاسادہ" (اے سرداروں) وہ اوپر سے انہیں کیک و پستہ وغیرہ پھینکتے اور

بچے صحن مسجد سے انہیں اٹھاتے اور ہم یہ خوبصورت منظر اپنی آنکھوں میں محفوظ کر رہے تھے۔ اس دن اہل مدینہ بہترین کپڑے پہنتے اور بعض بعض کو مبارک باد دیتے گویا آج عید کا دن ہے۔ اہل مدینہ جب اپنے معصوم بچوں کی زبانی ''یا سادۃ'' کا خوبصورت کلمہ سنتے تو خوش ہوتے۔ اوپر جھاڑو دینے کے بعض قاضی مدینہ اور شیخ حرم خدام سمیت نیچے اترتے اور حجرۂ مقدسہ میں جھاڑو دینے کی سعادت حاصل کرتے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد تمام جھاڑو اکٹھے کئے جاتے اور انہیں اپنے درمیان تقسیم کرتے ۔جنہیں اپنے دوستوں کو بطور ہدیہ بھیجتے۔ آخر میں فاتحہ پڑھتے۔ جبکہ سارے قبر انور کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوتے۔ دعا وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے۔ یہ سترہ ذی قعد کا دن تھا۔ اور ہر سال اسی تاریخ کو ان کا یہی معمول تھا۔''

مدینہ میں ہماری ملاقات کو ایک دفعہ علامہ ابراہیم افندی ابن بری (احناف کے مفتی) تشریف لائے جو حرم شریف میں خطیب و امام تھے۔ ان کے بعد فخر الاکابر محمد افندی بھی تشریف لائے تو ہم نے جھاڑو دینے والی باتیں سنائیں اور جو کچھ وہاں دیکھا تھا بیان کیا۔ میں نے عرض کی یہ ایک اچھا کام ہے جس کا مقصد حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ میرے شیخ محمد افندی نے بتایا کہ میرے شیخ عبدالرحمان خیاری نے مجھے خبر دی ہے کہ شیخ ابراہیم خیاری کے والد محترم ایک دفعہ ذی قعد میں مصر سے مدینہ شریف حاضر ہوئے اور ''یوم الکنیس'' (جھاڑو کے دن) اہل مدینہ اور بچوں کے افعال دیکھ کر نہایت غمگین ہوئے اور اعتراض کیا کہ اہل مدینہ کا بچوں کو یوں چیخنے دینا اور بلند آوازوں سے نہ روکنا اچھا عمل نہیں کیونکہ حضور ﷺ کی جناب میں اونچی آواز سے بولنا بے ادبی ہے۔ اسی رات انہوں نے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کی حضور ﷺ فرما رہے تھے ''میرے پڑوسیوں کو خوشی منانے دو ان پر اعتراض مت کرو''۔ پس مذکورہ بزرگ نے اپنے قول سے رجوع کیا اور تا حیات ہر سال اسی دن کو اہل مدینہ کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے اور بذات خود بچوں میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرتے۔

نیز مجھے (سیدی عبدالغنی النابلسی) میرے ایک دوست جن کا نام زین العابدین تھا نے مصر میں بتایا کہ میرے والد محترم شیخ محمد البکری نے بھی اسی طرح مدینہ کے بچوں پر اعتراض کیا تھا۔ اسی رات خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے شیخ محمد! میری اولاد پر اعتراض کر کے مجھے تکلیف نہ دینا'' اگلے دن انہوں نے جلدی سے سارے بچوں کو اکٹھا کرنے کیلئے کہا۔ جب بچے تشریف لائے تو انہوں رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں درہموں کو تقسیم کیا۔ اور ان کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آئے نیز ان سے معافی مانگ لی۔

الامام عارف باللہ السید عبداللہ میر غنی الطائفی

کے جواہر پارے

ان کی کتاب کا نام" الاسئلة النفیسة والاجوبة القدسیة "(نفیس سوالات اور ان کے جوابات قدسیہ) ہے یہ بڑی نفیس کتاب ہے جو چالیس سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ان سوالات میں سے تیرھواں سوال اور اس کا جواب پیش خدمت ہے۔

السوال

جب آقائے دو عالم ﷺ گناہوں سے پاک صاف ہیں تو پھر حضور ﷺ کا آگ سے پناہ مانگنا کیونکر ہے؟ کیونکہ آپ کا مختلف احادیث مبارکہ میں آگ سے پناہ کا ذکر آیا ہے۔؟

الجواب

حضور ﷺ کا پناہ مانگنا امت کو تعلیم دینے کیلئے تھا۔ یا اس لئے تھا کہ کمال علم کی وجہ سے جو کمال عرفان حق حاصل ہوتا ہے اس لئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پناہ مانگی اور یہ اہل علم کی عادت ہے۔ جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

عَلٰى قَدْرِ عِلْمِ الْمَرْءِ يَعْظُمُ خَوْفُهٗ
فَلَا عَالِمَ إِلَّا مِنَ اللّٰهِ خَائِفُ
فَآمِنُ مَكْرِ اللّٰهِ بِاللّٰهِ جَاهِلُ
وَخَائِفُ مَكْرِ اللّٰهِ بِاللّٰهِ عَارِفُ

"جتنا کوئی عالم ہوتا ہے اتنا وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے پس ہر عالم اللہ رب العزت سے ڈرتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی سزا سے اپنے آپ کو محفوظ جانے وہ جاہل ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف کھانے والا ہوتا ہے حقیقت میں وہی عارف (باللہ) ہے"۔

یا حضور ﷺ نے تجلی حق کی آگ سے پناہ مانگی جو ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا۔ إِنِّيْ آنَسْتُ نَارًا (طٰہٰ:10) میں نے کوہ طور پر" نار" آگ دیکھی" در حقیقت وہ تجلی الٰہی کی آگ تھی۔ جب یہی آگ جو تجلی الٰہی کا مظہر تھی موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام پر پڑی تو آپ بے ہوش

ہو گئے نیز آپ علیہ السلام نے ایک مدت تک اپنے چہرے کو نقاب سے ڈھانپے رکھا۔

ہمارے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس ''آگ'' سے پناہ طلب کی کہ جب میں ''مقام اعلیٰ'' پر فائز ہو جاؤں گا تو الٰہی مجھے اس وقت تجلی ذات کی آگ سے بچائے رکھنا اور مجھے ثابت قدمی عطا فرمانا مبادا بے ہوش نہ ہو جاؤں۔ واللہ اعلم۔

سید عبداللہ میر غنی اپنی اسی کتاب میں اٹھارواں سوال ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

السوال

سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ ''عوالم قطبیه'' سولہ ہیں اور دنیا و آخرت انہی میں سے ایک ہیں۔ اس قول کا کیا مطلب ہے؟ نیز السید الشریف الشیخ احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول کا کیا معنی ہے؟ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے ہاں آدمی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اسی ہزار مخلوقات کو نہ پہچانتا ہو۔ اور دنیا و آخرت بھی ان میں سے ایک مخلوق ہیں۔

الجواب

اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے اللہ رب العزت نے جو اس فقیر پر مہربانی فرمائی ہے اس کی روشنی میں کچھ عرض کروں گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان عظیم ہے کہ اس نے ہر مشکل تحقیق میں مدد فرمائی ہے۔ بڑے بڑے اولیاء جس چیز کے اظہار سے معذور رہے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں نے اس کا اظہار کیا۔

یہ اللہ کا احسان عظیم ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ پس میں کہتا ہوں۔

(جواب) سوال کرنیوالے کو سمجھنا چاہیے کہ تین دائرے ہیں اور ان کے درمیان ایک نقطہ ہے پہلا دائرہ سب سے بڑا ہے دوسرا درمیانہ اور تیسرا دائرہ سب سے چھوٹا ہے تیسرے دائرہ کے اندر ایک نقطہ ہے۔ بڑے دائرہ کو ''دائرہ قدم'' قدیم کا دائرہ، دوسرے دائرہ کو ''دائرہ عدم'' عدم (نہ ہونے کا) کا دائرہ، اور تیسرے دائرہ کو ''دائرہ وجود'' وجود کا دائرہ کہا جاتا ہے۔ پس بڑا دائرہ جو دائرہ قدم ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (نساء:126)

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے''۔

جبکہ دائرہ وسطی یعنی دائرہ عدم سے اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف ہے کہ

سُبْحَانَهُ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (مریم:9)

''پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات! میں نے تجھے پیدا کیا اس سے پہلے جبکہ تو کچھ بھی نہ تھا''۔

اور دائروں کے اندر جو نقطہ ہے اس سے حقیقت محمد یہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ نقطہ تمام دائروں کیلئے مدار کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ تمام دائرے یہیں سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جب تو نقطہ پر پرکار رکھ کر دائرہ بنائے گا تو پھر پھرا کر اپنے مرکز کی طرف آ پلٹتا ہے۔ کیونکہ دائرہ کا مرکز تو یہی نقطہ ہی ہے پھر یہ نقطہ انوار الٰہیہ کے نزول کی جگہ ہے حضور ﷺ پر انوار الٰہیہ کے نزول کی جگہ ہے حضور ﷺ پر انوار الٰہیہ نازل ہوتے ہیں اور وہیں سے کائنات میں پھیلتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا

لَوْ لَا هُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا

''اے آدم! اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے اور نہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتا''۔

یہ مثال حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔

اس سے بھی عمدہ مثال یہ ہے کہ سورج وہ نقطہ ہے اور آسمان پہلا دائرہ، عرش دوسرا دائرہ اور '' احاطہ الٰہیہ، سب سے بڑا دائرہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ سورج اور عرش کی نسبت یوں ہے جیسے ایک چھوٹی چیز بہت بڑے صحرا میں پڑی ہو۔ اسی طرح عرش احاطہ الٰہی کے سامنے ہیچ ہے۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ ان چیزوں کے وجود کی نسبت اللہ کی قدرت کے بحر ناپید کنار کے ساتھ قطرہ کی بھی نہیں۔ عرش دنیا و آخرت کے عالموں پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود عرش دائرہ کبریٰ میں ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان عالموں کی تعداد وہی جانتا ہے جو ان کو جانتا ہو البتہ جس کو اس نقطہ سے تعلق ہوگا تو وہ ان عالموں سے کچھ عالموں کے متعلق جان لے گا ان عالموں میں سے عوالم قطبیہ بھی ہیں اور وہ عالم بھی ہیں جنکا ذکر شیخ احمد رفاعی نے کیا ہے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (یوسف:76) وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (مدثر:31)

''حقیقت یہ ہے کہ ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہے اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو وہی جانتا ہے''۔

الغرض نقطہ سے تعلق قائم کرنے سے دائروں کا علم حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ نقطہ ان تمام کیلئے مدار کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیئے بغیر ان کا علم ناممکن ہے پس تو بھی آقائے دو عالم ﷺ کے ساتھ تعلق جوڑ لے تاکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے تجھے بھی کامرانیاں نصیب ہوں اور جو انعامات سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں تجھ پر نازل ہوں گی۔ ان کا بھی مشاہدہ کر لیگا۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت سے مالا مال کرے۔ (آمین)

نکتہ

احاطۂ الٰہیہ میں ''ح'' محمد ﷺ کی ''ح'' سے لی گئی ہے جس طرح محمد ﷺ کی ''ح'' حیاۃ الماء سے لی گئی ہے اس حیاۃ الماء سے ہر چیز زندہ ہے۔ اور ''ماء'' کی میم محمد ﷺ کی میم ہے۔ اور یہ ''میم'' اور ''حا'' سرکار علیہ السلام کے اسم گرامی ''محی'' میں جمع ہیں۔ اس سے یہ راز کھل گیا کہ ''محیط'' (پھیلے ہوئے) کو بھی پالیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ احاطہ الٰہیہ کے اوپر دو دائرے جو میم کی شکل میں ہیں و احاطۂ الٰہیہ کے دائرے کو محیط ہیں۔

سوال

''اسئلہ نفیس'' میں سے انیسواں سوال یہ ہے کہ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران:74) (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے خاص کرتا ہے) اس آیت کے ظاہری اور باطنی معانی کیا ہیں؟

جواب

میرے عزیز! اس آیت میں غور کرو اس میں دو ضدیں جمع ہیں۔ ایک تخصیص اور دوسری عمومیت۔ تخصیص آیت کا ظاہری مفہوم ہے اور عمومیت آیت کا باطنی مفہوم ہے۔ ظاہری مفہوم بھی ظاہر ہے اور باطنی مفہوم بھی ظاہر ہے۔ تخصیص لفظ یختص (خاص کرتا ہے) سے ماخوذ ہے اور عمومیت ''من یشآء'' (جس کے لئے چاہیے) سے ماخوذ ہے۔ پس جس کیلئے وہ چاہے اللہ کی مرضی میں عمومیت ہے۔

یہ تقدیر کا راز ہے جب دوزخیوں کیلئے جنت کا مژدہ سنایا جائے گا تو وہ جنتیوں سے زیادہ خوش ہونگے لیکن دوزخیوں میں سے کسی کو خاص نہیں کیا گیا لہٰذا اس میں (من یشآء میں) عمومیت ہے۔ اور اس میں سمجھدار کیلئے تخصیص بھی ہے۔ کیونکہ ''لَا یَرْحَمُ مَنْ لَا یُرْحَمُ'' (جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا) یہ واجب مستحیل کی طرح ہے۔ ممکن ہے اسی دلیل کی بنا پر احناف ''اَللّٰهُمَّ اِرْحَمْ مُحَمَّدًا'' (الٰہی محمد ﷺ پر رحم فرما) کہنے کو مکروہ قرار دیتے ہوں۔ یہ اگرچہ بے ادبی نہیں ہے۔ لیکن غیر صواب (غلط) کے نزدیک ضرور ہے۔ اللہ کی رحمت سے وہی مستغنی ہوسکتا ہے جس کی آنکھ پر پردہ ہو اللہ کی رحمت ہر ایک کیلئے کافی ہے۔ پس حضور ﷺ پر درود بھیجنا رحمت نہیں ہے؟ لہٰذا حضور ﷺ کیلئے رحمت کی دعا کرنا مکروہ نہیں۔

سوال

یہ بیسواں سوال ہے جس میں پوچھا گیا ہے کہ دو ضدیں کیونکر جمع ہوسکتی ہیں حالانکہ علماء نے اسے محال کہا ہے۔ صوفیاء کی اس بارے میں کیا دلیل ہے کہ دو ضدیں جمع ہوسکتی ہیں۔

جواب

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بات اس طرح واضح ہو جائے گی کہ کسی کو ماننے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی متضاد صفتیں پائی جاتی ہیں۔

مثلاً " المحی اور الممیت " (زندہ کرنے والا اور مارنے والا) " المنعم اور المنتقم " (انعامات دینے والا اور انتقام لینے والا) " المذل ، المعز " (ذلیل وخوار کرنے والا اور عزت دینے والا) الخافض ، الرافع " (گرانے والا ، بلند کرنے والا) اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں ابد الآباد تک (ہمیشہ ہمیشہ تک) ہیں۔ ان میں یہ تضاد بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ اور ان کا اظہار بھی ہو رہا ہے۔ تو دو ضدوں کا جمع ہونا ناممکن کیسے رہا؟

اگر صاحب بصیرت ان صفات میں غور کرے تو اس پر حقیقت حال کھل جائے گی۔

رَبُّ الْعِبَادِ الْفَرْدُ بِالْاِیْجَادِ یُنْعَتُ فِی الْآبَادِ بِالْاَضْدَادِ
کَیْفَ الْمَظَاهِرُ لَا تَکُوْنُ کَمِثْلِهٖ وَهِیَ الظِّلَالُ مَآثِرُ الْاَنْدَادِ
فَالْجَمْعُ لِلْاَضْدَادِ دَوْمًا سَرْمَدًا لَمْ یَسْتَحِلْ بَلْ وَاجِبُ الْاِنْفَادِ

" اللہ رب العزت کائنات کی تخلیق میں یکتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ضدوں (دو مختلف صفتوں) سے اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ چونکہ اس کی صفات مختلف ہیں اس لئے ان کا اثر بھی مختلف ہے پس اللہ تعالیٰ کی ذات میں دو مختلف صفتوں کا جمع ہونا ناممکن نہیں "۔

علماء کے نظریہ کے مطابق " هٰذَا جَمَالِی وَهٰذَا جَلَالِی " (یہ میرا غصہ اور یہ میرا پیار ہے) یا یہ میرا ظاہر ہے اور یہ میرا باطن ہے وغیرہ کا کوئی معنی نہ ہوگا۔ بلکہ کسی کیساتھ ایک صفت لگا دینے سے دوسری صفت کا انکار نہیں ہوتا مثلاً کہا جاتا ہے کہ " هٰذَا فَقِیْهٌ ، هٰذَا صُوْفِیٌّ ، هٰذَا مُحَدِّثٌ " (یہ فقیہ ہے یہ صوفی ہے یہ محدث ہے) فقہ یا حدیث کی صفت کے غلبہ کی وجہ سے یوں کہا جاتا ہے۔ حالانکہ کوئی خوش نصیب ایسا بھی ہوتا ہے جو فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ محدث بھی ، صوفی بھی اور نحوی بھی ہو۔

اعتراض

اگر تو کہے کہ مذکورہ وضاحت سے صفات باری تعالیٰ میں تفاوت ممکن ہے کہ بعض صفات قوی اور بعض ضعیف ہوں۔ اور پھر ان کی تاثیر بھی ایسی ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے (اس کی صفات تاثیر میں برابر ہیں)۔

اعتراض کا جواب

اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً الاعظم، العظیم اور الکبیر میں جواز روئے معنی کا فرق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تاثیر بھی اپنے نام کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔ جب اسماء میں تفاوت ممکن ہے تو صفات میں تفاوت کیوں نہیں ہوسکتا۔ پھر مخلوق کی صفات میں بھی قوت وضعف ممکن ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی تفاوت ممکن ہے۔ کیونکہ "مظہر" (مخلوق) کی صفات خالق کی صفات کے تابع ہیں۔ اور مخلوق کی صفات میں صفات الٰہی کی جھلک ہوتی ہے۔

اگر تو اعتراض کرے کہ تو نے بعض صفات باری تعالیٰ کو بعض صفات اور بعض اسماء کو بعض اسماء پر فضیلت دیدی تو جواباً عرض ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سب کے سب بہت عظیم ہیں لیکن نصوص سے تفاوت ممکن ہے ورنہ الاعظم (سب سے عظیم) الاکبر (سب سے بڑا) جو اسم تفضیل کے صیغے ہیں۔ ان کا کوئی معنی باقی نہ رہے گا۔ بعض علما نے اس قول سے احتراز کیا ہے تا کہ اسماء الٰہی یا صفات الٰہی میں نقص نہ آئے۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ عقل کا اندھا ہی ایسا قول کرسکتا ہے جس سے صفات الٰہیہ میں نقص کا پہلو نکل سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور صفات ہمارے تصورات سے بھی اعلیٰ وارفع اور قدیم ہیں۔

حضور ﷺ کی مغفرت کیلئے دعا مانگنا

اگر تو کہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کیلئے مغفرت کی دعا مانگنا کیسا ہے؟ جسے علماء نے مکروہ جانا ہے جبکہ مذکورہ بحث سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے"

اس موضوع پر میں نے چند سال پہلے ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ جسے میں لفظ بہ لفظ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جس سے وضاحت ہوجائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سزاوار ہر حمد ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ ہماری سوچ سے بھی ماوراء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام:92)

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہ کی جس طرح اس کی تعظیم کا حق تھا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس ذات کیلئے "لبیک" (میں حاضر ہوں) سزاوار ہے اس کے حق میں ہر ایک ثناء کامل بیان کرنے سے قاصر

ہے۔ کیونکہ ہمارے آقا ومولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا۔

سُبْحَانَكَ لَا اُحْصِي ثَنَآءً عَلَيْكَ

''میرے مولا! تو ہر عیب سے پاک ہے جو تعریف تو نے اپنی بیان فرمائی ہے میں اسے احاطہ میں نہیں لاسکتا''۔

اور صلوٰۃ وسلام ہو جن وانس کے سردار محمد مصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل واصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

میرے دل میں خیال آتا رہا کہ ''ذنب خفی و جلی'' (ظاہری و باطنی گناہ) کے متعلق ایک رسالہ تحریر کروں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے جب اللہ تعالیٰ کی جناب سے توفیق ارزانی ہوئی تو میرا مقصد پورا ہوا۔ میں نے اس رسالہ کا نام ''ذَاتُ الجَنْبِ فِي مَعْنَى الذَّنْبِ'' رکھا۔ پس میں فیضان محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں جان لے کہ ذنب، خطیئۃ، اثم، عصیان اور وزر وغیرہ تمام مترادفات ہیں۔ از روئے معنی ان کی تین قسمیں ہیں۔ لغوی، عرفی اور شرعی۔

ذنب کا لغوی معنی ایسا کام ہے جو کرنے والے اور جس کے ساتھ کیا جائے (فاعل ومفعول) دونوں کے حق میں نامناسب ہو۔ اسی لئے تو امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ ''سورۃ القتال'' میں ذنب (گناہ) کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گناہ وہ کام ہے جو کسی بھی سزا کا مستوجب ہو۔ مثلاً خلاف اولیٰ کو ترک کرنا۔

عرف میں ذنب کا معنی فاعل (کرنے والے) کی مخالفت کا نام ہے۔ جبکہ شرعاً علماء کے نزدیک صغیرہ اور کبیرہ گناہ کو ذنب کہا جاتا ہے۔ گویا ذنب میں لغوی، عرفی اور اصطلاحی سب معانی پائے جاتے ہیں۔ اس پر اجماع ہے کیونکہ قاعدہ ہے (یہ ابوسعید الجراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے) کہ ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ'' نیکوں کی نیکیاں مقربین بارگاہ ایزدی کے گناہوں کے برابر ہیں۔ پس اس میں حسنات (نیکیوں) کے مقابلہ میں ''سیآت'' (گناہوں) کا لفظ لایا گیا ہے۔ جبکہ سیئۃ اور ذنب دونوں ہم معنی ہیں۔

اس سے بہت سارے مسئلے نکالے گئے ہیں بالخصوص عارفین کی گفتگو میں ان کا ذکر زیادہ ہے۔ مثلاً ''رابعہ عدویہ'' رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں۔ کہ ہم جو گناہوں سے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں یہ بہت کم ہے زیادہ دعا مانگنی چاہیے۔ کیونکہ اگر عارف باللہ اپنے آپ کو عاجزی کی وجہ سے عوام میں شمار کرے تو پھر تو واقعی دعا مغفرت بہت زیادہ مانگنی درست ہے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو عارفین ہی میں شمار کرے تو پھر شکر کی خاطر زیادہ سے زیادہ دعاء مغفرت مانگا کرے۔ کیونکہ یہ شکر مقام الشہود کو نگاہ میں رکھ کر ذنب ہی

ہے اور میں نے ذنب کو اسی مفہوم میں لیا ہے۔ صوفیاء میں سے بعض کا قول ہے کہ گناہوں سے استغفار ایک اور گناہ ہے۔ اور سہل فرماتے ہیں کہ انسان کیلئے ہر سانس میں توبہ کرنا فرض ہے۔ اور عارف ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَوْ خَطَرَتْ لِیْ فِیْ سِوَاكَ اِرَادَةٌ
عَلٰی خَاطِرِیْ سَهْوًا قَضَیْتُ بِرِدَّتِیْ

''اگر میرے دل میں بھولے سے بھی کسی اور کا خیال آجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے نکل گیا ہوں''۔

یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ محبوب کے ہاں مقام شہود کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ملتفت ہونا عارفین کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

استغفار کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) گناہوں سے استغفار کرنا

(۲) ''اِسْتِغْفَارُ عَنِ الطَّاعَاتِ وَرُؤْیَتِهَا'' یعنی طاعات اور ان کے دیکھنے کے بعد استغفار کرنا۔

(۳) ''اِسْتِغْفَارُ عَنْ شُهُوْدِ كُلِّ مَاسِوَی اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ کے ہاں شہود کے علاوہ کسی اور طرف توجہ جانے سے استغفار کرنا۔

پہلی قسم عوام کے ساتھ دوسری قسم خواص کے ساتھ اور تیسری قسم اخص الخواص (جو سب سے زیادہ خاص ہیں) کے ساتھ خاص ہے۔

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مختلف لوگوں کا گناہ سے مغفرت کی دعا کرنا برابر نہیں ہوتا تو اب جان لے کہ علماء کرام دو مسئلوں کی تحقیق کرتے ہیں۔ یہ ان کی تحقیق ہے اس کے علاوہ بھی اجتہاد کرنے کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق جو آیات آئیں ہیں اور جن میں ذنب (گناہ) کا ذکر ہے اس کا کیا جواب ہے؟

مثلاً آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (طٰہٰ:121)

اس آیت میں آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی اور سرکشی کی نسبت کی گئی ہے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کے متعلق ارشاد پاک ہے

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد:19) لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:2) وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الانشراح:2,3)

ان آیات بینات میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کی طرف ''ذنب'' کی نسبت کی گئی ہے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ

وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ (الشعراء:82)

یہاں بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرف ''خطا'' کی نسبت کی گئی ہے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آیا ہے۔''عن موسیٰ تبت الیك'' حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے ''وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ'' حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء:87)

اسی طرح حضور ﷺ نے دعا مانگی ہے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ

قرآن وحدیث میں بہت سارے الفاظ ایسے آئے ہیں جو گناہ پر براہ راست یا بالواسطہ دلالت کرتے ہیں۔اگر علماء کرام ہماری بیان کردہ وضاحت کی طرف معاملہ پھیرتے تو بہت اچھا ہوتا اور کوئی مشکل پیش نہ آتی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ علماء نے انبیاء علیہم السلام کیلئے مغفرت کی دعا کرنے سے منع کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے گناہ سے مراد گناہ صغیرہ وکبیرہ لئے ہیں۔حالانکہ ''ذنب'' کا معنی صرف صغیرہ و کبیرہ گناہ نہیں بلکہ اس کے اور بھی معانی ہیں۔جو صغیرہ وکبیرہ گناہ پر صادق نہیں آتے۔پس جب ذنب کے اور معانی بھی ہیں تو انبیاء کرام کی طرف ''ذنب'' کی نسبت کرنے سے کونسی شی مانع ہے۔جبکہ یہ قرآن وسنت سے ثابت بھی ہے، نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی سرکار دوعالم ﷺ کیلئے فرمایا تھا

اَللّٰھُمَّ اِغْفِرْ لِمُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ

''الٰہی محمد ﷺ کی مغفرت کیجئے اور ان کی شفاعت قبول کیجئے''۔

اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ ﷺ کیلئے دعائے مغفرت کی ہے۔

پس جب رب العالمین کے کلام میں سید المرسلین ﷺ کی احادیث مبارکہ میں ''مدینۃ العلم کے باب'' (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ) اور تابعین کے سردار (حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) کے اقوال میں طلب مغفرت ثابت ہے تو طلب مغفرت کے منع ہونے کا قول قابل توجہ نہیں۔اس طلب مغفرت سے مراد ان اشیاء سے طلب مغفرت ہے جو انبیاء کرام کے مقام رفیع کے منافی ہیں۔الغرض انبیاء کرام کیلئے دعائے مغفرت سے منع نہیں کرنا چاہیے۔البتہ کچھ لوگ علماء کے اقوال کو اور کچھ حکماء کے اقوال کو جاننے سے قاصر ہیں۔اور عوام دونوں اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے سے قاصر ہیں۔علماء کا نظریہ ہے کہ دعائے مغفرت سے منع کرنا بہتر ہے اور حکماء کہتے ہیں کہ دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔

والحمد للہ و کفی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

عارف باللہ سید عبداللہ میرغنی کے جواہر

کتاب ''الاسئلہ النفیسۃ'' میں مذکور تیسواں سوال یہ ہے کہ قبلہ شریف جوز مین کا دل ہے یہ بت کے مشابہ کیوں ہے؟ اور مؤمن اللہ کے نزدیک کعبہ مقدسہ سے افضل کیوں ہے؟ جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور کسی عارف کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو روضۂ انور کی طرف منہ کیا جاتا کیونکہ وہاں اہل وصال کا کعبہ ہے جو جلال و جمال اور ہر قسم کے کمال کا مالک ہے اس کا نام گرامی محمد ﷺ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت سے تو منع فرمایا لیکن مخلوق کیلئے بت کی طرح چیز کو کعبہ بنایا۔

الجواب

سائل کو اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے علم عطا فرمائے۔ بے شک قبلہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کا محل ہے۔ کیونکہ محب اس چیز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس کا تعلق اس کے محبوب سے ہو۔ اور اللہ کا محبوب محمد ﷺ کی ذات پاک ہے۔ پس آپ کعبہ حقیقیہ ہیں۔ اور کعبہ شریف جو ساری زمین کیلئے دل کی حیثیت رکھتا ہے اس جگہ سے حضور ﷺ کے جسم اطہر کی تخلیق کیلئے مٹی لی گئی ہے۔ اس لئے یہ اللہ کی نظر میں ہے۔ کیونکہ کسی جگہ کی تکریم اس کے مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور جب ظہور سے قبل حضور نبی رحمت ﷺ کا جوہر پاک یہاں موجود تھا تو یہ جگہ نہایت معزز و مکرم تھی۔ آپ کے جوہر پاک کے یہاں سے اٹھائے جانے کے بعد بھی توجہ الٰہی یہاں مذکور رہی پس یہ عزت مجاورت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ مکینوں کی وجہ سے مکان یا بلند ہوتے ہیں یا پست ہوتے ہیں۔ اگر مکین مکان کیلئے کسی فائدہ کا باعث نہ ہو تو یہ تعلق کیسا؟

پس قبلہ شریف کا مؤمنین کیلئے قبلہ ہونا اس وجہ سے ہے۔ البتہ اہل اللہ کے نزدیک قبلہ حقیقیہ حضور ﷺ کی ذات ہے۔ پس تعلق محبوب ﷺ کی وجہ سے کعبہ اللہ کی نظر میں ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ جب معاملہ یوں ہے تو حضور ﷺ کو شروع ہی سے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم کیوں نہ دیا گیا۔ کیونکہ مقصود تو کعبہ مشرفہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور اس نے ہر کام کو سبب سے جوڑ دیا ہے۔ جس طرح ارشاد ہے۔

وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا (بقرہ:189)

''گھروں میں دروازوں سے داخل ہو''۔

اور حکیم (دانا) کی عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی چیز عطا کرے تو واپس نہیں لیتا۔ جس طرح دنیاوی

بادشاہ کوئی چیز عطا کرے تو دوبارہ لینے کے بارے میں خیال تک اپنے دل میں نہیں لاتا (اسی طرح بیت المقدس جو عزت، پہلے دی تھی اسے ایک وقت تک برقرار رکھا) اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات کو (جو کعبۂ حقیقیہ ہے) قبلہ اس لئے نہیں بنایا تا کہ اللہ تعالیٰ سے ذرہ بھر مماثلت بھی نہ ہو جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بلند مقام اور اعلیٰ رتبہ کی اس انتہا پر فائز کر دیا جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" "ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ "جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا اے محبوب! میرے ساتھ تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شہادتین میں جہاں اللہ کی وحدانیت کا ذکر ہے وہاں حضور نبی رحمت ﷺ کی رسالت کا بھی اقرار ہے۔ چونکہ حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے چند اضافی خصوصیات سے مختص فرمایا کیونکہ محبّ جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے محبوب کیلئے بھی پسند کرتا ہے۔ مثلاً حضور ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ کی تکلیف کو اپنی تکلیف قرار دیا۔ اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کے بعد قبلہ اسی طرح محترم رہا جس طرح پہلے تھا۔ قبلہ کا ہوا اور مٹی سے مرکب ہونا اس لئے ہے کہ ہوا محرک ہے اور مٹی مسکن ہے۔ (محرک، حرکت دینے والی، مسکن، سکون عطا کرنے والی) ہوا لوگوں کو اس کی طرف تحریک دیتی ہے اور مٹی انہیں پرسکون کرتی ہے۔ ایک چیز کھینچنے والی ہے اور دوسری جاذب ہے۔ بیت اللہ بننے کا شرف کسی اور گھر کو محض اس لئے حاصل نہ ہوا کیونکہ اور گھر میں "مجاورت" نہیں۔ (اس کے ساتھ حضور ﷺ کا تعلق نہیں)۔

قبلہ شریف کو بت کے مشابہ بنانے کے بارے میں عرض ہے کہ حکیم جب کسی قوم کے پاس رسول بھیجتا ہے تو اس کی جنس میں سے بھیجتا ہے۔ اور انہیں وہی حکم دیتا ہے جو ان کی طبیعتوں کے مطابق ہو۔ وہ ان پر شفقت اور مہربانی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

چونکہ بت اہل عرب کو پسند تھے اور وہ ان کی عبادت اس لئے کرتے تھے تا کہ انہیں اللہ کا قرب نصیب ہو۔ جس طرح قرآن میں آیا ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا (زمر:3)

یہ ان کا صرف ایک دعویٰ تھا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ لہٰذا اللہ جل وعلا نے قبلہ کو بت کے مشابہ بنایا تا کہ اس کے حکم کے مطابق عبادت کر کے اپنے دعویٰ میں سرخرو ہو جائیں۔ کیونکہ وہ اس دعویٰ سے محبت کرتے تھے۔ اور ان کی طبیعتیں اس طرف مائل تھیں۔ ورنہ حقیقت میں یہ کعبہ تو ایک رابطہ ہے۔ جس طرح کسی عارف کا قول ہے۔ "اَلْبَيْتُ حَجَرَةٌ وَالْعَبْدُ مَدَرَةٌ" بیت (کعبہ) پتھر کا ہے

اور انسان مٹی سے ہے۔ پتھر اور مٹی کا آپس میں تعلق قائم کیا گیا ہے۔ لیکن جو اہل نظر ہیں ان کی نگاہ اس مکان پر نہیں بلکہ اس کے مالک جل جلالہ پر ہوتی ہے۔ جس طرح مجنوں نے کہا تھا۔

أمُرُّ عَلَى دِيَارِ لَيْلَى
أُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارِ وَذَاالْجِدَارِ
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَ

''میں (جب) لیلیٰ کے شہر سے گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو اور کبھی اس دیوار کو (دیوانہ وار) بوسے دیتا ہوں۔ میں شہر کی محبت میں آکر ایسا نہیں کرتا بلکہ یہاں کی ''مکین'' کی محبت میں ایسا کرتا ہوں''۔

اسی لئے تو کسی ''عارفہ'' نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو جب طواف کرتے دیکھا تو پوچھا ''اس گھر کا طواف کرتے ہو یا گھر کے مالک کا؟''

انہوں نے جواب دیا ''گھر کا'' تب اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا ''تو پاک ہے یارب! تیری مخلوق میں کچھ پتھر نما انسان پتھروں کے طواف میں مشغول ہیں۔ اور کسی کا شعر ہے۔

يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ قَوْمٌ لَوْ بِمَعْرِفَةٍ
بِاللّٰهِ طَافُوْا لَاَ غْنَاهُمْ عَنِ الْحَجَرِ

''بیت اللہ کے طواف کچھ لوگ ایسے معروف ہوتے ہیں اگر وہ ''معرفت'' کے ساتھ طواف کریں تو خدا کی قسم! اللہ انہیں پتھر سے مستغنی کرے گا''۔

کعبہ کو عزتیں طین محمدی ﷺ کی مجاورت کی وجہ سے ملی ہیں۔ اور یہاں سے انوار مصطفویہ ہر سو پھیلتے رہے۔ نیز اللہ کی نداء کے جواب میں اسی ٹکڑے نے سب سے پہلے جواب دیا تھا۔

جواہر عارف باللہ السید میر غنی

الاسئلۃ النفسیۃ میں سے بتیسواں سوال درج ذیل ہے۔

السوال

حسین بن علی بن عبدالشکور نے پوچھا ہے کہ صفات جلالیہ، صفات جمالیہ پر غالب کیوں ہیں۔ مثلاً کہ اسلام ایک دور میں کالے بیل میں سفید بال کی طرح ہو جائے گا۔ پس دونوں صفتیں برابر کیوں نہیں ہیں۔ حالانکہ ایک ذات قدیم کی صفات ہیں۔ جمال کا دائرہ وسیع ہے جس طرح ارشاد پاک ہے۔

رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:156) اور" رحمتی سبقت غضبی "
" میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے اور میری رحمت میرے غصہ پر حاوی ہے"۔
اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ حَكِيْمٌ۔ " بے شک اللہ تعالیٰ وسیع حکمت والا ہے۔

الجواب

سائل نے نہایت مشکل سوال کیا ہے اس کا جواب میں اپنی جانب سے دونگا منقولات و معقولات سے نہیں دونگا۔ بے شک جلا ل، جلالت (عظمت اور بڑھائی) سے ہے۔ اور جمال، جمالة (نرمی وحسن) سے ہے۔ ہر لفظ کا اظہار اپنے معنی کے مطابق ہوتا ہے۔ پس کبریاء وعظمت (بڑھائی و عظمت) کا دائرہ وسیع وفراخ ہے کیونکہ دونوں لفظ کثرۃ کو لازم ہیں۔ جب کہ نرمی وحسن (لطافت و حسن) اگر چہ بظاہر ان کا دائرہ محدود ہے لیکن چونکہ اسے پسند کیا جاتا ہے اس لئے اس کا دائرہ بھی وسعت کا حامل ہے۔ اسی لئے تو فرمایا گیا۔

رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:156)

" میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اور میری رحمت میری غصہ پر حاوی ہے"۔

کیونکہ رحمت ہر ایک کیلئے محبوب ہے۔ اور یہ رحمت محمد ﷺ کی ذات پاک ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ازل میں فرمادیا تھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:107)

یعنی مخلوق کیلئے حضور نبی رحمت ﷺ کی ذات پاک اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور آپ ہی کے نور سے ساری کائنات تخلیق ہوئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

" اے آدم! اگر محمد (فداہ ابی وامی) کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں نہ تجھے اور نہ زمین وآسمان کو پیدا فرماتا......الخ۔

پس اگر اصل نہ ہوتا تو فرع نہ ہوتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ جو ہر فرد بسیط ہیں۔ لیکن یہ فردیت ہونے کے باوجود تمام مخلوق سے وسیع ہیں۔

جلالت کے دائرہ کے وسیع ہونے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں (جلال میں) موجود "ل" جمال میں موجود "م" سے بڑا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ

زِيَادَةُ الْمَبْنٰى تَدُلُّ عَلٰى زِيَادَةِ الْمَعْنٰى

مادہ میں زیادتی معنی میں اضافہ پر دلالت کرتی ہے۔ اہل لغت نے اس معاملہ میں اگر چہ تعداد حروف پر اقتصار کیا ہے۔ لیکن ایک لاکھ ذرے اونٹ پر بھاری نہیں ہوتے۔

پس لفظ محمد ﷺ کی میم وہی ہے جو رحمۃ کی میم ہے وہ رحمت جو ہر چیز پر حاوی ہے۔رحمت میں میم کے سر کو بند کیا گیا اور اس کے دامن کو پھیلایا گیا۔اس میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو بہت پھیلا رکھا ہے۔جس طرح حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب رحمت کی تخلیق کا ارادہ کیا تو اس کے سو حصے بنائے۔ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ اپنی ساری مخلوق میں تقسیم فرمادیا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس روز اپنی رحمت کاملہ کا اظہار فرمائے گا۔پس دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پہلے اپنی رحمت کو محدود رکھا اور پھر پھیلا دیا اسی طرح اس نے اسم محمد ﷺ کی میم کے پہلے حصہ کو محدود رکھا اور اس کے دامن کو پھیلا دیا۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی تخلیق کے ابتدائی دور میں ہزاروں سال تک آپ کو اپنی جناب میں محدود رکھا۔اور پھر اپنی اس رحمت کاملہ (ﷺ) کو اپنی مخلوق میں پھیلا دیا۔لیکن اس کے باوجود شفاعت عظمیٰ تک اس رحمت ﷺ کی مکمل جلوہ آرائی نہیں ہوئی۔اس رحمت کا وسیع اور مکمل اظہار تو قیامت کے روز شفاعت عظمیٰ کی شکل میں ہو گا۔ﷺ۔

عارف باللہ سید عبداللہ میرغنی کے جواہر میں سے

"الاسئلۃ النفیسۃ" تینتیسواں سوال

السوال

سید الشریف طباطبی نے خواب میں سید الکونین ﷺ کو قصیدہ سنایا تھا۔جس میں مندرجہ ذیل دو اشعار بھی تھے ان میں سے پہلے شعر کا مطلب کیا ہے؟

(سید الشریف کو امیر قرقماش نے خلوت سے نکال کر جیل میں ڈالا تھا) شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

يَا بَنِي الزَّهْرَاءِ وَالنُّوْرِ الَّذِيْ
ظَنَّ مُوْسٰى أَنَّهُ نَارُ قَبَسٍ

لَا أُوَالِي الدَّهْرَ مَنْ عَادَكُمْ
أَنَّهُ آخِرُ سَطْرٍ فِي عَبَسٍ

"اے سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا اور اس نور پاک (ﷺ) کی اولاد جس نور کو موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر آگ کا انگارا سمجھا تھا۔جو کوئی تمہارے ساتھ دشمنی کرے میں اسے حکمرانی کے قابل نہیں سمجھتا یہ اٹل فیصلہ ہے"۔

اس شعر میں اولاد کی نسبت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نور محمدی ﷺ کی طرف کرنے میں کونسی

حکمت ہے۔ جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف اولاد کی نسبت نہیں کی گئی۔ اور اس نور کی حقیقت کیا ہے جسے موسیٰ علیہ السلام نے عین نار پایا تھا۔ اور اس آگ سے آواز آئی تھی

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ (طہٰ:12) ''میں تمہارا رب ہوں''۔

الجواب

اولاد فاطمہ کی نسبت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرنا نسب حقیقی ہے۔ یہی نسبت دنیا و آخرت میں نافع ہے۔ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ساری اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے لیکن اولاد علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ حنفیہ نے بیٹی کی اولاد معزز ٹھہرائی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری اولاد کو علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھا ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ اولاد کا اپنے باپ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ لیکن اولاد فاطمہ کا ولی میں ہوں وہ میری اولاد ہیں میری مٹی سے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ حدیث کو جھٹلانے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا ''قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائے گا۔ سوائے میرے نسبت کے (یہ نسبت منقطع نہیں ہوگا) ایک اور حدیث شریف میں بھی اسی مضمون کا ذکر ہے کہ اولاد فاطمہ کیلئے میں باپ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اسی وجہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضور ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اور اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے اصل حقیقی حضور ﷺ کی ذات پاک ہے۔ اور سارے سلف صالحین بھی اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے اور یوں کہتے تھے اولاد رسول ﷺ اور اولاد علی رضی اللہ عنہ بہت کم کہا جاتا تھا۔

کوہ طور پر جو آگ موسیٰ علیہ السلام کو نظر آئی تھی وہ درحقیقت اللہ کے نور کی ایک تجلی تھی جو ظاہر ہوتی تھی۔ جس طرح ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:35)

''اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے''۔

اور حدیث شریف میں بھی اس کی وضاحت ملتی ہے۔

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ

''میں اللہ کے نور کا پرتو ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں''۔

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ

يَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ

''اے جابر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا''۔

یہی نور نور الٰہی کا پرتو تھا۔ اور اسی سے مخلوق کا نور ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نور آگ کا اثر رکھتا ہے۔ اس لئے اسے آگ گمان کیا گیا۔ اور اس نور سے ندا آتی کہ ''أنا ربك''

شیخ احمد بن ربیعہ الحسائی کا اسلوب کتنا بہترین ہے۔

يَا بَنِي الزَّهْرَاءِ وَالنُّورِ الَّذِيْ   هُوَ نَفْسُ الْقُدْسِ فِي عَيْنِ النَّفْسِ
وَتَجَلّٰى اللَّذَاتِ فِي الْمَعْنٰى الَّذِي   ظَنَّ مُوْسٰى أَنَّهُ نَارُقَبَسٍ
لَا أُوَالِي الدَّهْرَ مَنْ عَادَاكُمْ   بَلْ لَهُ فِي النَّارِ عَاتُ الْمُنْتَكِسِ
فِي لَظٰى اَعْضَاءُهُ قَدْ كُوِّرَتْ   اَنَّهُ آخِرُ سَطْرٍ فِي عَبَسٍ

''اے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس نور کی اولاد جو نور در حقیقت نور الٰہی کا پرتو ہے۔ ذات باری کی وہ تجلی ہے جسے موسیٰ نے طور پر آگ کی چنگاری خیال کیا تھا۔ جو کوئی تمہارے ساتھ دشمنی کرے میں اسے حکمرانی کے قابل سمجھتا ہی نہیں۔ بلکہ جہنم میں اس کیلئے ذلالت ہے۔ سخت آگ میں اس کا جسم پگھلایا جائے گا۔ ترشروئی میں لکھی گئی یہ آخری سطر ہے (آخری بات ہے)''۔

تنبیہ

جان لو جس طرح ذات الٰہی یکتا ہے اسی طرح نور الٰہی کا پرتو اور مظہر (حضور ﷺ کی ذات) بھی یکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح اللہ (جو فرد جامع) بے نظیر ہے۔ اسی طرح اس کے نور کا مظہر بھی بے مثل ہے۔ کیونکہ آئینہ میں وہی کچھ نظر آتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ'' مومن، مومن کیلئے آئینہ ہے۔ پس حضور ﷺ بھی تجلی ذات کیلئے آئینہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نور الٰہی کا مظہر ہیں اور ساری مخلوق آپ کے نور سے ہے۔ جس طرح پہلے حدیث گذر چکی ہے۔

أَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ مِنْ نُوْرِي

آپ نور الٰہی کا مظہر ہیں اور باقی مخلوق آپ کے نور سے تخلیق ہوئی۔ گویا تجلی ذات صرف اور صرف حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی اور کا اس میں حصہ نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ کی ذات

چونکہ مظہر نور خدا ہے اور اس میں کوئی شریک نہیں لہٰذا آپ کامل طاہر و مطہر ہیں۔ اور جو کوئی (اولاد وغیرہ) آپ ﷺ کے ساتھ متعلق ہے اس کیلئے بھی پاکی ضروری ہے جس طرح قرآن میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

(احزاب:33)

عارف باللہ شیخ احمد زروق نے کسی عالم کا قول ذکر کیا ہے کہ اہل بیت کے گناہوں کی معافی ان کے کسی عمل صالح کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے عنایت ہے لہٰذا مسلمان کیلئے ان میں نقص نکالنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکی اور تطہیر کی گواہی دی ہے۔ اہل بیت میں سے جو تکالیف مثلاً ظلم وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو اس کا تعلق تقدیر سے ہے۔ (تقدیر میں لکھا ہوتا ہے انہیں مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے)

گذشتہ وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی رحمت ﷺ یا آپ ﷺ کی اولاد پر کسی اور نبی یا اس کی اولاد کا قیاس درست نہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی پاک اولاد کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں کوئی اور شامل نہیں ہوسکتا۔ ملا علی القاری نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ ''ہم اہل بیت ہیں ہم پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے''۔

اگر کہا جائے کہ بعض احادیث ایسی ہیں جن میں نقص اور کفر کا ذکر ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے۔ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' میرے اہل بیت میں سے کچھ خیال کرتے ہیں کہ ہم حضور کے قریبی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ میرے قریبی تو وہ ہیں جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔'' اور حاکم نے حدیث صحیح بیان کی ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے جو کوئی توحید کا اقرار کرے تو اللہ اسے عذاب نہیں دے گا۔'' اور حضور ﷺ ان کو فائدہ نہیں دے سکتے۔ وغیرہ۔

تو جواباً عرض ہے کہ اس جیسی اور بھی بہت سی روایات ہیں جو معنی کے لحاظ سے ان سے بہت سخت اور شدید ہیں۔ لیکن ان روایات کا وارد ہونا محض ڈرانے دھمکانے کیلئے ہے۔ تا کہ اہل بیت سیدھے راستے پر رہیں۔ کوئی غرور انہیں راہ راست سے بھٹکا نہ دے۔ (واللہ اعلم)

شیخ، امام، عارف باللہ، ابوعبداللہ محمد بن ابی الفضل قاسم الرصاع الانصاری تحفۃ الاخیار فی الصلوٰۃ علی النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصنف (المتوفی سنۃ ۸۹۴ھ) کے جواہر پارے

آپ رضی اللہ عنہ کی ایک تصنیف لطیف ہے۔ کا نام "تَذْكِرَةُ الْمُحِبِّيْنَ فِي شَرْحِ اَسْمَاءِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ" ہے۔ اس میں مصنف رضی اللہ عنہ نے ان اسماء نبویہ کی عمدہ تشریح کی ہے جو اسماء قاضی عیاض کی کتاب "الشفا" میں موجود ہیں۔ آپ نے تشریح کرنے کا حق ادا کر دیا ہے یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں ہر ایک نام مقدس کیساتھ اس کے فوائد ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا میں نے اس کتاب سے وہ کچھ نقل کیا ہے۔ جو میں نے پچھلے صفحات میں نقل نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کتاب کے ابتدائی حصہ سے بہت کم نقل کیا ہے۔ نقل کرنے سے پہلے میں اس خواب کا ذکر کروں گا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی گئی ہے۔ جس خواب سے اس کتاب کی فضیلت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ خواب میں نے اسی کتاب (تذکرۃ المحبین فی شرح اسماء سید المرسلین) کے ابتدائی حصہ سے نقل کیا ہے۔ یہ خواب دیکھنے والے کی زبانی پیش خدمت ہے۔

خواب

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار، عبد فقیر منصور الشریف لامہ محمد، عرف سوسوالا دریسی، تیونس کے جامع زیتونہ کے قاریٔ بخاری کہتے ہیں۔ کہ ۵ شعبان ۸۸۱ھ ہفتہ کی رات کی بات ہے۔ میں سویا ہوا تھا رات کا آخری پہر تھا میں نے دیکھا کہ میں مسجد میں داخل ہو رہا ہوں میرے پاس شیخ ابو عبد اللہ محمد الرصاع کی تالیف "تذکرۃ المحبین فی اسماء سید المرسلین" تھی۔ میں اسے گھر میں پڑھنا چاہتا تھا۔ جب میں مسجد کے دروازے "باب الھواء" کے پاس پہنچا تو کسی نے پیچھے سے مجھے کپڑوں سے کھینچا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا میں یہ کتاب پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں اسے پڑھیئے اور اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف فرما ہیں۔" جب میں نے دیکھا تو واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرقی جانب جہاں "ترغیب و ترہیب" کتاب پڑھی جاتی ہے وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ شریف کا ایک کنارا سر مبارک پر اور دوسرا کنارا دائیں شانے مبارک پر ڈالا ہوا

تھا۔ میں آپ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ شرم و حیا سے میرا سر جھکا جا رہا تھا۔ سرکار نے بیٹھنے کیلئے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ جب میں بیٹھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''ان شاء اللہ یہاں منزل ہوگی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دائیں قدم مبارک کا انگوٹھا ظاہر ہو گیا میں نے جھک کر اسے بوسہ دیا اور اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ تب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''پڑھو'' میں نے عرض کی قرآن میں سے کیا پڑھوں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پڑھو

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

(الرحمٰن:72,73)

میں نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ اور خاموش ہو گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ فرمایا ''پڑھو'' میں نے عرض کی کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا پڑھو۔

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْہِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (رعد:24-23)

میں یہ پڑھ کر دوبارہ خاموش ہو گیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہ بارہ فرمایا ''پڑھو'' میں نے عرض کی کیا پڑھوں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''پڑھو

وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (انفال:74)

میں نے یہ بھی پڑھ لیا اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ان آیات بینات کا معنی کیا ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پہلی دو آیات کا معنی تو ظاہر ہے جبکہ آخری آیت کا معنی یہ ہے کہ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی، تو وہ سچے مسلمان ہیں''۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بندے خالق حقیقی کی مدد کیسے کر سکتے ہے؟ شارح قرآن ﷺ نے فرمایا کہ مومنین کا دین الٰہی کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا ہے نیز زبان، فعل اور تلوار سے دین کی مدد کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے میرے پاس موجود کتاب (تذکرۃ المحبین فی اسماء سید المرسلین) کی طرف اشارہ فرمایا میں خاموش ہو گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا ''پڑھو'' میں نے کتاب مذکور کا ابتدائیہ پڑھنا شروع کیا۔ حاضرین میں سے کسی نے فرمایا قبلہ کی طرف منہ کرو۔ میں تھوڑا سا بجانب قبلہ پھرا تا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پیٹھ کر کے بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس:78)

میں نے پڑھنا شروع کیا اور کہا ''عبد فقیر، گناہوں کا اقرار کرنے والا اور اللہ کے غیض وغضب سے ڈرنے والا محمد بن قاسم الرصاع کہتا ہے...... میں نے کتاب کے مؤلف کی نسبت ذکر نہیں کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''نسبت'' کہاں ہے؟ میں نے عرض کی وہ یہاں لکھی ہی نہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''نسبت لکھنا ضروری ہے۔'' اس کے بعد میں نے کتاب کا مقدمہ پڑھ کر سنا دیا۔ یہاں تک کہ میں مؤلف کے اس قول پر پہنچا ''میں نے اس کتاب کا نام ''تذکرۃ المحبین فی اسماء سید المرسلین'' رکھا'' اس کے بعد مؤلف کی ذکر کردہ دعا پڑھی کہ ''الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ'' تو جس آدمی نے مجھے قبلہ رو ہو کر کھڑے ہونے کیلئے کہا تھا اسی نے مجھے خاموش ہونے کیلئے اشارہ کیا میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے کھڑے ہوئے میں نے بیٹھے ہوئے افراد میں سے ایک سے پوچھا کہ مجھے قبلہ کی جانب منہ کرنے اور خاموش ہونے کا اشارہ کرنے والے کون تھے تو اس نے بتایا کہ وہ ''زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ'' تھے پھر اس نے پوچھا جس آدمی نے آپ کو گھر جانے سے روکا تھا اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کی نہیں۔ وہ کہنے لگے وہ شیخ ابومحمد المرجانی تھے۔

اس کے بعد میں بیدار ہوا میں رو رہا تھا۔ اسی وقت چراغ روشن کیا کہ دیکھوں کہ کتاب کے مقدمہ میں مؤلف کی نسبت ہے یا نہیں۔ دیکھنے پر پتہ چلا کہ وہ موجود نہیں خدا کی قسم مجھے علم نہیں تھا کہ کتاب کے مقدمہ میں مؤلف کی نسبت ہے بھی یا نہیں۔ پھر میں نے اس واقعہ کے بعد خود مؤلف کی نسبت وہاں لکھ دی۔ کیونکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھا گیا ہے کیونکہ حدیث شریف ہے کہ ''شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا''۔

اس مبارک خواب کے ذکر کرنے کے بعد اب میں امام محمد بن ابی الفضل الرصاع کے ذکر کردہ فوائد ذکر کرتا ہوں۔ جن کا ذکر انہوں نے کتاب مذکور کی ابتدا میں کیا ہے۔

پہلا فائدہ

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی کی کثرت میں راز یہ ہے کہ کثرت اسماء عظمت ذات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عرب جب کسی چیز کو عظیم خیال کرتے تو اسکے لئے زیادہ اسماء وضع کرتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ عظیم ذات اور کسی کی نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ اسماء عطا کر کے لوگوں کے دلوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بٹھا دی۔ اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ خالق کائنات جل وعلا کے ہاں محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ پس

حضور ﷺ کے اسماء والقابات کے حافظ یا پڑھنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ہم عمر حوروں کو جمع کر رکھا ہے۔ اے محبت کرنے والے تو اللہ کے محبوب ﷺ کے اسماء وصفات کا باادب ہو کر ذکر کیا کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قرآن پاک میں حکم دیا ہے۔ نیز ہر اسم گرامی کے معانی کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر ذکر کیا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو کچھ عطا کیا ہے اس میں کمی نہیں ہوئی۔ ہر اسم کے ساتھ آپ ﷺ پر درود بھیجا کر اور اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کیلئے شرف، وسیلہ اور بلند درجہ کا سوال کیا کر نتیجتاً تو قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت سے بہرہ ور ہوگا۔

دوسرا فائدہ

حضور ﷺ کے اسماء گرامی کے ذکر کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اچھی حالت میں ہو کیونکہ اس وقت اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ نیز صالحین کے ناموں کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو ذکر کرنے والوں پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ذکر کرنے والوں کا ذکر محبین کے ساتھ جنت کے باغوں میں بلند کیا جاتا ہے۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام صالحین کے سردار اور عارفین کے آقا ہیں۔ لہٰذا نام گرامی لینے کے بعد اور درود شریف پڑھنے کے بعد اپنے لئے دعا کرنے سے غافل نہ ہونا کیونکہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ بالخصوص جب دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع وخضوع اور وقار وسکون کا خیال رکھے۔

دعا کی قبولیت کیلئے آسان طریقہ

ابو سلیمان دارانی کا قول ہے کہ جب تیری کوئی حاجت ہو تو سب سے پہلے حضور نبی رحمت پر درود شریف بھیج پھر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجت بیان کر اور آخر میں دوبارہ حضور ﷺ پر درود شریف بھیج۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اول وآخر درود شریف کو قبول کرتا ہے تو یہ اس کی شان کے خلاف ہے کہ اول وآخر کو قبول کرے اور درمیانی چیز (دعا) کو چھوڑ دے۔

امام رصاع فرماتے ہیں کہ اس مضمون پر میں نے ایک حدیث شریف بھی پڑھی ہے۔ حضور ﷺ کے اسمائے گرامی کے ذاکر کو چاہیے کہ گندی جگہ پر یہ ذکر نہ کرے نیز اپنے دل میں سے سختی اور ہر قسم کی کدورتیں دور کر کے ذکر میں مشغول ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ''طیب'' اور ''طاہر'' بھی ہیں جو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ان اسمائے گرامی کا ذکر پاک جگہ پر پاک زبان کے ساتھ اور قلب حاضر (وپاک) کے ساتھ کیا جائے۔

الغرض حضور ﷺ سے محبت کی مقدار ان کے اسمائے گرامی کا ذکر بھی کرنا چاہیے نیز آپ ﷺ

کا ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی تعظیم آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح لازم ہے جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں لازم تھی۔ کبھی کبھی محب تو اپنی زبان سے اس قدر ذکر کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک زبان سے دور ہی نہیں کرتا۔ کبھی کبھی یہ محبت کا مارا انتہائی تعظیم کا اظہار کرتا ہے جس سے اس کے دل میں ہیبت راسخ ہوتی ہے اور اس کے دل پر مختلف ''احوال'' کا ورود ہوتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور محبت سرکار ﷺ

آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں حضور ﷺ کے ساتھ محبت رکھنے میں ممتاز تھے۔ ایک صحابی کا قول ہے کہ میں ایک سال ان کے پاس حاضر تھا اور میں نے کبھی ان کی زبان سے '' قال رسول اللہ ﷺ'' کا کلمہ نہیں سنا۔ اس کی وجہ تقویٰ حیاء اور حضور ﷺ کے مقام رفیع کی ہیبت تھی۔ البتہ ایک دن ان کی زبان سے ''قال رسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ ادا ہوئے۔ اور ساتھ ہی ان کے اندر سے درد کی ٹیسیں اٹھیں یہاں تک شدت درد کی وجہ سے آپ کے ماتھا سے پسینہ ٹپکنے لگا''۔ اے میرے بھائی کہاں ہم گہنگار اور کہاں وہ نیکوکار ہماری محبتوں کا ان عظیم لوگوں کی محبتوں سے کیا مقابلہ؟؟؟

تیسرا فائدہ

حضور ﷺ کی محبت کی نشانی ہے کہ جب محبوب مکرم ﷺ کا نام سنا جائے تو انسان کا سر فرط عقیدت سے جھک جائے۔ یا جس چیز پر سرکار دوعالم ﷺ کا نام گرامی لکھا ہو اس چیز کو چوم لیا جائے۔

ایمان افروز واقعہ

روایت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک گنہگار تھا جس نے اپنی جان پر گناہوں کے باعث بڑی زیادتی کی تھی۔ مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا گیا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہے اس سے پوچھا گیا تجھے یہ مقام کیسے ملا؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں نے توراۃ کھولی اس میں میں نے حضور نبی رحمت محمد بن عبداللہ ﷺ کی صفت پڑھی میں نے آپ کا اسم گرامی چوما اور سر پر رکھا۔ بس اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے مجھے بخش دیا۔

چوتھا فائدہ

تجھے آپ کا اسم مقدس (ﷺ) کہیں پڑا ہوا نظر آئے تو تجھ پر اسے اٹھانا اور اس کی تعظیم کرنا لازم ہے کیونکہ نام کی تعظیم کرنا ذات کی تعظیم کرنا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے جس ذات کو مقام رفیع پر فائز کیا ہے وہ حضور ﷺ کی ذات ہی ہے۔ اور اگر نام گرامی کسی گندی جگہ پڑا ہوا

ملے تو اسے اٹھا کر دھونا، پاک کرنا اور خوشبو لگانا تجھ پر لازم ہے۔ آج کل تو لوگوں کے دلوں میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کچھ اس طرح رچ بس چکی ہے کہ اگر کسی نے آپ ﷺ کو خواب میں کسی جگہ دیکھ لیا ہے تو اس نے ہمیشہ اس جگہ کی پاکیزگی کا اہتمام کیے رکھا۔ نیز دوسروں کو بھی اس جگہ کی تعظیم کیلئے ابھارتے رہے یہ کمال محبت اور حسن اعتقاد کی دلیل ہے۔

پانچواں فائدہ

حضور ﷺ سے حد درجہ محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ انسان آپ ﷺ کے نام گرامی اور صفات جلیلہ کے ساتھ اپنے بچوں کے نام رکھے۔ نیز جس کسی کے نام میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام گرامی آتا ہو اس کے نام کو بگاڑ کر نہ پکارا جائے کیونکہ حضور ﷺ کا نام گرامی عزت وتکریم کے قابل ہے اور بعض محبت سرکار سے سرشار افراد تو جب اس آدمی کا نام سنتے ہیں جس کا نام سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی طرح ہو تو وہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کا نام سنتے ہی ان کے دل مچل جاتے ہیں اور ان کی زبانوں پر درود شریف کے نذرانے جاری ہوتے ہیں۔

چھٹا فائدہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مومنین جب سنتے ہیں کہ ''یَقُوْلُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ (محمد بن منکدر کہتے ہیں) یَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ (محمد بن الحسن نے کہا) تو ان کی زبانوں پر درود شریف جاری ہوتا ہے اور یہ ان کی جانب سے شدید محبت کی علامت ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

''آدمی (بروز قیامت) اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ (دنیا میں) محبت کرتا تھا''۔

قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا ہے کہ ایک خوش نصیب نے خواب میں حضور نبی رحمت ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے اردگرد فقراء بیٹھے ہوئے تھے اچانک آسمان سے دو فرشتے اترے ایک کے ہاتھ میں ٹرے تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا۔ انہوں نے وہ ٹرے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رکھا آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک دھوئے۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو حکم دیا کہ باقی (فقراء) افراد کے ہاتھ بھی دھلاؤ، اس کے بعد انہوں نے ٹرے میرے سامنے رکھا لیکن ایک نے دوسرے سے کہا پانی مت ڈالنا یہ تو ان فقراء میں سے ہے ہی نہیں۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی آپ ہی کا فرمان ہے کہ ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' آپ ﷺ نے فرمایا ''راوی نے سچ کہا ہے (ہاں یہ حدیث صحیح ہے) میں نے عرض کی سرکار! میں آپ سے

بھی اور ان فقراء سے بھی محبت کرتا ہوں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا'' اس کے ہاتھ بھی دھلاؤ یہ بھی ان میں سے ہے''۔

اب ہم آپ ﷺ کے اسماء گرامی کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

محمد ﷺ

یہ آپ ﷺ کا ذاتی نام ہے اس کے متعلق کئی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ وارد ہیں۔ قرآن میں آپ ﷺ کے اسمائے گرامی کا ذکر ان آیات بینات میں آیا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (الفتح 29)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (محمد:2)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب:40)

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:144)

ان تمام آیات کریمہ میں رب العزت نے اسم ''محمد'' ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب ﷺ پر بڑا ہی مہربان ہے۔

احادیث مبارکہ جو اس اسم گرامی کے بارے میں وارد ہیں وہ بیشمار ہیں مثلاً

بخاری و مسلم وغیرھما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' میرے پانچ نام ہیں، میں ''محمد'' ہوں ''احمد'' ماحی (جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا) اور ''حاشر'' ہو جس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ روز قیامت لوگوں کو اکٹھا کرے گا نیز میرا ایک نام ''عاقب'' ﷺ بھی ہے۔ آپ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا میرے دس نام ہیں پانچ تو وہی ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا ہے جبکہ بقیہ پانچ یہ ہیں۔ رسول، رحمت، رسول ملاحم، المقفی، اور قثم ﷺ

بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' قرآن میں میرے سات نام ہیں اور وہ یہ ہیں۔ محمد، احمد، یٰسین، طٰہٰ، مدثر، مزمل اور عبداللہ ﷺ۔

تنبیہ

احادیث مبارکہ کے ظاہر سے تو پتہ چلتا ہے کہ شاید ان میں تعارض ہے یعنی کسی میں پانچ، کسی میں سات اور کسی میں دس کی تعداد کا ذکر ہے لیکن درحقیقت ان میں تعارض نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے جو

1

تعداد ذکر فرمائی ہے یا تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں یا اس وقت آپ ﷺ کے اسماء اتنے ہی تھے پھر جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید اسماء عطا ہوئے تو آپ ﷺ نے دوسرے اسماء کا ذکر فرما دیا۔ اور اس میں ان اسماء کے متعلق خبر دی گئی جو اس سے پہلے والی حدیث میں نہ تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا ہے کہ میرے پانچ اسماء ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اسماء کتب قدیمہ میں تھے اور اقوام قدیمہ کے علماء کو معلوم تھے۔ اور ان اسماء میں سے کوئی اسم بھی کسی نے نہیں رکھا۔ البتہ آپ ﷺ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل یہ بات پھیل گئی کہ نبی آخر الزمان جن کا نام محمد (ﷺ) ہوگا مبعوث ہونے والے ہیں۔ تو عربوں میں سے بہت کم لوگوں نے اپنی اولاد کا نام محمد اس امید پر رکھا کہ شاید وہ نبی ان کا بیٹا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے اہل زمین کو یہ نام رکھنے سے منع کئے رکھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ کس کو رسالت کے تاج سے سرفراز فرمانے والا ہے۔ عربوں نے جن بچوں کے نام حضور ﷺ کے نام گرامی پر رکھے تھے ان کی تعداد سات کے لگ بھگ تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ اس نے لوگوں کو آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنے سے باز رکھا تا کہ کوئی کمزور ایمان والا نبوت کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہو۔ اور یہ بھی اللہ کی مہربانی تھی کہ آپ ﷺ کے نام سے موسوم کسی بھی شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہ کیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت نبوت سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختص کر دیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ:105)

''اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے اپنی رحمت سے خاص کر دیتا ہے''۔

لفظ ''محمد'' (فداہ ابی وامی) حمد سے بنا ہے یعنی جس کی تعریف ہر ایک اور ہر وقت بیان کی جائے نیز جس کی تعریف گذرے ہوئے اور آنے والے اور ملائکہ بیان کریں۔ پس آپ ﷺ حمد بیان کرنے میں بھی سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اور جن کی تعریف کی جاتی ہے ان میں بھی سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات واقعی اس قابل ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی ''محمد'' (فداہ روحی وقلبی) رکھا جائے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلٰوةً دَائِمَةً وَسَلَّمَ سَلَامًا مُؤَبَّدًا

فصل

اس اسم گرامی کے فوائد درج ذیل ہیں۔

کسی عارف کا قول ہے کہ محبت رسول ﷺ تمام مخلوق پر واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں محسن کے ساتھ محبت کرنا اور رحم کرنے والے سے عقیدت رکھنا ودیعت کر رکھا ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو '' رحمة للعالمین '' بنا کر بھیجا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ گویا حضور ﷺ کی ذات ہماری محسن ہے۔ لہٰذا ہماری محبتوں کا مرکز بھی یہی ذات ہونی چاہیے۔ اور جو کوئی کسی سے محبت کرے تو اس کے نام کی مالا جپنا، اس کی صفات کو دل پر نقش کرنا اور اس کی یاد میں اپنی زبان کو تر رکھنا ہمہ وقت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و صورت ہر دو کو کامل بنایا اور آپ ﷺ کو عالی مرتبہ عطا فرمایا نیز جن و انس اور ملائکہ پر ترجیح دی اور زمین و آسمان کیلئے بھی باعث رحمت بنایا اور ہر ذی روح و جامد کو آپ ﷺ کی ثناء پر مجبور کیا۔

نکتہ

اللہ تعالیٰ نے ایک کرم یہ بھی فرمایا ہے کہ انسان کی صورت کو تمام مخلوقات پر ترجیح دی نیز اس کی صورت کو اسم '' محمد '' ﷺ کی صورت پر بنایا۔ پس اسم شریف میں سے پہلا حرف (م) انسان کے سر کی طرح ہے اس کی '' حا '' انسان کے دو ہاتھوں کی طرح ہے اور میم ثانی انسان کے پیٹ کی طرح ہے اور '' د '' اس کے پیروں کی طرح ہے۔ گویا معلوم ہوا کہ انسان کی ذات بہت مکرم ہے کیونکہ اس کی شکل صادق و امین ﷺ کے اسم گرامی کی طرح بنائی گئی ہے۔

تا کہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ انسان کی انسانیت روز بروز مائل بترقی ہے لہٰذا اس صورت (انسان) کو ہر قسم کی برائی سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔ اہل محبت میں سے جو کوئی اس راز کو پا گیا تو اس نے کبھی کسی انسان کی تذلیل نہیں کی بلکہ اس کی تعظیم اپنے اوپر واجب کر لی۔ ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ انسان کی صورت اس کے محبوب مکرم ﷺ کے اسم پاک کی طرح ہے وہ محبوب مکرم جن کی وجہ سے کائنات رنگ و بو کی تخلیق ہوئی اور جنہوں نے رب کریم کی ذات کی زیارت کی۔ اہل محبت ہمیشہ خیال کرتے ہیں کہ '' اسم حبیب '' علیہ ازکی السلام والتسلیمات اس کو دیکھ رہا ہے (کیونکہ انسان کی شکل اس نام کی صورت پر ہے) لہٰذا وہ کیونکر گناہ کے قریب جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسم مبارک کی تعظیم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حتی الامکان گناہوں سے بچاتے ہیں۔ نیز اس اسم پاک کو اپنے دل سے محو نہیں ہونے دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ انہیں دین پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ دل سے جب صورت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام محو ہو جائے اور برکت نبویہ چلی جائے تو انسان کی صورت ظاہری مسخ ہو جاتی ہے اور انسان ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں آیا ہے '' کافر جب جہنم میں رہے گا تو اس کی شکل بگڑی ہوئی ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ اسے مختلف قسم کے عذاب دینے کے بعد اس کی شکل بگاڑ کر جہنم میں بھیجے گا گویا اس کی شکل بھی اس کے دل کی

طرح بگڑی ہوئی ہوگی۔

جامع الصفات آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام

روایت ہے کہ جب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو جنم دیا تو فرماتی ہیں کہ ''میں نے ایک بہت بڑے بادل کے ٹکڑے میں سے آواز سنی ''محمد (ﷺ) کو تمام انبیاء علیہم السلام کے اخلاق عطا کرو۔ انہیں آدم علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ شیث علیہ السلام کا علم، ابراہیم علیہ السلام کی سی دوستی، اسمٰعیل علیہ السلام کی گفتگو، ایوب علیہ السلام کا صبر، عیسیٰ علیہ السلام کا تقویٰ، نوح علیہ السلام کا شکر، موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور یوسف علیہ السلام کا حسن عطا کرو۔'' اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کرام کے اخلاق حسنہ اور عادات رفیعہ حضور ﷺ کی ذات میں جمع کر دیں۔

اس کے بعد مؤلف نے اسم محمد ﷺ سے متعلقہ چند فوائد کا ذکر کیا ہے اور پھر الشیخ، العالم، الفقیہ ابوعبداللہ محمد بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے (شیخ ابوعبداللہ کو) ''عباد'' نامی بستی کے رہنے والوں نے خبر دی ہے کہ وہاں چند طالب علم تھے جنہوں نے ۷۵۸ھ میں ایک خربوزہ پایا جس میں کئی سفید لکیریں تھیں جن کے ذریعے ایک جانب لفظ ''اللہ'' اور دوسری جانب واضح الفاظ میں ''اَعَزَّ اللّٰهُ مُحَمَّدًا اَوْ اَحْمَدَ'' (اللہ تعالیٰ نے محمد یا احمد ﷺ کو عزت عطا فرمائی) لکھا تھا۔ نیز شیخ مذکور سے اسی قسم کی ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ مجھے اسی سال چند لوگوں نے خبر دی کہ انہیں ایک درخت کا ایسا پتا ملا ہے جس پر اسم ''محمد'' ﷺ اس طرح لکھا گیا تھا جس طرح کاغذ پر لکھا جاتا ہے۔ اور یہی شیخ روایت کرتے ہیں کہ مجھے چند لوگوں نے خبر دی ہے کہ ایک مزدور کو ایسی مچھلی ہاتھ آئی جس کے ایک طرف سفید لکھائی میں ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور دوسری طرف ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ'' لکھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی وہ مچھلی کھالی تاکہ ''اللہ و رسول'' کے ناموں سے برکت حاصل ہو۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے اس مزدور کو اس کی مزدوری (نوکری) سے ہٹا دیا۔ کیونکہ اسے یہ واقعہ بادشاہ وقت کے پاس پیش کرنا چاہیے تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مذکور مزدور سے پوچھا تو اس نے کہا ''سچی بات ہے کہ مچھلی بھی رزق میں سے ہے اور اس کی ایک جانب ''اللہ'' اور دوسری جانب ''محمد'' لکھا ہوا تھا۔

حضور ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' ﷺ اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ رب العزت آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ اور آپ پر درود شریف بھیجتا رہتا ہے۔ پس تو بھی اے محبت کا دم بھرنے والے آپ ﷺ کی بہت زیادہ تعریف کیا کر۔ آپ کے حسن کا تذکرہ کیا کر۔ نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورانی پیکر اپنے من کی دنیا میں بسایا کر۔ پس جس نے آپ ﷺ کو حقیقی صورت میں دیکھا وہ گھبرا گیا

اور جس نے معرفت کے پردے میں دیدار کیا وہ مرعوب نہ ہوا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (بعد از زیارت) توصیف بیان کرنے والا کہتا ہے "میں نے سرکار جیسا کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ جب آپ کلام فرما رہے ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے موتی جڑ رہے ہوں۔ از روئے گردن آپ ﷺ بہترین گردن والے تھے۔ جب آپ تبسم فرما رہے ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے دندان مبارک بجلی کی طرح چمک رہے ہیں۔ آپ ﷺ دل کیلئے روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اے محبت رسول ﷺ کے داعی اپنے محبوب مکرم ﷺ پر بہت درود بھیجا کر اور آپ کی نعت بیان کیا کر۔ آپ کی صفات کے متعلق جو احادیث وارد ہیں وہ سب کی سب قطعی الدلالۃ ہیں۔ آپ ﷺ قد، رنگت، لمبائی، آنکھوں، چلنے پھرنے، دانت اور تبسم فرمانے کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ کرم فرمایا کہ اس نے حضور ﷺ کے حسن و جمال پر پردے ڈال دیئے ورنہ کوئی آپ کے حسن و جمال کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا تھا یہ بات تواتر کی حد تک پہنچی ہے کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کا کچھ حصہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام کو عطا کیا گیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر زنان مصر نے مدہوش ہو کر بجائے پھلوں کے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آقا و مولیٰ ﷺ کے حسن پر پردے ڈال کر یہ احسان فرمایا تاکہ کہیں حضور ﷺ کو دیکھ کر لوگوں کی عقلیں ضائع نہ ہوں (پاگل نہ ہو جائیں)۔

اے مخاطب! (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے) ذرا سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو کیسے اخلاق کریمانہ اور حسن صورت و سیرت سے نوازا ہے۔ نیز آپ ﷺ کے ذہن رسا اور فکر رسا کی زیادتی، حواس کی قوت، زبان کی فصاحت، حرکات و سکنات میں اعتدال، اخلاق کا حسن، نسب کی شرافت، حلم، قوت کے باوجود عفو و درگذر، سخاوت، حیاء، شجاعت، فضیلت مدد، خالص پیار، بہترین نصیحتیں، زندگی گذارنے کے ڈھنگ، تمام مخلوق پر رحمدلی، لوگوں کے مسلمان ہونے کیلئے تگ و دو، وفاداری، حسن وعدہ، رشتہ داروں کے ساتھ اعلیٰ برتاؤ، عظیم شان کے مالک ہونے کے باوجود آپ کی عاجزی آپ کا عدل، امانت، پاکدامنی، سچائی، وقار، مردانگی، بہترین سیرت دنیا سے بے رغبتی، خوف خدا، اطاعت الٰہی، عبادت، رب العزت سے پیار، غیب پر ایمان، کثرت عبادت، روزے، شکر اور مال میں سے راہ خدا میں خرچ کرنے کو ذرا ذہن میں لاؤ اور یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو بھی خوبی عطا کی لاجواب عطا کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور یوں عقیدت کے پھول پیش کیئے ہیں۔ "کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ" حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور ﷺ کے راضی کرنے سے راضی ہوتا

ہے۔اور آپ کو ناراض کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔گویا ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاق کریمانہ میں مخلوق خدا کیلئے دینی اور دنیاوی فوائد اس طرح جمع کیے ہیں جس طرح اس نے قرآن مقدس میں فوائد دینی و دنیوی رکھے ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کو نور اور باعث ہدایت بنایا جس سے دل منور اور روشن ہوتے ہیں۔نیز انسان عذاب قبر سے محفوظ ہوتا ہے اور قیامت کی تکالیف سے امن میں رہتا ہے۔اسے حق و باطل کے درمیان فرق، جاہل کیلئے مرشد کامل اور نیکی کی طرف بلانے والا اور بدی سے روکنے والا نیز بشیر و نذیر اور نصیحت کرنے والا بنایا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ قرآن کی تفسیر ہیں"۔

لہٰذا انسان حضور ﷺ کے ساتھ محبت کرنے والوں میں تب شامل ہوسکتا ہے جب وہ نبی مکرم ﷺ کی مکمل اتباع کرے۔تبھی تو جبرائیل علیہ السلام دنیا میں اس انسان کے محبوب ہونے کی منادی کرے گا۔اور لوگوں کے دلوں میں اس کیلئے محبت پیدا ہوگی۔آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثرت درود کی وجہ سے ہی انسان کا نام "محبین" کی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے۔اور اس سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔

شیخ ولی اللہ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن فاتح جو تیونس سے تعلق رکھتے تھے حضور ﷺ پر کثرت درود کی وجہ سے صاحب کرامت ولی گذرے ہیں۔شیخ مذکور جو بھی پتھر یا کوئی اور چیز ہاتھ میں لیتے تو اس پر زمین و آسمان کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لکھا ہوتا۔

پس جو کوئی کثرت درود سے اپنی زبان تر رکھے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ کائنات کی ہر (پاک) چیز پر سرور قلب وسینہ ﷺ کا نام لکھا ہوا دیکھتا ہے۔

روایت ہے کہ جب مسلمان حسب استطاعت اقوال وافعال میں اخلاق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے مقامات رفیعہ عطا کئے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے حاصل شدہ علم پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ علم عطا فرمائے گا جو وہ نہیں جانتا۔اس وراثت کا حقدار وہی ہوسکتا ہے جو اعمال وافعال میں اتباع مصطفیٰ ﷺ اپنے لئے حرز جاں بنائے۔ اور اتباع محبت رسول اللہ ﷺ پر موقوف ہے۔

شیخ مذکور (اس رسالہ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے ثقہ افراد سے نقل کیا ہے کہ شیخ ابوالحسن محمد انصاری سے مروی ہے کہ شیخ ابومحمد عبداللہ الیشکری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور دربار نبوی ﷺ میں جاکر سنایا جب اس آخری شعر پر پہنچے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَرِيْمِ وَهٰذِهٖ
نَحَرْتُ وَظَنِّي اَنَّهٗ يَرْضَاهَا

"اللہ کریم کیلئے ہی سب تعریفیں ہیں اور یہ قصیدہ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کر دیا ہے مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ اسے سن کر راضی ہو جائیں گے۔" تو روضہ انور سے آواز دلنواز آئی "رَضِيْنَا هَا، رَضِيْنَاهَا" اسے سن کر ہم راضی ہوئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب انہوں نے مدینہ منورہ سے سفر کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا "اے عبداللہ مدینہ کو خالی کر کے جا رہے ہو؟" یہ سن کر آپ تا حیات مدینہ شریف رہے اور وہیں دفن ہوئے۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی مدح کئے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب نہیں ہو سکتا۔

احمد ﷺ

اس نام مقدس کے بارے میں آیات واحادیث نبویہ وارد ہیں۔ آیات میں سے ایک آیت یہ ہے کہ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصّف:6)

کہ میں اپنے بعد اس رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جس کا اسم گرامی "احمد" ہوگا۔

امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اجماع ہے کہ "احمد" سے مراد سید ابرار حبیب پروردگار ﷺ ہیں۔ گذشتہ صفحات میں وہ حدیث پاک گذر چکی ہے کہ آپ ﷺ کا آسمانوں پر نام "احمد" زمین پر "محمد" اور دریاؤں سمندروں میں "ماحی" قیامت میں "حاشر" جنت میں "قاسم" اور دوزخ میں "عاقب" ﷺ ہے۔

احمد حمد سے بنا ہے۔ پس آپ ﷺ تعریف کرنے والوں اور جن کی تعریف کی جائے تمام میں اعلیٰ وافضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ آپ ہی کو "لواء الحمد" عطا فرمائیں گے۔ اور اس روز آپ ﷺ کی حمد (تعریف) مکمل ہوگی۔ آپ اسی روز صفت حمد سے موصوف ہونگے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو "مقام محمود" پر فائز کرے گا جہاں اولین وآخرین آپ ﷺ کی تعریفیں کریں گے۔

الماحی ﷺ

آپ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک "الماحی" (مٹانے والا) بھی ہے۔ حضور ﷺ نے اس نام کی وضاحت یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے مکہ اور بلاد عرب سے کفر کو مٹا دیا۔ بلکہ روئے زمین سے کفر کو مٹا دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ "محو" کا معنی ظاہر ہونا اور غلبہ پانا یعنی اللہ تعالیٰ

اپنے نبی مکرم ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیگا۔ جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ تحقیق ایسا ہو کر رہا کہ اسلام روئے زمین پر مانند آفتاب دمکنے لگا اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اپنی نعمت مکمل کر دی ہے۔ نیز اپنے نبی کو صراط مستقیم پر چلا دیا ہے اور مومنین کیلئے "رؤوف رحیم" بنایا ہے۔

"صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

الحاشر ﷺ

احادیث مبارکہ میں اس اسم گرامی کا بھی ذکر آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يَحْشُرُ اللهُ النَّاسَ عَلَى قَدَمِي

"میں وہ حاشر (جمع کرنے والا) ہوں جس کے قدم پر اللہ روز حشر لوگوں کو جمع کرے گا"۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ "قدم پر" سے مراد یہ ہے کہ میری نبوت میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا کیونکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ خَاتَمَ النَّبِيِّنَ (احزاب:40)

العاقب ﷺ

قاضی عیاض فرماتے ہیں عاقب (پیچھے آنے والا) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام کے آخر میں بھیجا لیکن سب سے اعلیٰ وافضل مقام عطا فرمایا دیگر انبیاء کرام کو بھی بلند رتبہ اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انبیاء علیہم السلام کو چنا اور انہیں ہر قسم کی آلودگیوں اور نقائص سے پاک صاف رکھا نیز انہیں ایمان قوی، معرفت خداوندی اور محبت الٰہی کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اور انہیں اپنی معرفت کی تجلیات کیلئے مظہر بنایا۔ نیز انہیں اللہ اور مخلوق کے درمیان وسیلہ بنایا۔ تاکہ انبیاء کرام مخلوق خدا کی طہارت روح وقلب کا باعث بنیں۔ اور انہیں دنیاوی آلائشوں سے پاک صاف رکھیں۔ انہیں ایسے اخلاق کا مرقع بنائیں جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی امتوں کیلئے خوشخبری سنانے والے بنایا اور ان سے وعدہ لیا جب میرا رسول معظم ﷺ تشریف لائے تو تمہیں اس کی تصدیق کرنا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام رفیع سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ حضور ﷺ کے دم قدم سے یہ دنیا آباد ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پیدا فرما کر کائنات رنگ وبو کو زینت بخشی اور آپ ﷺ کی وجہ سے کائنات کی تخلیق ہوئی۔

طٰہٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ نام پاک قرآن میں مذکور ہے واسطی نے کہا ہے کہ "طٰہٰ" کا معنی پاک اور ہدایت کرنے والا ہے۔

یٰسٓ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ نام گرامی بھی قرآن پاک میں مذکور ہے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "یٰس" یا سید (اے سردار) کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے رسالت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم اٹھائی ہے۔

المزمل والمدثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ اسماء بھی قرآن وحدیث میں وارد ہیں۔ مزمل کا معنی کپڑا لپیٹنے والا اور مدثر کا معنی چادر اوڑھنے والا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک روز غار حراء میں میں نے آواز سنی "یَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ رسول ہیں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ ایک فرشتہ ہے جو زمین وآسمان کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہے۔ میں گھبرا گیا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر کہا "دَثِّرُوْنِیْ" (مجھے چادر اوڑھا دو)۔ پس مجھے چادر اوڑھا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیجا اور فرمایا یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ (اے چادر اوڑھنے والے)

الطاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احادیث مبارکہ میں اس نام مبارک کا ذکر آیا ہے یہ لفظ "طہارت" بمعنی پاکیزگی سے بنا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جسم، روح، صورت، ہیئت اور نفس ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاک پیدا فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کریمہ ان آلائشوں سے پاک ہے جو مقام نبوت کے شایان شان نہیں۔ یا وہ مخالفات وشہوات جو انبیاء کرام کے مقام رفیع کیلئے مناسب نہیں ان سے ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ اتم منزہ ومبرا تھی۔ اس پاکیزگی پر دلیل شرعی بھی قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاکیزگی اپنانے پر زور دیا ہے۔ نیز صراط مستقیم اور بھلائی کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک میں طہارت حسیہ اعلیٰ مقدار میں موجود تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظافت جسم، جسم اطہر کی مہک اور پسینہ مبارک کی خوشبو لاجواب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی آلودگیوں سے بھی پاک تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے خوشبوؤں کی یوں مہک اٹھتی گویا اسے ابھی ابھی عطر فروش کے صندوقچے سے نکالا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم معطر سے اٹھنے والی بے مثل خوشبو نہ عنبر میں پائی ہے اور نہ کستوری میں۔

ہادی الیٰ صراط اللہ تعالیٰ

(اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف ہدایت کرنے والا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوری:52)

اس کا معنی یہ ہے کہ" اے محبوب! آپ مخلوق خدا کو دین قویم (سیدھے دین) کی طرف بلاتے ہیں۔" ﷺ

سید ولد آدم علیہ السلام

(اولاد آدم کے سردار ﷺ) صحیح حدیث میں آیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ

"روز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہونگا اور یہ میں فخر سے نہیں کہہ رہا (اظہار شان ہے)"۔

یوں تو آپ کی ذات اقدس دنیا و آخرت دونوں میں سردار اولاد آدم ہے لیکن قیامت کے دن سرداری کی حقیقت تمام مخلوق پر آشکار ہوگی۔ جسے ماننے والے اور نہ ماننے والے دیکھیں گے اور آپ ﷺ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔

یہاں پر امام رصاع نے اسمائے گرامی کی جو شرح لکھی تھی ختم ہوئی۔ میں نے اسے حصول برکت اور فوائد دینیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نقل کیا ہے۔ نیز تا کہ کوئی تو ان اسماء گرامی کے معانی کو اپنی زندگی میں شامل کرلے۔ اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لے۔

امام کمال الدین محمد بن علی بن عبدالواحد المعروف ابن زملکانی شافعی قاضی حلب المتوفی سنة ۷۲۷ھ کے جواہر پارے

"فاضل مصنف کی ایک کتاب عجالۃ الراکب فی ذکر اشرف المناقب" ہے۔انہوں نے یہ کتاب مدینہ منورہ میں روضۂ مقدسہ کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ان کا رسالہ حرف بہ حرف پیش خدمت ہے۔

تمام تعریفیں اس ذات اقدس کیلئے ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "رحمۃ للعالمین" بنا کر بھیجا ہے۔جن کی تشریف آوری سے سسکتی انسانیت کو قرار آ گیا"اما بعد"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ایک رسالہ تحریر کروں تا کہ دعا کی قبولیت کا وسیلہ بنے۔لہٰذا میں نے یہ رسالہ "عجالۃ الراکب فی ذکر اشرف المناقب لکھا اس میں میں نے علماء کے اقوال بھی نقل کیے ہیں اور باوجود ضعف کے کچھ اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا ہے۔اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان نہ ہوتا کہ" مجھے ایسا نہ بنانا جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا" تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا میں تمام حدوں کو عبور کرتے۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے رستہ پر چلنا ہی دراصل "اطاعت" ہے۔مذکورہ حدیث میں جو نہی آئی ہے وہ باطل مدح کرنے کے بارے میں ہے۔البتہ جائز مدح سے منع نہیں کیا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرتبہ بشریت سے اٹھا کر مرتبہ الوہیت پر پہنچا دیا تھا۔اب میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وفضائل بیان کرنے کی سعی ناتمام کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔جس طرح قرآن وحدیث میں آیا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ:253)

"یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے ان میں سے وہ بھی ہیں جن کے ساتھ اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کے درجات بلند فرمائے"۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے "خیر البریۃ" (کائنات میں سب سے بہتر) کہا تو آپ نے فرمایا" وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں" البتہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم

النبیین، امام الاولین والآخرین، اور مقتدا بنا کر بھیجا ہے۔ نیز وہ تمام صفات جو دیگر انبیاء میں متفرق تھیں وہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم موجود تھیں کیونکہ انبیاء تمام مخلوق میں سے افضل اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اسی افضلیت و اکملیت کی بنا پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے سردار ہیں۔ اسی سرداری کی طرف سرکار ابد قرار ﷺ نے اشارہ فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِی لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ مَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِی وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ

میں یوم قیامت اولاد آدم کا سردار ہونگا اور مجھے کوئی فخر نہیں میرے ہاتھ میں لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا اور یہ فخریہ نہیں کہہ رہا اس دن ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ اور روز حشر سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والا بھی میں ہی ہونگا لیکن (یہ سب کچھ) فخریہ نہیں کہہ رہا (اظہار شان مراد ہے) اس حدیث کو امام ترمذی نے جامع الترمذی میں روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

شان محمدی بزبان رسالت

امام ترمذی نے سند جید (عمدہ) سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی حضور! قریش نے اپنے حسب و نسب بیان کئے اور آپ کو ایک بلند جگہ کھجور کے درخت سے تشبیہ دی۔ اس پر آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے بہترین گروہ میں مجھے پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل میں سے بہترین قبیلہ میں سے مجھے پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بہترین خاندان میں سے مجھے پیدا فرمایا پس میں تمام لوگوں میں از روئے نفس اور خاندان بہترین ہوں۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو میں ہی تمام نبیوں کا امام، خطیب اور صاحب شفاعت ہونگا لیکن مجھے کوئی فخر نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام دارمی نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا" حضور ﷺ کے چند صحابہ آپ ﷺ کے انتظار میں چشم براہ تھے حتی کہ آپ ﷺ جلوہ گر ہوئے قریب تشریف فرما ہوئے تو سنا کہ صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ نے ان کی گفتگو سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا کوئی کہہ رہا تھا کتنی عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا کوئی کہہ رہا تھا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی نشانی اور روح اللہ ہیں اور کوئی کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ

نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ (چنا ہوا) بنایا۔ آپ ﷺ جلوہ نما ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا" میں نے گفتگو سنی تم نے جیسا کہا ویسا ہی ہے۔ لیکن میں " حبیب اللہ" (اللہ کا محبوب) ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں۔ روز قیامت " لواء الحمد" میرے ہاتھ میں ہوگا جس کے سائے میں آدم اور دیگر انبیاء کرام ہونگے لیکن مجھے کوئی فخر نہیں اس روز میں پہلا شفاعت کرنے والا ہونگا اور میری شفاعت قبول بھی کی جائے گی۔ لیکن کوئی فخر نہیں سب سے پہلے جنت کی زنجیر کو میں ہلاؤں گا جب میرے ساتھ فقراء مومنین بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ مجھے ان کے سمیت جنت میں داخل فرمائے گا لیکن مجھے کوئی فخر نہیں۔ الغرض میں اولین و آخرین میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مقام و رتبے والا ہوں لیکن مجھے کوئی فخر نہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا روز حشر سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا اور تمام مخلوق کا قائد میں ہونگا جب سارے لوگ خاموش ہونگے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گفتگو کروں گا جب گرمی حشر سے مخلوق خدا تنگ آئے گی تو میں انہیں کوثر سے جام پلاؤں گا۔ جب لوگ مایوس ہونگے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا۔ اس دن کنجیاں میرے ہاتھ میں ہونگی میں اولاد آدم میں سب سے باعزت ہوں ایک ہزار غلام مانند موتی میری خدمت کیلئے موجود ہونگے۔ اسے بھی امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں ہی وہ پہلا انسان ہوں جس کے سر انور (جسم اطہر) سے روز قیامت زمین دور کی جائے گی اور میں یہ فخر سے نہیں کہہ رہا مجھے لواء الحمد دیا جائے گا اور یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا میں قیامت والے دن سب کا سردار ہونگا اور میں یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہونگا اور یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا۔

اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا" اللہ نے محمد ﷺ کو اہل آسمان پر فضیلت دی ہے۔ عرض کی گئی اس بات کی کوئی دلیل؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان سے یوں خطاب کیا ہے۔

وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء:29)

" جو کوئی ان میں دعویٰ ربوبیت کرے گا تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو یونہی جزا دیتے ہیں"۔

جبکہ حضور ﷺ سے یوں خطاب فرمایا ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
(فتح:2-1)

''ہم نے آپ کو فتح مبین (فتح مکہ) اس لئے عطا کی ہے تاکہ آپ پر لگائے گئے اگلے پچھلے الزمات کو اللہ تعالیٰ ختم فرمائے''۔

لوگوں نے عرض کیا انبیاء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کیسی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم:4)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے''۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت صرف اپنی قوم تک نہیں بلکہ ہر قوم ہر قبیلہ نیز جن وانس کیلئے ہے۔

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔

(۱) ایک مہینہ کی مسافت کی دوری سے دشمن پر رعب ودبدبہ کی بدولت میری مدد کی گئی ہے۔

(۲) میری امت کیلئے ساری زمین مسجد بنائی گئی میری امت میں سے جو بھی جہاں بھی نماز کا وقت پائے گا وہاں نماز پڑھے گا۔ (تو اس کی نماز مسجد کی بجائے اس سرزمین پر قبول ہوگی)

(۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کیلئے حلال نہیں تھا۔

(۴) مجھے شفاعت کی نعمت سے سرفراز کیا گیا ہے۔

(۵) اور مجھ سے پہلے ہر نبی اپنی قوم یا کسی خاص قبیلے کیلئے بھیجا جاتا جبکہ مجھے تمام لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے دیگر انبیاء پر سات چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم (جامع کلمات) دیئے گئے ہیں۔ رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، مال غنیمت کو میرے لئے حلال کیا گیا ہے۔ میرے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، میں خاتم النبیین ہوں اور جب میں سویا ہوا تھا زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ان میں سے جو بہترین قسم تھی مجھے اس میں پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے''۔

وَاَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ (واقعہ:27)

''اصحابہ یمین کی کیابات ہے''۔

پس میں اصحاب یمین میں سے ہوں اور سب سے بہترین ہوں۔ پھر دونوں قسموں کو تین قسموں میں تقسیم فرمایا۔ ان میں سے بہترین قسم میں مجھے پیدا فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَۃِ ؕ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ (واقعہ:8,9,10)

''جن کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے گئے ہیں وہ بہت اچھے ہیں اور جن کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے گئے ہیں وہ بہت برے ہیں''۔

پس سابقین میں سے سب سے اول میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گروہوں سے قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں پیدا فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (حجرات:13)

''ہم نے تمہارے خاندان اور قبائل بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو (لیکن) اللہ کے ہاں باعزت وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے''۔

پس میں تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کے خاندان بنائے اور مجھے بہترین خاندان میں پیدا فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (احزاب:33)

''اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے ہر قسم کی آلودگی دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں خوب پاک کرنا چاہتا ہے''۔

شفاعت عظمیٰ

مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا آپ نے اپنا پسندیدہ بازو کا گوشت اٹھایا اور اس سے گوشت تناول فرمایا اور ساتھ ارشاد فرمایا۔

''روز قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہونگا تم جانتے ہو اس سیادت کا سبب کیا ہوگا؟
اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک وسیع میدان میں جمع کرے گا کہ وہ دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں گے اور داعی کی آواز سنیں گے۔ سورج لوگوں کے سروں کے قریب ہوگا لوگ ناقابل برداشت غم و کرب

میں مبتلا ہونگے۔ آپس میں کہیں گے تم دیکھتے نہیں ہو ہماری کیا حالت ہو چکی ہے۔ ایسی ذات کیوں نہیں ڈھونڈتے جو رب کے پاس تمہاری سفارش کرے؟ پھر باہم مشورہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں گے اور عرض کریں گے۔ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور اپنی جناب سے آپ میں روح پھونکی ہے۔ اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا ہے نیز اس نے آپ کو جنت میں ٹھہرایا تھا۔ آپ اپنے رب کے ہاں ہماری شفاعت فرمائیں۔ آپ نہیں دیکھتے ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا پہلے کبھی نہ کیا ہے نہ کرے گا اس نے مجھے درخت کے پاس جانے سے روکا تھا لیکن میں نہ رک سکا۔ آج مجھے اپنی جان کی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تم ایسا کرو نوح کے پاس چلے جاؤ۔ پس سارے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے۔ اور عرض کریں گے آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ نے آپ کا نام شکر گذار رکھا ہے آپ دیکھتے ہیں ہم کس کرب سے گذر رہے ہیں آپ ہماری سفارش فرمائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا غضب آج فرمایا ہے اس سے پہلے وہ نہ کبھی اتنا ناراض ہوا تھا نہ بعد میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک دعا کا اختیار دیا تھا وہ میں نے اپنی قوم کے خلاف استعمال کر دی ہے۔ آج مجھے اپنی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ اہل محشر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے خلیل اللہ اے اللہ کے نبی! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے گا۔ آپ دیکھتے نہیں ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے۔ آج میرا پروردگار اتنا غضبناک ہے جتنا نہ پہلے کبھی تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا میں نے دنیا میں تین باتیں خلاف واقعہ (بطور مصلحت) کہیں ہیں۔ اس لئے آج مجھے اپنی ذات کا خوف دامن گیر ہے۔ تم کہیں اور چلے جاؤ۔ تم موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں چلے جاؤ سارے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضری دیں گے اور عرض کریں گے اے موسیٰ! اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام سے ممتاز فرمایا آپ ہماری اس ابتری کو نہیں دیکھ رہے ہماری خلاصی کیلئے اللہ کے ہاں شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے آج اللہ جتنا غصہ میں ہے اتنا نہ کبھی تھا نہ آئندہ ہوگا میں نے ایک شخص کو قتل کیا تھا جس کا مجھے حکم نہیں تھا۔ آج مجھے اپنی جان کی پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضری دیں گے۔ اور عرض کریں گے اے عیسیٰ آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح ہیں۔ آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے کلام کیا۔ آپ ہماری حالت زار سے خوب واقف ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے

لئے شفاعت فرمائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ آج میرا رب اتنا غضبناک ہے کہ نہ پہلے اتنا تھا نہ آئندہ ہوگا۔ مجھے اپنے آپ کی فکر ہے۔ تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ تم محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔ پس سارے لوگ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ اور عرض کریں گے اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشوں کو معاف فرمادیا ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمایئے۔ ہماری حالت آپ کے سامنے ہے۔ آپ ہماری شفاعت فرمائیں۔ پس میں عرش کے نیچے آکر سجدہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثناء کے ایسے دروازے کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے گئے ہونگے۔ پھر مجھے آواز آئے گی اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی میں اپنا سر اقدس اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا۔ اے میرے رب میری امت! میری امت اے میرے رب! تو ارشاد ہوگا اے محمد (ﷺ) جنت کے دائیں دروازے سے اپنی امت کا وہ حصہ داخل فرمائیں جس پر کوئی حساب نہیں آپ کی امت کے یہ جنتی لوگ دوسرے دروازوں میں بھی لوگوں کے ساتھ ہونگے۔" مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جنت کے کواڑوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور "ہجر" یا مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے"۔

عالمین پر فضیلت کے متعلق حضور ﷺ کی شان میں احادیث مبارکہ کثیر بھی ہیں اور واضح بھی ہیں۔ آپ کی یہ شان کیا کم ہے کہ شب معراج مقام قرب کے مرتبہ پر فائز ہوئے جسے "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" کے ذریعے بیان کیا گیا۔ آپ ﷺ نے مقام رفیع پر فائز ہونے کے بعد ہی فرمایا "انا سید الناس" (میں تمام لوگوں کا سردار ہوں) نیز فرمایا روز قیامت آدم علیہ السلام تمام انبیاء اور تمام مخلوق الٰہی میرے جھنڈے کے نیچے ہونگی ان سے بھی حضور ﷺ کی سیادت وقیادت ثابت ہوتی ہے کیونکہ سید (سردار) وہی ہوتا ہے۔ جو جامع الصفات ہو اور جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو سب سے معزز ومکرم ہو۔ اسی طرح آپ نے فرمایا روز قیامت میں ہی امام اور خطیب اور شافع ہونگا۔ چونکہ امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے اسی طرح شافع بھی جس کے حق میں شفاعت کی جاتی ہے اس سے افضل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ثواب ومرتبہ میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

انا اکرم الاولین والآخرین......(الحدیث)

میں جو بزرگی اور عزت کے معانی ہیں وہ کس سے پوشیدہ ہیں؟

حدیث شفاعت (جس کا پیچھے ذکر ہے) میں مذکور فضائل وخصوصیات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں اس حدیث میں شفاعت عظمیٰ کا ثبوت ہے۔ یہ شفاعت عظمیٰ ان پانچ شفاعتوں میں سے ایک ہے

جو صرف سرکار ابد قرار ﷺ کو حاصل ہیں اور کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ ان میں سے پہلی شفاعت روز حشر حساب کتاب کے شروع کیلئے ہے دوسری ان امتیوں کیلئے ہے جو بلا حساب و کتاب حضور ﷺ اور فقراء مومنین کے ہمراہ جنت میں داخل ہونگے۔ تیسری وہ شفاعت ہے جو مومنین کو دوزخ سے نکالنے کیلئے کی جائے گی۔ چوتھی شفاعت ان خوش نصیبوں کیلئے ہوگی جنھیں گناہوں کے بوجھ نے جنت میں داخل ہونے سے روکا ہوگا۔ (ان کے جنت میں داخل ہونے کیلئے شفاعت) اور پانچویں وہ شفاعت ہے جو امت کے درجات کی بلندی کیلئے کی جائے گی۔

یہ پانچوں شفاعتیں کسی اور نبی کیلئے کسی بھی وقت ثابت نہیں۔ یہ صرف اور صرف ہمارے آقا و مولا ﷺ کی خصوصیت ہے۔

ایک نکتہ

حدیث شفاعت میں ہر نبی اپنے مابعد کا ذکر کرتا ہے ابتداء ہی سے حضور ﷺ کا نام گرامی نہیں لیا جاتا۔ تاکہ دیگر انبیا علیہم السلام پر حضور ﷺ کی فضیلت مزید ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ اگر ابتداء ہی میں آپ کا نام گرامی ذکر کیا جاتا تو شفاعت کے متعلق دیگر انبیاء کا انکار ظاہر نہیں ہوتا۔ (لہٰذا جس کام سے سب کا عجز ظاہر ہو گیا اسے ہمارے آقا نے کر کے دکھایا) قابل توجہ یہ امر بھی ہے کہ ہر نبی کسی نہ کسی لغزش کا ذکر کرتا ہے اور شفاعت کرنے سے انکار کرتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی لغزش کا ذکر نہیں کرتے اس کے باوجود شفاعت کرنے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ عزتوں کے اس تاج کا مستحق کوئی اور (ﷺ) ہیں۔

ایک اور نکتہ جو اس حدیث پاک سے حل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو وہ علم عطا نہیں کیا جو علم اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا کیا ہے۔ جس کی ایک لڑی یہ آیت کریمہ بھی ہے۔

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ (فتح:2)

اگر دیگر انبیاء کو اپنی لغزشوں کی معافی کا علم ہوتا تو کبھی بھی اس لغزش کو شفاعت سے رکوانے کا ذریعہ نہ بتاتے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ اتنی زیادہ فضیلت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ حضور ﷺ نے مشہور حدیث کے ذریعے اپنی فضیلت بیان کرنے سے روکا ہے۔

علماء اس کے پانچ جوابات دیتے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ یہ نہی اس دور کی ہے جس میں حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت کا علم نہیں دیا گیا تھا۔

دوسرا یہ کہ اس فضیلت سے روکا گیا ہے جو ممنوع اور باعث فتنہ وفساد ہو۔ تیسرا یہ کہ اس فضیلت سے روکا گیا ہے جو دوسروں (دیگر انبیاء) کی شان میں باعث تنقیص ہو۔ چوتھا یہ ہے کہ نفس نبوت میں سب نبی برابر ہیں۔ اور پانچواں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسبب عاجزی وانکساری فرمایا ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید یہ حدیث پاک بھی کرتی ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا ''کسی کیلئے مناسب نہیں کہ یوں کہے کہ میں (حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یونس بن متی (حضرت موسیٰ کے ساتھی) سے افضل ہوں'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (باوجود اس کے کہ آپ یونس بن متی سے بہتر ہیں) یہ فرمایا تو یہ اللہ تعالیٰ سے حیاء اور عاجزی کی وجہ سے فرمایا کیونکہ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا: لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (قلم:48) (یونس بن متی کی طرح نہ ہو جایئے) یہ یقینی امر ہے کہ آپ ضرور ان کی طرح نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ نہی ہے اور نبی ہر روکے ہوئے کام سے رک جاتا ہے۔

فضیلت انبیاء خاص علماء کا کام ہے جو کامل اور اکمل، فاضل اور افضل انبیاء میں تفریق کر سکتے ہوں۔ البتہ عوام الناس کو اس سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ عوام مفضل (جس پر فضیلت دی جائے) کو نقص کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ دوسروں کو اس پر فضیلت نقص کی وجہ سے دی گئی ہے (حالانکہ یہ بات نہیں) درحقیقت عوام الناس کامل، اکمل اور فاضل وافضل کے درمیان تفریق نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کو ''فضیلت دینے'' کے میدان میں آنے سے روکا گیا ہے۔ تاکہ دیگر انبیاء کے بارے میں عوام الناس کا عقیدہ خراب نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ حدیث شفاعت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار ''وَلَا فَخْرَ'' فرمایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مرتبہ عالیہ پر فائز ہیں اسے خاطر میں لایئے۔ سورۃ انعام میں ارشاد ربانی ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (انعام:90)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ دیگر انبیاء کرام کی ہدایت کی پیروی کریں۔ (ان تمام کی ہدایت کی آپ پیروی کریں) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حکم عدولی سے محفوظ فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بعثت سے پہلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رذائل سے پاک رکھا۔ نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سترِ عورت کا بہت خیال رکھا حتیٰ کہ تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو جب اپنی چادر مبارک پر رکھا تو اپنے جسم کا جو حصہ ڈھانپنا ضروری تھا۔ اسے ڈھک دیا۔ جب بعثت سے پہلے یہ عنایات الٰہیہ حاصل تھیں تو بعثت کے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔ یقیناً ہر نبی کی ہدایت فقط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ذات پاک میں یکجا تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض خوبیاں ایسی ہیں جن میں کوئی اور نبی ہمسری نہیں کرسکتا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا کہ وہ میرے حبیب مکرم ﷺ پر ایمان بھی لائیں گے اور ان کی مدد بھی کریں گے۔ اسی طرح حدیث پاک بھی ہے۔

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَا تَبِعَنِىْ

''اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے''۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوق کیلئے نبی ہیں۔ اس لئے جس نے بھی آپ ﷺ کا زمانہ پایا اس پر اتباع واجب ہوگئی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے تو امتی بن کر دین اسلام کی تبلیغ فرمائیں گے مومن امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور مخالفین اسلام کے ساتھ جہاد کریں گے۔

حضور ﷺ اپنی ذات، دعوت اور آخرت کے اعتبار سے بے مثل و بے نظیر ہیں۔ آپ ﷺ کی ہر صفت، نبوت اور رسالت مکمل ہے۔ آپ حبیب اللہ کے مقام پر فائز ہیں۔ اللہ کا دیدار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور مقام ناز پر فائز ہیں۔

حسن سیرت وصورت کا مرقع اور معصوم نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اچھے اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا ہے آپ کو بہترین خاندان اور بہترین نسل سے پیدا فرمایا۔ آپ کے خلق (اخلاق) کا یوں تذکرہ فرمایا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (قلم:4) ''آپ اخلاق کریمانہ کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں''۔

آپ کی رحمت کے باری آئی تو یوں ارشاد ہوا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ:128)

''حضور ﷺ کو تمہارا مصیبت میں پڑنا گراں گذرتا ہے اور آپ مومنین پر مہربان و رحیم ہیں''۔

آپ کی دعوت اکمل ترین ہے کیونکہ آپ کی شریعت نے دیگر تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا گویا

آپ امام ہوئے اور دیگر انبیاء مقتدی روز قیامت آپ ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ کیونکہ اس دن آپ کو شفاعت، مقام محمود اور وسیلہ اور بلند درجات سے سرفراز کیا جائے گا۔

روز حشر آپ ﷺ سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے اور جنت میں بھی آپ ﷺ سب سے پہلے داخل ہونگے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ ہر نبی کی ایک مقبول دعا ہوتی ہے لیکن میں نے وہ دعا قیامت کیلئے شفاعت کی صورت میں بچا رکھی ہے۔ (اس دن مقبول ہوگی)......(مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح حدیث مروی ہے۔ یعنی دیگر انبیاء نے اپنی دعا کو اپنی قوموں کے خلاف استعمال کیا لیکن ہمارے رحیم و کریم آقا نے ہمارے گناہوں کی بخشش کیلئے اپنی دعا کو محفوظ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کیلئے بددعا کا ذکر کریں گے۔ چونکہ ہمارے رسول ﷺ رؤوف رحیم ہیں۔ اس لئے آپ نے اس خصوصی دعا کو اس خاص دن کیلئے بچا رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (قلم:4)

وضاحت کیلئے صحیحین کی یہ حدیث ہی کافی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ احد کے دن سے زیادہ سخت بھی کوئی دن آپ پر گذرا ہے؟ فرمایا کہ یوم عقبہ وہ سخت دن تھا جس دن مجھے احد کے دن سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی اس دن میں نے عبد یالیل بن عبد کلال سے پناہ مانگی لیکن اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا اس دن مجھے شدید بخار تھا۔ "قرن ثعالب" کے مقام پر پہنچا تو بہت نقاہت محسوس ہو رہی تھی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے تھا میں نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آواز دی۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتوں کو سن لیا ہے۔ یہ پہاڑوں پر مامور فرشتہ حاضر ہے تاکہ آپ جو چاہیں اسے حکم کریں۔ اس فرشتے نے مجھے سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی باتوں کو سن لیا ہے آپ چاہیں تو مجھے حکم کریں میں ان پر دو پہاڑ برابر کردوں گا۔ لیکن ہمارے رحیم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے موحد پیدا ہوں گے۔

حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔ ارشاد پاک ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (حجر:72)

"تیری زندگی کی قسم! یہ اپنی اس گمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہوں گے"۔

جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے وہ قسم اٹھانے والے کے ہاں معزز و مکرم ہوتا ہے۔ یہ عزت و تکریم کیا

کم ہے؟

آپ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کو نام لے کر پکارا جبکہ حضور نبی پاک ﷺ کو "یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ، اور یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ" کہہ کر پکارا ہے۔ خطاب کے حسن کو پہچاننے والے پر اس خطاب کا حسن پوشیدہ نہیں۔

کثرت ثواب میں بھی آپ ﷺ تمام انبیاء سے ممتاز ہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن آپ کی امت اہل جنت کے نصف یا دو تہائی ہوگی۔ اور حضور ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ جس کسی نے نیکی کی طرف کسی کو بلایا تو نیکی کرنے والے جتنا ثواب بلانے والے کیلئے بھی ہوگا۔ نیکی کرنے والے کے ثواب میں کمی بھی نہ کی جائے گی۔ پس جس نے بھی حضور ﷺ کی اتباع کی اور آپ کی ہدایت سے رہنمائی حاصل کی یا آپ ﷺ کے کسی حکم پر عمل کیا۔ تو اس کا ثواب بھی حضور ﷺ کو پہنچے گا۔ لہٰذا قیامت والے دن حضور ﷺ کا ثواب بہت زیادہ ہوگا حتی کہ جنتیوں کے نصف یا دو تہائی سے بھی زیادہ ہوگا کیونکہ آپ کی امت جنتیوں کے نصف یا دو تہائی ہوگی۔ پھر آپ کی امت کا ثواب بھی دیگر امم کے ثواب سے بہتر ہے کیونکہ ارشاد باری ہے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ......الخ

"تم بہترین امت ہو"۔

لہٰذا ان کے اعمال کا ثواب بھی بہترین ہوگا۔

دارمی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ہم نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ محمد (ﷺ) نہ سخت مزاج ہیں نہ بازاروں میں بے مقصد نکلتے ہیں اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ لیکن معاف فرمانے والے درگذر فرمانے والے ہیں۔ آپ ﷺ کی امت حمد بیان کرنے والی ہے اور وہ ہر بلند جگہ پر اللہ تعالیٰ کی تکبیر بیان کرتے ہیں۔ (ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں) تہبند باندھتے ہیں جنگ اور نماز میں ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ رات کے وقت عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کی آواز سے ایسے گونج پیدا ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہونگے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور شام تک آپ کی حکومت پھیلے گی (مزید اضافہ بھی ہوگا) ایک اور روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ وہ امت نماز کو اس کے وقت پر پڑھے گی اگرچہ کھجور کے سر پر کیوں نہ پڑھنی پڑے۔ پس جب ان اوصاف کی حامل امت کے اعمال صالحہ کا ثواب حضور ﷺ کے اعمال نامہ میں لکھا جائیگا تو ثواب میں آپ کے ساتھ کوئی اور برابری کر سکے گا؟ نیز آپ ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ نے جنوں کو ایمان کی طرف بلایا تو وہ

ایمان لے آئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثقلین (جن و انس) کا ثواب بھی پہنچتا رہے گا۔ یہ ایک عظیم خصوصیت ہے۔لیکن ایک اور خصوصیت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تا قیامت حاصل رہے گی وہ یہ ہے کہ ہر نبی کا معجزہ اس کی ظاہری زندگی تک ہوتا وصال کے بعد وہ معجزہ ختم ہو جاتا۔لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات تا قیامت روشن رہیں گے۔ اور کوئی مدمقابل اس کے سامنے دم نہیں مار سکے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا اور عظیم معجزہ قرآن حکیم ہے۔آج تک کوئی باطل قرآن کا مقابلہ نہ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔خود قرآن گویا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (الاسراء:88)

یعنی تمام لوگ مل کر بھی قرآن جیسی کتاب نہیں لا سکیں گے۔ اور نہ ہی اس کے کسی لفظ کو حذف یا تبدیل کر سکتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر:9)

اس قرآن کو نازل کرنے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا خود اللہ ہے تو کون اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ اس قرآن کے دائمی معجزہ ہونے کی وجہ سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

حدیث پاک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی جناب سے وحی کی جاتی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ روز قیامت میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ اپنی حیات پاک میں غیب کی خبروں کا دینا ہے۔

مثلاً گذشتہ جنگوں اور لڑائیوں نیز فتنوں اور آزمائشوں کے متعلق بتانا نیز عیسیٰ علیہ اسلام کے نزول، دجال کا ظہور، فتح قسطنطنیہ، بڑی جنگ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، یاجوج و ماجوج کا ظہور اور ہمارے دور کے قریب دور میں تاتاریوں کا خروج اور حجاز مقدس کی آگ وغیرہ وہ تمام پیشگوئیاں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں فرمادی تھیں اور تا قیامت حرف بہ حرف صحیح ثابت ہونگی۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اکمل ترین معجزات ہیں اور ان جیسے معجزات کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئے دیگر انبیاء کے معجزے کافی حد تک ایک دوسرے سے مشابہ ہوئے۔ نبی کے بعد ہر ولی کی کرامت اس نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔(آل عمران:81)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ......الخ

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا وعدہ لیا ہے۔ اور آپ کو دیگر انبیاء کا رسول بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے دعا کی کہ الٰہی ہمیں اس نبی برحق ﷺ کا زمانہ پاک نصیب فرما۔ گویا ان تمام کے معجزات حضور ﷺ کے معجزات کہلائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی اور توراۃ میں بہت ساری بشارتوں کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اتباع پر ابھارا گیا ہے۔ پس ہر نبی کا معجزہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں شمار ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کا ظہور حضور ﷺ سے ہوا ہو یا آپ ﷺ کے زمانہ میں ہوا ہو کیونکہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یا میلاد (ولادت) اور اس کے بعد ایسے معجزات صادر ہوئے ہیں جو آپ ﷺ کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں مثلاً پتھروں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، درختوں کی گفتگو، آپ ﷺ کی ولادت کے بعد شیاطین کو شہاب ثاقب سے مارنا، اصحاب فیل کی ہلاکت، ولادت کے وقت ایوان کسریٰ کا ہلنا، فارس کے آتش کدے کا بجھنا، ملائکہ کا آپ ﷺ کے دل انور کو دھونا اور ایمان وحکمت سے بھرنا اور بادلوں کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا اور ان کے علاوہ بے حد و بے شمار معجزات ہیں جن کا ظہور آپ سے ہوا۔

علماء حق کا مذہب ہے کہ نبوت، رسالت ان کے خواص، موجبات اور تقاضے چھوڑ کر باقی نبی کا ہر معجزہ ولی کی کرامت بن سکتا ہے۔ اور یہ کرامات دیگر امتوں کی بنسبت حضور ﷺ کی امت میں زیادہ پائی جاتی ہیں۔

صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں کچھ اولیاء اللہ ایسے بھی ہیں جو پانی پر چلے ہیں کچھ نے ہوا میں پرواز کی ہے۔ کسی کے ساتھ جمادات نے گفتگو کی ہے۔ سرکش جانور اللہ کے ان دوستوں کے مطیع وفرمانبردار ہو چکے ہیں۔ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جنہوں نے مردوں کو زندہ کر دیا ہے کچھ نے جلتی آگ میں چھلانگ لگائی ہے۔ لیکن آگ نے ان کا بال بھی بیکا نہیں کیا۔ بڑے بڑے خطرات نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسلاف میں سے بہت سارے بزرگوں سے اس قسم کے واقعات رونما ہوئے ہیں ولی کی ہر کرامت اس کے نبی کے تابع ہوتی ہے۔ کیونکہ ولی کو یہ مقام نبی کی ہدایت کی وجہ سے ملا ہے بالفرض اگر ولی اپنے نبی کی مخالفت کرے تو اس کی امت میں ہونے کی وجہ سے ملا ہے بالفرض اگر ولی اپنے نبی کی مخالفت کرے تو اس سے کرامت کا ظہور نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی خلاف عادات کام نبی کے مخالف سے صادر ہو تو اسے کرامت نہیں بلکہ شیطانیات سے یا دھوکہ دہی سے تعبیر کیا جائے گا۔ ولی سے کرامت کا ظہور اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ولی صحیح دین پر ہے۔ پس اس امت کے اولیاء سے

کرامات کا ظہور اس بات پر شاہد ہے کہ دین محمد علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام صحیح دین ہے۔ اور اس دین کی طرف ہدایت کرنے والے نبی ﷺ سچے ہیں۔

گذشتہ انبیاء کرام سے جو معجزے ظاہر ہوئے تھے۔ وہ حضور ﷺ سے بدرجہ اتم رونما ہوئے۔ یا وہ آپ ﷺ کے امتیوں سے سرزد ہوئے ہیں۔

گذشتہ انبیاء کرام میں سے کسی کے ہاتھ کشتی مومنین سمیت ساحل آشنا ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ گلزار بن گئی۔ موسیٰ علیہ اسلام کا عصا سانپ بن گیا، انہوں نے اللہ سے کلام کیا دریا پر عصا مارا تو اس میں راستے بن گئے، اور پتھر سے پانی کے چشموں کو جاری کیا۔ یوشع علیہ السلام کیلئے اس وقت سورج کو لوٹایا گیا جس وقت آپ سرکشوں سے جہاد میں مصروف تھے۔ من وسلویٰ کا اترنا قوم موسیٰ کیلئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا۔ آسمان سے خوانچہ کا نزول اور گھروں میں لوگ جو کچھ کھاتے یا جمع کرتے اس کی خبر دینا۔ یہ تمام معجزے گذشتہ انبیاء کرام سے ظاہر ہوئے ہیں۔

پس نوح علیہ السلام کی کشتی کا پانی کی سطح پر ٹھہرنا۔ حضور ﷺ کے ساتوں آسمانوں پھر سدرہ المنتہیٰ اور قاب قوسین کے مقام پر جانے سے زیادہ بہتر اور بلیغ نہیں ہے۔ کیونکہ پانی کا کشتی کو اپنے اوپر ٹھہرانا کہاں اور ہوا (جو لطیف ہے) کا حضور ﷺ کو ٹھہرانا کہاں۔ اور آپ ﷺ کا وقت قلیل میں واپس مکہ آنا ایک معجزہ ہے۔

اس امت میں سے اکثر اولیاء کرام سطح پانی پر چلتے رہے ہیں۔ مثلاً علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت جہاد پر جا رہے تھے کہ راستے میں بہت بڑا دریا آگیا جسے بآسانی عبور کرنا ناممکن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے۔ انہوں نے دریا عبور کیا جبکہ وہ پانی سے تر تک نہیں ہوئے۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ اور قوم نوح اور قوم موسیٰ سے زیادہ بلیغ بھی ہے۔ کیونکہ ان کیلئے پانی کو زمین سے ہٹا دیا گیا تھا اور وہ زمین پر چل رہے تھے یہ عادتاً ممکن ہے جبکہ سمندر کا پھٹنا ماوراء العقل ہے۔ لیکن حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گذر چکا ہے کہ آپ اپنی فوج سمیت سطح پانی پر اس طرح چل رہے تھے جس طرح زمین پر چلا جاتا ہے جبکہ پانی نے انہیں تر بھی نہ کیا۔ گویا پانی اپنی طبعی نرمی اور نمی کو چھوڑ گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کا بجھنا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس میں کودنا بھی بڑا معجزہ ہے لیکن حضور ﷺ کی تشریف آوری کے وقت فارس کا وہ آتشکدہ بجھ گیا جو گذشتہ ہزار سال سے کبھی نہ بجھا تھا۔

اور یہ معجزہ وحی سے چالیس سال قبل کا ہے۔ نیز ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں کودنے سے وہ بجھ گئی تھی لیکن ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے تو آگ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ لیکن محض ظاہری دنیا میں تشریف آوری سے مسلسل روشن کی جانے والی آگ بجھ گئی۔ یہ معجزہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزہ سے زیادہ بلیغ ہے۔

اس امت میں ایسے عظیم بزرگ بھی گذرے ہیں کہ آگ ان پر اثر نہیں کرسکی۔ مثلاً حضرت مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو جب ''اسود عنسی'' نے آگ میں ڈالا تھا تو آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اسود عنسی کی نبوت ماننے سے انکار کیا تھا۔ اور حضور ﷺ کی نبوت کو دل و جان سے قبول کیا تھا۔

ایمان افروز واقعہ

اسماعیل بن عیاش شرحبیل بن مسلم خولانی سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا جبکہ وہ یمن میں تھا۔ اس نے ابو مسلم خولانی کو پیغام'' بھیجا اور پوچھا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں انہوں نے فرمایا ہاں'' اسود نے کہا پھر یہ گواہی بھی دے کہ'' میں بھی اللہ کا رسول ہوں''۔

انہوں نے انکار کیا اس پر اسود نے بہت بڑی آگ جلانے کا حکم دیا اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دیا لیکن آگ نے انہیں کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ پھر انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔ آپ مدینہ تشریف لائے جبکہ حضور ﷺ پردہ فرما گئے تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنائے گئے تھے۔ آپ نے اپنی سواری مسجد نبوی ﷺ کے باہر باندھی ایک ستون کے پاس نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا قریب آ کر پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا یمن سے پھر پوچھا اس دشمن الٰہی (اسود) نے ہمارے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جو آگ میں ڈالنے کے باوجود صحیح سالم تھا؟ انہوں نے کہا وہ تو عبد اللہ بن ثوب ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں صحیح صحیح بتاؤ وہ تم ہی تھے؟ انہوں نے کہا'' میرے اللہ! ہاں وہ میں ہی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے انہیں اپنے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا۔ اور کہا'' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنی زندگی میں امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے اس انسان کو دیکھنے کا موقع دیا۔ جس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام جیسا معاملہ پیش آیا (یعنی آگ میں ڈالے گئے)

اسماعیل کہتے ہیں۔ مجھے ایسی قوم ملی جو یمن سے آئی تھی اور مدد طلب کر رہی تھی کہ عنس کے پیرو کاروں نے ہمارے مسلمان بھائی کو آگ میں ڈالا لیکن آگ نے اس پر کوئی اثر نہ کیا۔ اسے صاحب

الحلیہ نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جھوٹے نبیوں کے دعووں کو باطل قرار دیا ہے۔

''منجنیق (توپ) میں سے پھینکنا یہ واقعہ بھی اس امت کے ایک سپوت کے ساتھ پیش آیا ہے۔ مسیلمہ کذاب (جھوٹے نبی) کے ساتھی ایک قلعہ میں بند تھے براء بن مالک نے کہا کہ انہیں منجنیق پر بٹھا کر دیوار کے اوپر سے قلعہ میں پھینک دیا جائے چنانچہ ایسا کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر دروازہ کھولا اور مسیلمہ کے پیروکاروں کی ایک بڑی جماعت قتل کی گئی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا زندہ ہونا'' اس کی مثال سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا ہے ان کی تسبیح کی آواز حاضرین نے بھی سنی تھی۔ اس طرح کھانے کا ذکر کرنا جبکہ وہ کھایا جا رہا تھا، کھجور کے تنے کا آپ کے فراق میں رونا، پتھروں کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کرنا، درختوں کا آپ کے حکم سے اپنی جگہ چھوڑ کر آنا اور پھر اپنی جگہ پر چلے جانا وغیرہ۔

دارمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک دفعہ حضور ﷺ کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے ایک بدو (دیہاتی) آیا اور حضور ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا گھر والوں کے پاس۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''آپ کو بھلے کی بات نہ بتاؤں'' پوچھا کون سی ہے۔ آپ نے فرمایا گواہی دو کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اس نے پوچھا اس کلمہ کی گواہی کوئی اور بھی دیتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں یہ درخت بھی گواہی دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا وہ وادی کے کنارے سے زمین کو پھاڑتے ہوئے آکر آپ کے سامنے ٹھہر گیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے تین دفعہ گواہی لی اور اس درخت نے تین دفعہ توحید و رسالت کی گواہی دی۔ پھر اپنی جگہ جا کر کھڑا ہوا۔ اعرابی نے کہا میں اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں اگر انہوں نے میری بات مانی تو انہیں بھی آپ کی بارگاہ میں لے آؤں گا نہیں تو میں اکیلے حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔

جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' میں مکہ کے اس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں جو نبوت سے قبل مجھ پر سلام بھیجا کرتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دفعہ سرکار علیہ السلام کی معیت میں مکہ کی ایک وادی کی طرف گئے ہم جس پہاڑ یا درخت کے پاس سے گذرتے وہ یوں کہتا۔'' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ '' اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

امام ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم کھانا کھاتے ہوئے اس کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں ایک بدو خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا میں کیسے جان سکتا ہوں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا'' کھجور کا یہ خوشہ میری رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ یہ الفاظ سنتے ہی وہ خوشہ درخت سے گرنے لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ٹھہر گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ تو وہ خوشہ لوٹ گیا یہ دیکھ کر وہ اعرابی (بدو) ایمان لے آیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث'' حسن صحیح'' ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کو ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے کسی انصاری عورت یا مرد نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیلئے منبر نہ بنائیں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو بناؤ لہٰذا آپ کیلئے منبر بنایا گیا اگلے جمعہ آپ علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے تو وہ تنا بچے کی طرح رونے لگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے سینے سے لگایا۔ تو جس طرح بچہ والدہ کی گود میں پرسکون ہوتا ہے اسی طرح اسے بھی قرار آ گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ تنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک سے نکلنے والے الفاظ کے سننے سے محرومی کے باعث رونے لگا تھا۔ اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اسے انس، ابی بن کعب، جابر، ابن عمر، سہل، ابن عباس اور ام سلمٰی رضوان اللہ علیہم وعلیہا اجمعین نے روایت کیا ہے۔

یہی حدیث یزید بن الحصین سے بھی مروی ہے ایک روایت میں یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ نے تنے کے بلکنے کو سنا تو اس کی طرف تشریف لائے اور اس پر اپنا دست شفقت رکھتے ہوئے فرمایا چاہو تو تمہیں اسی جگہ پہلے کی طرح سرسبز و شاداب کر دوں اور چاہو تو تجھے جنت میں لگا دوں تو جنت کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہو تو خوب پھلدار ہو اور اللہ کے دوست تیرے پھل کھائیں۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے سرکار نے دو مرتبہ فرمایا'' اچھا میں نے ایسا کر دیا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی اس نے کیا اختیار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے جنت کو پسند کیا۔

حرف اخیر

پس یہ جمادات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے حیات کاملہ سے زندہ کئے گئے۔ ان کی زندگی عصائے موسوی سے کئی لحاظ سے کامل و بلیغ تھی۔

مثلاً عصائے موسوی جمادات سے حیوانات میں بدل گیا تھا اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً نطفہ (جو

بے جان ہے) سے جاندار کا پیدا ہونا۔ لیکن جمادات کو اسی شکل میں رکھ کر ان میں زندگی کا پیدا ہونا بڑا معجزہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عصا میں جو زندگی تھی وہ عقل سے خالی تھی۔ لیکن کھجور کے تنے میں جو زندگی تھی وہ سوچ و سمجھ کے ساتھ تھی تو اس نے ذکر کی عظمت کو جان لیا اور فراق نبی ﷺ کو محسوس کیا گویا تنا حیوان عاقل (انسان) کی طرح ہو گیا تھا۔

پھر عصا بولنے سے بھی قاصر تھا جبکہ درخت پتھر اور تنا بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ تبھی تو انہوں نے تسبیح و تقدیس بیان کی نیز شہادت بھی دی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر بھی گفتگو کی لیکن ہمارے آقا مولیٰ ﷺ سے ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر گفتگو فرمائی۔ اور کلام کے ساتھ ساتھ اپنی زیارت سے بھی مشرف فرمایا۔ یہ شرف کسی اور حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو باقی کتب کیلئے ناسخ بنایا ہے۔

اگر یوشع علیہ السلام کیلئے سورج کا رکنا ثابت ہے تو حضور ﷺ کیلئے چاند کا دو ٹکڑے ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ نیز قرآن نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے حضور نبی رحمت ﷺ سے معجزہ طلب کیا۔ آپ نے انہیں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہ معجزہ یوشع علیہ السلام کیلئے سورج کے ٹھہرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے بھی تو سورج ٹھہرایا گیا تھا۔ یونس بن بکیر روایت کرتے ہیں۔ جب حضور ﷺ کو معراج کرائی گئی تو کفار نے اپنے تجارتی قافلہ کے بارے میں پوچھا آپ نے علامت بیان فرمائی پھر انہوں نے پوچھا وہ قافلہ مکہ کب پہنچے گا آپ نے فرمایا بدھ کے روز پہنچے گا۔ پس قریش اس روز باہر نکل کر انتظار کرنے لگے۔ شام ہونے لگی لیکن قافلہ نہ آیا آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو دن لمبا ہو گیا۔ (حتیٰ کہ قافلہ پہنچ گیا) پس انبیاء علیہم السلام میں سے یوشع بن نون علیہ السلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہی سورج رہ گیا تھا۔

امام طحاوی نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ نماز عصر کیلئے بھی حضور ﷺ کی خاطر سورج بعد از غروب لوٹایا گیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے پانی کے چشمے رواں کیے تھے تو حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمائے۔ یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے زیادہ بلیغ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (کسی سفر میں) ہمیں سخت پیاس لگی ہم حضور ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے مٹی کے ایک برتن میں ہاتھ مبارک رکھا اور پھر نکالا تو

انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے ابل پڑے۔آپ نے فرمایا اللہ کا نام لیکر پیو۔پس ہم نے پیا یہاں تک کہ سیراب ہوئے۔کثیر بن مرہ فرماتے ہیں ہم نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کی تعداد کتنی تھی انہوں نے فرمایا ہم پندرہ سو تھے لیکن اگر ہماری تعداد ایک لاکھ ہوتی تب بھی وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چاند گرہن کے بارے میں سنا تو فرمایا ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ آیات الٰہیہ برکت کیلئے پڑھتے اور تم لوگ صرف خوف کے وقت پڑھتے ہو۔ایک دفعہ کسی سفر میں ہمارا پانی ختم ہو گیا حضور ﷺ نے فرمایا کسی کے پاس اگر بچا ہوا پانی ہے تو وہ لائے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھوڑا سا پانی لایا گیا آپ نے اس پانی کو ایک برتن میں ڈالا اور اس میں اپنا دست مبارک رکھا پھر فرمایا ”آؤ مبارک پاکیزگی کی طرف اور برکت کی طرف“ پس ہم نے پانی پیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔اسے بخاری نے روایت کیا۔ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک سے روایت کیا ہے۔پس پتھر سے پانی کا جاری ہونا کہاں اور ہاتھ سے پانی جاری ہونا کہاں۔پتھر سے تو پانی نکلتا ہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۗ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ (بقرہ:74)

”کہ پتھر سے پانی کی نہریں بہتی ہیں“۔

اگر آسمان سے ”مائدہ“ (دسترخوان) اترتا رہا ہے تو حضور ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے کھلایا بھی ہے اور پلایا بھی۔نیز جنت سے آئے ہوئے انگور کا گچھا بھی کھلایا ہے۔

ابن المبارک اپنی سند کے ساتھ مسلمۃ الشکوی سے اور دیگر سلمہ الشکوی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس آسمان سے کبھی کھانا آیا ہے؟ آپ نے فرمایا ”ہاں“ پوچھا کیا کچھ بچا بھی تھا فرمایا ”ہاں“ پوچھا گیا اس کا کیا بنا۔آپ نے فرمایا اسے دوبارہ آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کے پاس ثرید کا ایک پیالہ لایا گیا۔اسے ایک گروہ کے سامنے رکھا گیا اس نے کھانا کھایا اور پے در پے صبح سے ظہر تک لوگ گروہ در گروہ آتے گئے اور کھاتے گئے۔سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اس میں کھانا کہاں سے آتا تھا آپ نے

فرمایا حیرانگی کی کونسی بات ہے؟ آسمان سے آتا تھا۔ اور کہاں سے آتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا میں نے حضور ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے لگتا ہے آپ کو بھوک لگی ہے۔ کیا کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ''ہاں'' جو کی روٹی کے کچھ ٹکڑے ہیں۔ انہوں نے انہیں ایک چادر میں چھپا دیا اور اس چادر کا بقیہ حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ پھر مجھے (انس کو) حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ صحابہ کی معیت میں تشریف فرما ہیں۔ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ سرکار نے پوچھا انس! ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! آپ نے پوچھا کھانا دیکھ کر بھیجا ہے؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو ابوطلحہ کے گھر چلیں۔ اور میں (انس) ان کے آگے آگے جا رہا تھا۔ گھر آکر ساری صورت حال بتا دی ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا حضور تشریف لا رہے ہیں ساتھ صحابہ بھی ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ جب آپ تشریف لائے تو پوچھا کچھ ہے؟ میں نے وہ ٹکڑے پیش کر دیئے حضور ﷺ نے ام سلیم کو حکم دیا کہ ثرید کر کے کھلاؤ صحابہ کرام کھاتے گئے اور نکلتے گئے حتیٰ کہ ستر یا اسی افراد سیر ہو گئے۔

امام بخاری ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وفات پا گئے اور ان پر قرض تھا میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور والد صاحب پر قرض ہے اور میری کھجوریں اتنی نہیں جن سے قرض ادا ہو سکے آپ میرے ساتھ تشریف لائیں تاکہ قرض خواہوں کو علم نہ ہو آپ کھجوروں کے پاس تشریف لائے اور دعائے برکت فرمائی۔ پس دعا کے اثر سے قرض بھی ادا ہوا اور اس کے برابر کھجوریں بچ بھی گئیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سورج گرہن لگ گیا حضور ﷺ نے نماز پڑھی پھر سورۂ بقرہ کے مقدار کھڑے رہے اور جب تک سورج روشن نہیں ہوا کھڑے رہے پھر فرمایا یہ سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کسی کی وفات یا زندگی سے انہیں گرہن نہیں لگتا۔ کبھی ایسا ہو جائے تو اللہ کو یاد کیا کرو صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نے دیکھا کہ آپ کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں۔ لیکن پھر ایسا نہیں کیا آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھ لیا تھا وہاں سے انگور کا گچھا لینے کا ارادہ کیا لیکن پھر ارادہ ترک کر دیا اگر وہ گچھا میں حاصل کرتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔ اور میں نے دوزخ کو دیکھا اس جیسا خوفناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

پس مذکورہ واقعات بنی اسرائیل کیلئے اترنے والے دستر خوان کی طرح ہیں۔ جبکہ اس امت

مرحومہ کیلئے جنگوں اور صحراؤں میں کھانے پینے والی اشیاء کا غیب سے آنا بھی ثابت ہے۔

مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ مثلاً خیبر کے مقام پر سازش کے تحت یہودیوں نے ذبح شدہ بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کو کھلایا تھا۔ اس بکری کے اس حصے نے حضور ﷺ سے کلام کیا تھا کہ مجھ میں زہر ملا دیا گیا ہے۔ پس یہ مردوں کو زندہ کرنے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ جانور کا ایک عضو تھا اور یہ انسان کامل کے زندہ ہونے کی نسبت زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ جانور کا حصہ تھا اور ایک جزء (حصہ) میں زندگی (عام حالات میں) نہیں ہوتی اسی طرح ایک صرف ایک جزء میں گفتگو کی قوت بھی ناممکن ہوتی ہے یہ چوپائے کا ایک حصہ تھا اور اگر پورا جانور ہوتا تو اس کا گفتگو کرنا (انسان کی طرح) بھی بڑا معجزہ ہوتا۔ نیز اس کی گفتگو کے متعلق حضور ﷺ کی خبر دینا بھی بہت بڑا معجزہ ہے۔

اس مہاجرہ (نابینی) عورت کا قصہ بھی احادیث میں موجود ہے جس کا بیٹا فوت ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو اس کے جواں سال بیٹے کی موت کی خبر دی تو وہ کہنے لگی اللہ ایسا نہیں کرے گا۔ وہ آئی اور میت کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ایمان لائی اور تیری رضا کی خاطر ہجرت کی تو میرے اس بچے کو زندہ فرما۔ پس وہ زندہ ہو گیا (عمر دراز تک زندہ رہا) اور حاضرین کے ساتھ کھانا کھایا۔

مناقب اولیاء کی کتابوں میں بہت سے ایسے واقعات مذکور ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے تو ان لوگوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جو بعد از مرگ زندہ ہوئے۔

ابو سبرہ النخعی نے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی یمن سے آرہا تھا کہ راستہ میں اس کا گدھا مر گیا وہ آدمی اٹھا وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کئے اور دعا کی۔ الٰہی! میں رینیہ سے تیری راہ میں نکلا ہوں اور تجھے راضی کرنے کیلئے محو سفر ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ آج مجھے کسی کا ممنون احسان نہ فرما۔

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرا گدھا دوبارہ زندہ کر دے۔ اس پر وہ گدھا کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ بھی برکت نبی ﷺ کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے بعض گھوڑے بھی زندہ فرمائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلا آپ جب بھی قضائے حاجت کیلئے تشریف لے جاتے تو فراغت کے بعد وہاں کچھ نہ ہوتا۔ چلتے چلتے ہم ایک صحرا میں پہنچے جہاں کوئی درخت یا ٹیلہ نہ تھا آپ نے فرمایا اے جابر! برتن میں پانی لو اور میرے ساتھ چلو ہم چل پڑے اور کافی دور نکل گئے اچانک دو

درخت نظر آئے جن کے درمیان چار گز کا فاصلہ تھا آپ نے فرمایا جابر اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے کہو تجھے حضور ﷺ حکم دیتے ہیں کہ دوسرے درخت کے ساتھ مل جا تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری اوٹ میں رفع حاجت کیلئے (باپردہ) بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ درخت دوسرے درخت کے ساتھ مل گیا۔ آپ ﷺ کی فراغت کے بعد وہ دوبارہ اپنی جگہ پر چلا گیا پھر ہم واپس اپنے ٹھکانے پر آ گئے اور ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (اگر ہم نے حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے) آپ کی بارگاہ میں ایک عورت اپنا ایک بچہ لے آئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس بچے کو دن میں تین مرتبہ سایہ کی تکلیف ہوتی ہے آپ نے بچہ لیا اور کجاوے کے اگلے حصے اور اپنے درمیان بٹھا کر فرمایا "اللہ کے دشمن دفع ہو جا میں رسول اللہ ﷺ ہوں" تین دفعہ آپ نے یہ کلمات دھرائے پھر بچہ اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔ پس جب ہم سفر ختم کر کے دوبارہ اس مقام پر پہنچے تو وہی عورت دوبارہ اپنے بچے اور مینڈھوں سمیت حاضر ہوئی۔ اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری طرف سے یہ تحفہ قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس دن کے بعد اس کو دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا "ایک مینڈھا لے لو اور دوسرا اسی عورت کو واپس کر دو۔

ایک عورت کو مرگی کی شکایت تھی۔ جس سے اس کا پردہ جاتا رہتا۔ اس نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی آپ نے فرمایا "یا جنت قبول کر و یا صحت" اس نے جنت کو پسند کیا لیکن بے پردگی سے نجات کیلئے عرض پرداز ہوئی آپ نے دعا فرمائی اور ویسا ہی ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اگر وہ صحت کو ترجیح دیتی تو آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے صحت یاب ہوتی۔

اندھے پن سے نجات کی دلیل حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تھی بے نور تھی لیکن آپ نے جب اسے دوبارہ اپنی جگہ پر رکھا تو وہ آنکھ دوسری کی نسبت زیادہ حسین (اور روشن) ہوگئی۔ اسی طرح آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں (غزوۂ خیبر کے موقع پر) لعاب دہن لگایا تو آنکھ بالکل صحیح ہوگئی۔ اور آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ٹانگ کو چھوا تو وہ صحیح ہوگئی۔

صحیح مسلم میں حضرت بشیر بن جابر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اہل کوفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں ایسا شخص بھی تھا جو اویس قرنی کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حاضرین میں کوئی "قرن" کا رہنے والا بھی ہے؟ اس (مذاق کرنیوالے) نے کہا میں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے پاس یمن سے "اویس" نامی ایک شخص آئے گا اسے والدہ کی خدمت نے ہمارے پاس آنے سے روکے

درخت نظر آئے جن کے درمیان چار گز کا فاصلہ تھا آپ نے فرمایا جابر اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے کہو تجھے حضور ﷺ حکم دیتے ہیں کہ دوسرے درخت کے ساتھ مل جا تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری اوٹ میں رفع حاجت کیلئے (باپردہ) بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ درخت دوسرے درخت کے ساتھ مل گیا۔ آپ ﷺ کی فراغت کے بعد وہ دوبارہ اپنی جگہ پر چلا گیا پھر ہم واپس اپنے ٹھکانے پر آگئے اور ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (اگر ہم نے حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے) آپ کی بارگاہ میں ایک عورت اپنا ایک بچہ لے آئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس بچے کو دن میں تین مرتبہ سایہ کی تکلیف ہوتی ہے آپ نے بچہ لیا اور کجاوے کے اگلے حصے اور اپنے درمیان بٹھا کر فرمایا ''اللہ کے دشمن دفع ہو جا میں رسول اللہ ﷺ ہوں'' تین دفعہ آپ نے یہ کلمات دھرائے پھر بچہ اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔ پس جب ہم سفر ختم کر کے دوبارہ اس مقام پر پہنچے تو وہی عورت دوبارہ اپنے بچے اور مینڈھوں سمیت حاضر ہوئی۔ اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری طرف سے یہ تحفہ قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس دن کے بعد اس کو دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا ''ایک مینڈھا لے لو اور دوسرا اسی عورت کو واپس کر دو۔

ایک عورت کو مرگی کی شکایت تھی۔ جس سے اس کا پردہ جاتا رہتا۔ اس نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی آپ نے فرمایا ''یا جنت قبول کر یا صحت'' اس نے جنت کو پسند کیا لیکن بے پردگی سے نجات کیلئے عرض پرداز ہوئی آپ نے دعا فرمائی اور ویسا ہی ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اگر وہ صحت کو ترجیح دیتی تو آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے صحت یاب ہوتی۔

اندھے پن سے نجات کی دلیل حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تھی بے نور تھی لیکن آپ نے جب اسے دوبارہ اپنی جگہ پر رکھا تو وہ آنکھ دوسری کی نسبت زیادہ حسین (اور روشن) ہوگئی۔ اسی طرح آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں (غزوۂ خیبر کے موقع پر) لعاب دہن لگایا تو آنکھ بالکل صحیح ہوگئی۔ اور آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ٹانگ کو چھوا تو وہ صحیح ہوگئی۔

صحیح مسلم میں حضرت بشیر بن جابر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اہل کوفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں ایسا شخص بھی تھا جو اویس قرنی کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حاضرین میں کوئی ''قرن'' کا رہنے والا بھی ہے؟ اس (مذاق کرنیوالے) نے کہا میں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے پاس یمن سے ''اویس'' نامی ایک شخص آئے گا اسے والدہ کی خدمت نے ہمارے پاس آنے سے روکے

رکھا ہے اسے برص کی بیماری تھی۔اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو سوائے درہم یا دینار کی جگہ کے برابر باقی سارا جسم درست ہو گیا (آپ مستجاب الدعوات ہیں) تم میں سے جو بھی اسے ملے تو اس سے دعا کی درخواست کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اگر جن و ہوا پر قدرت دی گئی تھی تو ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کیلئے بھی ہوا مسخر کر دی گئی تھی۔ صبا (ہوا) کے ذریعے آپ کی مدد کی گئی تھی۔ نیز آپ ﷺ کو دنیوی اور اُخروی نعمتوں کو قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تھا۔لیکن آپ ﷺ نے اخروی نعمتوں کو قبول فرمالیا۔اسی طرح جنات وشیاطین نے آپ کی اطاعت کی آپ نے ایک شیطان کو پکڑ بھی لیا تھا پھر چھوڑ دیا کیونکہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے جنوں کو پیغام بھیجا تو انہوں نے پیغام دعوت کو قبول کرلیا۔ایمان لائے اور اطاعت کی۔پس یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تسخیر کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

اگر سرکار علیہ السلام کے معجزات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات سے موازنہ کیا جائے تو آپ ﷺ کے معجزات زیادہ بلیغ و حسین ہیں۔آپ ﷺ کے فضائل کم ہے۔ کیونکہ مخلوق نے آپ ﷺ کے صرف ظاہر کو دیکھا ہے جبکہ آپ کی حقیقت صرف اللہ کو معلوم ہے۔

الغرض آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ قریش مجھ سے بیت المقدس کے بارے میں پوچھنے لگے مجھے پریشانی لاحق ہوئی اچانک اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے ظاہر فرما دیا۔میں اسے دیکھتا جاتا اور پوچھنے والوں کو جوابات دیتا جاتا۔ایک دفعہ میں نے اپنے آپ کو گروہ انبیاء میں دیکھا میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان کے بال گھنگریالے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان کی شکل وصورت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مجھ میں کافی مشابہت تھی۔اس دوران نماز کا وقت ہو گیا میں نے ان کی امامت کی نماز کے بعد کسی نے کہا یہ دوزخ کا فرشتہ ہے اسے سلام کیجئے میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً مجھے سلام کیا۔پس اس حدیث پاک میں بھی اور گذشتہ احادیث میں بھی حضور ﷺ کی امامت کا ذکر کیا گیا ہے۔جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو بہت کم ہے اگر آپ ﷺ کے اوصاف ومعجزات کو بالتفصیل ذکر کرنا شروع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں بن سکتی ہیں۔لیکن آپ ﷺ کے اوصاف ختم نہیں ہو سکتے۔

اس رسالہ کا اختتام میں چند اشعار پر کرتا ہوں۔ ممکن ہے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس سے کچھ عنایات مجھ پر بھی ہوں۔(ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

سرکار اقدس ﷺ کی بارگاہ ایسی بارگاہ ہے جہاں قوموں کو پناہ ملتی ہے عرب وعجم کے بڑے بڑے سرداروں نے یہاں آکر سروں کو جھکا دیا ہے۔

حضور ﷺ اللہ کی طرف سے رسول مکرم ﷺ ہیں آپ ایسے ہادی ہیں جنھوں نے اپنی ہدایت کے ذریعے ہمیں تاریکیوں سے بچایا۔ آپ فاتح، خاتم النبیین، ماحی (کفر کو مٹانے والے) مہربان، امام المتقین اور رحمۃ للعالمین (ﷺ) ہیں۔

آپ ﷺ شب معراج انتہائی حدوں سے بھی آگے گذر گئے اور اللہ رب العزت کے دیدار سے مشرف ہوئے اللہ تعالیٰ نے وہاں جو وحی کی اس کی خوب حفاظت کی۔ ان کی نگاہ پاک سے اللہ نے تمام پردے دور فرما دیئے۔ روز محشر حوض کوثر کے مالک ومختار آپ ہی ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث فرمایا آپ ہی کو "وسیلہ" سے سرفراز فرمایا ہے نیز روز قیامت آپ ﷺ شفاعت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونگے۔ پل صراط کے کنارے "رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِی" کی دلنواز دعائیں بھی آپ ﷺ مانگتے ہونگے جنت میں آپ ﷺ اور آپ کی امت باقی لوگوں سے پہلے داخل ہوگی۔ جب آپ مقام محمود پر فائز ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائیں گے تو باقی سارے انبیاء رشک کا اظہار کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنی قدرت کا ہاتھ قرار دیا ہے۔ آپ امام الانبیاء اور ان کے پیشوا ہیں۔ آپ نفسانفسی کے عالم میں بھی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ "لواء الحمد" لے کر جب آپ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہونگے تو گذشتہ انبیاء وامم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہونگے۔ آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے لگاتار جلتا آرہا تھا۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت بجھ گیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں میں گونگے پتھروں کو بھی زبان ملی اور انہوں نے تسبیح بیان کی۔ جن کی ذات پر پتھروں اور درختوں نے سلام بھیجے اور جنھوں نے بوسیدہ ہڈیوں کو بھی زندہ فرمایا نیز بکری کے گوشت نے (خیبر میں) آپ ﷺ سے کلام کیا آپ کے حکم سے دو درخت آپس میں مل گئے حالانکہ دونوں کے درمیان کافی دوری تھی۔

جن کی جدائی میں کھجور کا خشک تنا رو پڑا۔ اور جنھوں نے پھوٹی ہوئی آنکھ اپنی جگہ پر رکنے کے بعد درست فرمادی جس کا حسن دوبالا ہوگیا۔ جن کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹے اور خلق الہی سیراب ہوئی۔ جنھوں نے ایک چھوٹے برتن سے لشکر عظیم کو کھانا کھلا کر سیر کیا جنھوں نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اندھے منکر ہی اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ جن پر قرآن معجزہ بن کر اترا جن کے نور سے حجاز بلکہ زمانہ چمکا جن کے معجزات بے حد وبیشمار ہیں اور جن کی وجہ سے کائنات معرض وجود میں آئی۔ اور جو سید الناس ہیں۔

اے میرے سردار! اور اے اللہ کے رسول ﷺ! ٹھوکروں کے وقت میں آپ کی پناہ چاہتا

ہوں اے دنیا و آخرت میں میری پناہ گاہ! اور مصائب کے وقت میری امیدوں کے مرکز! اے صاحب عزت و مقام نبی! میں ہر در سے مایوس ہو کر آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی ہدایت سے میں نے نور ایمان کو پایا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ نے میری دستگیری نہ فرمائی تو میرے گناہ (جنہیں آپ جانتے ہیں) مجھے تباہ و برباد کر دینگے۔ آپ اپنے رب سے میرے لئے معافی اور بخشش کا سوال کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے علم نافع عطا فرمائے اور میری موت تقویٰ اور آپ کی غلامی میں آئے۔ اور وہ مجھ سے برائی و بیماری کو دور فرمائے۔ بالخصوص دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ظاہر ہونے والی بدعتوں سے مجھے بچائے اور بدعتی فرقہ کو ذلیل و خوار کرے نیز اہل حق کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ مصائب کے وقت آپ کی پناہ بہترین پناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تا ابد آپ پر رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ (آمین)

اس قصیدہ پر امام زملکانی کی کتاب ''عجالۃ الراکب'' ختم ہوئی۔ آپ نے اس قصیدہ میں بعض الفاظ کے ساتھ اپنے ہم عصر ''امام ابن تیمیہ'' کے عقائد کی تردید فرمائی۔ جسے میں نے (مصنف نے) اپنی کتاب ''شواھد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق ﷺ'' میں بیان کیا ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے علماء کی عبارات سے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے۔ وہاں میں نے کمال الدین زملکانی اور عالم شہیر ابن الوردی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ اور ان کی جماعت مذاہب اربعہ سے الگ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے قبور انبیاء و اولیاء اور بالخصوص سید الانبیاء ﷺ کے روضۂ انور کیلئے سفر کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (حالانکہ مذاہب اربعہ کا یہ مسلک نہیں) ابن الوردی نے سرکار علیہ السلام کی مدح میں ایک بلیغ قصیدہ لکھا ہے جس میں آپ نے ابن تیمیہ اور ان کے غلط عقائد کے پیروکاروں کا رد کیا ہے۔

يَا صَاحِبَ الْجَاهِ عِنْدَ اللهِ خَالِقِهٖ ۔۔۔ مَا رَدَّ جَاهُكَ اِلَّا كُلُّ اَفَّاكٖ
أَنْتَ الْوَجِيْهُ عَلٰى رَغْمِ الْعِدَا اَبَدًا ۔۔۔ أَنْتَ الشَّفِيْعُ لِفَتَّاكٍ وَنَسَّاكٖ
يَافِرْقَةَ الزَّيْغِ لَا لَقِيْتِ صَالِحَةً ۔۔۔ وَلَا شَفَى اللهُ يَوْمًا قَلْبَ مَرْضَاكَ
وَلَا حَظِيْتِ بِجَاهِ الْمُصْطَفٰى اَبَدًا ۔۔۔ وَمَن اَعَانَكَ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰلِكٖ

''اے مخلوق کے خالق کے ہاں صاحب مقام و مرتبہ! گمراہ ہی آپ کے مقام و مرتبہ کا انکار کر سکتا ہے۔ آپ مخالفین کے نہ چاہنے کے باوجود صاحب مرتبہ ہی ہیں اور شفاعت کے مالک بھی ہیں۔ اے گمراہ فرقہ (ابن تیمیہ کا فرقہ مراد ہے) تجھے کبھی بھی بھلائی نصیب نہ ہو اور تیرے دل بیمار کو کبھی آرام نہ ملے۔ اور حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ سے تجھے اور تیرے

دیگر پیروکاروں کو دنیا وآخرت میں حصہ نہ ملے"۔

یہ قصیدہ بلیغ ترین قصائد میں سے ہے ابن وردی نے بھی امام ابن زملکانی کی تعریف کی ہے کہ آپ نہایت ذہین جید، عالم، صحیح الاعتقاد اور سخی النفس انسان تھے۔ اپنے زمانہ میں سب سے بہتر عالم اپنے ہم عصروں میں یکتائے زمانہ تھے آپ کو حلب کا قاضی مقرر کیا گیا تھا پھر انہیں مصر بلایا گیا تا کہ شام کے قاضی کا عہدہ ان کے سپرد کیا جائے۔ وہیں شہر بلبیس میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ وہیں سے انہیں قاہرہ منتقل کیا گیا اور قرافہ میں مدفون ہوئے" رحمہ اللہ تعالیٰ "

امام شہاب الدین احمد الشافعی (المتوفی نصف دسویں ہجری)

مصنف مذکور نے فتاوی ابن حجر الکبری کے حاشیہ پر کسی کے سوال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ" حضور ﷺ کے دلائل نبوت باقی رسولوں کی دلیلوں سے زیادہ قوی ہیں دیگر انبیاء میں سے جو بھی جس صفت سے متصف تھا وہ صفت آپ ﷺ کی ذات پاک میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کو" جوامع الکلم" (ایسے کلمات جن کے الفاظ کم مگر معانی زیادہ ہوں) عطا کئے گئے۔ آپ کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ اس وقت نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی جسم اور روح کے درمیان تھے (ان کی تخلیق مکمل نہ تھی)۔ جبکہ دیگر انبیاء کرام اپنے زمانہ نبوت میں نبی بنائے جاتے تھے۔

آدم علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے کی تو حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح:1)

"ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا ہے"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے خود حضور ﷺ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اس کو نور ایمان اور حکمت سے بھرا ہے۔ اس سے نور نبوت مراد ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے وجود کو پیدا کیا تو سینہ پاک میں نور نبوت کو پیدا فرما دیا ملائکہ سے آدم کو سجدہ بھی اسی لیے کروایا کیونکہ نور محمدی ان کی پیشانی میں تھا۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام بتا دیئے تھے اور حضور ﷺ کو نام بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی حقیقتیں بھی بتا دی تھیں۔

ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا کیا گیا۔ لیکن حضور ﷺ کے نصیبے میں جو بلندی (معراج) آئی وہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔

نوح علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ نے ڈوبنے اور خسف (زمین میں دھنسنے) سے

بچایا۔ تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی آسمانی آفات وغیرہ (سخ ومسخ) سے محفوظ فرمایا۔
ابراہیم علیہ السلام پر نمرود کی جلائی گئی آگ ٹھنڈی ہوئی اور حضور ﷺ کی تشریف آوری سے حسد وکینہ کی بھڑکائی ہوئی سخت آگ بجھ گئی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (مائدہ:64)

"انہوں نے جنگ کے لئے آگ بھڑکائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بجھا دیا"۔

ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت (دوستی کا مقام) عطا کیا گیا تھا۔ جبکہ حضور ﷺ کو مقام خلت کے ساتھ ساتھ مقام محبت بھی عطا کیا گیا۔

موسیٰ علیہ السلام کیلئے عصا زندہ کیا گیا تھا لیکن وہ گفتگو سے عاجز تھا جبکہ حضور ﷺ کو طعام کی تسبیح سنائی گئی۔ کنکریوں نے آپ کے دست اقدس میں کلمہ پڑھا پتھروں نے آپ کو سلام کیا۔ پہاڑوں سے گفتگو فرمائی درختوں نے سلام کیا کھجور کا تنا آپ کے فراق میں رویا۔ اونٹ کا آپ کو سجدہ اور مالک کی شکایت کرنا، بھیڑیئے کا آپ ﷺ سے گفتگو کرنا اور رسالت کی شہادت دینا اور دیگر جمادات کا کلام کرنا ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا (روشن ہاتھ) کا معجزہ دیا تو حضور ﷺ سراپا نور تھے اور آپ کے نور کے سامنے آنکھیں چندھیا جاتیں تھیں۔ اور حضور ﷺ کا "نور" ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا حتی کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک میں منتقل ہوا۔ نیز آپ ﷺ نے حضرت قتادہ بن نعمان کو بعد از نماز عشاء کھجور کی ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا اسے لیکر اپنے گھر چلو اس سے تیرے آگے دس گز تک کا فاصلہ اور پیچھے بھی دس گز تک کا فاصلہ روشن ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ بخیر وعافیت اپنے گھر پہنچ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریا کے پانی کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا تو حضور ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آپ کیلئے سورج بعد از غروب لوٹایا گیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام کا تصرف عالم دنیا تک ہے جبکہ سرکار مدینہ کا تصرف عالم سموات پر بھی ہے۔

ابن المنیر نے کہا ہے کہ ابن حبیب کا قول ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک سمندر ہے جسے "مکفوف" کہا جاتا ہے زمینی سمندر اس کے سامنے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس شب معراج حضور ﷺ اس سمندر کو چیرتے ہوئے نکل گئے۔ یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے بڑا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام مستجاب الدعوات تھے۔ تو حضور ﷺ نے بھی جنگ تبوک کے موقع پر پانی کی دعا مانگی تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور تھوڑے کھانے میں برکت کی دعا مانگی تو وہ کافی ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے پانی نکالا تو حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمائے۔ پتھر سے پانی کا

نکلنا ممکن ہے لیکن گوشت وخون سے پانی کا نکالنا ناممکن ہے۔ اور پانی بھی اس کثیر مقدار میں کہ پندرہ سو کے لشکر عظیم کی ہر قسم کی ضرورت پوری کردی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وَكُلُّ مُعْجِزَةٍ لِلرُّسُلُ قَدْ سَلَفَتْ
أَتَى بِأَعْجَبَ مِنْهَا عِنْدَ اِظْهَارِ
فَمَا الْعَصَاحَيَّةٌ تَسْعٰى بِأَعْجَبَ مِنْ
تَفْجِيْرِ سِلْسَلِ مَاءٍ مِنْ كَفِّهٖ جَارِي

گذشتہ رسولوں سے جو بھی معجزہ رونما ہوا وہ بہترین انداز میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ سے بھی رونما ہوا ہے عصا کا سانپ بننا اور اس کا چلنا انگلیوں سے پانی جاری کرنے سے زیادہ تعجب خیز نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر کلام کیا گیا جبکہ حضور ﷺ معراج کی رات ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہی سے بھی اوپر بلا کر کلام سے مشرف کیے گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو فصاحت لسان عطا کی گئی تو حضور ﷺ کی فصاحت بھی کسی پر مخفی نہیں۔

اور سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا اور سرور حسینان عالم (ﷺ) کو تمام حسن عطا کیا گیا۔

آپ کو علم تعبیر خواب عطا کیا گیا اور اس سلسلے میں آپ کے تین خواب منقول ہیں لیکن ہمارے رسول ﷺ کو اس باب میں بھی اتنا عطا کیا گیا کہ حد شمار سے وراء ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہا نرم کر دینے کی قوت دی گئی جو وہ لوہا ہاتھ سے چھوتے وہ فوراً نرم ہو جاتا اور نبی پاک ﷺ کو یہ کمال دیا گیا کہ خشک لکڑی آپ کے لئے سرسبز و شاداب اور برگ بار ہو گئی اور ام معبد کی سوکھی بکری کو چھوا تو اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ کہ آپ علیہ السلام کو پرندوں کے ساتھ گفتگو شیاطین پر غلبہ، ہوا پر قدرت اور ایسی حکومت دی گئی جو آپ کے بعد کسی کو نہ دی گئی۔

لیکن حضور علیہ السلام کو اس کی مثل اور اس سے بھی زیادہ عطا کیا گیا رہا پرند و چرند کا گفتگو کرنا تو نبی پاک ﷺ سے پتھروں نے گفتگو کی اور آپ کی مبارک ہتھیلی میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی اور بکری کی زہر آلود دستی نے گفتگو کی اور ہرنی نے آپ کے ساتھ کلام کیا اونٹ نے آپ کی بارگاہ میں (اپنے مالک کی) شکایت کی۔

مروی ہے کہ ایک پرندہ اپنے بچوں (کے پکڑے جانے کی وجہ سے) دکھی ہو گیا تو اس نے آپ کے سر مبارک پر منڈلانا شروع کر دیا اور آپ کی بارگاہ میں زاری کرنے لگا۔

اور وہ ہوا جو صبح وشام ایک ایک مہینہ کی مسافت طے کر لیتی اور سلیمان علیہ السلام کو وہاں لے جاتی جہاں آپ چاہتے۔ لیکن ہمارے حضور ﷺ کو براق عطا کیا گیا جو ہوا سے بھی تیز تر ہے بلکہ (نگاہوں کو) خیرہ کر دینے والی بجلی سے بھی تیز ہے۔ جس نے آپ کو ایک لمحہ میں فرش زمین سے اٹھایا اور عرش بریں تک پہنچا دیا اور یہ کم سے کم سات ہزار سال کی مسافت ہے۔ جو فقط آسمانوں کی ہے اور مستوی (عرش) اور رفرف کی مسافت کا علم اللہ ہی جانتا ہے۔

ہمارے آقا ﷺ کیلئے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ آپ نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔ جو زمین کی طرف چل کر جاتا ہے اور زمین جس کی طرف چل کر آتی ہے ان کے درمیان بہت فرق ہے۔

جناب سلیمان علیہ السلام کو تسخیر شیاطین پر قدرت عطا کی گئی تو ہمارے نبی ﷺ نے شیاطین کے باپ ابلیس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اور اس سے بھی بہتر جنوں کا حضور کی ذات پر ایمان لانا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں سے خدمت لی اور حضور علیہ السلام نے جنوں کو مسلمان کیا۔

جنوں کا شمار لشکر سلمانی میں ہوتا ہے تو ان سے بہتر ملائکہ جبرائیل سمیت حضور ﷺ کے تمام لشکروں میں شامل ہیں۔

(اگرچہ) طیور کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکروں میں شمار ہوتا ہے مگر اس سے عجیب تر غار ثور کی کبوتری اور اس کا پل بھر میں آپ کے لئے غار پر گھونسلا بنانا اور دشمنوں کے مقابلہ میں حضور ﷺ کی حمایت کرنا ہے۔ کثرت جنود سے مقصود حمایت ہے اور وہ ایک عظیم شے سے آسان طریقے سے حاصل ہو چکی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک (عظیم) عطا کیا گیا تو ہمارے نبی ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ عبد نبی اور بادشاہ نبی میں سے جو چاہیں اختیار کریں تو آپ نے عبد نبی بننا پسند کیا۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اندھوں کو بینا کرنا، کوڑھوں کو تندرست کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا ہے تو نبی دو عالم ﷺ کو یہ معجزہ بھی دیا گیا کہ آپ نے آنکھ کے ڈھیلے کو گوشہ چشم میں رکھا تھا تو وہ پہلے سے بھی بہتر ہو گئی۔

حضور ﷺ سے ایک آدمی نے کہا میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہیں کریں گے تو آپ اس (بچی) کی قبر پر تشریف لائے اور فرمایا اے فلانہ تو وہ بچی بول اٹھی ''لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ'' حاضر ہوں حضور ﷺ۔

معاذ بن عفرا کی بیوی برص والی تھیں اور انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں برص کی شکایت کی حضور ﷺ نے برص پر دست مبارک پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ختم کر دیا۔

کنکریوں نے آپ کی ہتھیلی میں تسبیح پڑھی۔ پتھروں نے آپ کو سلام پیش کیا۔ خشک کھجور کا تنا آپ کیلئے بے تاب ہوا۔

یہ کمالات مردوں کی گفتگو سے زیادہ مؤثر ہیں کیونکہ یہ چیزیں (کنکریاں، پتھر، درخت) بولنے والی اجناس میں سے نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا کمال یہ تھا کہ آپ جان لیتے تھے کہ لوگ گھروں میں کیا چھپا کر آئے ہیں۔ یہ خصوصیت بھی سرور کونین ﷺ کو شب معراج عطا کی گئی اور آپ عیسیٰ علیہ السلام سے درجات کی بلندی میں اور مناجات کی ساعت میں اور حریم قدس میں حاضر ہو کر مشاہدہ (جمال الٰہی) میں بڑھ گئے۔

یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ محمد ﷺ کلام لے کر آئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء میں سے ہر نبی کا معجزہ اس مشہور طریقہ پر بنایا جو اس نبی کے زمانہ میں مناسب ترین تھا۔ جس نبی کے غلبہ و اظہار کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو اپنے پورے جوبن پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عصا کے سانپ بن جانے کا معجزہ عطا کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم طب اپنے پورے عروج پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ آپ کو عطا کیا۔

ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عرب کی طرف مبعوث فرمایا تو قرآن کو آپ کا معجزہ بنایا جس نے اپنے سامعین کو عاجز و درماندہ کر دیا کہ وہ قرآن کی مثل (کوئی کلام) لاسکیں یا کوئی سورت اس کی مثل لاسکیں۔ پس قرآن حیران کر دینے والا ہے۔ ایک ایک آیت میں (اور اپنے) بیان میں واضح ترین ہے۔

اور اپنے دلالت کرنے میں احیاء موتی سے اور اندھوں کے روشن چشم ہونے سے اور کوڑھیوں کے سالم بدن ہونے سے بھی واضح ہے۔ کیونکہ قرآن اصحاب بلاغت و ارباب فصاحت اور ماہرین بیان و لسان کی طرف ایک ایسے کلام کے ساتھ آیا ہے۔ جس کے معانی ان کی سمجھ میں آنے والے تھے۔ پس قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ہر اس فصیح و بلیغ کو عاجز کر دیا۔ جس سے قرآن کے مقابلے کا مطالبہ کیا گیا۔

باوجود اس کے کہ انہیں شدید ضد اور سخت مخالفت بھی تھی اور وہ اپنی اس عداوت و عناد میں حد سے

بڑھے ہوئے بھی تھے قرآن کے مقابلہ میں ان کی پسپائی زیادہ حیرت انگیز تھی بہ نسبت اس آدمی کے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرتے ہوئے دیکھا۔ کیونکہ انہیں اس میں نہ کوئی طمع تھا اور نہ ہی اندھے اور کوڑھی کے تندرست ہونے میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی وہ اس علم میں مشغول تھے۔

جبکہ قریش کلام فصیح کے عادی اور فصاحت و بلاغت اور خطابت سے (خوب) آشنا تھے۔

اہل عرب کا قرآن کریم سے عجز حضور ﷺ کی رسالت اور صحت نبوت کی پہچان بن گیا ہے۔

کیونکہ اگر یہ کلام الٰہی نہ ہوتا تو ان کیلئے ممکن ہو جاتا کہ وہ کوئی ایسا کلام لا سکتے جو اپنے اسلوب اور تراکیب کے حسن کے اعتبار سے قرآن کے برابر یا اس کے قریب تر ہوتا۔

لیکن انہوں نے اپنی قوتیں صرف کرنا پسند کیا پھر بھی ان سے قرآن کی مختصر سی سورت کا بھی مقابلہ نہ ہو سکا۔ اور یہ ایک قطعی حجت اور واضح دلیل ہے اور قرآن کا معجزہ تا ابد باقی رہے گا۔ اور (اس کے علاوہ) ہر نبی کا معجزہ اس کی نبوت کے بعد ختم ہو گیا۔ یا وہ تغیر و تبدل کی نظر ہو گیا جس طرح کہ تورات و انجیل۔

اعجاز قرآنی کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ نظم قرآنی اچھوتا بھی ہے اور عرب کے معروف (طریق) نظم کے خلاف بھی اور اس کا اسلوب تمام اسالیب فصاحت عرب کے برعکس ہے اور اس میں وہ فصاحت ہے جو مخلوق کے بس کی بات نہیں۔

اس (قرآن) میں عربی زبان کے مطابق ایسا تصرف ہے کہ کوئی عربی (جاننے والا) اس میں نقص نہیں نکال سکتا۔ یہاں تک کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کا ہر کلمہ اور ہر حرف اپنی مناسب جگہ پر موجود ہے۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر وقت نزول تک قرآن کا تمام امور کی خبر دینا ایک ایسے (دقیقہ دان) امی کی زبان سے جس نے اس سے پہلے (مخلوق میں سے کسی کے پاس) نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی اپنے دست مبارک سے کچھ لکھا۔ انہوں نے انسانیت کو انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے حالات سے آگاہ کیا اور ان گزری ہوئی صدیوں کے واقعات سے آگاہ کیا۔ جن میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

جو اہل کتاب نے سوال کیا اسے بھی بیان کیا اور انہوں نے اصحاب کھف، قصہ کلیم و خضر اور حال ذوالقرنین کے بارے میں آپ ﷺ کو چیلنج کیا تو آپ نے انھیں یہ سب کچھ بتایا باوجود اس کے کہ آپ امی تھے۔ اور ایک امی قوم میں سے تھے کہ جس قوم کو ان حالات کا علم نہ تھا کہ کتب سابقہ سے ان واقعات کی صحت کا ادراک کر سکتے۔

انہوں نے آپ کی سچائی کو تسلیم کیا اور ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ وحی الٰہی کی وجہ سے تھا۔

ان (اخبارات) میں سے ان وعدوں کا پورا کیا جانا ہے جن کا ادراک محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جن کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور ان میں کچھ مطلق خبریں ہیں۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کی مدد کا وعدہ کرنا۔ اور ان لوگوں کا اخراج جنہوں نے حضور ﷺ کو اپنے وطن سے نکالا تھا۔

اور کچھ وہ وعدے ہیں جو کسی شرط کے ساتھ مقید تھے۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اسے ہدایت دیتا ہے"۔

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔

اور ان میں سے کچھ خبریں مستقبل کے بارے میں ہیں جن پر سوائے وحی کے اطلاع ممکن نہیں۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

"اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ (اللہ تعالیٰ) اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے"۔

پس جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لشکر اسلام جنگ کرتا تو آپ انھیں غلبہ دین حق والا خدائی وعدہ یاد دلاتے تا کہ انھیں تائید الٰہی کا یقین ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کرتے تھے۔ پس مشرق و مغرب اور بحر و بر میں پیہم فتوحات ہوتی رہیں اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک عمل کئے۔ اللہ انہیں ضرور خلافت ارضی عطا کرے گا۔ ان سے پہلے (مومنین) کی طرح۔

ایک اور جگہ پر ارشاد باری ہے۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچ کر دکھایا تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے امن کی حالت میں"۔

دوسری جگہ فرمایا

"اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے اور پھر فرمایا۔ الم۔ اہل روم مغلوب ہو گئے۔ زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے"۔

یہ تمام کی تمام وہ غیبی خبریں ہیں۔ جنہیں رب العالمین کے سوا کوئی نہیں جانتا یا وہ جانتا ہے جسے

اللہ نے ان خبروں سے واقف کیا ہو۔
پس ثابت ہوا کہ اللہ نے ان خبروں پر اپنے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا تھا۔ تا کہ یہ آپ کی سچائی کی دلیل بن سکیں۔
اعجاز قرآنی کے طریقوں میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن اپنے ضمن میں وہ علم لئے ہوئے ہے۔ جو حلال وحرام اور تمام احکام میں ساری کائنات کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔
ان میں وہ جامع حکمتیں بھی ہیں کہ جو اپنی کثرت وشرف کے اعتبار سے عام حالات میں ایک آدمی سے ممکن نہیں۔
اعجاز قرآن کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن جن چیزوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ان میں ظاہری اور باطنی تناسب۔ بغیر کسی خلل اور بگاڑ کے ہے۔
قصہ تمام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مہربان نبی ﷺ کو اس عزت وتکریم کا سزاوار ٹھہرایا ہے جو کسی اور نبی کو بھی نہ عطا فرمائی حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے (ایسی) پانچ چیزیں دی گئی ہیں کہ مجھ سے قبل کسی کو بھی نہ دی گئیں۔
بے شک ہر نبی اپنی قوم کی طرف ہی مبعوث کیا جاتا ہے اور مجھے ہر سرخ وسیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا۔ میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا حالانکہ مجھ سے قبل یہ کسی کیلئے حلال نہ تھا۔ میرے لئے ساری زمین سجدہ گاہ اور پاک کردی گئی ہے پس ہر شخص کہ جب نماز کا وقت ہو جائے جہاں بھی ہو نماز پڑھ لے۔
ایک ماہ کی مسافت تک مجھے رعب عطا کرکے میری مدد کی گئی اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا۔
(مصنف فرماتے ہیں کہ) یہ نہ کہا جائے کہ بہت سے معجزات جو میں نے ذکر کیے ہیں) اخبار احاد سے ثابت ہیں۔ اور مخالفین کا رد کرنے کیلئے یقینی دلائل کی ضرورت ہے۔
کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ تمام تواتر معنوی کا فائدہ دیتے ہیں جو یقین کے لئے مفید ہے۔ اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کے دعویٰ رسالت کی صداقت ہے۔

ومن جواہر الشہاب الرملی ایضا

آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث کئے گئے ہیں یا نہیں۔ جس طرح کہ جن وانس کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔
تو (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیا کہ آپ ملائکہ کی طرف مبعوث نہیں کئے گئے اس کی وضاحت مسلم شریف کی حدیث سے ہوتی ہے۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً بِالْاِنْسِ وَالْجِنِّ

''مجھے تمام مخلوق انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث کیا گیا''۔

۳۴۔۳۵ آیات کا ترجمہ: اور میری طرف وحی کیا گیا یہ قرآن تاکہ میں تمہیں اس کے ذریعے (خطرات) سے ڈراؤں ہر اس شخص کو جس تک قرآن پہنچا ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ: فرقان (قرآن حکیم) اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ دونوں عالم کیلئے ڈرانے والے ہو جائیں۔

حلیمی اور بیہقی نے شعب الایمان کے نویں باب میں تصریح کی ہے کہ حضور ﷺ ملائکہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اور پندرھویں باب میں ملائکہ کا حضور ﷺ کی شریعت کا مکلف نہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

اسی طرح امام رازی کی تفسیر اور برہان نسفی میں اجماع بیان کیا گیا ہے کہ آپ ملائکہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ امام رازی کی عبارت یہ ہے۔

ثُمَّ قَالُوْا هٰذِہِ الاٰیَۃُ تَدُلُّ عَلٰی اَحْکَامٍ! اَلْاَوَّلُ اَنَّ الْعَالَمَ کُلُّ مَا سِوَی اللہِ فَتَیَنَاوَلُ جَمِیْعُ الْمُکَلِّفِیْنَ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْمَلَائِکَۃِ لٰکِنَّنَا اَجْمَعْنَا عَلٰی اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلًا اِلَی الْمَلَائِکَۃِ فَوَجَبَ ان بیہقی کَوْنُهٗ رَسُوْلًا اِلَی الْاِنْسِ وَالْجِنِّ جَمِیْعًا وَبَطَلَ قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ کَانَ رَسُوْلًا اِلَی الْبَعْضِ دُوْنَ الْبَعْضِ۔

علماء نے کہا ہے یہ آیت بہت سے احکام پر دلالت کرتی ہے۔ اول یہ کہ اللہ کے علاوہ ہر شے پر عالم کا اطلاق ہے اور یہ تمام مکلفین کو شامل ہے۔ جن وانس اور ملائکہ سمیت۔ لیکن ہمارا اجماع ہے کہ آپ ﷺ ملائکہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ انسانوں اور جنوں کے رسول ہیں اور اس کا قول باطل ہو گیا جس نے کہا کہ آپ بعض کے رسول ہیں اور بعض کے نہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہاں عالمین سے مراد انسان اور جن ہیں کیونکہ حضور ﷺ ان (دونوں) کی طرف رسول اور نذیر بن کر آئے ہیں۔

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ (مَنْ بَلَغَهُ الْقُرْاٰنُ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَهُوَ نَذِیْرٌ لَهٗ)

جن وانس میں سے جن تک قرآن پہنچا آپ اسے آئندہ خطرات سے آگاہ فرمانے والے ہیں۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اہل مکہ! تاکہ میں تمہیں ڈراؤں اور دو عالم کے ہر رخ وسیاہ کو جس تک پیغام قرآن پہنچا ہو۔ اور "لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا" کے تحت بھی فرماتے ہیں۔ "لِلْجِنِّ وَ الْاِنْسِ" جنوں اور انسانوں کیلئے۔ بغوی اور ثمر قندی کی بھی یہی رائے ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سوال کے جواب میں کہ آپ ملائکہ کے رسول ہیں کہ نہیں "لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا" والی آیت سے استدلال کرتے ہوئے جن وانس والے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔

محمود بن حمزہ کرمانی حنفی نے اپنی کتاب العجائب والغرائب میں بہت پختگی سے کہا ہے کہ آپ ملائکہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔

زین الدین عراقی نے اپنی کتاب نکت علی ابن الصلاح میں اور جلال محلی نے جمع الجوامع میں اور سیوطی نے اپنی کتاب التقریب فی مصطلح الحدیث اور شرح الکوکب الساطع فی الاصول میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

امام سیوطی کے دلائل

پہلی دلیل

سیوطی نے اپنی کتاب خصائص میں ارشاد باری وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الانبیاء: 27-26-25) کے تحت فرمایا ہے کہ یہ انذار (ڈرانا) ہے ملائکہ کو نبی ﷺ کی زبان سے یہ قرآن ہے جو حضور ﷺ پر نازل کیا گیا ہے یہی دلیل، امام السیوطی کے دلائل میں سے قوی ترین ہے۔

دوسری دلیل

قَالَ عِكْرَمَةُ صُفُوْفُ اَهْلِ الْاَرْضِ عَلٰى صُفُوْفِ اَهْلِ السَّمَاءِ فَاِذَا وَافَقَ آمِيْنَ فِي الْاَرْضِ آمِيْنَ فِي السَّمَاءِ غُفِرَ لِلْعَبْدِ وَقَالَ ﷺ اَلَا تَصَافُّوْنَ كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالُوْا وَ كَيْفَ تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يَتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ وَ يَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ۔

"عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل زمین کی صفیں اہل آسمان کی صفوں کی طرح ہیں اور جب اہل ارض بندوں کی آمین اہل الاسماء (ملائکہ) کی آمین سے مل جاتی ہے تو بندے کو

بخش دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تم اسطرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے ہاں صفیں بناتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی ملائکہ کیسے صفیں بناتے ہیں آپ نے فرمایا ملائکہ پہلے پہلی صفیں مکمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ صف میں کھڑے ہوتے ہیں"۔

تیسری دلیل

بے شک اسرافیل علیہ السلام آسمان والوں کے مؤذن ہیں۔ آپ کی اذان کی آواز ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے باسی سنتے ہیں بجز جن وانس کے۔

پھر سردار ملائکہ آگے بڑھ کر انہیں نماز پڑھاتے ہیں۔ اور میکائیل علیہ السلام بیت المعمور میں ملائکہ کو امامت کراتے ہیں۔

چوتھی دلیل

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ

رَكْعَتَا الْفَجْرِ صَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ

"فجر کی دو رکعتیں ملائکہ کی نماز ہے"۔

پانچویں دلیل

مَارُوِيَ عَنْ سَلْمَانَ مَوْقُوْفًا وَ مَرْفُوْعًا اِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِي اَرْضٍ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ صَلّٰى خَلْفَهٗ مَلَكَانِ فَاِذَا اَذَّنَ وَاَقَامَ صَلّٰى خَلْفَهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَالَا يُرٰى طَرْفَاهُ يَرْكَعُوْنَ بِرُكُوْعِهٖ وَ يَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِهٖ وَ يُؤْمِنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهٖ۔

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے کہ جب آدمی (اکیلا) کسی جگہ ہو اور نماز کیلئے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جب (نماز کیلئے) اذان اور اقامت (بھی) کہے تو اس کے پیچھے اتنے فرشتے نماز پڑھتے ہیں جن کے (انتہائی) کنارے نظر نہیں آتے (وہ فرشتے) اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور سجدہ کے وقت سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں"۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حلبیات" میں ذکر کیا ہے کہ انسانوں کی طرح ملائکہ میں سے بھی ایک جماعت تحصیل علم کیلئے نکلتی ہے۔

اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک بحث نقل کرتے ہیں۔ فتاوی حناطی کے حوالہ سے۔

اس شخص کے بارے میں کہ جس نے کھلی زمین میں اذان اور اقامت کے ساتھ اکیلے نماز پڑھی اور پھر قسم کھائی کہ اس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ تو کیا اس کی قسم پوری ہوگی یا نہیں۔ اس کا جواب (حناطی نے) یوں دیا کہ وہ اپنی قسم میں سچا ہوگا۔

اصحاب (علم) نے کہا ہے کہ نمازی کیلئے مستحب ہے کہ جب وہ سلام پھیرے تو اپنے دائیں بائیں ملائکہ، جنوں اور انسانوں کیلئے سلام کی نیت کر لے۔

چھٹی دلیل

اَنَّهٗ لَمَّا اُسْرِیَ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ مَلَكٌ مِنَ الْحِجَابِ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اِلٰی اَنْ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰی اَنْ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ الْمَلَكُ بِیَدِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَدَّمَهٗ فَاَمَّ اَهْلَ السَّمَاءِ فَیَوْمَئِذٍ اَكْمَلَ اللّٰهُ لِمُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) الشَّرَفَ عَلٰی اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

جب حضور ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان محمداً رسول اللہ تک یہاں تک ساری اذان مکمل کی پھر فرشتے نے حضور ﷺ کا بازو پکڑ کر مصلّٰی کی طرف آگے کیا تو حضور ﷺ نے آسمان والوں کی امامت فرمائی اس دن اللہ تعالیٰ نے محبوب دو عالم محمد ﷺ کے شرف کی تکمیل کی تمام آسمان اور زمین والوں پر۔

اس سلسلہ میں محمد بن حنیفہ سے بھی مروی ہے کہ جب فرشتے نے حی علی الصلاۃ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "صَدَقَ عَبْدِیْ وَ دَعَا اِلٰی فَرِیْضَتِیْ" "میرے بندے نے سچ کہا اور میرے فرائض کی دعوت دی یہاں تک کہ مکمل اذان کہی پھر حضور ﷺ سے عرض کیا گیا آگے تشریف لائیں آپ آگے بڑھے اور اہل سماء کو نماز پڑھائی۔

بعد ازیں آپ کا شرف تمام مخلوقات پر مکمل ہوگیا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت میں چار وجوہ سے آپ کی رسالت ملائکہ کی طرف ثابت ہوتی ہے۔

(۱) فرشتے کا اشہد ان محمداً رسول اللہ (ﷺ) کہہ کر مطلق آپ کی رسالت کی گواہی دینا۔

(۲) فرشتے کی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اس نے میرے فرض کی طرف دعوت دی اس بات پر

دلالت کرتا ہے کہ یہ فریضہ جس طرح زمین والوں پر فرض ہے اس طرح آسمان والوں پر بھی فرض ہے۔

۳: حضور ﷺ کا فرشتوں کو امامت کرانا اور تمام ملائکہ کا آپ کے پیچھے نماز پڑھنا اس طرح انہوں نے آپ کی رسالت کی اتباع کی۔

۴: زمین و آسمان والوں پر محمد ﷺ کے شرف کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان کی طرف بعثت رسالت ہو اور وہ تمام آپ کے پیروکار بنیں گویا کہ اس وقت حضور ﷺ کو ان کا رسول بنایا گیا ہو اور اس سے قبل ایسا نہ ہوا ہو۔

ساتویں دلیل

حضور ﷺ نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ وَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَنَادٰى بِالْاَذَانِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ فَهٰذِهِ شَهَادَةٌ مِنْ جِبْرَئِيْلَ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

آدم علیہ السلام ہند میں نازل ہوئے تو وحشت محسوس کرنے لگے۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور اذان کہنا شروع کی "اَشْهَد ان محمداً رسول الله" بھی دو مرتبہ کہا۔ یہ گواہی جبرئیل علیہ السلام کی رسالت محمدیہ پر تھی۔

آٹھویں دلیل

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَ اَنَّهٗ مَكْتُوْبٌ عَلَى الْعَرْشِ وَعَلٰى كُلِّ سَمَاءٍ وَعَلٰى كُلِّ بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَعَلٰى اَوْرَاقِ اَشْجَارِ الْجَنَّةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ عرش پر آسمان پر، جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازے پر اور جنتی اشجار کے پتوں پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہے۔

نویں دلیل

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ آپ کو تمام انبیا کا بھی رسول بنایا گیا ہے۔ اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ

1

وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً۔

''میں نبی تھا اس حال میں کہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پختہ وعدے لیے ہیں''۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:81)

امام سدی فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام سے لیکر (آخر تک کوئی نبی نہیں مبعوث کیا گیا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے وعدہ لیا ہے کہ وہ محمد ﷺ پر ضرور ایمان لائے گا۔

ابن عباس فرماتے ہیں از آدم تا آخر تمام امتیں آپ کی بشارت دیتی رہیں اور آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتی رہیں۔

اور اسی طرح مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور جو آپ کے امتی حضور ﷺ کا زمانہ پالیں ان کو بھی حکم دیں کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔ ''فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ آدَمَ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ'' اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہم نے حدیث صحیح کے ذریعے جان لیا کہ تخلیق آدم سے قبل ہی ہمارے آقا ﷺ منزل کمال حاصل کر چکے تھے اپنے پاک رب کی طرف سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آپ کو نبوت عطا کر دی تھی۔ اور پھر انبیاء سے پختہ پیمان لئے کہ وہ جان لیں کہ حضور ﷺ ان پر مقدم ہیں اور ان کے نبی اور رسول ہیں۔

اخذ مواثیق در حقیقت (بیعت پر) حلف لینے کی طرح ہے اسی لئے تؤمنن ہے اور تنصرنہ پر لام قسم داخل ہوا ہے۔

اس میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ خلفاء کیلئے بیعت لی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی (حضور ﷺ کی نبوت کیلئے انبیاء سے) بیعت لی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کیلئے اپنے رب کی جانب سے اس غایت تعظیم کو دیکھ۔ میرے نبی ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا ظہور آخر میں ہوا۔

تمام انبیاء آپ کے زیر لواء ہیں اس لیے دنیوی زندگی میں شب معراج تمام انبیاء کو حضور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اور اگر آپ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں آجاتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ آپ پر ایمان لاتے۔ آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق ان پر لازم تھی۔

اسی طرح اگر حضور ﷺ کو عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں یا موسیٰ، ابراہیم، نوح و آدم علیہم السلام کے زمانوں میں بھیج دیا جاتا تو وہ اپنی امتوں کے رسول اور نبی بھی ہوئے اور نبی ﷺ ان تمام نبی و رسول کے رسول ہوتے پس آپ کی نبوت نبوت عامہ ہے تمام کو شامل اور تمام سے بلند مرتبہ ہے۔

آپ کی نبوت ان کی شریعتوں کے ساتھ اصول میں متفق ہے۔ اور فروع میں اختلاف کے وقت آپ کی شریعت مقدم ہوگی۔ (کیونکہ حضور ﷺ کی شریعت تمام سے خاص ہے یا تمام کو منسوخ کرنے والی ہے)

یا تخصیص و تنسیخ نہیں بلکہ آپ کی شریعت ان اوقات میں ان امتوں کی نسبت سے ہوگی اور اس وقت اس امت کی نسبت سے کیونکہ اوقات اور اشخاص کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کا رسول ہونے کی وجہ سے ثابت ہوا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی کا نقش ہوگا ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''

جب یہ ثابت ہوگیا کہ آپ انبیاء کے بھی نبی اور رسول ہیں اور ملائکہ سے افضل ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ ملائکہ کے بھی رسول ہوں۔ اور ملائکہ آپ کے پیروکار ہوں۔

دسویں دلیل

آپ ﷺ کو ملائکہ کے حوالے سے کچھ ایسے امور عطا کئے گئے کہ کسی اور نبی کو نہ دیئے گئے ان امور میں سے ملائکہ کا آپ کے ہمراہ جہاد کرنا اور آپ کے خرام ناز کے وقت آپ کے پیچھے چلنا اور آپ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں کے ذریعہ میری مدد کی ہے۔ دو اہل السماء میں سے ہیں جبرئیل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے ہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم۔

اور وزیر تو بادشاہ کے ماتحتوں میں سے ہوتا ہے جبرئیل اور میکائیل آپ کی آسمانی ملت کے سردار ہیں اور ابوبکر و عمر آپ کی انسانی ملت کے سردار ہیں۔

اور جب آپ کا وصال ہوا تو تمام ملائکہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ آپ کے علاوہ کسی نبی کیلئے بھی ایسا نہ ہوا۔ ملائکہ آپ کے بارے میں قبروں میں مردوں سے سوال کرتے ہیں۔ آپ کے سوا کسی نبی کیلئے ایسا نہیں ہوتا۔

اور ملائکہ آپ کی امت کی نصرت کیلئے آتے ہیں جب آپ کی امت دشمن سے جنگ کرتی ہے اور یہ خصوصیت قیامت تک رہے گی۔

جبرئیل آپ کے امتی کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ تاکہ حالت نزع میں اس سے شیطان کو دور بھگا دیں اور ہر سال لیلۃ القدر میں ملائکہ آپ کی امت کے پاس آتے ہیں اور ان کو سلام کہتے ہیں۔ اور

آپ کی کتاب (قرآن) میں سورۃ فاتحہ نازل کی گئی ہے جبکہ کتب سابقہ میں کوئی ایسی سورۃ نہیں نازل کی گئی۔

آپ کی حیات پاک میں ایسے ملائکہ زمین پر اترے جو کہ اپنی تخلیق سے لے کر اس وقت تک زمین پر نہ اترے تھے جس طرح حضرت اسرافیل علیہ السلام، اور حضرت ملک الموت علیہ السلام نے آپ سے اجازت لی جبکہ آپ سے پہلے کسی سے بھی اجازت نہیں لی تھی۔

آپ کی قبر پاک پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو آپ کو آپ کی امت کا درود وسلام پیش کرتا ہے۔آپ کی قبر پاک پر ہر روز ستر ہزار قدسی اترتے ہیں۔جو آپ کی قبر پاک سے اپنے پر مس کرتے ہیں اور قبر شریف کو گھیر لیتے ہیں اور آپ پر صلاۃ وسلام بھیجتے ہیں۔یہاں تک کہ شام ہو جاتی ہے پھر وہ قدسی آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار اتر آتے ہیں۔

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔جب قیامت قائم ہو گی تو آپ ستر ہزار نوریوں کے جھرمٹ میں گنبد خضریٰ سے باہر تشریف لائیں گے۔

یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ ان دلائل میں یہ تصریح نہیں کہ حضور ﷺ ملائکہ کے رسول ہیں۔اور نہ ہی ملائکہ کی عبادت اور آپ کی بعثت میں باہمی التزام ہے کیونکہ ان کی عبادت ان کے رب سے حکم اخذ کرنے کے ساتھ ہے۔یا ان کی جنس سے کسی فرشتے کو ان کی طرف رسول بنانے کے ساتھ جس طرح جبرئیل یا اسرافیل وغیرہ۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج:75)

''اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے ملائکہ میں سے کچھ رسول اور کچھ انسانوں میں سے''۔

(دوسری آیت)

''آپ فرما دیجیے اگر زمین پر ملائکہ ہوتے اطمینان سے چلتے ہوئے تو ضرور ہم آسمان سے ان پر فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے''۔

یہ دلائل میں نے اس لئے ذکر کئے ہیں کہ میرے مذکورہ فتویٰ پر اطلاع پانے والا اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائے کہ اگر مجھے ان دلائل کا علم ہوتا تو میں ان دلائل کے خلاف نہ لکھتا۔

اور اگر کسی طرح یہ اس دعویٰ پر دلالت کرنے والے ہوں بھی تو مستند اجماع ان کے رد کے لئے کافی ہے۔

ومن جواہر الشہاب الرملی ایضاً

ان سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں ہمارے نبی ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے کہ

ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا (النحل:123)

''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ (حضرت) ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو اللہ کی طرف متوجہ ہیں''۔

باوجود اس کے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔

تو آپ نے جواب دیا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ توحید اور اس کی دعوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کریں۔ نرمی کے ساتھ دعوت دیں اور یکے بعد دیگرے دلائل دیں۔ اور ہر ایک کی قوت فہم کے مطابق اس سے گفتگو کریں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مناسک حج میں اتباع کا حکم دیا گیا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام نے مناسک کی تعلیم دی۔

طبری نے کہا ہے۔ بتوں سے برأت و بیزاری میں اور اسلام کے ساتھ مزین ہونے میں آپ کو اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو تمام ملت (شریعت) کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے سوائے اس کے جس کے ترک کا کہا گیا ہو۔

ماوردی کہتے ہیں ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عقائد شرع میں اتباع کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ فروع میں، اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا (مائدہ:48)

''اور تم میں سے ہر ایک کیلئے بنایا ہے ہم نے واضح راستہ (شریعت)''۔

اگر یہ کہا جائے کہ ملت تو دین ہی ہے اور دین وہ ہے جس کی طرف آپ اصول و فروع میں سے بلاتے رہے تو اس طرح دین محمد ﷺ دین ابراہیمی کیلئے ناسخ نہ ہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کو اس طرح محمول کرنا چاہیے جس طرح بعض اصولیین نے اسے محمول کیا ہے۔ وہ مختلف اقوال کو تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعض فروع کے اعتبار سے آپ ﷺ کا دین ان کے دین کے لیے ناسخ ہوگا۔

الامام العارف باللہ الشیخ محمد بن عبد الکریم السمان القادری المدنی المتوفی فیھاسنۃ کے جواہرات (۱۱۸۹ رضی اللہ عنہ)

ومن جواہرہ رضی اللہ عنہ

سرکار ﷺ کی روحانی توجہ کے بارے میں ان کا ایک رسالہ ہے جو علوم عرفت کے رسائل میں سے ایک بہترین رسالہ ہے۔ فضائل محمدیہ (ﷺ) کی کتاب ''قاب قوسین'' کا تذکرہ بھی اس میں ہے جو اس تمام مواد کی تائید کرتا ہے جس کو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ وَهٰذَا نَصُّ الْمَقْصُوْدُ مِنْهَا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے آپ ﷺ کی محبت کو ایمان کی بنیاد بنایا۔ اور محبت رسول ﷺ معرفت کا دروازہ اور علم امکان کا سرنہاں ہے۔ آپ کے متبرک نور سے تمام شکلیں وجود میں آئیں۔ اور آپ کے فیضان محترم سے انسانوں اور درختوں نے مدد طلب کی۔ آپ ہی تمام مخلوق کے (اصلی باپ) وجود میں آنے کا سبب اور (نگینہ) حق کی انگوٹھی ہیں۔

آپ حق کے ساتھ حق کی طرف بلانے والے ہیں۔ عالم موجودات کو آپ کے طفیل اذن ظہور ملا۔ فروغ ممکنات بھی آپ کے سبب ہوا۔ کیونکہ آپ ''ریاست لولاک'' کے والی ہیں۔

آپ عالم وجود کے قریب ترین اور تعلق مع اللہ کی جان ہیں آپ کے ساتھ سچی محبت سے بندے کو منہ مانگی مرادیں ملتی ہیں اور آپ کے نور کرن بار میں گم ہو جانے سے منزل وصال کی تکمیل ہوتی ہے۔

(آپ کی ذات وہ ہے) جنہیں نور مبین کہہ کر بلایا گیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(اس کے بعد) یہ ایک پاکیزہ رسالہ ہے۔ اور خوشگوار کلمات (کا مجموعہ ہے) حضور ﷺ کی روح مبارک کی توجہ کیلئے میں نے اسے جمع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ اسے حضور ﷺ کے ساتھ سچی نسبت اور آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں قبولیت عطا فرمائے۔

سکون و اضطراب میں آپ کی طرف رجوع اور ظاہر و باطن میں آپ کے ساتھ صدق و اخلاص (کی بھی التجا ہے)

یہ رسالہ ایک مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل ہے۔ مقدمہ آپ کی پاکیزہ شان اور عظیم مراتب (کے

بیان) کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

پہلی فصل

آپ کے خیال ہمایوں کے بیان میں اور کچھ خصہ اس طریق کی وضاحت میں ہے جو خداوند رحمٰن کی طرف لے جانے والا ہے۔

دوسری فصل

ان مشاہدات کے بیان میں ہے جو مولف کو ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو خوشخبری سنانے کے لیے۔

تیسری فصل

آپ کے بعض عمدہ ترین شمائل کے بیان میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا سوال ہے کہ اس (رسالہ) سے تمام اہل محبت اور مسلمان بھائی نفع اٹھائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے وہ بندے جن کو گلستان عدنان کے گل سرسبد (محمد ﷺ) سے نسبت غلامی حاصل ہو۔ کیونکہ اللہ ہی سیدھے راستے کی توفیق دینے والا ہے۔ اور ہدایت کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

مقدمہ: (اے مخاطب) جان لے اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں توفیق دے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں اپنی محبت سے محروم نہ کرے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اسی کی طرف حضور ﷺ نے اپنی حدیث میں یوں اشارہ کیا ہے کہ میں اللہ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔

اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّي...... (الحدیث)

تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے گواہی دی ہے کہ حضور ﷺ ہی اپنی پیدائش سے قبل انبیاء کی بلندئ درجات کا سبب عظیم ہیں۔

انبیاء نے اپنے اپنے عظیم ادوار میں آپ کی فضیلت و شرف کو (خوب) جان لیا۔ اور تمام نے آپ سے مدد طلب کی۔

آسمانوں پر تمام انبیاء کی امامت میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے آپ انبیاء کے قائد ہیں اور اولیاء کے صورتاً بھی اور معناً بھی ہر لحاظ سے ﷺ۔

جان لو کہ جب آپ ﷺ بارگاہ احدیت کی طرف اترے تو اس میں ان حقائق کے ساتھ ظاہر

ہوئے جس طرح کہ اسم کا ظہور مسمیٰ میں اور صفت کا ظہور موصوف میں ہو۔

وَفِیْ کُلِّ مَعْنٰی مِنْ مَعَانِیْ تِلْكَ الْکَمَالَاتِ الَّتِی لَا تَشِیْرُ بِحَقِیْقَتِھَا اِلَّا اِلَیْهِ وَتَدُلُّ سَهْوَتِیًا اِلَّا عَلَیْهِ

اور ان کمالات میں سے ہر ایک کا اشارہ آپ کی طرف ہی کیا جاتا ہے۔ اور ان کی حقیقت کی دلالت بھی آپ پر ہی صادق آتی ہے۔ اگر ان کمالات کا جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کوئی اور حق دار نکل آتا ہے۔ تو یہ بھی آپ کی مہربانی کی وجہ سے ہے۔ مثلاً اگر ہزار نبی اور ہزار ولی مطلقاً حقیقت نور یہ سے متصف ہو جائیں یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک بالکل نور بن جائے۔ تو پھر بھی نور کامل کا اطلاق آپ پر ہی ہوگا۔ اور یہ صفت نور آپ پر ہی منطبق ہوگی۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی کتاب مقدس میں نور کہا ہے آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو نور نہیں کہا اس میں راز یہ ہے کہ دیگر تمام انبیاء میں صفت نور ہے اور آپ بہ نفس نفیس حقیقت نور ہیں۔

اور جو خود حقیقت ہو اور جس نے حقیقت میں سے کچھ حاصل کیا ہو ان میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کر۔

فصل اول

اے میرے بھائی اللہ مجھے اور تمہیں (گستاخی سے) محفوظ رکھے جان لے کہ حضور ﷺ کی شریعت کی متابعت کے بغیر ذات محمدی (ﷺ) کی حقیقت کا دراک کسی کے بس میں بھی نہیں اور حقیقت محمدی ﷺ اور تصورات احمدی ﷺ کے راز پنہاں کی نقاب کشائی ممکن نہیں۔ بجز اس کے کہ (حضور ﷺ) کی نسبت کے بحر بیکراں میں غواصی کی جائے۔

جس طرح کہ مشائخ متقدمین میں سے کسی کامل نے کہا ہے کہ میں نے بحر (شریعت) میں غوطہ زنی کی تو تمام انبیاء کو اس بحر شرع مصطفوی (ﷺ) کے کنارے کھڑا پایا۔

اسی لئے جس نے بھی سنت محمدی ﷺ کو اپنے ظاہر و باطن میں طاری کر لیا تو گویا اس نے حقیقت محمدی ﷺ کے سمندر میں غوطہ زنی کی اور جس نے ہر لحاظ سے مکمل اتباع رسالت کو اپنایا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور ﷺ کی توجہ کے مطابق بہت ساری اشیاء سے اپنا دامن مراد بھر لیا۔

پس اے (عزیز) جب تجھے اس کا علم ہو گیا اور تو نے اس حقیقت کو جان لیا تو جناب رسالت مآب ﷺ کے حلقہ غلامی میں آجا۔

اور آپ کے در مبارک پر پڑے رہنے کو اپنا لے اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس بارگاہ سے یہ تعلق کیسے استوار ہو اور در مبارک پر حاضری کیسے لازم ہو تو ہم تمہیں کہتے ہیں کہ اس عظیم بارگاہ سے تعلق

کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی قسم

جناب نبوی ﷺ سے صوری تعلق اس کی پھر دو قسمیں ہیں پہلی قسم آپ کی مکمل اتباع و استقامت اختیار کرنا اس طرح کہ کتاب وسنت میں جو آپ نے حکم دیا اس پر ہمیشہ عمل کرنا زبان سے بھی عمل سے بھی اور اعتقاد سے بھی جن (اعمال وعقائد) کی تشریح ائمہ اربعہ الشافعی مالک، ابوحنیفہ، ابن حنبل رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔

کیونکہ اس پر علماء محققین کا اجماع ہے کہ یہ چاروں ائمہ حق ہیں اور انشاء اللہ روز حشر نجات پانے والا گروہ بھی یہی ہے۔

اتباع صوری میں کمال کامیابی یہ ہے کہ آدمی عزیمتوں پر عمل پیرا رہنے کا پختہ عزم کرلے اور رخصتوں کی تلاش میں نہ رہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عزیمت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف:35)

''صبر کیجئے (اے حبیب) جس طرح اوالعزم رسولوں نے صبر کیا''۔

اور اوالعزم رسولوں کا ذکر قرآن میں یوں آیا:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (شوریٰ:13)

حضور ﷺ ان میں پانچویں اور ان کے سردار ہیں۔

جو کامل اتباع کرنے کا خواہش مند ہے اسے چاہیے کہ عزائم الامور پر عمل کرے اور رخصتوں پر ہی نہ ٹھہرا رہے۔ کیونکہ یہ مقام اسلام ہے اور ہم تیرے لئے بھی وہی دعا کرتے ہیں۔ جو اپنے لئے مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مقامات قرب وصداقت پر فائز کرے۔ اور ان مقامات کے حصول کی شرط اولیں اتباع نبوی (ﷺ) ہے۔

عزیمتوں کو بجالانے میں

اور تو ان پر کما حقہ قادر نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ تو اپنے نفس اور اس کی شرارتوں اور علتوں کو پہچان لے۔ اور یہ عرفان ممکن نہیں اس شیخ کامل کے واسطہ کے بغیر جو اہل اللہ میں سے ہو جو ان تمام امور کی طرف تیری رہنمائی کرے اور تجھے پہچان کرائے ہر اس چیز کی جو تیرے لئے مناسب ہے ہر

زمانے میں سے خواہ اقوال ہوں یا احوال کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبی پاک ﷺ ابتدا میں غار حرا میں جا کر (آیات الٰہی میں) کثرت سے غور و فکر کرتے تھے۔ جب وہ زمانہ ختم ہوا اور کار نبوت عظیم ہو گیا تو آپ نے وہ (خاص طریقہ) غور و فکر ترک فرما دیا اور سارا سال اپنے غلاموں کے پاس رہ کر گزارتے۔ رمضان کے آخری دس دنوں کے علاوہ۔

جان لے کہ طالب (حقیقت) کیلئے مناسب چیز کی پہچان ممکن نہیں مرشد کامل کے وسیلہ کے بغیر جو اسے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرے۔

یا جذب الٰہی کے وسیلہ کے بغیر جو تیرے تمام پردے ہٹا دے ہم مجذوب کی بات نہیں کر تجھے ایسے شیخ کامل کی جستجو کرنی چاہیے جو تیرے نفس کو پہچان کر اللہ کی معرفت کی طرف تیری راہنمائی کرے۔

جب تو اس کے پاس پہنچ جائے تو اس کے (کسی بھی) حکم کی مخالفت نہ کر اور نہ ہی اس کے دروازے سے دور بھاگ اگرچہ آزمائشیں تیرا انگ انگ توڑ دیں۔

اور اس کی نافرمانی سے بچ اور اس سے بھی بچ کہ تو اپنے معاملہ میں اس سے کوئی چیز چھپائے۔

اور اگر تقدیر الٰہی میں تیرے لئے کوئی معصیت ہو تو چاہیے کہ تو وہ بھی اپنے شیخ پر پیش کر دے تاکہ وہ اس تقدیر کو ٹالنے میں کوشش کرے تیرے معاملہ میں جو وہ جانتا ہے تیری (معصیت کا) مداوا کرتے ہوئے۔

یا (بارگاہ الٰہی میں) تیری سفارش کر کے یا تیرے حق میں التجا کر کے تاکہ تجھ سے اس لغزش کا ضرر زائل کر دیا جائے۔

اگر اہل اللہ میں سے کسی کے پاس تیری حاضری نہ ہو سکے تو ان کے طریقوں پر عمل کرنا شروع کر دے۔

اور چار چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہچاننے والے راستہ کا نچوڑ ہیں۔

(۱) دنیا و آخرت میں ماسویٰ اللہ کی طرف میلان سے دل کا خالی ہونا۔

(۲) کامل توجہ صدق اور ایسی محبت کے ساتھ جو تمام علتوں سے پاک ہو جس میں کوئی فتور نہ ہو اللہ کی طرف توجہ کرنا نہ (غیر کی طرف) التفات ہو نہ اکتاہٹ اور نہ ہی طلب جزا کی ہوس ہو۔

(۳) ہمیشہ نفس کی مخالفت کرنا ان تمام امور میں جن کی تجھے طلب ہو خواہ ان کا تعلق دنیوی مصلحتوں سے ہو یا اخروی مصلحتوں سے۔

اور نفس کی سب سے بڑی مخالفتوں میں سے ترک ماسویٰ اللہ ہے۔ خواہ وہ دل میں جاگزیں ہو یا اس کا اعتقاد ہو یا علم۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کو پیش نظر رکھ کر ذکر الٰہی پر دوام اختیار کرنا خواہ دل ذکر کرے یا زبان یا روح یا باطن یا یہ تمام چیزیں (ذکر کریں)

اس سلسلہ میں علماء عاملین، مشائخ، متقدمین اور اولیاء صالحین نے خوب بحث کی ہے اور اپنی کتب میں اس کی وضاحت کی ہے ہمیں چاہیے کہ اس رسی کو تھام لیں اور ہم اس مختصر بیان پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

اور ہمیں چاہیے کہ ہم اس چیز کی طرف رجوع کریں جو ہماری اصلاح کردے اور وہ تصور ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تصور اور تصدیق والوں میں سے بنائے۔

الثانی

کہ تو حضور ﷺ کی اتباع کرے شدت محبت کے ساتھ یہاں تک تو اپنے پورے وجود میں آپ کی محبت کی چاشنی محسوس کرے۔

تیسری قسم

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے معنوی تعلق کے بیان میں اس کی دو قسمیں ہیں۔

الاول

اے میرے بھائی آگاہ ہو جا اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے حضور ﷺ کی صورت نگاہوں کے سامنے لانے کی توفیق اور اس (حالت استحضار) میں آپ کے ادب کی توفیق دے اس حال میں کہ آپ کی تعظیم اور آپ کا رعب و ہیبت ہمیں ملحوظ ہو۔

اور اگر اس طرح نہ کر سکے تو اپنی نگاہوں کے سامنے آپ کی وہ صورت لا جو تو نے خواب میں دیکھی ہو۔ اور اگر خواب میں بھی یہ سعادت نہ ملی ہو تو آپ کا ذکر اپنا لے اور آپ کا ذکر کرتے ہوئے یہ خیال کر کہ گویا تو آپ کے سامنے موجود ہے۔ اور حالت ادب میں آپ کا رعب و ہیبت اور تعظیم و حیا تیرے پیش نظر ہے۔

کیونکہ حضور ﷺ تمہیں دیکھتے ہیں اور جب بھی تو آپ کا ذکر کرتا ہے۔ سنتے ہیں۔ کیونکہ آپ صفات الٰہی سے متصف ہیں اور اللہ اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوتا ہے۔ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ، وَتَعَالٰی جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَهٗ۔

اور ان صفات میں سے نبی کریم ﷺ کو کثیر حصہ عطا کیا گیا ہے۔

آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہیں۔

الثانی

تعلق معنوی کی دوسری قسم !اس حقیقت کاملہ کو نگاہوں کے سامنے لا جو اوصاف کمال سے متصف ہو اور جلال و جمال سے مزین بھی ہو اور بزرگ و برتر خالق کے اوصاف سے آراستہ بھی اور ذات الٰہی کے نور سے روشن بھی ہو۔

اگر تو ایسا نہ کر سکے تو یاد رکھ کہ آپ ﷺ روح کلی ہیں قدیم و جدید حقائق وجود کی دونوں اطراف کو قائم رکھنے والے ہیں۔

اور آپ ذات و صفات دونوں کے اعتبار سے ہر ایک شے کی حقیقت ہیں۔ کیونکہ آپ نور ذات سے پیدا کئے گئے ہیں۔

اور ذات کے اوصاف افعال آثار اور موثرات کے جامع ہیں۔ ظاہری اور باطنی طور پر آپ کے بارے میں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم:9-8)

آپ ﷺ درمیانی واسطہ ہیں حقیقت حق اور حقائق مخلوقات میں

اسی وجہ سے شب معراج آپ کا مقام عرش سے بھی اوپر تھا اور تجھے علم ہے کہ عرش عالم مخلوقات کی انتہا ہے۔ کیونکہ عرش سے آگے کوئی مخلوق نہیں۔

جب آپ عرش پر براجمان ہوئے تو تمام مخلوقات آپکے نیچے رہ گئیں اور آپ کا رب آپ کے اوپر تھا تو آپ معنوی طور پر (عبد و معبود کے درمیان) واسطہ بن گئے کیونکہ آپ حق کی وجہ سے موجود تھے اور مخلوق آپ کی وجہ سے۔

پس آپ متصف ہیں دونوں صفات سے دونوں طریقوں سے صورت و معنی اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے جس طرح کہ آپ نے خود فرمایا ''اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّی''۔

اور جو کچھ میں نے تیرے لئے بیان کیا ہے جب تجھے اس کا علم ہو جائے گا تو اس کمال محمدی (ﷺ) کا تصور تیرے لئے آسان ہو جائے گا۔ (انشاء اللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس صاف ستھرے چشمہ سے شاد کام کرے۔ اور ہر اس شخص کو جو آپ کا پیروکار ہو اہل صفا و فا میں سے جو کہ قبر مصطفیٰ ﷺ کا نظارہ کرنے والے ہوں اور اس قبر پاک کی امان میں آنے والے ہوں۔

کہ ہر عالم کے مناسب حال حقیقت محمدیہ کا ظہور ہوتا ہے عالم اجسام میں آپ کا ظہور عالم ارواح

کی طرح نہیں ہوتا۔ کیونکہ عالم اجسام تنگ ہے اس میں اتنی وسعت نہیں جتنی وسعت عالم ارواح میں ہے اور عالم ارواح میں آپ ﷺ کا ظہور عالم معنی میں ظہور کی طرح نہیں۔ کیونکہ عالم معنی عالم ارواح سے زیادہ لطیف اور وسیع ہے۔

اور زمین میں آپ کا ظہور آسمان میں ظہور کی طرح نہیں۔

اور عالم سماء میں آپ ﷺ کا ظہور یمین عرش (عرش کی دائیں جانب میں) ظہور کی طرح نہیں۔
اور یمین عرش میں ظہور بارگاہ الٰہی میں ظہور کی طرح نہیں کیونکہ وہ جہان این اور کیف سے پاک ہے۔

اور ہر اعلیٰ مقام میں آپ ﷺ کا ظہور پہلے مقام کی نسبت اکمل و اتم ہوتا ہے۔
انبیاء، ملائکہ اور اولیاء میں سے کوئی بھی طاقت نہیں رکھتا کہ آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھ سکے اور یہی آپ کے اس ارشاد کا معنی ہے۔

لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ

میرا بارگاہ الٰہی میں ایک خاص وقت ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور بنی مرسل بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

پس اے میرے بھائی اپنی ہمتوں کو بلند کرتا کہ تو آپ ﷺ کو اعلیٰ مظاہر میں اور بلند منازل میں کیونکہ آپ تو ''آپ'' ہیں فَاِنَّمَا هُوَ هُوَ۔ اس اشارے کو سمجھ جا۔
اور اے میرے دوست میں تمہیں تاکید کرتا ہوں ہمیشہ آپ کی صورت و معنی کو پیش نظر رکھ اور اگر ابتداء میں استحضار (صورت) تیرے لئے مشکل ہو تو بالکل قریب سے اپنی روح کو ان سے مانوس کر لے کملی والا ظاہری حالت میں تیرے پاس تشریف لائے گا تو ان کو دیکھے گا ان سے باتیں کرے گا ان سے سوال کرے گا اور ان سے مخاطب ہوا تو وہ تمہیں جواب بھی دیں گے۔ تیرے ساتھ کلام بھی کریں گے اور تجھ سے مخاطب بھی ہوں گے تو تو منزل صحابیت پالے گا اور صحابہ کے ساتھ مل جائے گا۔ (انشاء اللہ)
حضور ﷺ نے فرمایا:

اَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً اَقْرَبُكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

''تم میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا قیامت کے دن میرے زیادہ قریب ہوگا''۔
اور کثرت صلاۃ و سلام روحانی طور پر اسے عشق کا فائدہ دیتا ہے۔ جس سے محبت میں فراوانی ہوتی ہے۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کا ذکر نصیب ہوتا ہے اسی وجہ سے (امتی) آپ ﷺ کے قریب ہو جاتا ہے اور آپ کے (پاس رہتا ہے اور اس کا حشر بھی آپ کے ساتھ ہی ہوگا)۔

اور جب زبان کے ساتھ آپ پر سلام کا یہ ثمر ہے تو دل روح اور باطن سے آپ پر صلوٰۃ سلام کا صلہ کیا ہوگا۔

(ایسا غلام تو) بارگاہ ایزدی میں بھی آپ کے ہمراہ ہوگا کیوکہ ظاہری عمل صلاۃ وسلام کا صلہ منزل محسوس، جنت ہے تو باطنی عمل، آپ سے غایت تعلق اور (سچی) توجہ اور ہمہ وقت آپ کی صورت وخیال کا پیش نگاہ رہنا اس کا انعام تو اللہ کے ہاں مقعد صدق میں نزول ہے۔ جہاں این اور کیف (کے تکلفات) نہیں ہیں۔

اشارہ سمجھ تا کہ بشارت پا سکے

خوب جان لے کہ جب ولی کامل کی معرفت الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے تو ذکر الٰہی کے وقت وجود ولی پر سکون ہو جاتا ہے۔ اور جب معرفت رسالت میں اضافہ ہوتا ہے تو ذکر نبی ﷺ کے وقت ولی کے وجود میں اضطراب پیدا ہوتا ہے اور بے کلی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ ولی کیلئے معرفت ربانی ولی کی قابلیت اور اللہ سے محبت کے مطابق ہوتی ہے اور معرفت رسالت معرفت الٰہی سے نبی ﷺ کی صلاحیت وقابلیت کے مطابق ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ "ولی" تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے وقت اضطراب کو سہار نہیں سکتا۔

اور جب بھی ولی معرفت نبوت میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تو وہ دوسروں سے زیادہ کامل ہو جاتا ہے اور بارگاہ الٰہی اور اللہ کی معرفت میں پہلے سے زیادہ حاضر بارگاہ ہو جاتا ہے۔

بشارت

سن لو اے اہل بشارت، یہ بات خصائص نبوت میں سے ہے کہ ہر ولی جب آپ کا دیدار کرتا ہے اس حال میں کہ آپ تجلیات ربانی میں کوئی خلعت کمال زیب تن کئے ہوئے ہوں تو آپ ﷺ وہ خلعت نور اس ولی کو عطا فرما دیتے ہیں اور یہ خلعت حضور ﷺ کی طرف سے اس ولی کیلئے تحفہ ہوتی ہے۔

اگر وہ ولی صاحب ظرف ہو تو دنیا میں اس خلعت کو زیب تن کر لیتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو یہ خلعت بارگاہ رب العزت میں اس کیلئے ذخیرہ کر دی جاتی ہے۔ جب اس کی استعداد قوی ہو جاتی ہے تو وہ اس خلعت کو پہنتا ہے۔ خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

جس کو یہ خلعت فاخرہ نصیب ہو جاتی ہے اور وہ اسے دنیا یا آخرت میں پہن لیتا ہے یہ فتوت (جوانمردی) بارگاہ رسالت کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ بعد ازیں کوئی شخص بھی اس ولی کی زیارت

کرے جب وہ خلعت نبویہ سجائے تجلیات الٰہی میں غوطہ زن ہو تو ولی اس خلعت مبارکہ کو اتارتا ہے۔ اور اس زائر ثانی کو نبی رحمت ﷺ کی طرف سے تحفہ دے دیتا ہے۔ اور بارگاہ محمدی (ﷺ) سے اس ولی کیلئے نئی خلعت آجاتی ہے۔ جو پہلی سے بیش قدر ہوتی ہے یہ حضور ﷺ کی طرف سے خلعت صدقہ کرنے کے عوض ہوتی ہے اس طرح یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ یہ سخاوت وفیاضی تا ابد حضور ﷺ کی پاکیزہ (فطرت) کی عادت مبارکہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو بھی آپ کی زیارت کرے۔

ہاں ایک اور کیفیت ہے اور وہ یہ کہ تو ملاحظہ کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے کائنات کو معمور کر دیا ہے اور آپ خالص نور ہیں اور تو اس بحر نور میں چشم ظاہر بند کئے ہوئے اور چشم بصیرت وا کئے ہوئے غوطہ زن ہے۔ جب اس نور میں تمہیں محویت اور اپنی ذات سے غیاب حاصل ہو جائے گا تو تو صفت فناء سے متصف ہو جائے گا اور جس کو فنافی الرسول (ﷺ) کا مقام حاصل ہو جائے گا تو وہ آپ کی محبت کی لذت محسوس کر سکے گا۔ اور یہ تعلق صوری کی ایک قسم ہے۔

اس کی کیفیت یہ ہے کہ تو کمال شوق ومحبت سے آپ کی اتباع کرے یہاں تک کہ تو اپنے وجود میں آپ کی محبت کی چاشنی محسوس کرے۔ (مصنف فرماتے ہیں) خدا کی قسم میں اپنے قلب وروح اپنے جسم بال اور کھال میں آپ کی محبت کا اس طرح ذائقہ پاتا ہوں جس طرح کہ سخت گرمی میں شدید پیاس کے وقت ٹھنڈا اور شیریں پانی پینے سے ذائقہ پاتا ہوں۔

اور بے شک آپ ﷺ کی محبت ہر ایک پر فرض عین ہے کیونکہ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب:6) وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَنْ يُؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ"

"تم میں سے کوئی بھی مومن (کامل) نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے محبوب تر نہ ہو جاؤں اس کی جان سے اس کے مال سے اس کے باپ سے اور اس (کی) اولاد سے"۔

اور اگر وہ محبت جو میں نے تیرے لئے بیان کی ہے تو نہ پا سکے تو جان لے کہ ابھی تک تو ناقص الایمان ہے۔

پس (اس نقصان پر) اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر اس کے حضور آہ وزاری کر اور اپنے گناہوں سے معافی مانگ۔

اور ہمہ وقت ذکر نبی ﷺ میں مشغول رہ اور آپ کی بارگاہ میں باادب رہ آپ کے اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کا شیدائی بن جا۔ (اس طرح شاید تو محبت نبی ﷺ حاصل کر لے اور تیرا حشر اپنے آقا کے ہمراہ ہو۔)

کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "آدمی جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسی کیساتھ ہوتا ہے"۔

جی ہاں جب تجھے ذات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں فنا ہونا نصیب ہو جائے تو یہی فناء تمہیں فناء ہونے سے بھی بچا لے گا۔ اور وہ مقام محمود ہے بس اس وقت نور سے ظاہر ہونے والی صورت کے فیضان کا تو سامنا کرے گا اور اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ جونہی تو کریم نبی ﷺ کی طرف توجہ کرے گا تو تو دیکھے گا کہ حضور ﷺ اپنی ذات کی طرف متوجہ ہیں۔ جب تو درود پڑھے گا تو تو دیکھے گا کہ حضور ﷺ درود پڑھ رہے ہیں نہ کہ تو کیونکہ تمام اشیاء آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور ذرات جہاں میں سے ہر ذرے میں کچھ حصہ آپ کے نور کا ہے۔

اپنے وجود کی مقدار کے مطابق اس میں کچھ حصہ ظاہر ہوگا

وَاَنْتَ بِشَیْءٍ مِنْ جُمْلَةِ الْاَشْیَاءِ "اور تو بھی تو تمام اشیاء میں سے ایک شے ہے"۔

اور تیرے اندر بھی نبی پاک ﷺ کا راز پنہاں (سر) موجود ہے۔ پس ان کی طرف متوجہ ہو۔ وہی راز پنہاں جو تیرے اندر چھپا ہوا ہے وہ تجھ پر غالب آتا جائے گا یہ راز حضور ﷺ کی طرف تیری توجہ کی مقدار کے مطابق عیاں ہوگا (جتنی توجہ زیادہ ہوگی اتنا ہی اس مخفی بھید کو غلبہ حاصل ہوگا)

اسی طرح تو ایک (ادنی) مقام سے دوسرے (اعلیٰ مقام کی طرف بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مقام بقا بمصطفی ﷺ پر فائز فرما دے گا۔ اس وقت تو ایسا انسان کامل بن جائے گا جو حقیقت محمدیہ ﷺ کا وارث اور کمالات احمدیہ ﷺ کا جامع ہوگا۔

پس شکر ادا کر اس رب ذوالجلال کا جس نے تیرے اوپر نعمتیں کیں اور تجھ پر عنایات کیں اور مقام عبودیت کا طالب بندہ بن جا جو احدیت کے سمندروں کا غواص بھی ہو اور واحدیت کے تصرفات کا عارف بھی اور قابل صد ستائش سیرت کا مالک بھی جس طرح سید المرسلین ﷺ کا فرمان ہے میرے مولا مجھے اپنی ذات میں (تفکر کے بعد) حیران ہونے کے اعتبار سے ترقی عطا کر جب تک آسمان اپنے رب کے حکم سے قائم رہیں۔ (یعنی تا قیام قیامت)

دوسری فصل

بعض مشاہدات کے بیان میں جن سے حضور ﷺ کے بعض غلاموں کو نوازا گیا۔

مشہد اول یہ ان مشاہدات پر مشتمل ہے جو حضور ﷺ کے بعض خدام کو حاصل ہوئے حدیث صحیح ہے۔ جو جگہ حضور ﷺ کی قبر مبارک اور منبر پاک کے درمیان ہے۔ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کا ہم نے بالکل اس طرح مشاہدہ کیا ہے جب آدمی وہاں بحر نور میں ڈوب کر درود پڑھے۔

اور جب آدمی آپ کی روح مبارک کے جوہر کے ساتھ مانوس ہو کر سلام عرض کرے تو اللہ اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور وہ عارف غواص جس کی معرفت بھی کامل ہو اور ہمت بھی بلند ہو۔ اس پر مہربانیوں کی انتہا نہیں رہتی۔

مشہد ثانی

مصنف فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی خاص نظر دیکھی گویا ''لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ'' کا معنی سمجھ لیا۔ اس نظر کا مجھے شوق ہوا اور بہت زیادہ تعجب بھی اور میں سرکار ﷺ کے دامن کرم سے لپٹ گیا اس وقت میری حالت ایسی تھی جیسی جوہر کیساتھ عرض کی۔

مشہد ثالث

میں نے دیکھا (ارادہ کیا) کہ میں علما حدیث کے وسیلہ سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں سوال کروں کہ میرا اشمار بھی محدثین میں سے ہو اور مجھے علم حدیث حاصل ہو اور لوگوں کو اس کا علم حفظ کرانے کی توفیق مل جائے تا کہ میں عروہ وثقی بن جاؤں اور ایسی لمبی رسی بن جاؤں جو کبھی ٹوٹ نہ سکے پس تیرے لئے کافی ہے کہ تو محدث بن جائے یا کسی محدث کے تسامحات کی نشاندھی کرنے والا۔ ان دو کے علاوہ کسی میں کوئی بھلائی نہیں۔

مشہد رابع

اس واقعہ کے بارے میں جو قبر شریف اور منبر پاک کے درمیان نور کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوا اس حال میں کہ سورج بلند ہو چکا تھا۔ اور میں سنگ مرمر کے چوکور احاطہ میں بیٹھا ہوا تھا اس منبر پاک کے سامنے جو مبلغین کی نماز کیلئے بنایا گیا تھا اور میرے سامنے کتاب بخاری شریف اپنی معروف (ظاہری) شکل میں نہیں بلکہ (حروف نور سے مکتوب) نگاہوں کے سامنے تھی جس کی صفت بیان کرنا ممکن نہیں اور اسی طرح اس کی لکھائی بھی بے مثال تھی۔

اس کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ وہ قلم قدرت سے لکھی ہوئی ایک عظیم تحریر تھی۔ میں (حد درجہ) متعجب ہوا اور اس میں غور وفکر شروع کر دیا۔ دفعتہً ایک نور نے مجھے ڈھانپ لیا۔ (جب میں نے اس کا مشاہدہ کیا) تو وہ حقیقت محمدیہ اور نور احمدی (ﷺ) تھا جو ظاہر ہوا۔ اس وقت میں نے صورت نور کو دیکھا اور اس نور سے محمد ﷺ کی صورت پاک کو دیکھا (اس نعمت عظمیٰ پر) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اسی کا احسان ہے۔

مذکورہ واقعہ سے بیداری کے بعد مدت دراز تک شب و روز وہ من موہنی صورت میرے پیش نظر

رہی اور کبھی غائب نہ ہوئی۔

تیسری فصل

آپ کے شمائل اور صوری کمال کے بیان میں جو عنداللہ آپکے عالی مرتبہ ہونے کے گواہ ہیں اور یہ کمال تین قسموں میں تقسیم ہے۔

اول

وہ کمالات جو آپ کی ذات پاک میں ہیں

دوم

وہ کمالات جو آپ کے افعال مبارکہ میں ہیں جس طرح کہ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ۔

سوم

وہ کمالات جو آپ کے اقوال مبارکہ میں ہیں، جس طرح کہ کلمات طیبات اور ان سے (لوگوں کا) ہدایت پانا وغیرہ۔

پہلی قسم ذات مصطفیٰ ﷺ

آپ ﷺ کی ذات پاک (شخصیت) تمام ذاتوں سے خوبصورت، تمام سے مکمل تمام سے بہتر تمام سے پاکیزہ تر اور روشن ترین ذات ہے۔

آپ کی صورت تمام صورتوں سے حسین، اعلیٰ اور مقدس ترین ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ یوسف علیہ السلام سے زیادہ خوش شکل تھے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں یوں مذکور ہے کہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے بستر پاک پر اندھیری رات میں بیٹھی تھیں۔ ان کے ہاتھ سے سوئی زمین پر گر گئی تو انہوں نے حضور ﷺ کے چہرہ والضحیٰ کے نور میں اسے تلاش کیا تو آپ کی جبین سعادت کی روشنی کی وجہ سے اسے دیکھ کر اٹھالیا۔

حدیث پاک میں حضرت ھند بن ابی ھالۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بڑی شان والے عظیم المرتبہ تھے۔ آپ کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ میانہ قد والے سے قدرے لمبے اور زیادہ لمبے قد والے سے قدرے کم قد والے تھے۔ سر مبارک بڑا تھا۔

بال مبارک خمدار تھے۔ اگر سر کی مانگ خود بخود نکل آتی تو برقرار رکھتے ورنہ خود نہ نکالتے۔ آپ کے بال مبارک کانوں کی لو سے نیچے آجاتے۔

آپ کی رنگت چمکدار، اور پیشانی کشادہ تھی۔ ابروئے پاک خمدار، باریک، گھنے اور جدا جدا تھے۔ ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو بوقت غصہ سرخ ہو جاتی تھی۔

آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی بہت خوبصورت اور روشن تھی۔ غور سے نہ دیکھنے والا آپ کی بینی مبارک کو بلند خیال کرتا۔

داڑھی مبارک گھنی عارض تاباں نرم و ہموار تھے۔ دہن اقدس کشادہ، دندان پاک کے درمیان کشادگی تھی۔ سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی باریک لکیر تھی۔

آپ ﷺ کی گردن گویا گڑیا کی گردن تھی۔ چاندی کی طرح صاف، اعضاء مبارکہ پر گوشت اور مضبوط تھے۔

بطن پاک اور سینہ اقدس ہموار تھے۔ سینہ مبارک کشادہ اور دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

آپ کے جوڑ مضبوط، بدن کا کھلا رہنے والا حصہ روشن تھا۔

سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کا باریک خط تھا۔ اس لکیر کے علاوہ سینۂ اقدس اور پیٹ بالوں سے خالی تھے۔ کلائیوں کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر کچھ بال تھے۔ آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کھلی تھیں ہتھیلیاں اور قدمین شریفین پر گوشت تھے۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں بقدر اعتدال لمبی تھیں۔ پاؤں کے تلوے کچھ گہرے تھے۔ اوران پر پانی نہیں رکتا تھا۔

جب چلتے تو قوت کے ساتھ چلتے جھک کر پاؤں اٹھاتے اور آہستہ آہستہ کھلے قدم چلتے، چلتے وقت یوں لگتا جیسے بلندی سے اتر رہے ہیں۔ (ﷺ)

جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو مکمل توجہ اس کی طرف فرماتے آپ ﷺ نظریں جھکائے رکھتے۔ اکثر آنکھ کے کنارے سے دیکھتے۔ پہلے اپنے اصحاب کو روانہ فرماتے بعد میں خود تشریف لے جاتے۔ جب کسی سے ملتے تو سلام میں پہل فرماتے (خطا کارامت کی وجہ سے) کبھی راحت نصیب نہ ہوئی۔ اکثر خاموش رہتے۔ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے۔ از ابتداء تا انتہا گفتگو جچی تلی ہوتی۔ کلام انتہائی جامع ہوتا جو غیر ضروری الفاظ سے پاک ہوتا۔

ہر بات صاف اور واضح ہوتی۔ نہ سخت مزاج تھے۔ نہ کسی کی تذلیل کرتے نعمت کی قدر کرتے اگر تھوڑی ہوتی تب بھی اسے زیادہ سمجھتے۔

کسی کی مذمت نہ کرتے، کھانے کی چیزوں کی برائی نہ بیان کرتے۔ اپنی ذات کیلئے غصہ نہ فرماتے مگر جب کوئی حق سے منہ موڑتا تو آپ کے غصے کی تاب لانا مشکل ہو جاتا۔ اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام نہ لیتے۔

جب کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی سے اشارہ فرماتے۔ اور جب کسی چیز پر اظہار تعجب فرماتے تو ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے رخِ انور پھیر لیتے۔ اور جب خوش ہوتے تو نگاہیں جھکا لیتے۔ آپ کی ہنسی تبسم سے زیادہ نہ ہوتی اور بوقت تبسم دندان مبارک اولوں کی طرح (سفید) چمکدار نظر آتے۔

آپ کی صفات جسمانیہ کے متعلق یہ حدیث انتہائی جامع ہے اہل فراست فرماتے ہیں کہ آپ ازروئے صورت و تخلیق اکمل ترین ہیں کیونکہ آپ موجود اول ہیں۔ اس لئے کمال جمال، جلال اور دلکشی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اور جو کوئی آپ کے بعد تخلیق کیا گیا وہ دوسروں کی نسبت زیادہ کامل تھا۔

تنبیہ: اے سالک راہ محبت اس صورت مکرم و مطہر کا ذکر میں نے تیرے سامنے اس لئے کیا ہے کہ تو اپنی آنکھوں میں ہمیشہ تصور محبوب باندھے رکھے اور ہر لمحہ (اس صورت پاک) کو دیکھتا رہے یہاں تک کہ یہ تیری عادت بن جائے اور تو ان کے ساتھ رہنے والے کے مقام پر فائز ہو جائے اور عظیم خوش بختی کا حقدار بن جائے اور ان کے صحابہ کے ساتھ مل جائے۔

(جو میں نے تمہیں بتایا ہے) اس پر اگر ہمیشہ عمل نہ کر سکے تو آپ ﷺ پر صلاۃ و سلام پڑھتے ہوئے اس صورت پاک کا تصور کرنا ہی کیا کم ہے؟

دوسری قسم

آپ کے اعمال کے بارے میں آپ کے من بھاتے اعمال اور پاکیزہ احوال سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور کائنات ان کے حسن کی گواہ ہے۔

اور تیرے لئے کافی ہے ایک مرد جلیل کہ سارے جہاں (کی نیکیاں) اس کے میزان میں ہیں۔

کیونکہ وہ ایسی ذات پاک ہے۔ جنہوں نے راہ ہدایت کی بنیاد (خود) رکھی ہے۔

مخلوق کو گمراہی سے نکالا ہے۔ حلال و حرام کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ نماز و روزہ اور کائنات میں پائی جانے والی ہر نیکی بیان کی ہے۔

اور جس نے قیامت تک کوئی بھی نیک کام کیا تو اس کا اجر حضور ﷺ کو ملے گا پس آپ ﷺ کے میزان میں تمام مخلوق کا اجر ہے۔ بلکہ یہ سب آپ کے بحر بے کراں کا ایک قطرہ بھی نہیں کیونکہ آپ ہی اصل (کائنات) ہیں اور باقی فروعات ہیں۔

آپ کے تمام اعمال اور خوبصورت اقوال و احوال جو کہ فصل بہار کے روشن سورج سے بھی چمکدار ہیں۔

تیسری قسم

آپ ﷺ کے اقوال سے آپ کے محاسن اعمال کی جھلک نظر آتی ہے ان کے (بیان میں) اس قسم میں طوالت کی ضرورت نہیں کیونکہ تمام اسلامی کتب کا دامن (احادیث) سے مالا مال ہے۔ جو تیرے لئے کافی ہے آپ کی حدیث کی یہی عظمت کافی کہ آپ کے کلام پاک کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ

کہ وہ ایک کریم پیامبر کا قول ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم)

آپ کے اقوال میں سے جس کلمہ کو بھی دیکھیں تو اس میں خوبیوں کا ایک سمندر موجزن ہے ہر پہلو اور ہر حقیقت کے اعتبار سے وہ درخشاں ہے کیونکہ مخلوق کی ہدایت آپ کی حدیث کی مرہون منت ہے۔ کوئی بھلائی ایسی نہیں جس کی طرف آپ نے مخلوق کی رہنمائی نہ کی ہو۔ کوئی فضیلت ایسی نہیں جس سے آپ نے آگاہ نہ کیا ہو۔ اسی وجہ سے ختم نبوت ورسالت کا تاج آپ کے سر اقدس پر سجایا گیا ہے۔

کیونکہ آپ نے ہر چھوٹی اور بڑی چیز سے اپنے غلاموں کو آگاہ کیا۔ اور اپنے نور سے ہر راہ منور کر دی ہے۔ خلق کو آپ کے سوا کسی رہنما کی ضرورت نہیں۔

آپ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ تمام انبیاء سے اول نبی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور گارے کے مراحل میں تھے بلکہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب نہ آدم تھے۔ نہ پانی اور نہ مٹی اللہ تعالیٰ آپ کے شرف وکرامت میں اضافہ فرمائے۔

"ﷺ" (آمین)

الامام الکبیر الشہیر ابوالحسن الکبری المصری المتوفی سنۃ ۹۵۲ والد سیدی محمد الکبری الکبیر رضی اللہ عنہما

ذیل میں ان کے جواہر سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے ان کی کتاب کا نام ہے ”عقد الجواہر فی الصلاۃ علی خیر البریۃ“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے رسول ﷺ کو قیامت کے قریب ہدایت اور دین حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اور اپنی کتاب میں آپ کو سراج منیر (روشن چراغ) کہا ہے۔

اور آپ ﷺ کی ذات پر سلسلہ نبوت ختم کیا ہے۔ اور آپ کو اہل تقویٰ کا امام اور روشن چہروں اور چمکتی نشانیوں والوں کا قائدہ بنایا ہے میں آپ کی تعریف کر رہا ہوں کیونکہ آپ پر درود میں عذاب سے نجات رکھی گئی ہے۔ اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ اس میں گناہوں سے خلاصی رکھی گئی ہے اور اہل شعور کیلئے رحمت ہے۔

وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ اللّٰهُ الْقَدِيْرُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْبَشِيْرُ النَّذِيْرُ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْاَجْرِ الْكَثِيْرِ۔

آپ پر لامتناہی سلام ہوں جب تک قلم لکھتے اور منہ بولتے رہیں اما بعد اس پاکیزہ کتاب میں میں نے چالیس احادیث رسول اللہ ﷺ ذکر کی ہیں اور ہر ایک حدیث کو اس کے معتبر راوی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس کے معانی اور لغوی مبہمات کو بھی بیان کیا ہے۔ اور جہاں مقصود تھا۔ وہاں صاف ستھرا استنباط بھی کیا ہے۔ رب معبود کی بارگاہ سے ثواب کا امیدوار ہوں اور اس کا نام عِقْدُ الْجَوَاهِرِ الْبَهِيَّةِ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ رکھا ہے۔

جہاں مطلق احادیث ذکر کی ہیں۔ وہ میری اپنی (روایت کردہ) ہیں۔ اور دوسرے محدثین کی روایات کو ”قِيْلَ اور قَالُوْا“ کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ رب العالمین کی بارگاہ میں اس کتاب سے اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے نفع کی امید رکھتا ہوں اور اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارا حشر

حضور ﷺ کے گروہ میں سے کرے اور جنت میں مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے۔ وہی اس کا مالک اور وہی اس پر قادر ہے تمام امور میں اسی کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے۔

وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

پہلی حدیث

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً۔

(رواہ ابوداؤد و مسلم وغیرہما)

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھے گا۔ (اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا)"۔

صلاۃ کا لغوی معنی دعا ہے۔ ازہری نے کہا ہے کہ جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا معنی رحمت ہوگا اس وقت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحم فرمائے گا یا دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

لفظ صلاۃ ملائکہ کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی استغفار ہوگا۔ اور انسانوں کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی دعا اور عاجزی ہوگا۔

امام بغوی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آیت

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ...... (الخ) (احزاب:56)

میں صلاۃ سے مراد اِنَّ اللّٰهَ يَرْحَمُ النَّبِیَّ وَالْمَلَائِكَةَ يَدْعُوْنَ لَهٗ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے آپ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یصلون کا معنی ہے برکتیں نازل کرنا، وَعَنْ ابن عباس رضی اللہ عنهما يُصَلُّوْنَ يَعْنِىْ يَتَبَرَّكُوْنَ۔

ابن عالیہ نے کہا ہے کہ صلاۃ اللہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کی نعت بیان کرنا ملائکہ کے ہجوم میں اور صلاۃ الملائکہ سے مراد دعا ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث دوم

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا جس کے پاس میرا ذکر ہوا سے

چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے اور جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے دس رحمتیں بھیجے گا۔ ایک اور روایت میں ہے جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس گناہ معاف فرمادے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ اسے احمد ونسائی نے روایت کیا ہے۔ اور الفاظ احمد کے ہیں۔

قَوْلُهٗ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ کا معنی ہے کہ آپ کا نام مبارک آپ کی صفت آپ کی کنیت یا آپ کے متعلق معجزات کا بیان ہو (وہ بھی آپ کا ہی ذکر ہوتا ہے) قولہ صلاۃ واحدۃ یہ الفاظ تاکید کیلئے بڑھائے ہیں۔ قولہ فلیصل۔

اس میں لام امر کیلئے ہے اور یہاں وجوب کیلئے ہے اور ایک قول ندب کا بھی ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ کے وجوب میں بہت سے اقوال ہیں پہلا قول ہے کہ ہر نماز میں درود واجب ہے۔ دوسرا قول ہے کہ مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ درود واجب ہے۔ تیسرا قول ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر پاک ہو درود پڑھنا واجب ہے اس قول کی تائید کیلئے اسی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے امام حلیمی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔

چوتھا قول

ہر مجلس میں درود پاک واجب ہے۔ اس کی دلیل عنقریب آئے گی۔

پانچواں قول

ہر دعا کے اول و آخر درود شریف واجب ہے۔ حدیث طبرانی سے اس پر استدلال کیا گیا ہے اس کے الفاظ ہیں۔

لَا تَجْعَلُوْنِیْ لِقَدَحِ الرَّاکِبِ اِجْعَلُوْنِیْ فِیْ اَوَّلِ الدُّعَا وَوَسَطِهٖ وَآخِرِهٖ

اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ قدح ف کی زیر اور ح کے زبر کے ساتھ حدیث کا معنی ہے کہ میرے ذکر کو (باقی تمام باتوں کے بعد) موخر نہ کرو۔ کیونکہ سوار باقی چیزوں کے بعد آخر میں اپنا پیالہ بھی سواری کے ساتھ لٹکا لیتا ہے۔ جس طرح کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

وَاَنْتَ زَنِیْمٌ نِیْطَ فِیْ آلِ هَاشِمٍ
کَمَا نِیْطَ خَلْفَ الرَّاکِبِ الْقَدَحَ الْفَرْدُ

ہر دعا کے اول و آخر وجوب صلاۃ کہنے والے سے میں کہتا ہوں کہ اسے چاہیے تھا کہ دعا کے وسط

میں بھی اسی طرح درود پاک پڑھنے کا حکم لگاتا۔ کیونکہ جس حدیث سے اس نے استدلال کیا ہے اس میں تینوں کا ذکر ہے پس اول وآخر کی تخصیص اور وسط کو ساقط کرنے کی وجہ کیا ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ مقصود تو تعظیم رسالت ہے اور وہ اول وآخر سے حاصل ہو جاتی ہے تو میں کہوں گا کہ تعظیم تو صرف اول اور صرف آخر سے بھی حاصل ہو جاتی ہے درحقیقت غایت تعظیم مقصود ہے اور درود تین مواقع پر ذکر کرنا دو مواقع پر ذکر کرنے سے زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوار کے پیالے کی طرح بنانے سے روکا گیا ہے اور جب اول وآخر درود پڑھا جائے گا تو قدح راکب کی نہیں بنے گا۔ میں کہتا ہوں اگر اول دعا میں درود شریف ہو تو پھر بھی اس طرح نہیں ہوگا پس تینوں مواقع پر درود شریف پڑھنا میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

آگاہ رہو کہ ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (امام بکری کے امام) کے مذہب میں درود شریف ہر نماز کے آخری قعدہ میں واجب ہے اور پہلے قعدہ میں واجب نہیں لیکن یہ مقام تمام تشریح وطوالت کا نہیں۔

حدیث سوم

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ آپ ایک نخلستان میں داخل ہو گئے (وہاں) آپ نے سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ میں ڈر گیا کہ کہیں آپ کی وفات نہ ہو گئی ہو۔ راوی فرماتے ہیں پھر میں نے آپ کو دیکھا آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا عبدالرحمٰن تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا معاملہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے مجھے عرض کیا ہے کہ کیا میں آپ کو خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اے میرے حبیب) جو آپ پر درود پڑھے گا میں اس پر رحمت فرماؤں گا جو آپ پر سلام بھیجے میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔

ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ میں نے اس پر سجدۂ شکر ادا کیا اسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

قولہ أُبَشِّرُكَ

بشارت ہر اس خبر کو کہتے ہیں۔ جس سے پیشانی کی حالت بدل جائے۔ یہ لفظ اچھی اور بری خبر کیلئے استعمال ہوتا رہتا ہے۔ لیکن خبر کیلئے اس کا استعمال زیادہ ہے۔

اہل لغت کہتے ہیں مطلق (لفظ) بشارت خیر کیلئے آتا ہے اور اگر شر کا اظہار مقصود ہو تو (لفظ) بشارت مقید ذکر کیا جاتا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَبَشِّرْ عِبَادِی (خیر کیلئے) اور
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (توبہ:34)۔ (شر کیلئے)

بشارت کے حوالے سے یہاں ایک (فقہی) نکتہ بھی ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے "اِنْ بَشَّرَتْنِی بِکَذَا فَهِیَ طَالِقٌ" کہ اگر اس کی بیوی نے اسے کوئی خوشخبری دی تو اسے طلاق ہے۔ پس اس کی بیوی نے اسے خبر دی اگر وہ اپنی خبر دینے میں سچی ہوئی تو اسے طلاق ہو جائے گی اور اگر جھوٹی ہوئی تو اسے طلاق نہیں ہوگی کیونکہ مقصود حاصل نہیں ہو رہا۔

اور اگر کسی اور نے اسے خبر دی اور وہ خبر میں سچا بھی تھا پھر اس کی بیوی نے خبر دی اس حال میں کہ یہ سچی بھی ہو تو اسے طلاق نہیں ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے طلاق ہو جائے گی لیکن عدم طلاق والا قول صحیح ہے کیونکہ بشارت پہلی خبر کو کہتے ہیں نہ کہ دوسری مرتبہ دی جانے والی خبر کو۔

جان لے کہ اس حدیث سے اور بھی بہت سارے فوائد معلوم ہوتے ہیں۔

انسان کو جب کوئی نئی نعمت نصیب ہو تو اسے چاہیے کہ سجدہ شکر ادا کرے اور یہ سجدہ نماز کے اندر نہیں بلکہ نماز کے باہر ادا کرنا چاہیے۔ اس سجدے میں طہارت شرمگاہ کا ڈھانپنا قبلہ کی طرف منہ کرنا اور نیت شرط ہے۔ ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر کہتے ہوئے شروع کرے اور سجدے میں جھکنے کیلئے تکبیر کہے ہاتھ نہ اٹھائے اور اپنے سجدے میں یہ دعا پڑھے۔

سَجَدَ وَجْهِی لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ، وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اُكْتُبْ لِیْ بِهَا اَجْرًا۔ وَاجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ كَمَا قَبِلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ۔

"سجدہ کیا میرے چہرے نے اس مالک کی بارگاہ میں، جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اسے صورت عطا کی ہے۔ اور سننے اور دیکھنے کی قوت بنائی ہے اپنی طاقت سے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ۔ اے اللہ اس سجدہ کے بدلے میرے لئے اجر لکھ دے۔ اور اسے میرے لئے اپنی بارگاہ میں ذخیرہ بنا دے اس کے بدلے مجھ سے بوجھ اٹھا لے۔ اور میری طرف سے اسے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے (پیارے) بندے داؤد علیہ السلام کی طرف سے اسے قبول کیا تھا"۔

پھر سجدے سے اپنا سر اٹھائے اور سلام پھیرے۔ تکبیر تحریمہ اور سلام واجب ہے۔(ھذا عندالشوافع)

کسی مصیبت میں مبتلا یا گنہگار کو دیکھ کر اس طرح سجدہ کرنا مستحب ہے۔ مصیبت زدہ کو دکھا کر سجدہ نہ کرے اور گنہگار کو دکھانے میں حرج نہیں اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو گنہگار کو دیکھ کر بھی سجدہ شکر میں اخفا کرے۔

اگر ایک مصیبت زدہ کسی دوسرے مصیبت زدہ کو دیکھے اگر تو دیکھنے والے کی تکلیف کم ہے تو سجدہ کرے اور اگر کم نہیں تو سجدہ نہ کرے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر نکاح فسخ ہو تو کیا سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر فسخ اس کی طرف سے ہے تو سجدۂ شکر ادا کرے اور اگر اس کی جانب سے نہیں تو نہ کرے۔

اور اگر مبتلائے تکلیف گناہگار بھی ہو تو سجدہ کرنے والا کس چیز کا لحاظ کرے۔ مصیبت کا یا معصیت کا (ان دونوں میں) جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر عاصی اعلان یہ گناہ کر رہا ہے تو دیکھنے والا سجدہ شکر میں اخفاء نہ کرے۔ کیونکہ اس میں گناہگار کیلئے جھڑک ہے۔ اور سجود سے حاصل ہونے والی مصلحت اخفا سے حاصل ہونے والی مصلحت سے زیادہ ہے خصوصاً جب گناہ ایسا ہو جس میں لوگوں پر ظلم کیا جا رہا ہو۔

اور جان لو کہ حضور ﷺ کا یہ سجدہ ایک نعمت کے حصول پر تھا۔

اور عذاب (یا مصیبت) کے ٹل جانے پر سجدہ شکر کرنا اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے شیخین نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو وہ سجدے میں گر گئے۔

مسئلہ

کسی کے سامنے اتنا جھکنا کہ سجدہ کے قریب پہنچ جائے حرام ہے چاہے سامنے کوئی محترم شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ سجدہ کرنے والے نے اللہ کو سجدہ کرنے کی نیت کی ہے یا نہیں یہ فعل کفر تک لے جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ) اور جو جاہل جھوٹے گمراہ اپنے مشائخ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم میں سے ہے اور یہ بالکل حرام ہے۔

جو آدمی صحیح العقیدہ ہے اس پر لازم ہے کہ ان چیزوں سے روکے۔

اگر ایسا نہ کرے تو وہ بھی ایک بہت بڑے گناہ پر اقرار کی وجہ سے ان کے ہمراہ گمراہ شمار ہوگا۔ خواہ سجدہ کرنے والے نے اللہ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یا اس ارادہ سے غافل تھا بعض صورتوں میں اس

طرح کرنا کفر تک پہنچ جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ (آمین)

چوتھی حدیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس کیلئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا اور اسکے دس درجات بلند فرمائے گا اور یہ نیکیاں دس غلاموں کے برابر ہوں گی اسے ابن عاصم نے روایت کیا ہے۔

قولہ عدل عشر رقاب، عدل ع پر زبر کے ساتھ ہے۔ اور عدل ع کے نیچے زیر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے ایک جنس کی دو چیزوں کا برابر ہونا۔ اور عدلہ، غیر جنس میں سے کسی چیز کا دوسری چیز کے برابر ہونا۔

وقولہ کن یعنی دس نیکیاں اور اس کا معنی ہے کہ ایک مرتبہ درود پاک کا ثواب دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔

پانچویں حدیث

حضرت ابی بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے جس امتی نے خلوص دل سے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس بار درود پڑھے گا۔ اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا۔ اسے نسائی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

قولہ مخلصا یہ صلی میں (ھو ضمیر) فاعل سے حال ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ خلوص قلب کے بغیر یہ ثواب نہیں ملے گا۔ اگر اخلاص نہیں ہوگا تو ثواب بھی نہیں ہوگا۔

صرف درود شریف کے معاملہ میں ہی اخلاص شرط نہیں بلکہ تمام عبادات میں حصول ثواب کیلئے اخلاص شرط ہے۔

اگر اخلاص نہیں ہوگا تو اس کا ثواب بھی اس جذبے کے مطابق ہوگا اگر نیت ثواب کی ہوگی۔

اگر عبادت پر ابھارنے والے عمل کے پیچھے ریاء ہوگی تو کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس طرح کرنا گناہ بن جائے گا اور اگر حکم الٰہی کی تعمیل کا جذبہ کارفرما ہوگا تو سارا ثواب حاصل ہوگا۔

اگر اس نے دونوں نیتوں کو اکٹھا کر دیا تو اسے ائمہ کے اقوال کے مطابق اسے "باعث رہنی" کی

مقدار کے برابر ثواب ملے گا خواہ، باعث ربانی تھوڑا ہو یا زیادہ۔

چھٹی حدیث

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا۔ جب تم موذن کی آذان کو سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے اسی طرح کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس کے بدلے میں اس پر دس مرتبہ درود پڑھے گا۔ پھر میرے لئے ''وسیلہ'' کی دعا مانگو کیونکہ یہ جنت میں ایک مقام ہے۔

جو اللہ کے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے کیلئے ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ بندۂ خاص میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگی اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (رواہ مسلم)

جان لو کہ موذن کے جواب کے بارے میں احادیث العبادات میں گفتگو ہوگی یہاں اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ جس نے اذان سنی اس کیلئے مستحب ہے اذان کے اختتام پر درود شریف پڑھے اور اپنے آقا ﷺ کیلئے ''وسیلہ'' کی دعا مانگے۔

قَوْلُهٗ لَا تَنبَغِی اِلَّا لِعَبْدٍ۔ یعنی صرف ایک بندہ اس ''مقام وسیلہ'' کا مستحق ہوگا۔

قوله حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ

کا معنی ہے کہ شفاعت اس پر چھا جائے گی اور اس کو ڈھانپ لے گی یہ نہیں کہ شفاعت پہلے حرام تھی اور اب حلال ہوگئی ہے۔

ساتویں حدیث

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جس نے نبی پاک ﷺ پر ایک مرتبہ (درود پڑھا) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود پڑھتے ہیں (رواہ احمد)

اس حدیث کا حکم مرفوع حدیث کی طرح ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس ثواب کی مقدار میں مختلف روایات ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ رفتہ رفتہ اس ثواب سے واقف ہوتے رہے۔ جب بھی ثواب میں اضافہ کا علم ہوتا حضور ﷺ صحابہ کو بتا دیتے۔ (واللہ اعلم)

آٹھویں حدیث

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں صبح کی کہ آپ کی طبع مبارک خوش تھی اور آپ کے چہرہ اقدس پر اس خوشی کے آثار نظر آتے تھے صحابہ کرام نے

عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) آج صبح آپ کی طبیعت میں بہت زیادہ خوشی ہے جو چہرے سے نظر آرہی ہے آپ نے فرمایاہاں میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا ہے اس نے مجھے کہا ہے کہ آپ کے جس امتی نے آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا دس گناہ معاف کرے گا اور دس درجے بلند کرے گا اور دس مرتبہ درود بھی پڑھے گا۔ (رواہ احمد والنسائی)

یاد رہے کہ اس حدیث میں بہت سے مفید نکات ہیں اہل علم کو جب ایسی عبادات کا علم ہوتا ہے جو لوگوں کیلئے خوشی کا باعث ہوتی ہیں تو (اہل علم) خوش ہو جاتے ہیں اور اصحاب علم کے چہروں پر جب خوشی کے آثار نظر آتے ہیں تو لوگوں کو ان سے (وجہ انبساط) پوچھنی چاہیے تا کہ اہل علم کے بارے میں انہیں معلوم ہو کہ وہ لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے ہی خوش ہوتے ہیں۔ اور جب اہل علم سے ایسی بات پوچھی جائے تو انھیں بھی لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحاب رسول ﷺ جب اپنے ہادی و مرشد کے رخ اقدس پر مسرت کے آثار دیکھتے تو ضرور وجہ مسرت دریافت کرتے جس طرح مذکورہ حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔

نیز اس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ اس وقت بہت زیادہ خوش ہوتے تھے جب آپ کو اپنی امت کیلئے ثواب عظیم والی کسی چیز کا علم ہوتا اس سے امت کیلئے آقاء دو جہاں کی محبت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (واللہ اعلم)

نویں حدیث

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ کا چہرہ مبارک دمک رہا تھا۔ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) میں نے آج کے دن سے زیادہ آپ کے چہرے پر مسرت کے آثار نہیں دیکھے کیا وجہ ہے، تو آپ نے فرمایا مجھے فرحت و مسرت کیوں نہ ہو حالانکہ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام مجھے یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ کے جس امتی نے آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور دس درجے بلند فرمائے گا۔

اور فرشتہ اس امتی کیلئے وہی مانگتا ہے جو وہ آپ کیلئے مانگتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل وہ فرشتہ کیسا ہے جبرئیل نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تخلیق سے لے کر آپ ﷺ کے قبر انور سے نکلنے تک ایک فرشتہ کے ذمہ لگایا ہے کہ آپ کا کوئی امتی جب آپ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے "وَاَنْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ"۔ اے بندے اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی درود بھیجے (یعنی رحمت فرمائے)

۔۔۔۔۔ رواہ الطبرانی۔

اس حدیث میں بھی بہت سے "فوائد" ہیں۔ اپنی امت کے ساتھ سرور کائنات کی محبت اور ان پر بہت زیادہ شفقت اور جب آپ اپنی امت کو خوش کر دینے والے امور کے متعلق سنتے ہیں تو آپ خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ آپ کے بہت زیادہ خوش ہونے کی علامت تھی جس طرح حدیث میں مذکور ہے۔

پچھلی حدیث جو امام احمد سے مروی ہے اس میں "رَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا" کے الفاظ ہیں اور اس روایت میں "قَالَ لَهُ الْمَلَكُ مِثْلُ مَاقَالَ لَكَ" کے الفاظ ہیں۔ اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے پہلی حدیث میں وہ ان الفاظ کے ساتھ آپ کو نہ بتایا ہو مگر اس کے بعد بتایا ہو اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں "رَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا" (اس درود کی مثل اس بندے پر بھی درود بھیجا جاتا ہے) رد کی نسبت مجازی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کیونکہ وہی ہے جس نے فرشتے کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں بَنَى الْاَمِيْرُ الْمَدِيْنَةَ بادشاہ نے شہر تعمیر کیا۔ بادشاہ خود تعمیر نہیں کرتا بلکہ لوگوں کو تعمیر کا حکم دیتا ہے (اسی طرح اللہ تعالیٰ خود بندے پر درود نہیں بھیجتا بلکہ فرشتے کو حکم دیتا ہے)

اور اگر بات اسی طرح ہی ہو تو اس حدیث میں فرشتے کی طرف درود لوٹانے کی نسبت حقیقتاً ہوگی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اور فرشتہ بھی دونوں درود بھیجتے ہوں (حضور ﷺ کے امتی کیلئے) کیونکہ یہ مقام کثرت ثواب کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے (مصنف فرماتے ہیں) میرے نزدیک یہ احتمال سب سے قوی ہے۔ واللہ اعلم۔

قَوْلُهُ اَسَارِيْرُ الْوَجْهِ اَىْ مَحَاسِنُهُ

قاموس میں کہا گیا ہے کہ اساریر سے مراد خوبیاں ہیں قولہ مِنْ لَدُنْ یہ ظرف زمان ہے اس کا معنی آپ کی تخلیق سے لے کر اور یہ لام کی زبر اور دال کی پیش اور دونوں کی زبر اور لام کی زبر اور دال کی زیر اور لام کی پیش اور دال کے سکون کے ساتھ بھی آتا ہے اور لام کی زبر اور دال کے سکون اور نون کے حرف کے ساتھ اور لام اور دال کے پیش کے ساتھ بھی آتا ہے اس میں ایک لغت لدٰی فقا کے وزن پر بھی ہے یہ ظرف مکان بھی بنتا ہے۔

دسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا! جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پاک پڑھا کرو کیونکہ ابھی جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس یہ پیغام لے کر آئے

ہیں۔اور مجھ سے کہا ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان جب آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو (اللہ فرماتا ہے) میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔(رواہ الطبرانی)

یاد رہے کہ حدیث کے الفاظ: ''صَلَّیْتُ اَنَا وَمَلَائِکَتِیَ'' میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں گذشتہ بحث میں تیرے احتمال کی تائید کر رہے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ بندے کیلئے درود کا لوٹایا جانا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی جانب سے جمعہ کے دن کیساتھ خاص ہے کیونکہ حدیث کا پہلا حصہ ایک قرینہ ہے جو اس (موقف) پر دلالت کر رہا ہے۔میں کہتا ہوں کہ اس طرح نہ کہا جائے کیونکہ حدیث کا آخری حصہ اس دن کی قید سے خالی ہے اور اس میں عموم ہے۔

اس قرینہ کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کا حکم اس لئے ہے کہ اس امت کیلئے اس دن بہت زیادہ ثواب رکھا گیا ہے تو نبی پاک ﷺ نے پسند فرمایا کہ آپ کی امت کا ثواب اس دن آپ پر درود پڑھنے سے زیادہ (سے زیادہ) ہو جائے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے یوم جمعہ کا حکم اس لئے دیا ہو کیونکہ آپ روز جمعہ بلا واسطہ اپنی امت کا درود سنتے ہیں اور اپنی امت کے اس (حسن) اطاعت پر اپنی قبر پاک میں خوش ہوتے ہیں۔

تو آپ نے کثرت درود کو اس دن پسند کیا تا کہ آپ زیادہ سے زیادہ (اپنی امت پر) خوش ہوں۔

اور یہ اس امت پر آپ کی محبت اور شفقت کا مظہر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اور ''آنفاً'' کا معنی ہے ابھی ابھی۔

ایک اور حدیث میں یوں بھی ہے کہ اللہ اور فرشتے ستر مرتبہ درود بھیجتے ہیں اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث کے بعد اس طرح بتایا گیا ہو۔اور (مصنف کہتے ہیں) میرا یہ کہنا کہ جس طرح گذر چکا ہے اس سے عبداللہ بن عمرو کی دونوں حدیثیں مراد ہیں۔

گیارہویں حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ دس مرتبہ اس پر رحمت فرمائے گا اور درود پر مقرر فرشتہ اسے لے آتا ہے یہاں تک مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

قَوْلُهٗ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ

اس سے یہ احتمال بھی ہے کہ وہ فرشتہ اس بات پر مقرر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ درود شریف پڑھا

وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے پر درود بھیجے اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی پاک ﷺ پر (ایک کے بدلے) دس مرتبہ درود بھیجے۔ پہلا قول زیادہ قریب الحقیقت ہے آنے والی احادیث اس کی تائید کرنے والی ہیں اور اگر دوسرا معنی لیا جائے تو اس میں بھی کوئی مانع نہیں۔

حدیث سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ حضور ﷺ گنبد خضریٰ میں اپنی امت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں وگرنہ آپ تک درود شریف پہنچانا اور آپ کا واپس جواب دینا خالی از فائدہ ہوتا۔

بارہویں حدیث

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے (کچھ) فرشتے ہیں جو ہر وقت گردش میں رہتے ہیں اور میری امتی کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔ (رواہ نسائی وابن حبان) فی صحیحہ

یاد رہے کہ یہ لفظ اس حدیث سے قبل بیان کی جانے والی حدیث میں پہلے احتمال کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

تیرہویں حدیث

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم جس جگہ پر بھی ہو مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

یاد رہے کہ اس عموم سے وہ جگہیں مستثنیٰ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاسکتا جس طرح بیت الخلاء وغیرہ وہاں نبی پاک ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ واللہ اعلم۔

چودہویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود پڑھا اس کا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور میں بھی اس پر درود بھیجتا ہوں۔ مزید برآں اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

اس حدیث میں گذشتہ احادیث کے مقابلہ میں اضافہ ہے کہ حضور ﷺ اس پر درود بھیجتے ہیں جو آپ پر درود بھیجتا ہے اور یہ بہت بڑے فوائد میں سے ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

پندرہویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان مجھے

سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس فرماتا ہے اور میں بھی (اسے) سلام پہنچاتا ہوں۔
(احمد و ابوداؤد)

خیال رہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یصلون (نماز یا درود) پڑھتے ہیں اس حدیث میں روح سے مراد روح نہیں بلکہ قوت کلام مراد ہے کیونکہ (بولنے کی طاقت روح کولازم ہے تو اس قوت کو روح سے تعبیر کیا۔ واللہ اعلم۔

سولھویں حدیث

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری قبر پاک پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے اور اسے جمیع مخلوقات کے برابر سننے کی قوت عطا کی ہے۔ پس قیامت تک کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ اس کا درود اس کے نام اور باپ کے نام کے ساتھ پہنچا دیتا ہے اور کہتا ہے (یارسول اللہ ﷺ) یہ فلاں بن فلاں ہے جس نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے۔ (بزاز)
جان لیجئے کہ ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک کے بدلے دس مرتبہ اس بندے پر درود بھیجتا ہے۔

یوم قیامت سے مراد وہ وقت ہے جس میں ایمان قبول نہیں ہوگا یعنی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد اگر کوئی آدمی مغرب سے طلوع شمس کے بعد ایمان لائے اور پھر نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنا شروع کرے تو نہ اس کا ایمان قبول ہوگا اور نہ اس کا درود قبول ہوگا۔ اس وقت فرشتے کے درود پہنچانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ نا قابل قبول ہے لہٰذا اس پر کوئی ثواب نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کوئی مغرب سے طلوع شمس سے پہلے مومن ہو اور طلوع مغرب کے بعد درود پڑھے تو وہ قبول کیا جائے گا اور فرشتہ وہ درود پہنچائے گا۔
اس وقت کو قیامت کے دن سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ وقت روز حشر کے بہت قریب ہو گا۔ واللہ اعلم

سترہویں حدیث

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔
(رواہ ابن حبان)
اَوْلَی النَّاسِ بِی کا معنی ہے اس دن میرے قرب اور میری شفاعت کا زیادہ حقدار، اللہ تعالیٰ

ہمیں ان (لوگوں) میں سے کرے۔

اٹھارہویں حدیث

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے سنا آپ فرمارہے تھے جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا ملائکہ اس پر اس وقت تک درود پڑھتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے۔ پس بندے کو اختیار ہے چاہے زیادہ درود پڑھے یا کم (رواہ احمد)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب خطیب کو کسی ایسے کام کا علم ہو جس کا ثواب زیادہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ تمام مسلمانوں تک پہنچائے حالت خطاب میں کیونکہ یہ زیادہ موثر طریقہ ہے۔ سامعین کو خاموشی کا حکم دیئے جانے کی وجہ سے (کیونکہ سامعین دوران خطاب خاموش ہوتے ہیں)

نیز یہ کہ نبی کریم ﷺ اس امت کو بڑے اہتمام سے اس چیز کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے جو اس کے لئے نفع بخش ہوتی۔ مزید یہ کہ مسلمانوں میں جس کو بھی کسی ایسے عمل کا علم ہو جو اہل اسلام کیلئے مفید ہو تو اسے چاہیے کہ وہ سب تک پہنچادے۔

گذشتہ حدیث سے اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ملائکہ اس پر اس وقت تک درود بھیجتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ آقائے دوعالم ﷺ پر درود پڑھتا رہتا ہے۔

انیسویں حدیث

حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جب رات کا چوتھا حصہ گزر جاتا آپ (بستر سے) اٹھتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔

جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ الرَّادِفَتُه، جَاءَ ت الْمَوْتُ لِمَا فِيْهِ

ابی بن کعب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اِنِّی اَكْثِرُ الصَّلَاةَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي۔ میں کثرت سے درود شریف پڑھتا ہوں پس میں آپ پر کتنا درود پڑھوں؟ قَالَ مَاشِئْت آپ نے فرمایا جتنی تیری مرضی قلت الربع

قَالَ مَاشِئْتَ اِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِصْفَ قَالَ مَاشِئْتَ وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ اِذَنْ تَكْفِى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ (رواہ احمد والترمذی والحاکم وصححہ)

میں نے عرض کیا (اپنے وقت کا) چوتھائی حصہ آپ پر درود شریف پڑھوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیری مرضی اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے پھر میں نے عرض کیا (اپنے نفلی

اوقات کا) نصف حصہ پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا جیسے تو چاہے اور اگر اس سے زیادہ پڑھے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر سارا وقت آپ پر درود شریف ہی پڑھوں گا آپ نے فرمایا پھر درود پاک تیرے غموں (کے علاج) کے لئے کافی ہو جائے گا اور تیرے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (رواہ الترمذی۔ احمد والحاکم وصححہ)

اس حدیث میں بھی بہت سارے فوائد (ذکر) ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ رات کے وقت اپنے غلاموں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے اور آپ یہ کام چوتھائی رات گزرنے کے بعد کرتے تھے۔ کیونکہ یہ وقت سکوت ہے اور آواز سنائی دینے میں زیادہ موثر ہے۔

وَقَوْلُهٗ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ یعنی پہلی دفعہ صور پھونکنا، **تَتْبَعُهَا** دوسری دفعہ صور پھونکنا، **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ**۔

پہلے نفخہ کے وقت ہر چیز ہلنے لگے گی اور ہر چیز درہم برہم ہو جائے گی اور اس سے تمام مخلوق مر جائے گی۔

نفخہ ثانیہ

پہلے اور دوسرے نفخہ درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ دو چیخیں ہونگی۔ پہلی چیخ ہر چیز کو مار ڈالے گی اور دوسری چیخ اللہ کے حکم سے تمام اشیاء کو زندہ کر ڈالے گی۔

اور مجاہد نے کہا ہے کہ ''تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ'' یعنی زمینوں اور پہاڑوں پر زلزلہ طاری ہو جائے گا۔

''تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ'' یعنی جب آسمان پھٹ جائیں گے۔

اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں راجفہ سے مراد قیامت ہے اور رادفہ سے مراد دوبارہ اٹھنا ہے۔

راجفہ اصل میں آواز اور حرکت کو کہتے ہیں۔ اور دوسری (چیخ) کو رادفہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ پہلی کے بعد ہوگی۔

اس وقت میں لوگوں کو وعظ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ نیند کا وقت ہوتا ہے اور نفس کو نیند بہت مرغوب ہوتی ہے۔

تو حضور ﷺ نے انہیں وہ عظیم (ہولناک) چیز یاد کرائی جن کا سامنا انھیں کرنا پڑے گا۔ تاکہ وہ اس حالت غفلت میں بے چین ہو جائیں اور ان کی نیند ختم ہو جائے۔

حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنا ان عظیم امور میں سے ہے جو اس

گھبراہٹ کے وقت سے نجات دلانے والے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایسے مقام سے نجات کیلئے سوال کرنے والے کی رہنمائی درود پاک کی طرف کی۔

اس حدیث سے سرکار ﷺ کا اپنی امت کو وعظ کہنے میں زیادہ حریص ہونا اور اپنی امت کے بارے میں شدت خوف کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ صحابہ کرام بھی نجات دلانے والی اشیاء کے بارے میں سوال پر شدید حریص تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات دے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا کہنا میں کثرت سے درود پڑھتا ہوں اس کا معنی ہے کثرت سے دعا کرتا ہوں۔ ''فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي ''یعنی کتنا درود پڑھوں جس میں آپ پر رحمت الٰہی کی دعا ہو۔ اور حدیث میں مستقبل کے لفظ کو ماضی کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس امر کا وقوع یقینی ہے۔

اور دوسری حکمت صحابہ کرام کو اس طرح کا کلام سنا کر بے تاب کرنا ہے تا کہ وہ جاگ اٹھیں اس میں نبی کریم ﷺ کے لطف و کرم کا بیان ہے۔

کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا مَاشِئْتَ جتنا تیری مرضی

خیر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رغبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور یہ کہ عالم کو چاہیے کہ لوگوں کو وعظ کہتے ہوئے نرمی اختیار کرے لوگ بھی اس نرمی کی وجہ سے بھلائی کے کاموں میں زیادہ طمع کا اظہار کریں۔ اصحاب رسول ﷺ کثرت سے دعا کیا کرتے تھے۔ راوی کی فضیلت بھی ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ وہ کثیر الدعا تھے۔

نبی کریم ﷺ لوگوں کو وعظ کہنے کیلئے رات کے وقت جاگ رہے تھے۔ جس کیلئے بھی نیکی کا کام جس وقت میں بھی ممکن ہو اسے کرنا چاہیے۔

عالم کیلئے رات کے وقت وعظ کہنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

بیسویں حدیث

یحییٰ بن حبان اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں تہائی (حصہ وقت) آپ پر درود پڑھوں آپ نے فرمایا ہاں اور اگر چاہے تو زیادہ پڑھ لے اس نے کہا دو حصے آپ پر درود پڑھوں گا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے پھر اس نے عرض کیا تمام وقت محو صلاۃ وسلام ہی رہوں گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس طرح کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ تیرے

لئے کافی ہو جائیگا۔ ہر اس چہرے کے بارے میں جو تجھے دنیا یا آخرت میں پریشان کرنے والی ہو۔

خوب یاد رکھ کہ جب آپ ﷺ سے درود شریف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کسی وقت اور زمانے کی پابندی نہیں لگائی اس کے علاوہ دیگر عبادات کے بارے میں جب سوال کیا گیا تو آپ نے ان کا وقت مقرر فرمایا جس طرح کہ روزے وغیرہ۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ تمام اوقات جہاں تک ممکن ہو درود شریف کی کثرت کرے اور کسی اہم فریضہ کے علاوہ کسی اور کام کیلئے ترک نہ کرے جس طرح نماز اور تلاوت قرآن اور ان جیسی دیگر عبادات۔ واللہ اعلم

نیز درود شریف زبان کیساتھ پڑھا جاتا ہے اور زبان کا مصروف ذکر رہنا آسان ہے بہ نسبت روزہ نماز اور دیگر عبادات کے کیونکہ دوسری تمام عبادات صرف زبان کے ساتھ نہیں بلکہ زبان اور دوسرے اعضاء کے اشتراک سے انجام دی جاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے میں اللہ ہماری مدد فرمائے۔

اکیسویں حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر وہ مسلمان جس کے پاس صدقہ (کیلئے مال) نہ ہو تو چاہیے، کہ وہ دعا کرتے وقت یہ کہے اے اللہ درود بھیج محمد (ﷺ) پر جو تیرے رسول اور تیرے بندے ہیں۔ اور رحمت فرما مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات پر یہی اس کیلئے صدقہ بن جائے گا۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ

حضور ﷺ نے فرمایا مؤمن بھلائی سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک اس (کے عمل) کی انتہا جنت ہوتی۔ (صحیح ابن حبان) اس حدیث پاک میں گذشتہ احادیث سے زیادہ فوائد ہیں۔ کہ آدمی کیلئے مستحب ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ تو تمام مسلمانوں کو بھی اس میں شامل کرے شرعاً ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہیں۔ یہاں تائید کیلئے ایک کے بعد دوسرے کو ذکر کیا گیا ہے۔

بائیسویں حدیث

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر

درود پڑھا کرو کیونکہ وہ ایسا دن ہے جس کی گواہی دی گئی ہے اور ملائکہ اس دن کی گواہی دینے والے ہیں اور جب بھی کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک وہ درود سے فارغ ہو جائے راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا وفات کے بعد بھی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (رواہ ابن ماجہ)

ثابت ہوا کہ امت کے اعمال نبی ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

تیئیسویں حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ میری امت کا درود جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس جو دوسرے کی نسبت مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ قدر و منزلت کے اعتبار سے میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (رواہ البیہقی)

جان لے کہ ہر حال میں نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی تاکید کی گئی اور یہ حدیث روز جمعہ زیادہ درود کی تاکید کر رہی ہے۔

اور جو ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روشن رات اور چمکتے دن میں مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

نیز جو بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ روز جمعہ پر مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ جس نے ایسا کیا (درود پڑھا) میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

اس میں وہی حکمت ہے۔ جو ہم نے دسویں حدیث میں ذکر کی ہے۔

لیلۃ الغراء سے مراد جمعہ کی رات اور یوم الازہر سے مراد جمعہ کا دن ہے ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کہا ہے۔

ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (کثرت درود کے بارے میں) کہتے ہیں کہ کم از کم تین سو مرتبہ ہو، اور دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے آئندہ حدیث میں بھی اس کی تائید ہوگی۔ (رواہ احمد وابوداؤد والحاکم وابن حبان عن انس واللہ اعلم)

چوبیسویں حدیث

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے پڑھا ''جزی

اللہُ عَنَّا مُحَمَّداً مَا ھُوَا اَھْلُہٗ''

اللہ تعالیٰ جزا عطا فرمائے (ہمارے آقا) محمد ﷺ کو ان شایان شان تو اس نے (نیکیاں لکھنے والے) ستر ملائکہ کو ہزار دن تک نیکیاں لکھتے رہنے کی وجہ سے تھکا دیا۔ (رواہ الطبرانی)

جان لو کہ اس حدیث کا معنی ہے کہ ستر ملائکہ ہزار دن تک اس کی نیکیاں لکھتے رہتے ہیں اور ان سے تھک جانے سے مراد اس مدت میں لکھنے کی کثرت ہے۔ اور یوم کو صبح سے تعبیر اس لئے کیا ہے کیونکہ صبح ہر دن کو لازم ہے۔ واللہ اعلم

پچیسویں حدیث

حضرت کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا منبر لاؤ ہم نے منبر سامنے رکھا۔ جب آپ ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین پھر جب دوسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین پھر جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین۔

جب آپ منبر سے اترے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آج ہم نے آپ سے وہ (کلام) سنا ہے جو پہلے نہیں سنا کرتے تھے آپ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے (دعا مانگتے ہوئے) کہا۔ ''بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهٗ'' دور ہوا (بارگاہ الٰہی یا جنت سے) جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور وہ بخشا نہ گیا تو میں نے آمین کہی۔ جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا ''بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ'' دور ہوا جس کے سامنے (اے حبیب ﷺ) آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا تو میں نے کہا آمین۔

اور جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا ''بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهٗ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْ خُلَاهُ الْجَنَّةَ'' دور ہوا جس کی موجودگی میں اس کے والدین یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچا اور اس کو انہوں نے جنت میں نہ داخل کیا۔ تو میں نے کہا آمین (رواہ الحاکم) اور بعد کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے یا جنت سے دور ہوا۔ اور بعض روایات بھی اس کی موید ہیں آمین کے بارے میں بہت سی لغات ہیں۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

اور آمین اسم فعل بمعنی استجب ہے اور استجب کا معنی ہے تو قبول کر۔ اور یہ مبنی برفتحہ ہے۔ جس طرح کیف، این اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طابع الدعاء ہے اور طابع (با کے زبر کے ساتھ) خاتم کے وزن پر ہے یعنی وہ جس پر دعا کا اختتام ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آمین کا معنی ہے (کذلک یکون) یعنی اسی طرح ہو۔ نیز ایک قول یہ ہے کہ

آمین اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مہر ہے جس کی وجہ سے ان سے آفات ہٹائی جاتی ہیں۔

جان لے کہ اس حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے کسی کی بھی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے اور ان کیساتھ بر کا مطلب ہے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے ساتھ اچھائی کرنا اور ایسے امور بجالانا جن سے وہ خوش ہوں بشرطیکہ وہ امور ممنوعات شرعیہ میں سے نہ ہوں اور ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک بھی والدین نے ساتھ نیکی میں ہی داخل ہے۔

اور رہی ان کی نافرمانی تو اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جو ان کیلئے باعث تکلیف ہو۔

کہا گیا ہے کہ والدین کی اطاعت ہر اس کام میں واجب ہے جو حرام نہ ہو۔ ابن عبد السلام نے والدین کی نافرمانی والے امور کے حتمی تعین میں توقف کیا ہے (کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ کون سا کام ان کی طبیعت کے موافق ہے کہ ان کی اطاعت شمار ہو اور کون سا خلاف طبع ہے کہ نافرمانی گردانا جائے۔ مترجم)

یادر ہے کہ والدین کا برائی سے منع کرنا بچے کیلئے وجوب میں اسی طرح جس طرح کہ والدین کے علاوہ کسی کا منع کرنا ہے بہت سی آیات واحادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

چھبیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تَرَغَمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

"اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو (ذلت اٹھائے وہ شخص) جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے"۔

اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کی موجودگی میں اس کے والدین پر بڑھاپا آجائے اور وہ اس کو (خوشی سے دعا دے کر) جنت میں داخل نہ کریں۔ (رواہ الترمذی)

اور رغم کا معنی ہے ناک پر مٹی کا لگنا اور رغم غ کی زیر، غ کی زبر اور غ پر شد کے ساتھ تینوں طرح آیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ستائیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ معاف فرمادے گا۔ عرض کیا گیا یارسول

اللہ ﷺ آپ پر کیسے درود پڑھا جائے آپ نے فرمایا" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ " یہ کہہ کر ایک مرتبہ شمار کرے۔(دار قطنی)

اٹھائیسویں حدیث

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَخَطِیَٔ الصَّلَاۃَ عَلَیَّ خَطِیَٔ طَرِیْقَ الْجَنَّۃَ

" جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا (گویا) وہ جنت کا راستہ بھول گیا"۔(رواہ الطبرانی)

انتیسویں حدیث

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔(رواہ ابن ابی عاصم)

تیسویں حدیث

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ

" بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے"۔

(رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ)

اکتیسویں حدیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ایک دن گھر سے نکلا اور حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بخیل شخص کے بارے میں نہ بتاؤں۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ضرور بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا وہ لوگوں میں سے بخیل شخص ہے۔(رواہ ابن ابی عاصم)

یہ یاد رہے کہ اس شخص کے بخیل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک آسان کلمہ کیساتھ بہت سا ثواب جمع کرنے پر قادر تھا اس کے باوجود اس نے اس ثواب کو چھوڑ دیا اور اپنی ذات کیساتھ بخل کیا اور یہ سب سے بڑا بخل ہے۔(یعنی خود کو محروم رکھنا)۔

بتیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ دو شخص جو آپس میں محبت

کرنے والے ہوں اگر وہ ایک دوسرے سے ملتے ہوئے درود شریف پڑھیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(رواہ ابو یعلی)

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرمائے۔(آمین)

تینتیسویں حدیث

حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے یہ درود پاک پڑھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِي

''اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ اور ان کو قیامت کے دن اپنی قریبی نشست پر متمکن فرما۔اس کیلئے میری شفاعت ثابت ہوگئی''۔

چونتیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ

''جس نے روزانہ مجھ پر ہزار مرتبہ درود پاک پڑھا مرنے سے پہلے جنت میں اپنا محل دیکھ لے گا۔(رواہ ابو جعفر بن سنان)

پینتیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بھی کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اپنے نبی (ﷺ) پر درود شریف نہیں بھیجتے۔تو (اس غفلت کی وجہ سے) ان پر اللہ کی جانب سے تاوان ہے (اب آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے) چاہے تو انھیں عذاب دے چاہے معاف فرمادے۔(رواہ ابوداؤد وترہ) کا معنی ہے نقص اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی تبعة (تاوان) ہے۔

یہ حدیث ہر مجلس میں ذکر الٰہی اور درود پاک کے استحباب پر دلالت کرتی ہے کہ مجلس میں بیٹھنے والوں کیلئے اس مستحب (عمل) کی تائید کی گئی ہے اور اگر وہ لوگ اس کو ترک کر دیں تو یہ مجلس کے نقص کی علامت ہے۔

اگر (اے معترض) تو کہے کہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا "اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ" یہ ایسا عمل ہے کہ جس کے ترک پر عذاب ہے لیکن یہ عمل واجب نہیں کہ اس کے چھوڑنے پر سزا دی جائے۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ عذاب سے مراد مجلس کے کمال کا فقدان ہے نہ کہ وہ عذاب جو کسی گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ عذاب سے مراد یہ ہو کہ جس مجلس میں لوگ بیٹھے ہیں اور ذکر الٰہی اور درود نہیں پڑھتے یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ مجلس خیر نہیں بلکہ محفل شر ہے کیونکہ اگر وہ اچھی مجلس ہوتی تو ضرور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی پاک ﷺ پر درود پڑھا جاتا۔

یہی احتمال متعین ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر مواخذہ تو گناہ پر ہی ہوتا ہے۔

اور صرف ترک کرنا گناہ نہیں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم۔

چھتیسویں حدیث

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں تحفہ نہ دوں (وہ تحفہ یہ ہے کہ) حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم جان چکے ہیں کہ کیسے آپ پر سلام پیش کرنا ہے لیکن (ہمیں یہ بتائیں کہ کس طرح ہم آپ پر درود پڑھیں تو آپ نے فرمایا یوں کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

"اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو حمید و مجید ہے"۔ (رواہ البخاری)

سینتیسویں حدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ) یہ آپ پر سلام ہو حضور ﷺ فرمائیں ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں تو آپ نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

"اے اللہ درود بھیج سیدنا محمد ﷺ پر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ جس طرح تو

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور برکت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ اور ان کی آل پر جس طرح تونے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر"۔

(رواہ البخاری)

اڑتیسویں حدیث

حضرت عمرو بن سعید زرقی فرماتے ہیں مجھے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ہم کس طرح آپ پر درود پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
اَنْتَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (رواہ البخاری)

"گذشتہ احادیث سے ملتا جلتا ہے صرف اس حدیث میں ازواجہ کا لفظ زیادہ ہے یعنی امہات المومنین رضی اللہ عنہن"۔ (مترجم)

جان لیجئے کہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ آل سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں اور بعض نے ان کے علاوہ کو بھی آپ ﷺ کی آل کہا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ یہاں مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق ہے۔

ہم نبی پاک ﷺ پر درود کیسے پڑھیں کہ وہ ہمارا درود جناب ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہونے والے درود پاک کے مشابہ ہو اس سوال کے بہت سارے جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب

یہاں (نفس) صلاۃ کو (نفس) صلاۃ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے نہ کہ ایک (صلاۃ کی) مقدار کو دوسری (صلاۃ کی) مقدار کے ساتھ۔

دوسرا جواب

یہ تشبیہ آل محمد ﷺ پر صلاۃ کے لیے ہے نہ کہ نبی پاک ﷺ پر صلاۃ کیلئے گویا اصل جملہ یوں ہے۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" یہ جملہ تشبیہ سے علیحدہ ہے۔ اور "وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ" یہ جملہ اپنے مابعد سے متصل ہے۔

یہاں ایک اور سوال وادر ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آل تو انبیاء ہیں پھر کس طرح غیر انبیاء

اورانبیاء میں برابری کا تقاضا کیا جاسکتا ہے۔
ممکن ہے کہ یہاں بھی اصل صلاۃ والا معاملہ ہو اور سوال وارد نہ ہو۔

تیسرا جواب

نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پر صلاۃ کو تشبیہ دی گئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر صلاۃ سے، یعنی مجموع کو مجموع کے ساتھ اور تمام انبیاء کی آل میں سے آل ابراہیم کو زیادہ عزت حاصل ہے۔ پس جب ہم نے جملہ کو جملہ کے مقابلہ میں کر دیا تو اب یہ مشکل ہو گیا کہ آل محمد ﷺ کیلئے بھی وہی ہے جو آل ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے۔ جو کہ انبیاء ہیں۔

چوتھا جواب

درود شریف کا حکم ہر نمازی کو ہے جب بھی نمازی نماز پڑھے گا درود شریف بھی ضرور پڑھے گا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اس طرح سرکار پر پڑھے جانے والے درود کی انتہا نہ ہوگی۔

پانچواں جواب

یہ برابری اس وقت ہوتی جب حضور ﷺ پر اسی جگہ درود شریف کا حکم دیا جاتا۔ حالانکہ آپ پر درود پڑھنے کا حکم اور مقامات پر بھی ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ ایک آدمی کے پاس سو درہم ہیں۔ دوسرے کے پاس پچاس درہم ہیں۔ درہم ہونے کے اعتبار سے تو دونوں برابر ہیں۔ لیکن مقدار میں دونوں برابر نہیں۔
آل ابراہیم سے مراد اسمٰعیل و اسحاق علیہما السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ (کشاف) ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا گیا ہے کہ کسی اور نبی کو رحمت و برکت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔ حمید وہ ذات جو ہر قسم کی حمد کی مستحق ہو۔ مجید وہ ذات جو شرف و بزرگی میں انتہاء کو پہنچی ہوئی ہو۔ برکت بھلائی اور اضافہ کو کہتے ہیں۔

انتالیسویں حدیث

حضرت ابو کامل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابو کامل جس نے ایک دن میں مجھ پر تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ میری محبت اور میرے عشق میں ڈوب کر درود پڑھا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔
(رواہ ابن عاصم)

اور کان حقا الخ کا معنی ہے کہ میں اس کی سفارش کروں گا اور اس کے اس رات اور دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

چالیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا اور جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جاتا ہے کہ (یہ شخص) منافقت اور جہنم کی آگ سے آزاد ہے اور اللہ تعالیٰ روز حشر اسے شہداء کے ساتھ ٹھکانا عطا فرمائے گا۔ (رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو یوں درود پڑھنا سکھایا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَ رَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتَكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَ قَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ۔ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهٗ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

"اے اللہ اپنی طرف سے درود، رحمت اور برکات نازل فرما تمام رسولوں کے سردار، پرہیز گاروں کے امام، خاتم النبیین محمد ﷺ پر جو تیرے خاص بندے عظیم رسول سراپا خیر اور بھلائی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ جو رحمت کے پیامبر ہیں۔ (اے اللہ) اپنے بندے محمد ﷺ کو مقام محمود عطا فرما (جسے دیکھ کر) تمام اولین و آخرین رشک کریں اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ اور ان کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو حمید، مجید ہے"۔ (ابن ماجہ)

یغبطہ، کا معنی ہے کہ ہر ایک تمنا کرے کہ اس کو بھی وہی ملے بغیر اس کے کہ آپ سے وہ زائل ہو۔ (مصنف فرماتے ہیں) ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر دعا اس وقت تک (عدم قبولیت کے) حجاب میں رہتی ہے جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے اور اس حدیث کی طرح ہی حضرت عمر رضی اللہ

عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں جس آدمی نے قسم کھائی کہ وہ سب سے افضل درود پڑھے گا تو اسے وہ درود پڑھنا چاہیے جو ہم نے بروایت بخاری ذکر کیا ہے۔اور وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ......الخ

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ درود شافعی پڑھے اور وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا سَھَا عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

مصنف فرماتے ہیں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ (قسم اٹھانے والا) ان درودوں کو جمع کرے جو آپ سے منقول ہیں۔اور پہلے درود شافعی پڑھے اور اس میں نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد اطہار کے الفاظ کا اضافہ کرے اس طرح کہ انہیں درود اور برکات میں شامل کرے۔

نیز غیر نبی پر (مطلقاً) صلاۃ اور انبیاء پر مستقلاً صلاۃ کے جواز کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔

ایک گروہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

جن میں سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہیں، جبکہ اکثر نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر مستقل طور پر درود نہ پڑھا جائے پس یوں نہ کہا جائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَا عَلٰی آلِ عُمَرَ وَغَیْرِھِمَا

لیکن ان پر تبعاً درود پڑھا جا سکتا ہے۔اور امام احمد نے بخاری کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حضور ﷺ کا حق ہے آپ جسے چاہیں عطا فرمائیں اور دوسرے کیلئے یہ حق نہیں ہے اور فرمان الٰہی ہے۔

وَصَلِّ عَلَیْھِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ (توبہ:103)

اس سے مراد ہے ادع لھم ان کیلئے دعا کیجئے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صل علیھم یعنی جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کی جنازہ پڑھائیں۔واللہ اعلم

یاد رہے کہ حضور ﷺ پر سلام کے بغیر فقط درود پڑھنا مکروہ ہے جس طرح کہ امام نووی اور دیگر (محدثین) نے بیان کیا ہے۔نیز حدیث پاک میں یوں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے کسی

کتاب میں میرے نام کیساتھ درود لکھا اس کیلئے ملائکہ اس وقت تک دعائے بخشش کرتے رہیں گے۔ جس وقت تک اس کتاب میں میرا نام (مبارک) موجود رہے گا۔ (رواہ الطبرانی وغیرہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

جان لے کہ درود پاک میں وارحم محمداً کے الفاظ کا اضافہ بدعت ہے۔ لیکن ابن ابی زید مالکی کا اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن عربی نے ان کا رد کیا ہے۔ اور امام نووی نے اس کی خوب تفصیل بیان کی ہے۔

وَصَلِّ اَللّٰھُمَّ صَلِّ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور وہی درست راہ کی توفیق دینے والا ہے۔ اسی کے فضل سے ہم حسن خاتمہ کے طلب گار ہیں۔ اس ذات پاک کے وسیلہ سے جسے حکمت اور فصل خطاب سے نوازا گیا ہے۔

ابوالحسن البکری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عقد الجواہر البہیہ ختم ہوئی۔

فائدہ: فقیر یوسف بن اسمٰعیل نبہانی عفا اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مذکورہ کتاب کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے۔ جو کتاب میں شامل نہیں وہ عبارت ابن عطیہ کی یہ حدیث ہے جو ثابت عن انس سے ہے وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن میں ہزار مرتبہ مجھ پر درود پڑھا۔ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا محل دیکھ لے گا۔ اسے حافظ ابو عبد اللہ المقدسی نے اپنی کتاب الصلاۃ علی النبی ﷺ میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ میں اسے حکم بن عطیہ سے اور وہ ثابت سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی جانتا ہوں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس حدیث میں کوئی حرج نہیں۔

اور یحیٰی ابن معین سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے حکم بن عطیہ ثقہ ہیں۔

پس تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ اس عظیم حدیث اور اس بہت بڑے اجر کی عطا پر۔ جس پر واقف ہونے کے بعد عمل کرنا ترک نہیں کرے گا سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ نے علم کے سلسلہ میں گمراہ کر دیا ہے اور مسلمان کیلئے یہ حدیث سننے کے بعد کونسی رکاوٹ ہو سکتی ہے کہ ساری زندگی میں ایک دن ہزار مرتبہ درود پڑھے بلکہ اسے تو ہر روز ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، عطا کرتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن ہزار مرتبہ درود پڑھا جائے۔

ومنہم الامام المحدث ابوالمحاسن السید یوسف بن عبداللہ الحسن

یہ جواہران کی کتاب الاربعون حدیثا فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لئے گئے ہیں۔ میں انہی کے الفاظ میں اسے نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اپنے محبوب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہترین درود وسلام سے مخصوص کیا ہے۔ اور خاص وعام کو آپ کی برکت سے حصہ عطا کیا ہے۔

میں اس کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے نبی رحمت کے ذریعہ سے ہمیں ہدایت عطا کی ہے۔

اس کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اپنے محبوب پر صلاۃ وسلام کے طفیل ہم سے ہر برائی دور کی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاہ کوئی لائق عبادت نہیں وہ واحد اور غفار ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے (خاص) بندے اور رسول اور تمام مخلوق میں سے منتخب اور پسندیدہ ہیں۔

درود بھیجے اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب، آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر اپنی مخلوق کی تعداد اور اپنی رضا کے برابر اور اپنے عرش کے وزن کے برابر اور اپنے کلمات کی روشنائی کے برابر، اور آپ پر اللہ تعالیٰ سلام بھیجے اور آپ کو مکرم بنائے۔ اور آپ پر درود پڑھنے والی مخلوق کے برابر اجر عطا فرمائے اور ایک درود کے بدلے دس درود بھیجے۔ بعد ازاں محتاج رحمت رب غنی یوسف بن عبداللہ الحسینی الارمیونی شاگرد سیوطی علیہما الرحمۃ سخن طراز ہے کہ یہ چالیس احادیث ہیں جو سرور اولاد آدم اللہ کے خاص بندے اور عظیم رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کی فضیلت میں مختلف کتب سے میں نے جمع کی ہیں اس امید پر کہ مجھے بھی اس گروہ میں شامل کر لیا جائے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

نَضَرَ اللّٰهُ اِمْرأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا

"اللہ سرسبز وشاداب رکھے اس شخص کو جس نے میری گفتگو کو سنا اور یاد کیا اور پھر آگے اسی طرح بیان کیا جس طرح سنا تھا"۔

نیز اس ارشاد پاک کا میں بھی مصداق بن جاؤں۔

مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِي اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا مِنْ سُنَّتِي اَدْخَلْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي شَفَاعَتِي وَفِي رِوَايَةٍ كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا وَشَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''جس نے چالیس احادیث میری سنت میں سے (محفوظ کر کے میری امت تک پہنچائیں) تو روز جزا میں اسے اپنے دامن شفاعت میں لے لوں گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا سفارشی اور اس (کے ایمان) کا گواہ ہو جاؤں گا''۔

نیز یہ کتاب میں نے ائمہ اعلام کی اقتداء کرتے ہوئے تحریر کی ہے اللہ تعالیٰ اسے محض اپنی رضا کیلئے پسند فرمالے اور اسے اپنی بارگاہ میں (میری) کامیابی کا سبب بنائے بے شک وہی ''کافی'' ہے۔

حدیث اوّل

حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الادوسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

(مسلم، ترمذی، النسائی، ابن حبان)

دوسری حدیث

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صبح کی اس حال میں کہ آپ کی طبیعت مسرور تھی آپ کے رخ اقدس پر خوشی کے آثار نظر آرہے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آج آپ کی صبح مسرور ہے اور چہرہ اقدس پر آثار شادمانی نمایاں ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں میرے پاس میرے رب کی جانب سے ایک آنے والا ''فرشتہ'' آیا ہے اور کہا ہے کہ جس نے بھی آپ کی امت میں سے آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس کے بدلے میں اس کی دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور پڑھنے والے کی طرف اس جیسا درود لوٹائے گا۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد جید ہیں۔ نسائی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ آپ کا رب فرمارہا ہے یہ بات آپ کو خوش نہیں کرتی کہ آپ پر کوئی ایک مرتبہ درود پڑھے تو میں اس پر دس مرتبہ درود پڑھوں اور آپ کا کوئی امتی ایک مرتبہ سلام پیش کرے تو میں اس پر دس مرتبہ سلام نازل کروں۔ ابن حبان کی روایت میں ہے حضور ﷺ نے عرض کیا میرے مولا کیوں نہیں؟ (میرے مولا یہ بات یقیناً مجھے خوش کرتی ہے)......(مترجم)

تیسری حدیث

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا جس نے نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے بدلے اس پر ستر مرتبہ درود پڑھتے ہیں۔

پس چاہیے کوئی کم پڑھے یا زیادہ۔(رواہ احمد باسناد حسن موقوف)

چوتھی حدیث

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے۔ جس نے مجھ پر درود پڑھا فرشتے اس پر درود پڑھتے رہتے ہیں اب چاہے بندہ کم درود پڑھے یا زیادہ۔(رواہ احمد وابن ماجہ واسنادہ جید)

پانچویں حدیث

حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ہر روز تین مرتبہ اور ہر رات تین مرتبہ میری محبت وشوق میں ڈوب کر درود شریف پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس بندے کے اس رات اور اس دن کے گناہ معاف فرمادے۔

(رواہ ابن ابی عاصم اور ابن مندہ نے کہا ہے کہ ابو کاھل صحابی ہیں)

چھٹی حدیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سوار کے پیالہ کی طرح نہ بنالینا کیونکہ سوار جب تمام چیزیں سواری پر رکھ لیتا ہے پھر پیالے کو پانی سے بھر لیتا ہے پھر اگر وضو کی ضرورت ہوتی ہے تو اس پانی سے وضو کر لیتا ہے اور اگر پینے کی ضرورت ہوتی ہے تو پی لیتا ہے وگرنہ اس پانی کو بہا دیتا ہے۔ دعا کے شروع درمیان اور آخر میں مجھے وسیلہ بنالو۔(رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ)

ساتویں حدیث

حضرت ابو درداء عویمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود پڑھا صبح کے وقت دس مرتبہ اور دس مرتبہ شام کے وقت اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔

(رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر باسنادین احدھما جید)

آٹھویں حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے اور جس نے دس مرتبہ پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان منافقت اور آگ سے آزادی (کا پروانہ) لکھ دیتا ہے اور روز جزا اسے شہدا کے ساتھ رہائش عطا فرمائے گا۔(رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر)

نویں حدیث

حضرت عبدالرحمٰن بن عیسیٰ الثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن میں مجھ پر پچاس مرتبہ درود پڑھا قیامت کے دن ملائکہ اس کے ساتھ مصافحہ کریں گے۔

(اسے حافظ ابن بشکوال نے اپنی کتاب ''القربۃ'' میں روایت کیا ہے۔)

دسویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر روشنی (کا باعث) ہے پس جس نے روز جمعہ میرے اوپر اسی مرتبہ دورد پڑھا اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر درود شریف کیسے پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا تم یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

(یہ کہہ کر) ایک گرہ لگاؤ (ایک مرتبہ شمار کرو)

(رواہ ابن شاہین والضیاء المقدسی والدار قطنی فی سننہ وقال حدیث حسن)

گیارہویں حدیث

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ آپ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے روز جمعہ دوسو مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھا اس کے دوسال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے)

بارہویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بے شک قیامت میں ہر مرحلہ پر تم میں سے وہ شخص میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا جو دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا جس نے روز جمعہ اور شب جمعہ مجھ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت میں اور تیس حاجات دنیا میں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس درود پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے وہ اس درود کو میری قبر (مبارک) پر اس طرح پہنچاتا ہے جس طرح تمہیں تحفے پہنچائے جاتے ہیں۔ وہ فرشتہ مجھے درود پڑھنے والے کے نام ونسب اور قبیلہ کے بارے میں خبر دیتا ہے۔ پس میں اس (نام) کو اپنے پاس موجود روشن صحیفے میں لکھ لیتا ہوں۔ اسے بیہقی نے جزء میں ذکر کیا ہے جس میں حیات الانبیاء کا ذکر ہے ابن شکوال اور ابن عساکر نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں

یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ میرا علم بعد از وفات اسی طرح ہے جس طرح وفات سے پہلے تھا۔ اسے ابن نجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں بھی روایت کیا ہے کہ جس نے ایک دن میں سو مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری فرمائے گا ستر ضروریات اخرویہ تیس ضروریات دنیویہ۔

تیرہویں حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے دن میں ہزار مرتبہ مجھ پر درود پڑھا وہ مرنے سے پہلے (اس دنیا میں) جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔

''مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یَرٰیْ مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ'' ابن شاہین وضیاء المقدس اور حافظ رشید الدین نے بھی روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ...... الخ وَ فِیْ لَفْظِ اَبِی الشَّیْخِ حَتّٰی یُبَشَّرَ بِالْجَنَّۃِ

چودہویں حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بے شک قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص میرے زیادہ قریب ہوگا جو تم میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بعض آثار میں یوں بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا روز حشر کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے میں ان کو کثرت درود کی وجہ سے جان لوں گا۔ (اسے عیاض نے اپنی کتاب {شفا} میں ذکر کیا ہے)۔

یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کے پاس نورانی قلم ہوتے ہیں وہ (ان قلموں سے اور) کچھ نہیں لکھتے سوائے درود شریف کے جو میرے اوپر اور میرے اہل بیت پر پڑھا جاتا ہے۔ (من کتاب الشرف)

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا مَاکَتَبَ الْکَاتِبُوْنَ وَقَالَ الْقَائِلُوْنَ

''پس درودوں کی کثرت ہو آپ پر اور آپ کی آل پر جب تک لکھنے والے لکھتے رہیں اور پڑھنے والے پڑھتے رہیں''۔

پندرہویں حدیث

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب جمعرات کا دن آتا ہے

اللہ تعالیٰ ملائکہ کو (زمین پر) بھیجتا ہے۔ جو (فقط یہ) لکھتے ہیں کہ جمعرات کے دن اور شب جمعہ کس نے زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا۔ (بروایت ابن بشکوال)

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ (مخصوص) فرشتے ہیں جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں جو صرف شب جمعہ اور روز جمعہ زمین پر اترتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سونے یا چاندی کے قلم اور نورانی اوراق ہوتے ہیں جن پر صرف وہ درود شریف لکھتے ہیں جو حضور ﷺ پر پڑھا جاتا ہے۔

سولہویں حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ جب وہ ہمارے اہل بیت پر درود پڑھے تو (اس کے درود کو) پورے پیمانے کیساتھ تولا جائے تو اسے چاہیے۔ کہ یوں کہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتِكَ وَبَرَكَاتَكَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

"اے اللہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما اپنے محبوب نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی ازواج مطہرات پر جو اہل ایمان کی مائیں ہیں اور آپ کی اولاد اور اہل بیت پر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم پر درود بھیجا بے شک تو حمید مجید ہے"۔

سترہویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب کچھ لوگ کسی جگہ بیٹھتے ہیں جہاں وہ ذکر الٰہی اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہیں پڑھتے تو روز حشر (یہ مجلس) ان کیلئے باعث حسرت ہوگی اگر چہ وہ جنت میں داخل ہو گئے تب بھی (ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ جب کچھ لوگ اکھٹے ہوئے اور پھر ذکر خدا اور ذکر مصطفیٰ ﷺ کے بغیر اٹھ کر چلے گئے تو گویا وہ بدبودار مردار سے اٹھے۔

اٹھارہویں حدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے پاس صدقہ (کرنے کی طاقت) نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی دعا میں یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

تو اس کے لئے یہی صدقہ (کرنے کی طرح) ہے۔

انیسویں حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ الفاظ مروی ہیں۔

اِنَّ اَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

”بے شک سب سے زیادہ کنجوس وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے“۔

اور یوں بھی مروی ہے کہ آدمی کے بخیل ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ میں اس کے پاس ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ اور قاضی اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ نے بحسب امری شحاً کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔

بیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے (ہر وقت زمین میں) گھومنے والے ہیں۔ جب وہ ذکر کی محفلوں کے قریب سے گزرتے ہیں تو ان میں بعض بعض سے کہتے ہیں۔ (یہاں) بیٹھ جاؤ جب وہ لوگ دعا مانگتے ہیں تو یہ (ملائکہ) ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اور جب وہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں تو فرشتے بھی درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ لوگ فارغ ہو جاتے ہیں۔ تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں خوشخبری ہو ان لوگوں کیلئے جو (اپنے گھروں کی طرف) لوٹ رہے ہیں کہ (ان کے گناہ) بخش دیئے گئے ہیں۔ (رواہ ابوسعید القاضی فی فوائدہ)

اکیسویں حدیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے اللہ کا نام نہ لیا اس کا وضو نہیں اور جس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا اس کی نماز نہیں اور جس نے انصار کے ساتھ محبت نہ کی اس کی بھی نماز نہیں۔ (ابن ماجہ)

بائیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ دو بندے جو باہم محبت کرتے ہیں جب وہ دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو وہ دونوں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں وہ نہیں جدا ہوتے (ایک دوسرے سے) مگر ان کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (رواہ ابویعلیٰ)

تیئیسویں حدیث

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا آج رات میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جو پل صراط سے گرتا پڑتا گزر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اس کے پاس وہ درود شریف آیا جو اس نے مجھ پر پڑھا تھا۔ اس (درود) نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پل صراط پر اسے کھڑا کر دیا یہاں تک اس نے (پل صراط کو) عبور کر لیا۔ (حکیم ترمذی طبرانی معجم کبیر باسنادہ لاباس بہ)

چوبیسویں حدیث

حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا ایک تہائی (وقت) آپ پر درود شریف پڑھوں تو آپ نے فرمایا ہاں جیسے تیری مرضی اس نے عرض کیا دو تہائی تو آپ نے فرمایا ہاں جیسے تو چاہے۔ تو اس نے عرض کیا تمام وقت درود شریف پڑھوں گا۔ تو آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تیرے لئے کافی ہو جائے گا۔ ہر اس کام میں جو دنیا اور آخرت میں تجھے غمناک کرے۔ (الطبرانی معجم الکبیر باسنادہ لاباس بہ)

پچیسویں حدیث

حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نماز پڑھی اور اس وقت مسجد میں نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے جب میں بیٹھا میں نے اللہ کی تعریف سے ابتداء کی پھر میں نے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا اور پھر اپنے لئے دعا کی تو حضور ﷺ نے فرمایا سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا۔ (اسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ سے مروی ہے کہ کوئی دعا نہیں مگر اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہوتا ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے کیونکہ جب درود پڑھا جاتا ہے تو پردہ ہٹ جاتا ہے اور دعا قبول کر لی جاتی ہے اور اگر درود نہ پڑھا جائے تو دعا نہیں قبول کی جاتی۔

اسے حسن بن عرفہ نے مرفوعاً اور ترمذی نے حضرت عمر اور طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنھم سے روایت کیا ہے۔

چھبیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کے رستے سے بھٹک گیا۔ (ابن ماجہ)

ستائیسویں حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے موذن کی اذان کے وقت یوں کہا اے اللہ اس مکمل دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ پر درود بھیج اور ہم سے اسی طرح راضی ہو جا کہ اس رضا کے بعد ناراضگی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔ (رواہ ابن السنی)

اٹھائیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو کہ رمضان المبارک اس کے پاس آئے اور اس کی بخشش کے بغیر ہی گزر جائے اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو کہ اس کے والدین اس کے پاس بڑھاپے تک پہنچ جائیں اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کروائیں۔ (اسے احمد اور الترمذی نے روایت کیا)

انتیسویں حدیث

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح (مبارک) مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (احمد و ابوداؤد باسناد جید)

تیسویں حدیث

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے ایک فرشتے کو تمام مخلوقات جتنی قوت سماعت عطا کی ہے اور وہ میری قبر پاک پر کھڑا ہے اور قیامت تک کھڑا رہے گا۔

میری امت میں سے کوئی نہیں جو مجھ پر درود پڑھے مگر وہ فرشتہ کہتا ہے اے احمد ﷺ فلاں بن فلاں (پڑھنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام لیکر کہتا ہے) نے آپ پر اس طرح درود پڑھا ہے۔ اور رب ذوالجلال ضامن ہے کہ جس نے بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اور اگر زیادہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ بھی اضافہ فرما دیتا ہے۔

''مسند بزار اور ابن عساکر بطرق مختلفۃ''۔

اکتیسویں حدیث

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن آدم پیدا ہوئے اور اسی دن وفات پائی اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن کڑک ہوگی۔

پس اس دن مجھ پر درود کی کثرت کرو، کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (صحابہ نے) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے درود کس طرح آپ پر پیش کیے جائیں گے۔ حالانکہ آپ پر بوسیدگی طاری ہو چکی ہوگی۔

آپ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے''۔ (ابوداؤد، دارمی، نسائی)

بتیسویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور رب کی حمد بیان کی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا اور اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اس نے اپنے مظان سے بھلائی طلب کی۔ (بیہقی شعب اور ابان بن عباس ضعیف راوی ہے)

تینتیسویں حدیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ کو میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرماتے سنا۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ استغفار کے حوالے کر دیئے ہیں۔ پس جس نے بھی سچی نیت کے ساتھ گناہوں سے مغفرت طلب کی اسے بخش دیا جائے گا۔ اور جس نے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا اس نے اپنے (نیکیوں والے) ترازو کو جھکا لیا۔ اور جس نے میری ذات پر درود پڑھا میں بروز حشر اس کی شفاعت کروں گا۔ (ابوداؤد، نسائی، حسن بن احمد بسند جید)

چونتیسویں حدیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے (کسی جگہ) میرا (علم) نام لکھا اور اس کے ساتھ درود (بھی) لکھا (تو لکھنے والے) کو اس وقت تک اجر ملتا رہے گا جب تک اس کتاب سے اس اسم مبارک کو پڑھا جاتا رہے گا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود (لکھنے کی صورت میں) پڑھا فرشتے اس وقت تک اس کیلئے دعا مغفرت کرتے رہیں گے جب تک میرا اسم مبارک اس کتاب میں رہے گا۔ (طبرانی وابوالشیخ التواب)

پینتیسویں حدیث

حضور ﷺ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو اسے چاہیے کہ مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود بھیجے (تو اس کا کان ٹھیک ہو جائے گا)

محمد بن اسحاق بن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ اسے چاہیے کہ یوں کہے۔

ذَكَرَ اللّٰهُ مَنْ ذَكَرَنِىْ بِخَيْرٍ

چھتیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ جب میرے حق کی تعظیم کی خاطر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس قول سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ جس کا ایک پر مشرق میں اور ایک پر مغرب میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے (اے فرشتے) میرے بندے پر درود بھیج جس طرح اس نے میرے نبی پر درود بھیجا اور وہ فرشتہ قیامت تک درود پڑھتا رہتا ہے۔ رواہ ابن بشکوال وحفص بن شاہین اور انہوں نے ان الفاظ کی زیادتی کی ہے کہ اس فرشتے کی ٹانگیں زمین کی تہہ میں اور گردن زیر عرش لپٹی ہوتی ہے۔

سینتیسویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم موذن (کی اذان) سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس مرتبہ رحمت فرمائے گا پھر میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کرو۔ کیونکہ وہ جنت میں ایک منزل ہے اور اللہ کے (خاص) بندوں میں

سے ایک (محبوب ترین) بندے کے لیے ہے اور مجھے امید ہے" کہ وہ خاص بندہ میں ہی ہوں جس نے میرے لیے مقام وسیلہ" کا سوال کیا اس کیلئے (میری) شفاعت حلال ہوگئی۔

اڑتیسویں حدیث

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے یہ درود پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَجَبَتْ لَهُ الشفاعة (رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر)

"اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر اور قیامت کے دن انہیں اپنے قریب مقام عطا فرما۔ یہ درود پڑھنے والے کیلئے حضور ﷺ کی شفاعت لازم ہو جائے گی"۔

انتالیسویں حدیث

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کثرت سے درود پڑھو مجھ پر روشن رات اور چمکتے دن میں" الطبرانی فی معجمہ الاوسط و الحافظ خلف بن عبد الملک فی کتاب الصلاۃ لہ" اور انہوں نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ تمہارا درود میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اور میں تمہارے لئے دعا بھی کرتا ہوں اور (اپنے رب سے) تمہارے گناہوں کی معافی بھی مانگتا ہوں۔

چالیسویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

بے شک آدم علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دامن عرش میں ایک قیام گاہ ہے۔ اور دو سبز کپڑے آپ نے زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ گویا کہ آپ کھجور کا بلند قامت درخت ہیں۔ آپ اپنی اس اولاد کو دیکھ رہے ہیں جن کو جنت کی طرف بھیجا جاتا ہے اور ان کو بھی دیکھ رہے ہیں جن کو دوزخ کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ جناب آدم علیہ السلام اسی طرح تشریف فرما ہوں گے کہ وہ امت محمدیہ میں سے ایک آدمی کو دیکھیں گے جسے فرشتے دوزخ لے جا رہے ہوں گے جناب آدم پکاریں گے یا احمد ﷺ تو حضور ﷺ فرمائیں گے۔ اے ابو البشر میں حاضر ہوں حضرت آدم فرمائیں گے یہ آدمی آپ کی امت کا ہے جسے آگ کی طرف دھکیلا جا رہا ہے تو میں کمر بستہ ہو کر تیزی کے ساتھ ملائکہ کے پیچھے جاؤں گا اور کہوں گا اے میرے رب کی طرف سے آنے والے فرشتو! ٹھہر جاؤ تو وہ کہیں گے ہم ایسے سخت اور مضبوط ہیں کہ رب کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اور ہم وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا

جاتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ کو یقین ہو جائے گا کہ ملائکہ نہیں رکیں گے تو آپ اپنے بائیں ہاتھ سے ریش مبارک پکڑ لیں گے اور عرض کریں گے۔ (اے اللہ) تحقیق تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو مجھے میری امت کے معاملے میں شرمندہ نہیں کرے گا۔ تو عرش سے نداء ہوگی (اے جانے والے ملائکہ) محمد ﷺ کا حکم مانو اور اس بندے کو اسی مقام (میزان) پر واپس کر دو۔ پس میں اپنی جیب سے ایک سفید کاغذ کا ٹکڑا نکالوں گا وہ انگلی کے پورے کی طرح ہوگا اور اسے میں میزان کے دائیں پلڑے میں رکھ دوں گا اور کہوں گا باسم اللہ تو نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہو جائیں گی۔

ندا ہوگی یہ بندہ خوش بخت ہو گیا اور اس کی محنت بامراد ہوگئی اور اس کی نیکیاں بھاری ہوگئیں۔ اسے جنت کی طرف لے جاؤ۔ تو وہ بندہ کہے گا اے میرے رب کے پیغام رسانو! ٹھہرو یہاں تک کہ میں بارگاہ رب العزت میں مکرم و محترم ہستی سے کچھ پوچھو۔

اور وہ بندہ عرض کرے گا میرا باپ اور میری ماں آپ پر فدا ہوں آپ کا چہرہ کتنا خوبصورت ہے اور آپ کی ادائیں کتنی حسین ہیں آپ نے میرے گناہ مٹا ڈالے ہیں اور میری غربت پر رحم کیا ہے۔ آپ کون ہیں۔ (حضور ﷺ نے فرمایا) میں کہوں گا میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں اور یہ وہ درود ہے جو تو میری بارگاہ میں پیش کرتا تھا۔ (رواہ سمعانی فی اول ذیل تاریخ بغداد)

الامام العارف باللہ الشیخ علی ددہ رحمۃ اللہ علیہ کے جواہر

ان کی کتاب محاضرۃ الاوائل ومسامرۃ الاواخر مطبوعہ طبعہ منیرہ مصر کے صفحہ گیارہ پر ان کا یہ قول ہے عالم خلق میں سب سے پہلی چیز جس کے ساتھ قدرت الٰہیہ متعلق ہے اسے عالم اجسام کہتے ہیں۔ یا ایسا جوہر جو قدسی اور نوری ہے اور عنصر اعظم کے نام سے موسوم ہے۔ محققین اہل تصوف کے نزدیک اسے حقیقۃ الحقائق اور حکما کے نزدیک ھیولی کلیہ جامعہ جو قوت قابلہ کلیہ کے نام سے معروف ہے۔ کہا جاتا ہے اور بعض حکماء اسے جوہر فرد کہتے ہیں جو اجزاء میں تقسیم نہیں ہوتا اور یہی جوہر فرد ایک اعتبار سے ''مخلوق اول'' ہے۔

اور یہ جوہر بنفسہ قائم ہے ایک مذہب کے مطابق متحیز ہے اور ایک مذہب کے مطابق متحیز نہیں اور اکثر مشائخ کے نزدیک قول ثانی زیادہ صحیح ہے۔

نیز موجود اوّل کے بہت سارے نام ہیں اور اس کے شرف کی وجہ سے اس کے اسماء والقاب مختلف ہیں جس طرح قلم، عقل، جوہر فرد، لوح روح کلی، الحق المخلوق اور عدل (یہ تمام موجود اول کے

اسماء ہیں)۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اس ''موجود اوّل'' کے بہت سارے اوصاف ہیں۔ جن کا شمار سوائے خالق تعالیٰ کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔

لیکن موجود اول کا ظہور حقیقت محمدیہ اور حضرۃ احمدیہ میں بہت خوب ہوا۔ گویا کہ موجود اوّل ہے ہی حقیقت محمدیہ مکمل طور پر اس جوہر سے متصف ہونے کی وجہ سے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الدرۃ البیضاء سے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر۔

عارف باللہ شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ کے جواہر میں سے

شیخ علی ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عناصر میں کلیہ جامعہ کو ایک جوہر تاباں کی صورت میں پیدا فرمایا اور وہ جوہر تاباں خاتم الانبیاء ﷺ کے (جسم مبارک) کی خاک پاک اور سید الاصفیا سیدنا محمد ﷺ کا عنصر مبارک ہے (اسی طرح) جس طرح کہ چاندی کی مہر، پھر اللہ تعالیٰ نے اس عنصر پاک پر ہیبت کے ساتھ نظر فرمائی تو وہ پگھل کر پانی پانی ہوگیا۔ اور یہ وہی پانی ہے جس پر عرش ٹھہرا تھا۔ پھر وہ پانی موجیں مارنے لگا اور اس کے وسط میں جھاگ اکٹھا ہوگیا۔ بعدازیں وہ قطعہ (مزید) چار قطعات میں تبدیل ہوگیا اور ہر حصے سے ایک ''حرم'' پیدا کیا گیا۔

حرم کعبہ، حرم مدینہ، حرم قدس اور حرم کوفہ اور کوفہ ہی بعض محققین کے نزدیک چوتھا حرم ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس وجہ سے آپ نے اسے دارالخلافۃ بنایا اور خلیفہ آخر الزمان مہدی علیہ السلام بھی اسے دارالخلافۃ بنائیں گے۔

پھر اس خاک پاک کی وجہ سے تمام زمین چمکنے لگی اور جب آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا اور خاک پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بھی ان کے وجود میں رکھی گئی تو حضور ﷺ کے نور سے جبین آدم دمکنے لگی۔ پھر وہ نور صلب آدم سے پاکیزہ اصلاب کی طرف منتقل ہوتا رہا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے والدین کریمین کے ذریعہ دنیا میں ظاہر فرمایا۔

آپ ﷺ کے آباء و امہات میں سے ہر ایک فعل حرام سے محفوظ رہا جس طرح کہ صاحب الشفاء اور دیگر مصنفین نے ذکر کیا ہے۔ حافظ دمشقی نے آپ ﷺ کے آباء اور آپ ﷺ کے نور کی تعریف میں یوں کہا ہے۔

احمد ﷺ نور عظیم کی صورت میں منتقل ہوتے رہے وہ نور جو سجدہ کرنے والے (مومن آباء و

امہات) کی پیشانیوں میں چمکتا تھا۔ وہ نور ہر زمانہ محو سفر رہا یہاں تک کہ تمام مرسلین کے سردار کی حیثیت سے (حجرۂ آمنہ رضی اللہ عنہا میں) ظاہر ہوا۔

کسی شاعر نے یوں کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی عظمت کی وجہ سے ان کے آباء واجداد کو محفوظ رکھا۔

انہوں نے فعل حرام سے اجتناب کیا اور اس فعل کی ندامت ان تک نہ پہنچی آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والدین کریمین۔ ''سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيهِمْ'' تک حرام فعل سے محفوظ رہے۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کہا ہے۔

ترجمہ اشعار: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے کہا۔ وہ لوگ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو جنم دیا ہے تمام کے تمام موحد ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے باپ عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک ان میں سے کوئی بھی شرک کرنے والا نہیں۔ پس مشرکین تمام کے تمام پلید ہیں جس طرح سورۂ توبہ میں ہے اور حضور ﷺ کے تمام آباء پاکیزگی کے ساتھ متصف ہیں۔ اور سورۂ شعرا کے مطابق آپ ﷺ سجدہ کرنے والوں میں چلتے رہے اور وہ تمام رب کی طرف توجہ کرنے والے تھے۔ یہ شیخ فخر الدین کے اس کلام میں سے ہے جو ان پر اسرار کی بارش ہوئی اللہ تعالیٰ انہیں جزاء اور جنت نعیم عطا فرمائے۔

زمانہ جہالت میں بھی کچھ لوگ دین حق پر قائم تھے جس طرح زید بن عمرو حضور ﷺ پر اور آپ کے آباء واجداد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت شیخ علی ددہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ امر الٰہی کے عالم میں سے سب سے پہلے جس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہوا وہ ''الروح'' ہے اور ''روح محمدی کلی'' کے نام سے موسوم ہے۔ جس روح سے تمام ارواح پیدا ہوئیں جبکہ ابھی جسم پیدا نہیں ہوئے تھے۔

جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

أَنَا أَبُو الأَرْوَاحِ وَآدَمُ أَبُو الْبَشَرِ

''میں روحوں کا باپ اور آدم (تمام) بشروں کے باپ ہیں''۔

ومن جواہر شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵ پر حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ اولاد آدم علیہ السلام میں سے وہ شخص سب سے پہلا وصی (جس کو وصیت کی گئی ہو) ہونے کا شرف حاصل ہے وہ ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ

السلام ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام چالیس ہزار ورثاء (بیٹے، پوتے اوران کی اولاد) چھوڑ کر دنیا سے گئے تو انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ وہ آسمانی صحیفوں کے مطابق احکام جاری کریں اوراس امانت کی عظمت وشان کے بارے میں بھی وصیت کی جو جناب شیث علیہ السلام کے صلب پاک میں رکھی گئی تھی۔ اوروہ امانت نور محمدی ﷺ اور سر احمدی ﷺ ہے۔

نیز یہ کہ شیث علیہ السلام اپنے بعد اپنی اولاد کو بھی اس امانت کی عزت وحریت کے بارے میں وصیت کرتے رہیں اوروہ اس پوشیدہ جوہر کی حفاظت کرتے رہیں پس یہ ایک وصیت جاریہ تھی جوایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کی طرف منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ قریشی ہاشمی نبی ﷺ کا ظہور ہوا۔

(کتاب بدء المخلوقات)

حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں

تمام انبیاء میں سے سب سے پہلے تخلیق ہونے والے ہمارے آقا محمد ﷺ ہیں جس طرح کہ آپ نے خود فرمایا ہے۔

كُنتُ اَوَّلَ الاَنبِيَاءِ خَلقًا وَ آخِرُهُم بَعثًا

اورکعب احبار سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا محمد ﷺ کا جسم پاک پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی قبر مبارک کی جگہ سے صاف ستھری روشن اور سفید مٹی کی ایک مٹھی لائے (اس وقت) وہ مٹی کی مٹھی کعبہ کے مقام پر تھی بعد ازاں اسے جنت کی نہروں میں دھویا گیا اور رحمت کے پانی میں گوندھا گیا اور عالم ملکوت کی سیر کرائی گئی۔

یہاں تک کہ ملائکہ آپ (ﷺ) کے نام پاک اور آپ کی نعت سے آدم علیہ السلام کا نام جاننے سے ہزار سال پہلے واقف ہوگئے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

كُنتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَينَ المَاءِ وَ الطِّينِ

"میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی مٹی اور پانی کے (مراحل کے) درمیان تھے"۔

اورحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام میں سے سب سے پہلے ایک چمکتے ہوئے جوہر کو پیدا فرمایا اور ہمارے آقا محمد ﷺ کی خاک مقدس اسی جوہر میں سے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے نظر ہیبت سے اس کی طرف دیکھا تو طین محمدی ﷺ ہیبت کی وجہ سے پانی ہوگئی اور آسمانوں کی تخلیق سے پہلے اسی پانی پر عرش الٰہی تھا۔

پھر پانی موجدار ہوگیا پھر اس زمین پیدا کی گئی اور تربت نبوی ﷺ کا نور اہل آسمان کیلئے اسی طرح چمکتا تھا جس طرح اہل زمین کیلئے چاند، پھر زمین سے خاک آدم پیدا کی گئی تو حضور ﷺ کا نور

مبارک جبین آدم میں چمکتا تھا اور آپ کا نور پاک اسم مبارک سمیت جنت کی ہر جگہ میں موجود تھا۔ 1
حورعین کے سینوں پر، ملائکہ کی جبینوں پر، ساق عرش اور آسمانوں کے دروازوں پر آپ کا نام موجود تھا۔ اور زمین پر آپ کی قبر مبارک کی جگہ سورج کی روشنی سے بھی زیادہ آپ کے نور کی تجلیات برستی تھیں یہاں تک کہ وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں منتقل کر دیا گیا۔

وَقَالَ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی اَوَّلَ مَابَدَا وَسَرٰی مِنْ حَضْرَةِ الْكَوْنِ نُوْرَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم

اور وہ اس طرح کہ جب قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کیا تو آدم علیہ السلام اس سے غمگین ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنی زوجہ کے ساتھ ہمبستر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے آدم علیہ السلام آپ انہیں اور اپنے آپ کو پاک کریں خوشبو لگائیں اور وضو کریں اور درود شریف پڑھیں اور پھر اپنی زوجہ کے ساتھ جماع کریں کیونکہ اے آدم میں تم میں سے اپنے نور کو نکالنے والا ہوں جسے میں انبیاء کا خاتم اور خلفاء کا تاجدار بناؤں گا اور اس پر زمانہ (نبوت و رسالت) ختم کروں گا۔

تب آدم علیہ السلام نے حوا علیہا السلام سے ہم بستری کی اور وہ اس وقت نور مبارک کی امین بن گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور حوا علیہا السلام کی پیشانی میں چمکنے لگا پھر آپ نے حضرت شیث علیہ السلام کو جنم دیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک آباء سے پاک امہات کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے والدین کریمین سے پیدا فرمایا اور آپ کے آباء اور امہات میں سے کوئی بھی فعل شنیع کا مرتکب نہ ہوا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روز الست جس نے سب سے پہلے بلیٰ کہا وہ روح مبارک تھی جس طرح حدیث پاک میں ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِيْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ

اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کمال کی ابتداء اور تمام پاکیزہ خصال کے منبع ہیں۔

اور تمام فضائل و کمالات میں آپ ہی سب سے آگے، آپ ہی مقدم ہیں ظاہر و باطن کے لحاظ سے تمام کمالات کی ابتدا اور انتہا آپ ہی ہیں۔

جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کا جوہر یعنی آپ کا عنصر

مبارک پیدا فرمایا جو تمام عنصری جہانوں پر مرتبہ اور ظہور کے لحاظ سے مقدم ہے اور آپ کی روح مکرم تمام عالم ارواح سے مرتبہ اور ظہور کے لحاظ سے مقدم ہے اور اسی طرح آپ کا نور پاک تمام انوار سے اور آپ کی عقل مبارک تمام عقول سے مقدم ہے۔

اور آپ کا کمال جسے قلم سے تعبیر کیا گیا ہے تمام کمالات سے مقدم ہے۔ جس طرح علوم کے نقوش قلموں کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام چیزوں کا ظہور حقیقت محمدیہ کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ جس طرح حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ مُعْطِی

"بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے"۔

(خاتمہ) شیخ مذکور فرماتے ہیں میں یہ بابرکت فصل ختم کر رہا ہوں ابتداء خلائق کے بارے میں جامع حدیث کے ذکر کے ساتھ جو خود رسول اللہ ﷺ کی ابتداء کے بارے میں ہے جسے علماء نے حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ سے مخلوق کی ابتداء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اے جابر سب سے پہلی چیز جسے اللہ نے پیدا فرمایا وہ تیرے نبی کا نور ہے پھر اس نور میں سے ہر بھلائی کو پیدا فرمایا اور بعد ازاں ہر چیز کو پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے (اس نور) کو پیدا کیا تو اسے اپنے سامنے مقام قرب میں بارہ ہزار سال تک کھڑا کئے رکھا۔ پھر اس نور کو چار قسموں میں تقسیم کر دیا۔ پس ایک قسم سے عرش پیدا کیا اور ایک قسم سے کرسی کو پیدا کیا۔ اور ایک قسم سے کاملین عرش اور محافظین کرسی کو پیدا کیا۔ اور چوتھے حصہ نور کو بارہ ہزار سال تک اپنے سامنے مقام حب میں کھڑا کیے رکھا۔

پھر اس چوتھے حصے کو (مزید) چار قسموں میں تقسیم کر دیا۔ بعد ازاں ایک قسم سے قلم اور ایک قسم سے لوح کو پیدا فرمایا اور ایک قسم سے جنت کو تخلیق کیا۔

اور چوتھے حصہ نور کو بارہ ہزار سال تک مقام خوف میں ٹھہرائے رکھا۔ اس کے بعد اسے بھی چار قسموں میں کر دیا پس ایک جز سے ملائکہ کو پیدا کیا ایک جزء سے سورج اور چاند کو اور ایک جزء سے ستاروں کو پیدا کیا۔ پھر اس چوتھے حصے کو بارہ ہزار سال تک مقام رجاء میں ٹھہرائے رکھا۔

پھر اس چوتھے حصہ کو (مزید) چار حصوں میں تقسیم کیا اور ایک جزء سے عقل کو اور ایک جزء سے علم و حلم کو اور ایک جزء سے عصمت و توفیق کو پیدا فرمایا اور چوتھے حصے کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال ٹھہرائے رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کی طرف نظر فرمائی تو وہ نور پاک قطروں کی صورت میں بہہ پڑا اور اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے کسی نبی یا رسول کی روح کو

پیدا فرمایا۔

پھر جب انبیاء کی روحوں نے سانس لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانسوں سے اولیاء سعداء (خوش بخت گروہ) شہداء اور قیامت تک آنے والے اطاعت شعار مومنین کی روحوں کے نور کو پیدا فرمایا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا پس عرش و کرسی میرے نور سے ہیں۔

ساتوں آسمانوں کے ملائکہ میرے نور سے ہیں۔ جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے ہیں۔

سورج چاند، ستارے میرے نور سے ہیں۔ عقل، علم اور توفیق میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

انبیاء و رسل کی روحیں میرے نور سے پیدا کی گئی ہیں۔ شہداء، سعداء اور صالحین میرے نور سے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے اور اس نور پاک کو جو چوتھے جزء کی صورت میں تھا ہر حجاب میں ہزار سال تک ٹھہرائے رکھا۔

اور وہ عبودیت، کرامت، سعادت، ہیبت، رحمت، رأفت، علم، حلم، وقار، سکینت، صبر، صدق اور یقین کے حجابات تھے۔

پس اس نور پاک نے ہر حجاب میں ہزار ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور جب وہ نور ان حجابات سے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو زمین کے اندر رکھ دیا اور وہ نور مشرق و مغرب میں یوں چمکتا تھا جس طرح اندھیری رات میں چراغ چمکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا فرمایا اور وہ نور جبین آدم میں رکھ دیا پھر وہ نور آدم علیہ السلام سے شیث علیہ السلام میں منتقل ہو گیا اور اس طرح وہ نور پاک، پاک باپوں اور پاک ماؤں سے منتقل ہوتا ہوا عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پشت میں تشریف لایا اور ان سے میری ماں آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس میں جلوہ فگن ہوا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں ظاہر کیا اور مجھے تمام رسولوں کا سردار اور تمام انبیاء کا خاتم اور تمام جہانوں کیلئے رحمت اور چمکتے چہروں اور روشن پیشانی والوں کا قائد بنایا اے جابر تیرے نبی ﷺ کی تخلیق کی ابتداء اس طرح ہوئی۔

اسے شیخ اکبر اور کشف کشاف جو بردہ کی شرح ہے کے مصنف اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام ممکنات نور پاک محمد کریم ﷺ کی فیض رسانی سے وجود میں آئے اور آپ کی ذات قاسم ہے اور فیض اول و اقدس سے مستفیض بھی ہے۔ (ﷺ)

ومن جواہر العارف باللہ الشیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ

کتاب مذکور کی فصل نمبر ۸ ۳ صفحہ نمبر ۱۴۹ پر ان کا قول ہے

ان اولیوں کے بارے میں جو بارگاہ محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ مختص ہیں۔

یہ اولیت ان فضائل کے اعتبار سے ہے جو اولین اور دینی اور یہ اولیت روحی ہیں اور اخروی خصائص کے اعتبار سے بھی ہے۔

اولیت کی تمام فصلیں اس بات پر ختم ہو جاتی ہیں کہ آپ خاتم النبیین اور سید المرسلین اور اولین و آخرین کے امام ہیں۔

مشہور حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا کیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا یہ حدیث مشہور ہے۔ وہب سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جوہر کو پیدا فرمایا۔

اہل تحقیق کا فرمانا ہے کہ یہ چار حدیثیں زبان زد عام ہیں اور عرفاء کے نزدیک ان کے درمیان تطبیق و موافقت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی روح کو پیدا فرمایا پھر آپ کی روح مبارک سے تمام ارواح کو پیدا فرمایا جس طرح کہ آپ کا فرمان ہے میں روحوں کا باپ ہوں اور آدم (بشریت کے) جسموں کے باپ ہیں پھر آپ کے نور کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور سے تمام انوار کو پیدا فرمایا جس طرح کہ آپ کا فرمان ہے۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کی عقل کلی کو پیدا فرمایا اور آپ کی عقل پاک سے تمام پاکیزہ ملکوتی، عرشی اور کلی عقلوں کو پیدا فرمایا۔

پھر عام عناصر سے پہلے آپ کے عنصر کے جوہر کو پیدا فرمایا اور اس جوہر پاک سے تمام کلی، عرشی آسمانی اور زمینی جواہر کو پیدا فرمایا۔

اوران مقدس اور اولیں چاروں اصولوں سے مراد حقیقت محمدیہ اور بارگاہ احمدیہ ہے۔ یہ نسب تعین اور مراتب کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ آپ از روئے مرتبہ اور از روئے ایجاد تمام علوی اور سفلی ملکوتی اور بشری جواہر میں اور آپ تمام اسمائی حقائق الٰہیہ کلیہ کے جامع ہیں۔

اور آپ وجود میں سب سے مقدم اور فاتح ہیں۔ پس آپ کے وجود کا جوہر ہی ہے جو ہر فرد اور کلی ہے اور تمام اعیان و جواہر میں جامع ہے یہ ابن وہب کا قول ہے جو انہوں نے احبار قدسیہ نقل کرتے

ہوئے کہا ہے۔

اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ جَوْھَرَۃَ الخ۔

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جوہرہ (محمدی ﷺ) کو پیدا فرمایا''۔

جس میں سے محمد ﷺ کی طینت (خاک پاک) چاندی کی انگوٹھی کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی پھر باری تعالیٰ نے ان کی طرف بنظر ہیبت دیکھا تو وہ دمکنے والا نور جسد مصطفیٰ ﷺ کیلئے خاک مقدس کی شکل میں ڈھل گیا عین اس جگہ جہاں کعبہ معظّمہ موجود ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے پانی میں سے زمین کو پیدا کیا تو اس زمین میں سے وہ قطعہ جو آپ کے جسم کی تخلیق کیلئے تھا دوسری زمین سے (نمایاں اور) چمک دار تھا اسی جگہ کو تمام جگہوں سے پاکیزہ ترین نافہ زمین اور اس کا مرکز بننے کا شرف حاصل ہوا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو اس جوہرہ قدسیہ کے زیریں حصہ سے پیدا فرمایا۔

اور پانی پر چمکنے سے پہلے عرش آپ کے نور سے پیدا کیا جا چکا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا جس طرح کہ آپ نے اپنے قول سے اشارہ فرمایا ہے۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ ......الخ

یعنی اولیں وراثت محمدیہ ﷺ کا نور جبین آدم سے یوں چمکتا تھا جس طرح کہ چودھویں کا چاند یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقدس پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کیا۔ یہاں تک کہ آپ عبدالمطلب کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہما کی پشت میں آپہنچے۔

''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ'' اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اس قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہے جس نے بارگاہ غیب سے فیضان الٰہی حاصل کیا۔

اور تمام اشیاء کا اس سے فیضان اس طرح ہے جس طرح قلم کے ذریعے روشنائی سے خط (لکیر) کا فیضان پس اس فیض رسانی اور لوح عالم کی طرف اشارہ کی وجہ سے اسے قلم کہا گیا۔

تمیز ذات اور نفس اور رب نفس کی معرفت کی وجہ سے اسے عقل کلی بھی کہا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے کہ آپ تمام مخلوقات کی نشو ونما کا منبع ہیں اس کو روح اعظم بھی کہا جاتا ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (الاسراء:85) (الآیہ) کی تفسیر کرتے نجم الملت والدین نے اپنی کتاب عین الحیاۃ میں کیا حسن وعمدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

آپ قدس سرہ نے فرمایا جاننا چاہیے کہ روح انسانی ہی وہ پہلی شے ہے۔ جس کے ساتھ قدرت

(الٰہی) کا تعلق (ایک) جوہر نورانی اور لطیفہ ربانی کی حیثیت سے عالم امر میں ہے۔

اور عالم امر وہ (عالم) ملکوت ہے جو لا شئے سے پیدا کیا گیا اور عالم خلق وہ ملک ہے جو ''شے'' سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس روح نبوی (ﷺ) ہی وہ اعظم و اول روح ہے جو تمام مخلوقات سے اولین ہے حدیث پاک میں بھی ہے ''اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِي'' سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا۔ اور اس بات کا بھی احتمال نہیں کہ مطلقاً مخلوق اول ایک کے سوا کوئی اور ہو۔

کیونکہ دو مختلف چیزوں میں سے ہر ایک ایجاد و تکوین میں اول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بات اس مفہوم سے خالی نہیں کہ ان دونوں کو ایک ساتھ پیدا کیا گیا ہو یا یکے بعد دیگرے اور اگر دونوں کو یک وقت پیدا کیا گیا ہو تو کسی ایک کو دوسرے پر اولیت میں کوئی خاصیت حاصل نہیں۔

اور اگر دونوں کو ایک دوسرے کے بعد پیدا کیا گیا ہو تو ایک اول ہوگا اور دوسرا آخر لامحالہ ایک ہی ان میں سے اول ہوگا پس ہمارے لئے (اولیت مصطفیٰ ﷺ) کا تعین بھی ہو گیا۔

اور ہم پر لازم ہے کہ وہ مخبر صادق جو اپنی خواہش سے نہیں بولتا مگر جب کہ اسے وحی کی جائے اس کے کلام کو محمول کریں کہ ''مخلوق اول'' وہی اسم یگانہ ہے جس کے صفاتی نام ہر صفت کے اعتبار سے بے شمار ہیں اور یہ اسماء کثیر ہیں اور ان اسماء کی مصداق ذات عظیم ایک ہی ہے اور یہی اصل (کائنات) ہے اور باقی سب اس کے تابع ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اصل موجودات ہمارے آقا محمد ﷺ ہی ہیں جس طرح کہ حدیث قدسی ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

''اگر تمہیں پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں افلاک بھی نہ پیدا کرتا''۔

پس اصل کائنات ہونا آپ ہی کو زیبا ہے اور دیگر آپ کے تابع ہیں کیونکہ آپ اپنی روح کے ساتھ شجر موجودات کا بیج ہیں۔ پس اس سے لازم ہوا کہ آپ کی روح وہ اولین شے ہو جس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہوا ہو اور یہ کہ آپ مختلف اسماء کے مسمیٰ ہوں۔ کیونکہ اسماء ذاتیہ کی کثرت عظمت مسمیٰ پر دلالت کرتی ہے اور وہ محمد ﷺ ہی ہیں۔

پس اس اعتبار سے کہ آپ صدف موجودات کے درگرانمایہ ہیں آپ کو درۃ اور جوہرۃ کہا گیا ہے جس طرح کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ''اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ جَوْهَرَةً''

اور ایک روایت میں درۃ کے الفاظ ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے دیکھا تو وہ پگھل گیا۔ اور آپ کی نورانیت کے اعتبار سے آپ کو نور کہا گیا اور کثرت عقل کی وجہ سے عقل کہا گیا۔

اور ملکوتی صفات کے غلبہ کی وجہ سے آپ کو ''ملک'' کہا گیا۔ اور آپ کے واسطہ سے اشیاء کے

صدور کی وجہ سے آپ کو قلم کہا گیا۔ جس طرح کہ حدیث شریف ہے۔

اَللّٰهُ مُعْطِي وَاَنَا قَاسِمٌ

''اللہ عطا کرنے والا ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں''۔

آپ کا فرمان ہے لوگ میری شفاعت کے محتاج ہیں یہاں تک اِبْرَاهِيْمَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ صَلٰوتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ بھی۔

شیخ نجم الدین الکبریٰ نے سورۃ اسراء کے اسرار بیان کرتے ہوئے ایسا ہی کہا ہے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور ہمیں ان کے فیض سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اَوَّلُ مَنْ حَلَّتْ لَهُ الْغَنِيْمَةُ...... الخ

سب سے پہلے حضور ﷺ کیلئے مال غنیمت حلال قرار دیا گیا اور آپ سے پہلے کسی نبی کیلئے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے۔ اور جہاد ہی میرا پیشہ ہے۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں اور ایک روایت کے مطابق چھ چیزیں عطا کی گئی ہیں۔

جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کی گئیں۔

ایک ماہ کی مسافت جتنے رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔

اور میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے۔ پس میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہاں نماز پڑھ لے۔ اور میرے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی نبی کیلئے ایسا نہیں تھا۔ اور میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

کتاب الشفاء میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

وہ لوگ جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے میری امت میں سے ستر ہزار افراد ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ (مزید) ستر ہزار ہوں گے ان سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مدد اور عزت عطا کی ہے اور رعب میرے سامنے مہینوں کی مسافت تک چلتا ہے۔ (یعنی کئی مہینوں کی مسافت پر بیٹھے ہوئے میرے دشمنوں پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔) (مترجم)

میرے لئے اور میری امت کیلئے غنائم پاک کر دیئے گئے ہیں۔ اور بہت سی وہ چیزیں ہمارے لئے حلال کر دی گئی ہیں جن کی وجہ سے پہلے لوگوں پر سختی کی گئی تھی۔ اور دین کے معاملے میں ہم پر تنگی نہیں کی

گئی۔ کتاب الشفاء میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا رسولان گرامی قدر میں سے جس لئے مکہ میں جنگ حلال کی گئی ہے وہ حضور ﷺ کی ذات ہے۔ جس طرح کہ حدیث میں ہے آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی (والوں) کو روک لیا اور مکہ پر اپنے رسول اور مومنین کو غلبہ عطا فرمایا اور میرے بعد ایسا کرنا کسی کیلئے حلال نہیں اور میرے لئے دن کی ایک ساعت کیلئے مکہ حلال کیا گیا۔

کتاب الشفاء میں ہی ہے۔ تمام لوگوں میں سے پہلے حضور ﷺ اپنی قبر انور سے نکلیں گے۔ اور آپ نے فرمایا میں لوگوں کا خطیب ہوں گا جب وہ وفد بنائیں گے اور میں ان کو خوشخبری سناؤں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے (اس روز) لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام اولاد آدم سے زیادہ عزت والا ہوں گا۔ لیکن میں یہ فخر کیلئے نہیں بیان کر رہا۔

شفاعت

کتاب الشفاء میں ہے جو ہستی سب سے پہلے شفاعت کبریٰ عامہ کرے گی وہ حضور ﷺ ہیں۔ جس طرح کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا لیکن یہ اظہار فخر کیلئے نہیں اس دن ہر نبی آدم ہوں یا ان کے علاوہ تمام میرے پرچم تلے ہوں گے۔ اور میں ہی وہ سب سے اول ہستی ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھولی جائے گی۔ الشفاء میں ہے سب سے پہلے جو ذات جنت کے دروازے کے حلقہ کو کھٹکھٹائے گی وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جس طرح کہ الشفاء میں حدیث ہے کہ میں سب سے پہلے جنت کے دروازے کے حلقہ کو حرکت دوں گا۔ اور میرے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ پس مجھے جنت میں داخل کیا جائے گا اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں گے یہ اظہار فخر کیلئے نہیں اور میں اولین و آخرین سے معزز ہوں۔ لیکن یہ اظہار فخر کیلئے نہیں۔

تمام انبیاء سے زیادہ میری اتباع کرنے والے ہوں گے۔ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں میری امت کی اور باقی تمام صفیں دوسری امتوں کی ہوں گی۔ الشفاء میں ہے سب سے پہلے اپنی امت میں سے میں اپنے اہل بیت کیلئے شفاعت کروں گا پھر قریش و انصار میں سے درجہ بدرجہ جو میرے زیادہ قریب ہوں گے۔ پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری پیروی کی پھر تمام عرب میں سے پھر عجم میں سے اور جس کیلئے میں پہلے سفارش کروں گا وہی سب سے افضل ہوگا۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

لَاَشْفَعَنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَکْثَرَ مِمَّا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرٍ وَّ حَجَرٍ

''میں زمین پر موجود شجر و حجر (کی تعداد سے بھی) زیادہ لوگوں کی شفاعت کروں گا''۔

آپ نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا اختیار ہے روز حشر اپنی امت کی شفاعت کیلئے میں نے اپنی دعا

بچا کر رکھ لی ہے۔اور آپ نے فرمایا میری شفاعت میری امت میں سے کبائر ارتکاب کرنے والوں کیلئے ہے۔

اور آپ نے فرمایا میں عرش کے نیچے آ کر سجدہ میں چلا جاؤں گا پھر مجھے کہا جائے گا اے محمد ﷺ اپنے سر کو اٹھائیں۔اور آپ کہیں آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں کہوں گا اے میرے رب میری امت میری امت پس کہا جائے گا آپ تشریف لے جائیں پس جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔

اسے جہنم سے نکال لیں پس میں جا کر ایسا ہی کروں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ آؤں گا۔اور اپنے رب کی حمد بیان کروں گا پس مجھ سے کہا جائے گا تشریف لے جائیں اور جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی تین حصے کم ایمان ہو اس کو نکال لیں۔پس میں ایسا ہی کروں گا۔آپ نے حدیث کے آخر میں فرمایا میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا ہر اس آدمی کے بارے میں جس نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے یہ کام آپ کے ذمہ نہیں۔لیکن مجھے اپنی عزت، جلال اور عظمت وکبریائی کی قسم میں ضرور نکال لوں گا آگ سے ہر اس شخص کو جس نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا ہو گا۔

کتاب الشفا میں ہے حضور ﷺ تخلیق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے اول اور بعثت کے اعتبار سے تمام انبیاء کے بعد ہیں۔تورات میں اسی طرح آیا ہے جہاں سے صاحب الشفاء نے نقل کیا ہے۔

آپ کی اولیت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حالت نیند میں تھا کہ زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے سامنے رکھ دی گئیں۔

انہیں میں سے ہے کہ آپ نے فرمایا میں محمد ﷺ امی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔مجھے جوامع الکلمات اور ان کی مہریں عطا کی گئیں ہیں اور میں نے آگ کے محافظ فرشتوں اور حاملین عرش کو جان لیا ہے۔

انہیں خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا اے محمد ﷺ سوال کیجئے تو میں نے عرض کیا اے میرے رب میں کس چیز کا سوال کروں۔تو نے ابراہیم علیہ السلام سے کو اپنا خلیل بنایا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خاص کلام فرمایا ہے اور نوح علیہ السلام کو چن لیا ہے اور سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک عطا کیا ہے کہ اس جیسا ان کے بعد کسی کیلئے نہ ہو گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ میں نے آپ کو عطا کیا ہے وہ ان سے بہتر ہے۔میں نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے اور آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔آسمان کے مرکز میں جس کے ترانے گونجتے

ہیں اور میں نے زمین کو آپ کیلئے اور آپ کی امت کیلئے پاک بنا دیا ہے۔
اور آپ پر لگنے والے اگلے اور پچھلے الزامات سے آپ کو بری کر دیا ہے۔
پس آپ لوگوں میں چلتے ہیں اس حال میں کہ آپ بخشے ہوئے ہیں آپ سے پہلے میں نے کسی کے ساتھ ایسا نہیں کیا میں نے آپ کی امت کے دلوں کو مصاحف (قرآن) بنا دیا ہے (یعنی ان کے دلوں میں قرآن رکھ دیا ہے۔ (مترجم) اور آپ کیلئے میں نے حق شفاعت کو ذخیرہ کر دیا ہے جبکہ آپ کے سوا کسی نبی کیلئے ایسا نہیں کیا اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا لوگ میری شفاعت کے محتاج ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔

انہی خصائص میں سے آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین اس وقت بھی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے۔ اور میں دعاء خلیل اور بشارت عیسیٰ علیہما السلام ہوں۔

حبیب رب العالمین (ﷺ) کیلئے تورات کی بشارت یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے آپ کو تمام انسانیت کی طرف بھیجا ہے اور آپ کی امت کو ایسا بنایا کہ وہی اول اور وہی آخر ہیں اور آپ کی امت کو ایسا بنایا کہ ان کا خطبہ اس وقت تک قبول نہیں جب تک وہ آپ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی نہ دیں۔

میں نے آپ کو تمام انبیاء سے تخلیق میں اول اور بعثت میں آخر بنایا ہے اور (اے حبیب ﷺ) میں نے آپ کو سبع مثانی عطا کیے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں عطا کیے گئے اور میں نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا ہے۔

صَلٰوتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ صَاحِبِ الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ
شَارِعِ الشَّرْعِ الْقَوِيْمِ الْهَادِىْ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ وَعَلٰى جَمِيْعِ
اَخَوٰتِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَصَحَابَتِهٖ وَوَرَثَتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْن اَللّٰهُمَّ اٰمِيْن
وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

حضرت شیخ علی دده رضی اللہ عنہ کے جواہر میں سے ان کی کتاب خواتم الحکم بھی ہے جو تین سو ساٹھ سوالوں پر مشتمل ہے یہ سوالات بعض اشیاء کی حکمتوں کے بارے میں ہیں اور ان کے جوابات بھی ذکر کیے ہیں ان سوالات جوابات میں انہوں نے خوب اظہار عمدگی فرمایا ہے جو انہوں نے آئمہ دین، صوفیا، محدثین و مفسرین سے نقل کیے ہیں اور جو خود جواب دیئے ہیں وہ بھی پختہ حکمتوں پر مبنی ہیں۔

ان کی کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ٦٦

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت ہر عظیم سے کامل ہے باوجود اس کے اس نے ابلیس کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ ظاہر ہوسکتا ہے اور بہت سے لوگوں سے پوشیدہ ہوسکتا ہے اور ان سے خطاب کر کے کہہ سکتا ہے کہ بے شک وہ خدا ہے (اس سے ابلیس کا مقصود) ان لوگوں کی گمراہی ہوتی ہے اور اس نے اس طرح کر کے ایک پورے گروہ کو گمراہ کر دیا ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے سمجھا کہ انہوں نے حق تعالیٰ کو دیکھا اور اس کا خطاب سنا ہے جبکہ ابلیس حضور کی شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا۔؟

الجواب

امام ہمام شیخ اکمل الدین نے ''شرح مشارق'' کی حدیث فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي اور دوسری حدیث ''مَنْ رَأنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ'' (شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا)۔(جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا)۔

کی شرح میں حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے جواب کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت کہ ہر عقلمند یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت معینہ نہیں جو شبہ پیدا کرے کیونکہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو فانی چیزوں سے اس کی مشابہت پیدا کرنے والی ہو۔ نبی کریم ﷺ کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ آپ کی ایک معین شکل مبارک ہے جو دوسروں سے ممتاز بھی ہے دیکھی بھالی اور جانی پہچانی بھی ہے۔

دوسری صورت

حق تعالیٰ کی حکمتوں کی وسعت کے تقاضوں میں سے ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے بخلاف نبی کریم ﷺ کے کہ آپ فقط صفت ہدایت کے پابند ہیں۔ اور آپ صورت ہدایت کے ساتھ ہی ظاہر ہیں۔ پس آپ کی صورت کو اس بات سے بچانا لازم ہوا کہ شیطان ایسی صورت بنا کر ظاہر ہوتا کہ اعتماد باقی رہے اور ہدایت کی حکمتوں کے ظہور کیلئے اس شخص کیلئے جس کی ہدایت اور رہنمائی اللہ تعالیٰ چاہتا ہو۔

حضرت امام نے اسی طرح فرمایا ہے کہ محققین نے ذکر کیا ہے کہ اگر حضور ﷺ حق کے تمام ناموں کے احکام کے ساتھ ظاہر ہوں اور تمام صفات کے مظہر ہوں ہر اعتبار سے تو آپ کی رسالت اور مخلوق کو حق کی طرف دعوت اور انکی رہنمائی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی ذات پاک میں ہر اعتبار سے اسماء وصفات الٰہی میں سے صفت ہدایت زیادہ ظاہر ہو جس طرح کہ ارشاد باری ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۲﴾ (شوری:52)

پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مظہر ہدایت ہیں اور شیطان اسم مضل کا مظہر ہے۔ اور شیطان صفت ضلالت سے ظاہر ہے پس یہ دونوں ضدیں ہیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کی صورت میں ظاہر نہیں ہوسکتا۔ پس نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے پیدا فرمایا ہے اور اگر ابلیس آپ کی صورت اختیار کرنے پر قادر ہوتو پھر حق تعالیٰ کی جانب سے کسی کی ہدایت کیلئے جن چیزوں کا اظہار ہوتا ہے اس پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اس حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کی صورت پاک کو اس سے محفوظ رکھا کہ شیطان اس کے ساتھ ظاہر ہو سکے۔

حضرت شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ کی کتاب مذکور سے

سوال نمبر ۶۷

کیا یہ جائز ہے کہ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب کی تیسری قسم میں سے ہو۔
اور وہ قسم وہ ہے جو آدمی اپنے نفس سے بیان کرے اور خواب کی پہلی قسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے اور یہ سچا ہوتا ہے اور دوسری قسم شیطان کے وسوسوں اور تجلیات سے ظاہر ہوتی ہے۔

جواب

اس طرح جائز نہیں۔ اور یہ عدم جواز ایک عقدہ کو سمجھنے پر موقوف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دو شخصوں کے درمیان اجتماع خواب میں یا بیداری میں ان کے باہمی اتحاد کی وجہ سے ہوتا ہے اس کے لئے مزید پانچ اصول ہیں۔

(۱) یا تو دونوں کی ذات میں اشتراک ہو۔

(۲) یا کسی ایک صفت میں یا ایک سے زائد صفات میں اشتراک ہو

(۳) یا ایک حال یا ایک سے زیادہ حال میں

(۴) یا افعال یا

(۵) یا مراتب میں باہمی اشتراک ہو۔

پس دو یا دو سے زائد چیزوں میں باہمی تناسب ان پانچ احوال سے خالی نہیں ہوگا اور اس تعلق کی قوت اتنی زیادہ ہوگی جتنا زیادہ باہمی اجتماع ہوگا اور کثرت اختلاف کی وجہ سے اس میں کمزوری آجائے گی۔

پس محبت قوی ہوگی اس حیثیت سے کہ دو شخص کبھی جدا نہ ہوئے ہوں اور کبھی اس کے برعکس بھی

ہوتا ہے پس جس کو اصول خمسہ حاصل ہو جائیں اور گزری ہوئی کامل ارواح سے مناسبت ہو جائے تو وہ ان سے جب چاہے مل سکتا ہے۔

اور جب اس کو پہچان لیا گیا ہے تو ظاہر ہوا کہ آدمی کا حدیث بنفسہ ان چیزوں میں سے نہیں جن سے اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مناسبت حاصل ہو سکے۔

بخلاف اس کے کہ وہ فرشتہ جو اس بات پر مقرر کیا گیا ہوتا ہے کیونکہ وہ اس شکل کو اختیار کر سکتا ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہے کیونکہ خواب کی پہلی قسم (رویاء ملکی) فرشتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے امام اکمل نے شرح شارق میں بیان کیا ہے۔

امام مذکور کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو شیخ اکبر کے شاگرد محقق قونوی نے اربعین کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھی ہے وہ کہتے ہیں پس جس کیلئے بھی یہ مناسبت گذشتہ انبیاء واولیاء کی ارواح کے ساتھ ان پانچ وجوہ کے اعتبار سے ثابت ہوگی تو وہ ان سے جب چاہے مل سکتا ہے چاہے خواب میں یا بیداری میں۔

(محقق قونوی فرماتے ہیں) میں نے اس اختیار کو اپنے شیخ کے ہاں کئی سالوں تک دیکھا اور آپ کے علاوہ کچھ دوسرے لوگوں کے ہاں بھی مشاہدہ کیا اور رہے میرے شیخ تو ان کے پاس میں نے یہ طاقت دیکھی کہ وہ گذشتہ انبیاء اور اولیاء اور دوسرے لوگوں میں سے جس کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتے کر سکتے تھے اس کے تین طریقے تھے۔

(۱) اگر چاہتے تو اس شخصیت کی روحانی شکل کو اس عالم میں اتار لیتے اور اس کو اس صورت مثالی میں دیکھ لیتے جو دنیوی زندگی میں اس کی حسی شکل ہوتی تھی۔

(۲) اور اگر چاہتے تو نیند میں اس ہستی کو بلا لیتے۔

(۳) اور اگر چاہتے تو اپنے وجود سے نکل کر اس روح کے ساتھ مل جاتے جہاں وہ اپنے مرتبہ کے اعتبار سے موجود ہوتی۔ کیونکہ دیکھنے والے نفس اور افلاک کے درمیان مناسبت کے رجحان کے حکم کے اعتبار سے یہ عالم علوی سے ہے۔

اور یہ حال جو میں نے اپنے شیخ کا بیان کیا ہے۔ یہ وراثت نبوت کی صحت کی نشانیوں میں سے ہے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ (زخرف:45)

"(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے سے پہلے مبعوث کئے گئے رسولوں سے پوچھئے"۔

اہل اللہ میں سے اہل شہود کے نزدیک اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان رسولوں سے ملاقات ممکن

نہ ہوتی تو اس خطاب کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔

اور رہا وہ شخص جو احمقانہ تاویل کی طرف چلا گیا جس میں تحقیق (کا شائبہ تک) نہیں اس نے کہا کہ یہاں سوال کرنے کا حکم اہل کتاب سے ہے یعنی اہل کتاب سے پوچھئے۔

میں کہتا ہوں میں نے اس اجتماع کو اپنے شیخ سے سنا ہے اور ان سے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اور ان کے شیخ جناب محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اور حضرت شیخ علی ددہ کے جواہر میں سے ان کا یہ قول ان کی مذکورہ کتاب میں سوال نمبر ا ۷ میں ہے۔ کہ اسم پاک محمد (ﷺ) کے چار حروف پر مشتمل ہونے میں کیا حکمت ہے اور اس ترتیب اور خاص شکل میں کیا راز ہے شکل خاص

م، ح، م، د

الجواب

امام نیشاپوری فرماتے ہیں اور حضرت امام وہ کامل، عامل اور فاضل ہیں جن کو سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان میں ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے کہ آپ اپنے وقت میں اہل بغداد کے شیخ تھے۔

(بقول امام نیشاپوری) اسم پاک محمد ﷺ کے چار حرف اس لئے ہیں تا کہ اسم ذات (اللہ) سے مناسبت ہو جائے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کو آپ کے نام کے ساتھ ملایا ہے شہادتین (دونوں شہادتوں) میں اور آپ کی تعریف یوں کی ہے۔ ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو۔

یعنی میں ذکر نہیں کیا جاؤں گا مگر آپ بھی میرے ساتھ ذکر کیے جائیں گے۔

اَغَرُّ عَلَيْهِ بِنُبُوَّةٍ خَاتَمَ يَلُوْحُ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَ يَشْهَدُ وَضَمَّ الْاِلٰهُ
اِسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اِسْمِهٖ۔ اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر مہر نبوت خوب چمک رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جب پانچ وقت اذان میں موذن اشھد...... الخ کہتا ہے۔

اور کلمہ شہادت میں آپ کے ذکر کو بارہ حروف پر ذکر کیا ہے تا کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے موافق ہو جائے جو کہ بارہ حروف پر مشتمل ہے اور یہی مناسبت کے بارے میں علم ہے اور یہی اس کا راز ہے۔

جس طرح کہ ہمارا یہ کہنا ابوبکر الصدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب، ان

میں سے ہر ایک کے بارہ بارہ حروف ہیں اور یہ ان کے اخلاق کی بارگاہ نبوت میں مکمل مناسبت کی دلیل بھی ہے۔

اسی طرح ان تمام کو آپ ﷺ سے نسبی مناسبت بھی حاصل ہے کہ ہر ایک کا نسب حضور ﷺ کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے اور سب سے زیادہ قریب از روئے نسب علی بن ابی طالب ہیں جو دوسری پشت میں آپ سے مل جاتے ہیں اور ابوبکر ساتویں پشت میں اور حضرت عمر نویں پشت میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پانچویں پشت میں جس طرح کہ اہل سیر نے بیان کیا ہے۔

اور یہ ظاہری و باطنی مناسبت آپ ﷺ کے ساتھ حد درجہ شدت کی وجہ سے ہے۔

جس طرح کہ نبی پاک ﷺ نے اپنی حدیث میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

عَلِيٌّ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ ''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں''۔

حضرت شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو اس باب میں تیرے لئے (مزید) عجائبات ظاہر کروں لیکن اشارہ ہی کافی ہے اور پردہ ہی بہتر ہے اور آپ ﷺ کے اسم پاک کا ان حروف پر مشتمل ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ کا نام مبارک عددی اسرار کے اعتبار سے جامع ہو اور مرسلین علیہم السلام کے عدد سے مناسبت ہو جائے اور ان کی تعداد ۳۱۳ ہے اور یہ حساب سبط کے اعتبار سے ہے نہ کہ حساب ابجد کے اعتبار سے۔ اور اس میں بہت مراتب اور اعتبارات ہیں جس طرح کہ الٓمّ غُلِبَتِ والی آیت کے سوال میں اور یہ اس وقت ہے کہ جب تو دو میموں میں شروع ہو۔ م، ی، م اور ح اور دال تو تیرے لئے ۳۱۳ کا عدد ظاہر ہوگا اور جب تو اس معاملہ کو جوش دے گا ابی جاد کے حروف پر اس کے حساب میں تو معاملہ تجھ پر تنگ ہو جائے گا۔

وَقُلْ عَرَضْنَاكَ فِي الْبَابِ

امام نیشاپوری فرماتے ہیں کہ اس ترتیب اور خاص شکل پر حروف کے واقع ہونے کی حکمت یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو محمد ﷺ کی صورت پر پیدا فرمایا ہے پس م انسان کے سر کی طرح ہے اور ''ح'' ہاتھوں کے قائم مقام اور ح کا اندرونی حصہ پیٹ کی طرح اور ظاہری حصہ پیٹھ کی طرح اور دوسری میم الثنتین () کی طرح اور دال دونوں ٹانگوں کی طرح۔

اور کہا گیا ہے کہ اسم پاک محمد ﷺ میں دس خصائص ہیں اللہ تعالیٰ کا آپ کے نام مبارک کو اپنے نام پاک کی طرف منسوب کرنا اور مخلوق کو آپ کے نام کی شکل پر پیدا کرنا۔ اور آپ کے نام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ اور آپ کے نام مبارک کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے کنگرے پر لکھا تو اس کی بیقراری میں چین آ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام ''محمود'' میں سے آپ کے نام ''محمد ﷺ'' کا نکالا

جانا۔ اور آپ کے نام پاک کی اللہ تعالیٰ کے نام مبارک سے موافقت حروف کی تعداد کے اعتبار سے اور اسی طرح کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حروف کی تعداد میں محمد رسول اللہ ﷺ کے موافق ہو گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کا نام ابو محمد (محمد ﷺ کے باپ) رکھا گیا جب انہوں نے آپ کا اسم گرامی عرش کے پایوں پر اور جنت کے دروازوں پر اور ملائکہ کی پیشانیوں پر اور حور عین کے سینوں پر لکھا دیکھا تو آدم علیہ السلام نے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ تُبْ عَلَيَّ

"یا اللہ، محمد ﷺ کے صدقے میری توبہ قبول فرما"۔

اور ہندوستان میں سراندیپ کے قریب سرخ گلاب پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سفید حروف میں لکھا ہوا ہے اور اسی طرح جنگل میں ایک درخت پر اور سمندر میں ایک مچھلی پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا ہے۔

اور اسی طرح ایک ہرن کا شکار کیا گیا جس پر "محمد" لکھا ہوا تھا۔ اور بعض پرانے پتھروں پر "محمد" کے نشانات پائے گئے۔ اور یہ چیز تیری رہنمائی اس جانب کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے اور یہ چیزیں اہل ایمان کیلئے اعیان میں آپ کے ذکر کی بلندی پر گواہ ہیں۔

راہ عرفان میں اللہ تعالیٰ ہی سخی و مہربان جائے پناہ ہے اور اگر میں چاہوں تو (اے مخاطب) تیرے لئے میں عجیب وغریب خبروں پر مشتمل بیان کا اظہار کروں مگر وقت کی تنگ دامانی اجازت نہیں دیتی۔ واللہ الولی الفیاض۔

حضرت شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ کے جواہر میں سے ان کا یہ سوال نمبر ۴۴ ان کی کتاب خواتم الحکم سے

سوال

اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود جو کہ تمام مخلوق میں سے بدتر ہے اس کو کیوں باقی رکھا اور تمام مخلوقات میں سے بہترین محمد ﷺ کو کیوں وفات دی۔

جواب

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے (البتہ) بعض علما نے یہ جواب دیا ہے کہ دنیا شیطان کیلئے بہتر ہے اس لئے اسے اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے۔ اور آخرت حضور ﷺ کیلئے بہتر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فر

مان ہے۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (اعلیٰ:17)

"اور آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے"۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔

وما عند الله خير للابرار

"اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کیلئے بہتر ہے"۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو وفات خلافت اور وراثت کے راز سے پردہ اٹھانے کیلئے دی۔

کیونکہ آپ ﷺ کے جانشین آپ کی امت کی حفاظت کرتے ہیں اور آپ کی حکمت اور معرفت کے وارث بنتے ہیں۔

پس آپ کی امت کے علماء کو آپ کی خلافت اور وراثت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح آپ نے حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ

"میری زندگی اور میری وفات تمہارے لئے دونوں بہتر ہیں"۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی حیات ظاہری کی بہتری تو سمجھ میں آتی ہے آپ کی وفات کیسے بہتر ہوگی۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے اعمال ہر پیر اور جمعرات کی شام میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں پس اگر اچھے اعمال ہوں تو میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر اعمال بد ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی امت سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس امت کے نبی کو وفات دے کر اس امت کیلئے پیش رو اور سلف بنا دیتا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنی سنت کو زندہ کیا اور شریعت کو مکمل کیا۔ اور حق نے آپ کی شریعت کے احکام کو باقی رکھا۔ پس آپ کے انتقال سے آپ کی بارگاہ میں بہترین اعمال پہنچتے رہیں گے اور قیامت تک باقی رہیں گے۔

پس جس طرح دنیا نے آپ کی حیات سے شرف حاصل کیا۔ اسی طرح آخرت میں زندہ لوگ آپ سے شرف حاصل کرتے رہیں گے۔

B

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر میری امت کیلئے دو امن نازل فرمائے ہیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ (انفال:33)

''اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ آپ کی موجودگی میں انہیں عذاب دے''۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (انفال:33)

''اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انہیں عذاب دے حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب میں (دار آخرت میں) چلا جاؤں گا۔ تو اپنی امت میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان نے دنیا میں رہنے کی شرط قبول کر لی گئی جس طرح کہ قرآن میں ہے شیطان نے کہا ''انظرنی'' مجھے مہلت دے اور اس نے طریقہ کفر کو رائج کیا ہے تو اس طریقہ کفر کا شر اس کی طرف لوٹے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

پس اس کی زندگی اور موت دونوں بری ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں کہا ہے۔

سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ...... (الآیة) ''ان کا مرنا جینا ایک جیسا ہے''۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے بدبختی کیلئے اس دنیا میں رکھ لیا گیا ہے تا کہ برزخ میں آنے کی وجہ سے مرنے والے اس سے تکلیف نہ اٹھائیں جس طرح دنیا میں زندہ لوگ اس سے اذیت میں مبتلا ہیں۔

یوں بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا قبول کر کے اپنے پاس بلا لیا جب آپ نے دعا مانگی تھی۔

اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى ''اے مولا! اے بلند و برتر رفیق!''۔

اسی طرح یوسف صدیق علیہ السلام نے کہا تھا۔

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف:101)

''یا اللہ مجھے ایمان کی حالت میں موت دے اور نیک بندوں کے ساتھ ملا دے''۔

عارف باللہ حضرت شیخ علی دده کی کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۲۷

سوال

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سراج منیر کہا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔

جواب

شیخ نیشا پوری نے کہا ہے کہ آپ کو سراج اس لئے کہا گیا ہے کہ ایک چراغ سے اگر ہزار چراغ

روشن کیے جائیں تب بھی اس کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِى الظُّلَمِ

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام فضائل کے سورج ہیں اور (تمام انبیا) اس سورج کے ستارے ہیں۔ جو آپ کے نور کو تاریکی میں لوگوں کیلئے ظاہر کرتے ہیں''۔

نکتہ تحقیق

اہل ظاہر و شہود کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا فرمایا ہے اور آپ کے نور میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہوئی۔ جس طرح حدیث میں اشارہ ہے۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ فَيْضِ نُوْرِىْ......(الحدیث)

''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور کے فیضان سے ہیں''۔

ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نے اس قول کو بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب محاضرۃ الاوائل کی فصل بدء المخلوقات اور فصل بیان الخصائص المحمدیہ میں بیان کر دیا ہے تفصیل وہاں سے دیکھی جائے۔

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو چراغ کہا ہے کیونکہ سورج کا نور اوپر نیچے زمین، آسمان سب کو روشنی عطا کرتا ہے

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تمام امت کو روشنی عطا کرتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ سورج کو چراغ کہا گیا ہے کیونکہ وہ تمام اطراف سے روشنی دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کا نور تمام سمتوں اور تمام جہانوں میں چمکتا ہے۔

اور کتاب الشفا میں اس آیت کی تفسیر کے تحت

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ......(الخ)

میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ یہاں مثل نورہٖ میں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے۔ کیونکہ یہ نور اپنے آباء کی پشتوں میں مشکوٰۃ کی طرح امانت رکھا ہوا تھا اور مصباح سے مراد آپ کا دل ہے اور زجاجہ سے آپ کا سینہ اقدس مراد ہے یعنی گویا وہ ایک روشن ستارہ ہے جس میں ایمان اور حکمت رکھی ہے۔ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے از روئے اظہار اور از روئے نسل اور دعا کے اعتبار سے (آپ کا اظہار نسل خلیل اور دعاء خلیل سے ہوا۔ مترجم)

شجرۃ مبارکۃ (بابرکت درخت) سے مثال دی گئی ہے قرآن کے اس ارشاد "یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْءُ" سے مراد ہے قریب ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت آپ کے کلام سے پہلے ہی واضح ہو جائے اور آپ کی دعوت اسلام سے پہلے ہی معجزات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں۔

اور آپ کا نور آپ کے جسم (کے ظہور سے) پہلے ہی ظاہر ہو جائے اسی طرح زیت کی مثال بھی ہے۔

آپ ﷺ کے اسماء کی تعداد کے بارے میں مختلف علماء نے رسائل لکھے ہیں۔ بعض علماء نے آپ کے اسماء کی تعداد اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے مناسبت کی وجہ سے ننانوے بتائی ہے۔

بعض نے ہزار اسماء کے بارے میں بھی لکھا ہے کیونکہ ناموں کی کثرت نام والے کی عظمت کا اظہار کرتی ہے۔

آپ ﷺ اسماء کے خصائص کے بارے میں بھی علما نے کتابیں لکھی ہیں تفصیل وہاں سے دیکھنی چاہیے۔

کتاب مذکورہ سے سوال نمبر ۳۷

سوال

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب کہا ہے اس میں کیا راز ہے اور حبیب و خلیل میں فرق کیا ہے۔

جواب

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ میں فرماتے ہیں علماء اور اہل دل کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سا درجہ بلند ہے۔ درجہ خلت یا درجہ محبت، بعض نے کہا ہے یہ دونوں درجے برابر ہیں۔ پس حبیب خلیل بھی ہوگا اور خلیل حبیب بھی ہوگا۔

لیکن ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور محمد ﷺ کو محبت کے ساتھ خاص کر لیا گیا۔

اکثر علما نے درجہ محبت کو درجہ خلعت سے بلند تر قرار دیا ہے کیونکہ یہ ہمارے آقا محمد ﷺ کا مقام ہے کہ آپ حبیب اللہ ہیں۔

محبت کی اصل محب کے موافق میلان کا نام ہے لیکن یہ اس کے حق میں صحیح ہے جس سے میلان کا صدور ہو رہا ہو اور وہ موافق سے نفع اٹھا رہا ہو۔ اور یہ مخلوق کا درجہ ہے۔

اور خالق جل جلالہ ان اغراض سے پاک ہے پس خالق کی محبت بندے کیلئے یہ ہے کہ اسے

سعادت کے حصول پر طاقت عطا کر دے اور اسے عصمت اور توفیق سے نواز دے اور خالق اپنے عبد کو قرب کے اسباب مہیا فرما دے اور بندے پر اپنی رحمت کے دریا بہا دے۔

محبت کا فائدہ اور اس کا پوشیدہ راز یہ ہے کہ بندے کے دل سے حجابات اٹھا دیئے جائیں یہاں تک کہ بندہ اپنے رب کو اپنے دل کی نظر سے دیکھے اور سر کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرے اور وہ بندہ اس طرح ہو جائے جس طرح حدیث قدسی ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

بعض نے کہا ہے خلت کا معنی الاستصفاء ہے۔

بعض نے کہا ہے خلیل کا معنی ہے مختص (جسے خاص کر لیا گیا ہو)

یوں بھی کہا گیا ہے الخلیل سے مراد ہے فقیر، محتاج منقطع اور یہ خلت سے ہے جس کا معنی حاجت ہے۔

بکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے خلۃ سے مراد مودۃ کی ایسی صفائی ہے جو اختصاص کا تقاضا کرتی ہو۔

پوشیدہ رازوں کے..........ساتھ اس مقام کی بعض عارفین نے یوں بھی تعبیر پیش کی ہے۔

قَدْ تَخَلَّلْتَ مَسْلِكَ الرُّوحِ مِنِّي
وَبِذَا سُمِّيَ الْخَلِيْلُ خَلِيْلًا
فَإِذَا مَا نَطَقْتُ كُنْتَ حَدِيْثِي
وَإِذَا مَا سَكَتُّ كُنْتَ الْغَلِيْلَا

"تو میری روح کی گزرگاہ میں داخل ہو چکا ہے اسی وجہ سے خلیل کو خلیل کہا جاتا ہے جب میں بولتا ہوں تو تو ہی میری گفتگو ہے۔ اور جب میں خاموش ہوتا ہوں تو بیمار ہو جاتا ہوں۔

لطیف نکتہ

خلیل وہ ہوتا ہے جو واسطہ کے ذریعے پہنچے۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (انعام:75)

"اسی طرح ہم نے دکھائے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کے ملکوت تا کہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں"۔

اور حبیب واسطہ کے بغیر باریاب ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (نجم:9)

''پس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے کم''۔

اور کہا گیا خلیل وہ ہوتا ہے جس کو مغفرت کی امید ہوتی ہے اور حبیب وہ ہوتا ہے جسے مغفرت کا یقین ہوتا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ......(الخ)(فتح:2)

''تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا دے''۔

خلیل نے کہا لَا تُخْزِنِی مجھے شرمندہ نہ کرنا۔

حبیب سے کہا جائے گا۔

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ (تحریم:8)

''اس دن اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو شرمندہ نہیں کرے گا''۔

سوال سے پہلے ہی بشارت عطا کی گئی۔ خلیل نے کہا ''حَسْبِیَ اللّٰهُ'' مجھے اللہ کافی ہے اور حبیب سے کہا گیا۔ ''حَسْبُكَ اللّٰهُ'' (اے حبیب تیرے لئے تیرا اللہ کافی ہے۔

خلیل نے کہا۔

وَاجْعَلْ لِی لِسَانَ صِدْقٍ

اور حبیب سے کہا گیا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

''ہم نے آپ کیلئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ (بغیر سوال حبیب کو عطا کیا گیا)''۔

خلیل نے عرض کیا۔

وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:35)

''(اے اللہ) مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے پناہ عطا فرما''۔

اور حبیب سے کہا گیا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

''بے شک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی دور کر دے اے (نبی کے) گھر والو۔ اور تمہیں خوب پاک کر دے۔'' (احزاب:33)

اور خلیل وہ ہوتا ہے جس نے ہر چیز کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو پسند کر لیا ہو۔

اور حبیب وہ جسے رب نے تمام کے مقابلے میں چن لیا ہو۔ اور اس کے دل میں غیر اللہ کی گنجائش

ہی نہ ہو جس طرح کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا۔

لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِي فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَفِي رِوَايَةٍ غَيْرُ رَبِّي

''میرا اللہ کی بارگاہ میں ایک خاص وقت ہے جس میں میرے رب کے علاوہ کسی مقرب فرشتے یا نبی مرسل کا بھی دخل نہیں ہوتا''۔

ابراہیم علیہ السلام نے درجہ خلت حاصل کیا تو آپ کی وجہ سے کوئی اور یہ درجہ نہ حاصل کر سکا۔ اور محمد ﷺ نے درجہ محبت حاصل کیا تو آپ کے سبب آپ کی امت نے بھی درجہ محبت حاصل کر لیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: 31)

''(اے محبوب) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

اے اللہ ہم تجھ سے تیری محبت کا سوال تیرے حبیب محمد ﷺ کے وسیلہ سے کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۷

اس میں کیا حکمت ہے کہ نبی کریم ﷺ امامت کراتے تھے لیکن اذان نہیں دیتے تھے۔

جواب

کیونکہ اگر نبی پاک ﷺ اذان دیتے تو ہر وہ آدمی جو اذان کے جواب سے پیچھے رہ جاتا وہ کافر ہو جاتا۔ یہ جواب نیشاپوری نے دیا ہے۔

کسی اور نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ اگر آپ اذان دیتے اور کہتے۔ ''اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' تو اس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ شاید کوئی اور نبی بھی ہے۔

اور یوں بھی ہے کہ اگر آپ اذان دے کر دعوت دینے والے ہوتے تو جائز نہیں تھا کہ آپ اپنے لئے گواہی دیتے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ اذان کو آپ کے علاوہ دوسروں نے خواب میں دیکھا اور سنا لہٰذا اذان دوسروں کے سپرد کر دی گئی۔

اسی طرح آپ اذان سے اہم کاموں میں مصروف رہنے کی وجہ سے آپ اذان کے لئے فارغ نہیں ہوتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ اَمِيْنٌ ''امام ضامن ہے اور موذن امین ہے''۔

پس آپ نے امانت دوسرے کے سپرد کردی۔ اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں آپ نے اذان اس لئے نہ دی کیونکہ آپ جب کوئی کام کرتے تو اس پر ہمیشگی اختیار کرتے اور تبلیغ رسالت کی وجہ سے اذان پر دوام ممکن نہ تھا لہٰذا آپ نے اذان نہ دی جس طرح کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔
اگر خلافت (کی ذمہ داری) نہ ہوتی تو میں خود اذان دیتا۔

خواتم الحکم سے سوال نمبر ۷۵

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امت کو ہی خاص کیا ہے۔ نیز درود پاک میں راز کیا ہے۔

جواب

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور آپ کی عظمت کی تعریف کی ہے اور اس کے ملائکہ میں بھی یہ تعظیم خاص ہے اور اس میں فضیلت و کرامت کی زیادتی ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام وسیلہ عطا فرمایا ہے اور اس مقام وسیلہ کیلئے ہمیں دعا کا حکم دیا گیا ہے (اصل الفاظ ہیں عطاء موقوفاً علی دعا ئنا وہ مقام وسیلہ جس کی عطا ہماری دعا پر موقوف ہے۔ یہاں فاضل مصنف سے تسامح ہو گیا ہے۔ درحقیقت ہمارا دعا کرنا ہمارے لئے فائدہ مند ہے نہ کہ ہماری دعا کی وجہ سے آپ کو کچھ عطا کیا جاتا ہے بلکہ ہماری دعا کی وجہ سے ہمیں رحمت خاص سے حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ مترجم)
اور اسی طرح آپ کو شفاعت عطا کی گئی ہے اور آپ کی شفاعت سے توسل آپ پر درود شریف پڑھنے کے ذریعہ سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
پس ہم آپ کی بارگاہ کے محتاج ہیں کیونکہ آپ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔
آپ حق کی زینت، رحمت کی آزمائش کے ساتھ ہیں پس آپ کا رحمت ہونا اور آپ کے تمام خصائص اور آپ کی تمام صفات مخلوق کیلئے رحمت ہیں۔
جس کو آپ کی رحمت سے کچھ حصہ مل گیا تو وہ دارین میں ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات پا گیا۔ اور دونوں جہانوں میں اپنی پسندیدہ چیزوں سے بامراد ہو گیا۔ پس آپ ﷺ کی زندگی اور وفات دونوں رحمت ہیں کیونکہ ہمارے درودوں کے تحفے آپ تک پہنچتے ہیں اور آپ کی جناب میں پیش کئے جاتے ہیں تو آپ ہمارے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں پس درود شریف آپ کی امت اور آپ کے درمیان

ربانی تحفہ اور رحمانی تذکرہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارا درود شریف حضور ﷺ کی ذات پر پڑھنا اللہ کی بارگاہ میں ایک گزارش ہے اگرچہ ہمارا درود آپ کی تعریف ہوتا ہے۔لیکن ہم کما حقہ آپ کی تعریف نہیں بیان کر سکتے ہم اللہ تعالیٰ سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیجے۔

پس ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' کہنے کا معنی ہے۔''اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ صَلَاتَنَا عَلَیْہِ'' اے اللہ ہمارا درود آپ ﷺ پر نازل فرما۔

اور اسی طرح اس کا معنی یہ بھی ہے کہ جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا ان کی اولاد کے بارے میں قبول کی ہے اسی طرح محمد ﷺ کی دعا ان کی امت کے حق میں قبول فرما۔اور نبی پاک ﷺ فرمایا کرتے تھے۔میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔امام نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ'' کا معنی اسی طرح کیا ہے۔

اور درود شریف کا راز یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے بالذات بھی اور آپ کے ذریعے سے بھی تمام مخلوقات پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء:107)

اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو عدم سے وجود میں نہ لایا جاتا۔

کہا گیا ہے کہ درود شریف اللہ اور آپ کے درمیان راز ہے۔جس طرح کہ بعض عارفین نے: ''جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ'' ''صلوٰۃ میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے کی تاویل اس طرح کی ہے کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کا درود ہے جو وہ آپ پر بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو قیامت تک درود کا حکم دیا ہے آپ کے وسیلہ کیلئے اور آپ کی بارگاہ میں قرب کیلئے اور آپ سے تعلق جوڑنے کے لیے۔

پس یہ کرامت و عزت کی انتہا اور عظیم دلکشی اور بڑی فضیلت ہے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ محبوب اور مرغوب دوست جناب محمد ﷺ کیلئے۔

اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ صلاۃ کی ص میں حضور ﷺ کی صفوت کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی آپ تمام دوستوں اور نیکوکاروں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خالص محبت کیلئے چنے ہوئے ہیں۔اور آپ برائی اور بیگانگی کے غبار سے پاک ہیں۔

اور ''لام'' میں لقاء الٰہی (خدا کی ملاقات) کی طرف اشارہ ہے۔یعنی آپ معراج کی رات اپنے رب سے ملاقات کیلئے۔تمام دوستوں اور گہرے یاروں میں سے خاص کر لئے گئے ہیں اور ''واؤ'' میں

وحدت، وصل اور وفا کی طرف اشارہ ہے جس طرح "لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسْعُنِی جِبْرِیْلُ وَ لَا مَلَکٌ مُقَرَّبٌ" والی حدیث سے واضح ہے۔

اور "تا" میں محبت الٰہی، اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانے کے تحقق کی طرف اشارہ ہے۔

پس آپ ہی کما حقہ، رب کے مقرب اور حبیب مطلق ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ص" میں کمال صدق وصفا کی طرف اشارہ ہے اور "ل" جمال ولقاء کا آئینہ دار ہے اور "و" وصل و وفا کی ہے۔ اور "ت" تفرد (یکتائی) اور اجتباء (انتخاب ربانی) کی ترجمان ہے۔

نیز لفظ صلوٰۃ کے اشتقاق کی حکمت کے بارے میں یہ قول بھی ہے کہ صلوٰۃ مشتق وصل، وصلہ اور وصال سے ہے پس حقائق کے باہمی ربط کے اسرار کی طرف یہ کچھ اشارات ہیں۔

اور یہ معرفت کے سمندر سے اٹھنے والی محض ایک تیز موج ہے۔ واللہ الفیاض المستعان والودود الحنان۔

حضرت شیخ علی دده کی کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۷

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو شعر (وشاعری) سے محفوظ رکھا اور کہا۔

و ما علمناه الشعر و ما ینبغی له...... (آیت)

"اور ہم نے آپ کو شعر نہ سکھایا اور نہ ہی یہ آپ کے شایان شان ہے"۔

جبکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیلئے حضور ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد کرتا ہے جب آپ کی تعریف حضرت حسان بیان کرتے تو آپ مسجد میں منبر رکھواتے اور حسان اس پر کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرتے۔

جواب

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ شعر یا تو مدح ہوگا یا مذمت اور کسی دوسرے کی مدح انبیاء کے شایان شان نہیں کیونکہ اس میں مبالغہ جیسی غلطیوں کا اندیشہ ہوتا ہے اور شاعر لوگ تو تمام (گمراہی کی) وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اور اگر شعر انسان کے کلام میں سے ہوگا۔ تو اچھا کلام حسین ہوگا اور برا کلام قبیح ہوگا۔ اور اس طرح بھی کہا گیا ہے۔

کہ شعر میں اگر کمینے کی تعریف بیان کی گئی ہو تو شعر اس سے بلند تر ہوگا اور اگر شعر میں کسی معزز کی

تعریف کی گئی ہوتو شعر اس کی شان کے لائق نہ ہوگا۔ (لہذا جھوٹ اور مبالغہ پایا جائے گا جو انبیاء کیلئے زیبا نہیں۔ مترجم)

نیز اس لئے بھی آپ کو علم شعر نہیں دیا گیا تا کہ قرآن پر یہ تہمت نہ لگ سکے کہ یہ شعر ہے۔

اور جو کچھ نظم، رجز یا قافیہ کی صورت میں موجود ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا کلام ہے وہ بالکل اتفاقی ہے قصد وارادہ کے بغیر بلکہ زیادہ کلام بیت کی صورت میں ہے۔ اور بہت کم مصرعہ کی صورت میں۔

اور آپ کی موجودگی میں شعر بنائے اور پڑھے جاتے تھے۔ اور وہ ترمذی اور دیگر راویان شمائل کے مطابق تقریباً سو اشعار ہیں۔

سوال نمبر ۱۸۲

نیز اس میں کیا حکمت ہے کہ شعر آپ کی موجودگی میں پڑھے جاتے تھے اور آپ زیادہ کی فرمائش فرماتے تھے۔

جواب

تا کہ یہ بھی سنت کی اقسام کی حد میں آجائے کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور ہر حال میں امت کیلئے بہترین نمونہ ہیں۔ کیونکہ قرآن میں ہے۔ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔ اور یہی اس کا راز اور حکمت ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ شعر کی تمام اچھی اقسام آپ کے علم میں تھیں۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں ہر وہ کمال جو کسی بشر سے ممکن ہو قولاً ہو فعلاً ہو یا اخلاق عالیہ میں سے ہو وہ آپ کے کمالات عالیہ میں سے ہی ہے کیونکہ آپ ہر فصیح و بلیغ کو اور چھوٹے بڑے شاعروں کو جواب دیتے تھے۔

اور قبائل حبش، یمن اور دیگر قبائل کو ان کی زبانوں اور ان کی عبارات کے مطابق جواب دیتے تھے اور آپ کاتب کو علم کتابت سکھایا کرتے تھے۔ اور مباح بشری پیشے والوں کو ان پیشوں کی تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح کہ ختنہ کرنے کا علم اور ماپ تول کا علم اور سلائی کرنے کا طریقہ اور آپ ہر اخروی اور دنیوی کمال کے سب سے زیادہ عالم تھے جس طرح مصنف شفا اور مورخین سیرت نے بیان کیا ہے۔

سوال نمبر ۷۷

کیا حکمت ہے کہ آپ ﷺ لکھتے تھے اور یہ نبوت کے کمالات میں سے ہے اور آپ نبوت کا منبع اور سرچشمہ تھے اور آپ ﷺ لوگوں کو خطوط کا علم سکھایا کرتے تھے اور آپ سابقہ صحائف کے بارے

میں لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔ جس طرح کہ احادیث میں آتا ہے۔

جواب

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں اس ارشاد کے ساتھ تنبیہ کی ہے۔

" آپ اپنے دائیں ہاتھ سے نہیں لکھتے تھے کیونکہ اس طرح باطل قرار دینے والے شک میں پڑ جاتے"۔ (القرآن)

کیونکہ اگر آپ اپنے دست مبارک سے لکھتے تو اعتراض کرنے والے کہہ دیتے کہ یہ آپ نے سابقہ کتابوں سے پڑھ کر قرآن لکھا ہے اور ہمارے پاس لائے ہیں۔

امام نیشاپوری فرماتے ہیں حضور ﷺ نے کوئی حرف یا ہندسہ نہیں لکھا کیونکہ جب آپ لکھتے یا اپنی انگلی کا حلقہ بناتے تو آپ کے قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر پڑتا اور اگر اس طرح ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ اے میرے حبیب ﷺ آپ نے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ آپ کا قلم میرے نام کے اوپر ہو اور نہ آپ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کے قلم کا سایہ میرے نام پر پڑے۔

میں نے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کریں یہ محض آپ کی تعظیم اور عزت وتوقیر کیلئے ہے اسی وجہ سے میں آپ کے سایہ کو زمین پر پڑنے نہیں دیتا۔

پس جس نے اللہ کی تعظیم اور اس کے ذکر کی کثرت کی اللہ تعالیٰ بھی اس کی تعظیم ملاء اعلیٰ اور تمام مخلوقات میں بڑھا دیتا ہے۔ (اے مخاطب) اس سے یہ نکتہ سمجھ لے اور اللہ ہی اپنے فضل سے توفیق عطا کرنے والا ہے۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں کہا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ اس لئے زمین پر نہیں پڑنے دیا گیا کہ کہیں وہ لوگوں کے پاؤں تلے نہ آ جائے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سراپا نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ موجودات میں آپ کا وجود نفیس ترین ہے اور بشری صورت میں آپ نور کا پیکر محسوس ہیں۔

کہا گیا ہے کہ جب فرشتہ انسانی روپ اختیار کرتا ہے تو اس کا بھی سایہ نہیں ہوتا اس سے بعض عارفین نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ پاکیزہ ارواح بھی وجودی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

اور جب کثیف روحیں جسمانی شکل اپناتی ہیں تو ان کے سائے کی گندگی اور تاریکی زمین پر پڑتی ہے وہ تمام موجوداتی سایوں سے زیادہ تاریک ہوتی ہے اس میں مزید عرفانی نکتے ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ آپ نے اس لئے نہیں لکھا تا کہ کتابت میں مشغول رہنے کی وجہ سے یاد کرنے سے رہ نہ جائیں۔ اور آپ کی نظر سطحی بن کر نہ رہ جائے۔

حضرت شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ باوجود کتابت کا علم ہونے کے آپ نے لکھا نہیں یہ ایک واضح معجزہ اور (نبوت کی) نمایاں نشانی ہے۔ اور یہ آپ کے ساتھ ہی خاص ہے اور آپ ہی کا کمال ہے۔

کیوں کہ قلم اعلیٰ جس کی خدمت کر رہا ہو اور لوح محفوظ مصحف بن کر جس کے سامنے ہو تو وہ ظاہری آلات سے علوم و نقوش کی تعبیر کا محتاج نہیں رہتا۔

کیونکہ خط (تحریر) ایک ذہنی صنعت اور طبعی قوت کا نام ہے جو مادی آلات سے وجود میں آتی ہے۔

اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کی امت ہی تمام امتوں میں سے روحانیت کی حامل ہے جس کی توصیف ان کے خالق نے انجیل میں اس طرح کی ہے۔

أُمَّةُ مُحَمَّدٍ اَنَا جِيْلُهُمْ فِي صُدُوْرِهِمْ

"محمد ﷺ کی امت، انجیل (یعنی قرآن) ان کے سینوں میں ہوگا"۔

اگر لکھنے کا رواج نہ ہوتا تو امت مصطفیٰ ﷺ شریعت کا سارا سرمایہ اپنے دلوں میں سمیٹ لیتی اپنی قوتوں کے کامل اور صلاحیتوں کے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔

اور آپ کے ترکِ کتابت میں بہت سی حکمتیں ہیں اور وہ عصمت محمد یہ ہے آپ امی نبی ہیں اور ام کا معنی ہے اصل اور آپ صاحب ام الکتاب ہیں۔

اور (اے مخاطب) میں نے تیرے لئے نور کی شعاعوں کو روشن کیا ہے اور پوشیدہ اسرار میں سے کچھ اشارے ظاہر کئے ہیں اس انکشاف پر پس تقویٰ اختیار کرو اللہ الولی الفیاض۔

خواتم الحکم سے سوال نمبر ۷۸

سوال

حضور ﷺ کی ازواج امت پر کیوں حرام ہیں اور مومنوں کی امہات کس طرح ہیں۔

جواب

کہا گیا ہے کہ ازواج مطہرات کے امت پر حرام قرار دیئے جانے میں حکمت یہ ہے کہ اگر وہ کسی اور سے نکاح کریں تو یہ نبی کریم ﷺ کی اذیت کا باعث ہے اور آپ کی حرمت و عزت کے منافی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (احزاب:32)

"اے ازواج رسول اللہ ﷺ تم نہیں ہو (عام) عورتوں میں سے کسی کی طرح"۔

اور اگر وہ کسی اور سے نکاح کرلیں تو وہ بھی عام عورتوں کی طرح ہو جائیں گی۔

اسی طرح حدیث شریف کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے عرض کی ہے کہ میں دنیا میں جس خاتون سے نکاح کروں گا وہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہو گی۔ پس اگر ازواج مطہرات کوئی اور نکاح کرلیتیں تو وہ جنت میں آپ کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے دوسرے شوہروں کیساتھ ہوتیں۔ کیونکہ عورت اپنے سب سے آخری شوہر کی ہی شمار ہوتی ہے۔

اور ازواج مطہرات کو امہات المومنین اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ مومنوں کا ان سے عقد نکاح حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَآ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا (احزاب:53)

''کہ مومن آپ کی ازواج سے قیامت تک نکاح نہ کریں''۔

پس وہ امت سے حرمت نکاح کی وجہ سے امت کی مائیں ہیں۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفس راضیہ نفس مرضیہ اور نفس مطمئنہ کے اعتبار سے نفس پاک محمد ﷺ کی قوتیں تمام قوتوں سے یکتا اور منفرد اور کمالات خاصہ کی جامع ہیں خواہ ان کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے۔

پس اس خصوصیت وشرف کے اسرار کو سمجھ اور اس میں اور بہت سے گہرے راز ہیں جن سے پردہ اٹھانا بے وقت ہے۔

شاعر نے کہا ہے۔

''سلمیٰ کو کیا ہے اور ذی سلم میں کون ہے ہمارے (دلوں میں) رہنے والے کہاں ہیں۔ اور ان کا حال کیا ہے''۔

خیمے تو انہی کی طرح ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اس محلّہ کی عورتیں ان عورتوں کی طرح نہیں۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۷۹

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ازواج کو ہماری مائیں کہا ہے لیکن خود حضور ﷺ کو ہمارا باپ نہیں کہا۔

قَالَ تَعَالٰی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ ...... (احزاب:40)

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں"۔

جواب

(اس کا سبب قصہ زید رضی اللہ عنہ ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مردوں میں سے کہا ہے تم میں سے نہیں کہا کیونکہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے باپ ہیں اور آپ فرمایا کرتے تھے هُمْ اَبْنَایَ حسن وحسین علیہما السلام میرے بیٹے ہیں اور میرے حسب ونسب کے علاوہ ہر نسب کٹ جائے گا۔ پس یہی راز۔ مِنْ رِّجَالِكُمْ کے الفاظ میں ہے۔ یعنی روز حشر ہر مرد کا حسب و نسب منقطع ہو جائے گا میرے حسب ونسب کے سوا۔

کیونکہ حسب ونسب رسول اللہ ﷺ خلافت عامہ اور ولایت خاصہ کے خاتم اہل بیت کے فرد حضرت امام مہدی علیہ السلام تک پہنچے گا۔

آپ ﷺ کو ہمارا باپ نہیں کہا گیا کیونکہ آپ کو اگر اس طرح کہا جاتا تو آپ کا اپنی اولاد (امت کی خواتین) سے نکاح حرام ہو جاتا۔ جس طرح امہات المومنین کے ساتھ مومنین کا نکاح امت کی مائیں ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امت کی خواتین سے نکاح حرام نہیں ہے اور اگر آپ کو تمام امت کا باپ کہا جاتا تو اس طرح نکاح حرام ہو جاتا۔

حضرت شیخ علی ددہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کوئی بھی قرآنی سوال ایسا نہیں جس کا جواب قرآن میں نہ ہو خواہ وہ جواب لفظاً ہو یا معنی صراحۃً ہو یا اشارۃً (لیکن اس جواب کا سمجھنا اس پر موقوف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہو۔)

اللہ تعالیٰ کے فرمان وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ الخ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی ہو چکے ہیں۔ اور اگر آپ کا کوئی فرزند بالغ ہوتا تو وہ بھی نبی ہوتا کیونکہ آپ سے قبل انبیاء کی اولاد نبوت کی وارث بنتی تھی اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف سے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا:

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:6) "وہ (بیٹا) میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے"۔

ہمارے آقا ﷺ کی امت کے علماء آپ کے وارث ہیں۔ یہ وراثت ولایت کے اعتبار سے ہے اگرچہ خاتمیت کی وجہ سے آپ کی وراثت منقطع ہو گئی ہے۔ جس طرح حدیث پاک ہے حضرت ابراہیم ابن رسول ﷺ کے بارے میں لَوْ عَاشَ لَكَانَ نَبِيًّا مُرْسَلًا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو رسول بنتے اور قولہ تعالیٰ "مِنْ رِجَالِكُمْ" "تو آپ حقیقت میں اس کے باپ نہ بنتے جس کو آپ منہ بولا بیٹا بناتے کیونکہ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور اس زمانے میں متبنیٰ کی بیوی سے نکاح

کرنا باعث شرم سمجھا جاتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے (اس طرح سے باپ ہونے کی نفی کر کے) اپنے رسول ﷺ کو اس سے منزہ کر دیا اور اپنے بندوں کو بتا دیا کہ یہ شریعت (ایسی فضول پابندیوں سے) پاک ہے اور یہ (دین) ایک روشن حکمت ہے۔

پس راز خطاب کو سمجھ اور جواب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جا۔

ہر رسول اپنی امت میں تعظیم و توقیر، شفقت اور خلوص کے اعتبار سے باپ کی طرح ہوتا ہے نہ کہ تمام احکام میں جو کہ اولاد اور باپ یا پالک اور منہ بولے بیٹوں کے درمیان ثابت ہوتے ہیں نہ ہی وراثت یا نکاح وغیرہ میں۔

اور ''رِجَالکم'' کے الفاظ میں ایک خاص اشارہ ہے وہ یہ کہ آل محمد ﷺ کے مرد تمام مردوں کی طرح نہیں بلکہ وہ رجال اللہ ہیں اور انہیں انعام اور خصوصیت سے نوازا گیا ہے اور ان کا حسب و نسب منقطع نہیں ہوگا جبکہ تمہارا حسب و نسب منقطع ہو جائے گا۔

اور نص قرآنی ان کی طہارت پر شاہد ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

(احزاب:33)

اور ان پر صدقہ واجبہ کے اموال حرام ہیں کیونکہ یہ میل ہے (جو ان کے شایان شان نہیں) اور ایسی فضیلتیں ان کے ساتھ خاص ہیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۸۰

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ صدقہ کا مال آپ ﷺ پر حرام ہے۔

جواب

آپ ﷺ پر صدقہ کا مال اس لئے حرام ہے تا کہ آپ کی نعت تمام سابقہ کتب میں آپ کی تعریفات کے موافق ہو جائے۔ کیونکہ سابقہ کتب الٰہیہ میں آپ کی یہ توصیف بیان کی گئی ہے کہ ان پر صدقہ حرام ہوگا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے جس سے اموال پاک ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آپ مال صدقہ کھائیں۔

ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حدیث پاک میں ہے صدقہ دینے والے کی تعریف کرتے ہوئے

آپ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (آپ پر صدقہ لینا حرام ہے تاکہ) یہ لازم نہ آئے کہ صدقہ لیتے وقت آپ کا دست مبارک نچلا ہاتھ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کا دست پاک ہر کمال میں سب سے اوپر ہے۔ مصنف فرماتے ہیں یہ وجہ ہی انتہائی مناسب ہے اور مجھ سے پہلے یہ وجہ کسی نے بیان بھی نہیں کی۔ واللہ اعلم

اور یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ صدقہ دینے والے کے جذبہ رحم کی پیداوار ہے اس کیلئے جس کو صدقہ دیا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نہ پسند کیا کہ اس کا نبی محترم (ﷺ) کسی دوسرے کا مرحوم (احسان مند) بنے۔

اسی وجہ سے بعض فقہاء نے اس بارگاہ کے آداب کو پیش نظر رکھتے ہوئے درود شریف میں آپ کیلئے ترحم کے الفاظ استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

اگرچہ صدر الشریعۃ کے قول کے مطابق حدیث میں ایسے الفاظ آئے بھی ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے صدقہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے پس اگر آپ خود قبول بھی کرتے تو ناقص العقل لوگوں کی طرف سے تہمت کا اندیشہ تھا کہ آپ اپنی ذات کیلئے حکم دیتے ہیں۔

جس طرح عوام میں سے بعض لوگ موجودہ دور میں اپنے علماء کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں۔

پناہ بخدا: جہالت بھی کفر کے قریب لے جاتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے صدقہ حرام کر کے یہ تہمت آپ سے دور کردی تاکہ جاہلوں کے گمان اور تہمت کے الزام سے آپ کو بچا لیا جائے۔

عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ وَاللهُ تَعَالىٰ اَعْلَمُ وَاَحْكَمُ

حضرت شیخ علی دده رضی اللہ عنہ کے جواہر میں سے

ان کی کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۸۱

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یتیمی کی حالت میں پروان چڑھایا۔

جواب

بے شک نبی کریم ﷺ رحمت اور جود کے سمندر میں سے وجود کے صدف کا بے مثل ہیرا ہیں اور ہر کمال اور ہر مشاہدہ میں یکتا ہیں جس طرح در یتیم اپنی صدف میں منفرد ہوتا ہے اور جس طرح ماہ تمام اپنے

شرف میں منفرد ہوتا ہے۔ جس وقت کہ ماہ تمام اپنی عزت اور سیر کی منازل طے کرتا ہوا درجہ عزت پر پہنچتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم بنا کر پالا ہے تا کہ اس بات کا علم ہو جائے کہ معزز وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائے اور تمام شرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ عزتیں آباء و امہات کی طرف سے وراثت میں نہیں ملتیں نہ ہی آدمی مال و دولت اور حکومت کی وجہ سے معزز ہوتا ہے۔

بلکہ یہ تو سخاوتوں والے مہربان رب کی جانب سے عظمتیں دی جاتی ہیں۔ وہ رب جس نے جسے چاہا پسند کر لیا اور جسے چاہا عطا کر دیا۔

اور کہا گیا ہے کہ سابقہ ملتوں میں عزت، نبوت اور حکمت آباء سے وراثت میں ملتی تھی لیکن حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو تمام انبیاء میں سے دوستی اور محبت کیلئے پسند کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم بنایا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے تا کہ یتیموں اور فقیروں پر آپ (زیادہ) رحم فرمائیں جس طرح کہ حضرت یوسف کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قید میں پروان چڑھایا اور غلامی کی آزمائش میں ڈالا۔ تا کہ جب تخت مصر کی شاہی آپ کے حوالے کی جائے۔ تو آپ ہر قیدی اور مصیبت زدہ شخص پر رحم کریں۔

پس (اے پڑھنے والے) ان اسرار کو سمجھ لے میں نے اسرار تربیت کے چہرے سے گھونگٹ اٹھایا ہے اور اس پوشیدہ خزانے کو تیرے لئے ایک لطیف اشارے اور بہترین نکتے کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

پس تو سمجھ لے اللہ تعالیٰ کے قول کے اس راز کو جو اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿٨﴾ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ: 6 تا 10)

"کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم۔ پھر (اپنی آغوش رحمت) میں جگہ دی اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا اور اس نے آپ کو حاجتمند پایا تو غنی کر دیا۔ پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیے"۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۸۲

سوال

اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ کہا ہے اسریٰ بنبیہ ہی نہیں

کہا۔نیز اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت (رات کی سیر) کے ساتھ اپنی تسبیح ذکر کی ہے۔اور اللہ نے اپنے محبوب کی عبدیت کیوں ذکر کی ہے۔اور معراج رات کو کیوں کرائی اور لیلاً کے لفظ کیساتھ اس کی تاکید کیوں ذکر کی ہے حالانکہ اسراء کا معنی رات کے وقت چلنے پر دلالت کرتا ہے۔

جواب

بعض محققین نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی بندگی کی صفت بیان کی ہے۔صفت نبوت نہیں بیان کی تاکہ عیسائیوں کی طرح لوگ آپ ﷺ کو خدا نہ سمجھنا شروع کردیں جس طرح عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت خدا سمجھنے لگے تھے۔جب عیسیٰ علیہ السلام اس جہاں سے نکل گئے اور ملاء اعلیٰ کی جانب اپنے جسم کے ساتھ عام بشری عادات واطوار کے برعکس عروج کیا۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِی نَبِیِّهِمْ
وَاحْكُمْ مِمَّا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمِ

جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہا ہے اس کو چھوڑ دے اس کے علاوہ جو کچھ حضور ﷺ کی مدح میں کہنا چاہتا ہے خوب بیان کر۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۸۷

سوال

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی شے پیدا فرمائی۔

جواب

اہل اللہ میں سے محققین کہتے ہیں کہ عالم کی دو قسمیں ہیں عالم امر اور عالم خلق ارشاد باری ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ (اعراف:54) خبردار اسی کیلئے ہے عالم امر اور عالم خلق۔اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عالم امر عالم خلق پر مقدم ہے عالم ارواح عالم امر میں سے ہے اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ارواح قدسیہ میں سے محمد ﷺ کی روح معظم پیدا فرمائی۔جس طرح حدیث میں اشارہ ہے۔"اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِی وَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ جَوْهَرَةً" اور اس جوہر سے مراد عنصر محمدی ﷺ ہے جس سے تمام عناصر کونیہ وجود میں آئے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اکوان واعیان میں سے پہلے کون وجود میں آیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرش اور لوح محفوظ کو پہلے وجود بخشا گیا کہا گیا ہے قلم اور سبز زمرد اور عماء معرض وجود میں آئے اور پانی کے بارے میں بھی اقوال ہیں۔

اس طرح بھی ہے کہ اعیان میں سے سب سے پہلے نقطہ پیدا کیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف دیکھا یعنی اس پر ہیبت کے ساتھ تجلی کی تو وہ نقطہ عاجز و درماندہ ہوگیا اور کثیر حصوں میں تقسیم ہوگیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ یہ کنایہ ہے جوہر واحدانی سے جسے صوفیا حقیقۃ الحقائق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور حکماء اسے ہیولا کلیہ کہتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام حقائق میں سے ایک (مسلمہ) حقیقت ہے۔

پس اس حقیقت کا ظہور جب حضور ﷺ سے منسوب ہوگا تو سب سے مقدم ہوگا۔ ظاہر ہونے کے اعتبار سے بھی مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے بھی۔ پس اس حقیقت کا راز از روئے ظہور تمام کائنات میں "عالم امر" پر مقدم ہوگا۔ اور یہی نور حقیقت صورت فیضان میں تمام انوار سے اول ہوگا۔

آپ کی روح، عالم موجودات میں تعین کے اعتبار سے تمام روحوں سے مقدم ہے۔ اور آپ کا عنصر، مقام ام القریٰ میں ابتداء کے اعتبار سے عالم عناصر سے مقدم ہے۔

پس حضور ﷺ کی ذات تمام مراتب میں اول و مقدم ہے اور تمام حقائق میں سے ایک (جامع) حقیقت ہے۔

مصنف فرماتے ہیں جو شخص مخلوقات کی ابتداء کے بارے میں تفصیلاً جاننا چاہیے وہ ہماری کتاب "الاوائل والاواخر" کا مطالعہ کرے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ الْفَیَّاضُ۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۲۰۳

سوال

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ...... (الخ)۔ میں صلوٰۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور ﷺ کے ساتھ ملانے میں کیا حکمت ہے۔

جواب

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کو اس لئے درود میں شامل کیا گیا ہے کہ آپ نے اس وقت ہمارے لیے (یعنی حضور ﷺ کی امت کیلئے) دعا مانگی جب ہم موجود نہیں تھے۔ اب ہم ان کیلئے دعا اس احسان کے شکریہ کی ادائیگی کیلئے کرتے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے لئے دو رسولوں نے دعا مانگی پس اللہ تعالیٰ نے ان پر (خصوصی) صلوٰۃ وسلام سے انہیں بدلہ عطا فرمایا پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے کہا

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ.

الْمُؤْمِنٰتِ (نوح:28)

"اے میرے رب مجھے بخش دے میرے والدین اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں حالت ایمان میں داخل ہو۔ اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کو بخش دے"۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کا اجر بصورت سلام ان کو اس ارشاد کے ساتھ عطا فرمایا۔

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ (صافات:79)

"سلام ہو نوح علیہ السلام پر عالمین میں"۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے لئے دعا مانگی اور فرمایا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراہیم:41)

"اے میرے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین اور قیامت تک آنے والے مومنین کی مغفرت فرما"۔

اس کا صلہ اللہ نے انہیں یہ عطا فرمایا کہ ہمیں ان پر درود پڑھنے کا حکم دیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مبارک حضور ﷺ کے نام پاک کے ساتھ ملایا کیونکہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور محمد (صلوات اللہ علیہما) حبیب اللہ ہیں پس ان دونوں کے ناموں کو درود میں ایک ساتھ ملایا کیونکہ حبیب پسند کرتا ہے کہ اس کے دوستوں کا نام بھی اس کے نام کے ساتھ آئے۔

اور امام محقق نیشاپوری فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ایک رسول بھیج۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا (بقرہ:129)

"اے میرے رب ان میں سے رسول بھیج"۔

اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ پس ان کا شکر ادا کیا اور ان کی تعریف کی اور انہیں اس درود میں اپنے ساتھ شامل کر لیا جو ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھیجتے ہیں۔ پس یہ درود حق تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اور یہ حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

کیونکہ یہ مظاہر و تجلیات کا بہترین مظہر ہے اور اس کے پوشیدہ رازوں کا جامع ہے۔

پس صلوٰۃ مشترک ہے اور یہ اشتراک یا بالقوۃ ہے یا بالفعل ہے پانچ نمازوں کی طرح۔

اور اے مخاطب صلوٰۃ کے راز کو اچھی طرح سمجھ اور خلت و محبت کے مرتبوں میں ان کے اشتراک کو بھی سمجھ تاکہ محبت کے ظہور کے ساتھ حق روشن ہو جائے اور ایک مکمل اور جامع پوشاک میں اس کا سما جانا بھی دیکھ۔

اور بعض عارفین نے '' فصوص '' کی شرح میں فص ابراہیمی کے تحت ذکر کیا ہے کہ خلت ابراہیم باطنی طور پر خلت محمدی ﷺ جو کہ اول و آخر بالحقیقت ثابت ہے اس سے مستفاد ہے۔ پس خلت محمدی ﷺ کا مکمل ظہور پیکر ابراہیمی میں ہوا۔

اسی وجہ سے آل ابراہیم میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس خلت کے پیکر بنے۔ پس جو اس راز سے واقف ہو جائے وہ صلوٰۃ کے اشتراک سے بھی آگاہ ہو جائے گا۔ وہ صلوٰۃ جو ابراہیم و آل ابراہیم علیہ السلام پر پڑھا جاتا ہے۔

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ......(الخ)

پس حضور ﷺ معنوی طور پر آل ابراہیم میں داخل ہیں۔ پس یہ درود ظاہر و باطن کے لحاظ سے در حقیقت آپ کی اپنی ذات پر ہی ہے۔ اور یہی مقام محمدی (ﷺ) ہے۔

اور اہل تحقیق نے وضاحت کی ہے کہ حقیقت محمدی کے مظہر کامل جناب خلیل علیہ السلام اور حضرت کلیم علیہ السلام ہیں۔

پس اس عظیم راز کی وجہ سے حضور ﷺ نے انہیں بالذات شریک کیا ہے اور اپنی وساطت سے ان پر بھی درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا:

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَصَلُّوا عَلَى مُوْسٰى

''جب تم مجھ پر درود پڑھو تو موسیٰ علیہ السلام پر بھی درود پڑھا کرو''۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جناب کلیم و خلیل مناسبت کے اعتبار سے قریب ترین ہیں اسی لئے ان کو صلوٰۃ کیلئے خاص بھی کہا گیا اور صلوٰۃ میں ان کو شریک بھی کیا گیا ہے۔ جب بارگاہ محمدی ﷺ میں درود پیش کیا جائے تو ان پر بھی درود پڑھنا چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں ایک بہت بڑا باغ دیکھا جس کے درختوں پر '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' لکھا ہوا تھا۔ تو آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے اس باغ کے بارے میں پوچھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے تمام قصہ کہہ سنایا۔

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

يَارَبِّ اَجْرِ ذِكْرِيْ عَلٰى لِسَانِ اُمَّتِهٖ ﷺ

''اے میرے رب میرا ذکر آپ کی امت کی زبانوں پر جاری کر دے''۔

اور اس وجہ سے بھی ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ہمارا قبلہ بھی ابراہیمی ہے اور ہمارے مناسک حج بھی خلیلی ہیں۔ اور ہمارا کعبہ بھی انہی کا تعمیر کردہ ہے۔ اور ان کی ملت کی پیروی تمام

امتوں نے کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس امت پر ان کی تعریف کرنا لازم کر دیا۔

نکتہ معرفت

ہمیں ملت ابراہمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ درحقیقت حضرت خلیل بارگاہ محمدی ﷺ کیلئے پیکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ آل اسمٰعیل میں سے ہیں پس ہم پر شکر ادا کرنا لازم ہوا اور ان کی تعریف بھی ضروری ہوئی۔ اس لئے حضور ﷺ نے ان پر درود پڑھنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہی حقیقت محمدیہ کے مظہر کامل ہیں۔ پس آل ابراہیم تمام انبیاء کی آل سے مکمل ہے اور ان میں سے تمام مومن حقیت میں آل محمد ہی ہیں۔ کیونکہ اَبُوْ الْاَرْوَاحِ (روحوں کے باپ محمد ﷺ جب) ابراہیم علیہ السلام کی آل ہیں۔ تو ساری آل روحانی باپ کے زیر سایہ آ گئی۔ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۲۷۷

سوال

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خاتم النبیین کیوں کہا ہے اور بارگاہ نبوت میں اس "ختم" کا راز کیا ہے۔

جواب

کہا گیا ہے کہ بے شک مہر لگانا مکتوب کی وقعت اور عزت کی دلیل ہے نبی کریم ﷺ تمام مخلوق سے معزز ہیں۔ اور اسی طرح جب تک مہر کتاب پر موجود ہے کوئی اس کو ضائع نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کسی میں بھی یہ صلاحیت نہیں کہ علوم قرآنی کا حقیقی احاطہ کر سکے سوائے خاتم کے۔

اور جب تک بادشاہ کی مہر خزانہ پر رہے کوئی اس کو کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن ان تمام کتب کا خزانہ ہے جو اللہ کی جانب سے نازل کی گئیں۔ اور قرآن علوم ربانی کا منبع اور حقائق لدنیہ کا سرچشمہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کے ساتھ خاتم النبیین کی ذات گرامی کو خاص کیا گیا۔ اور یہی راز ہے کہ مہر نبوت آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پشت پر تھی۔ کیونکہ بادشاہ کے خزانہ کے باہر مہر لگائی جاتی ہے تاکہ جو کچھ خزانہ کے اندر موجود ہے وہ محفوظ رہے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا۔

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس خزانے کیلئے چابی اور مہر کا ہونا ضروری ہے۔
پس آپ کو خاتم کہا گیا کیونکہ وجود کے خزانہ کی مہر آپ ہیں اور آپ کو فاتح کا نام دیا گیا کیونکہ آپ

خزانۂ ازل کی کلید ہیں آپ سے ہی ابتداء کی گئی اور آپ سے ہی انتہا کی گئی۔

مہر کے بغیر اس بات کا علم نہیں ہوسکتا کہ خزانے میں کیا چیز ہے اور خاتم ہی مفتاح (چابی) بھی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فَأَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ'' میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو پس محبّ کے فیض سے حبیب ﷺ کی زبان پاک پردہ عرفان (الٰہی) جاری ہو گیا اور یہ بھی علم ہو گیا کہ خزانے میں کیا تھا۔ وَاللّٰہُ الْوَلِیُّ الْفَیَّاضُ۔

کتاب خواتم الحکم سے سوال نمبر ۲۷۸

سوال

اللہ تعالیٰ نے ''مہر نبوت'' آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کیوں بنائی۔

جواب

میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں بہترین جواب وہ ہے جو امام الدمیری نے اپنی کتاب حیات الحیوان میں بعض اولیاء کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

اولیاء میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ شیطان کس طرح آتا ہے اور وسوسہ اندازی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس ولی کو پیکر انسانی شیشے کی صورت میں دکھایا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان گھونسلے کی طرح کا نشان تھا۔ پس خناس (وسوسہ باز شیطان) اس کی تمام جانبوں سے تلاشی لیتے ہوئے آیا اور اس کی شکل خنزیر جیسی تھی۔ اور خنزیر کی طرح اس کی سونڈ بھی تھی۔ پس وہ دونوں کندھوں کی طرف سے آیا اور اس انسان کے جسم میں داخل ہو کر اپنی سونڈ اس کے دل میں پیوست کر دی۔ اس انسان نے اللہ کو یاد کیا تو یہ شیطان پیچھے ہٹ آیا ''فَخَنَسَ وَنَكَصَ وَرَائَه'' اسی وجہ سے اسے ''خناس'' کہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ فوراً الٹے پاؤں لوٹ آتا ہے۔ جب یہ کسی دل میں ذکر الٰہی کا نور دیکھتا ہے۔

تنبیہ

اسی ربانی بھید سے آگاہ کرنے کیلئے حضور ﷺ مہر لگایا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی دیا کرتے تھے اور جبرئیل نے بھی اس کی وصیت کی تھی تا کہ شیطانی مادہ کمزور ہو جائے اور اس کیلئے گھات لگانے کے امکانات تنگ ہو جائیں۔ کیونکہ شیطان کا وسوسہ خون کی طرح جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مہر نبوت حضور ﷺ کے کندھوں کے درمیان تھی اور یہ آپ کے اپنے ارشاد کے مطابق شیطان کے حملوں سے عصمت کی علامت ہے۔ ''اَعَانَنِی اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ'' اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی پس وہ مسلمان ہو گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس خاص مہر کے

ساتھ حضور ﷺ کی مدد فرمائی اور آپ کو خصوصیت و شرف سے نوازا اور عصمت کلی سے فضیلت بخشی جس سے آپ کا ہمزاد مسلمان ہو گیا۔

جبکہ آدم علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان نہ ہوا اسی وجہ سے اس نے آدم علیہ السلام کو وسوسہ میں مبتلا کر دیا اور آپ کی مہر زر الحجلۃ کی طرح تھی۔

جس کے گرد سبزی مائل بال تھے۔ اور اس پر لکھا تھا۔ ''مُحَمَّدٌ نَبِیٌّ اَمِیْنٌ'' یا اس طرح کے اور الفاظ لکھے تھے۔ ان تمام روایات میں مطابقت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ حالات اور تجلیات ربانی بدلنے سے مہر نبوت پر کتابت بھی تبدیل ہوتی رہی یا بقول مصنف میں نے کئی اولیاء سے سنا ہے کہ دیکھنے والوں کی حیثیت وظرف کے مطابق انھیں مہر نبوت کی عبارت نظر آتی تھی۔

مصنف فرماتے ہیں میرے آقا اور میری روح (شاید مصنف کے شیخ مراد ہوں۔ مترجم) نے اپنی واردات کے حوالے سے بتایا ہے میں نے حضور ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ نے اپنی مہر نبوت سے پردہ اٹھا دیا میں نے اس بابرکت مہر کو چوم لیا اور اسے خوب غور سے دیکھا پس دیکھنے والا اپنے مقام کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اپنے حال کے مطابق بیان کرتا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ مہر نبوت کا دونوں کندھوں کے درمیان ہونا اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے روایت مشہور ہے کہ شب معراج آپ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے محمد ﷺ فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا اللہ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست مبارک میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ (آخر تک)

پس جب علم ربانی، خدائی امداد اور رحمانی فیض دونوں کندھوں کے درمیان آیا تو خاتم نبوت کو بھی وہیں رکھا گیا تا کہ اس علم سے کوئی چیز بھول نہ سکے اور آپ ان اسرار کے محافظ بن جائیں جو آپ کو ودیعت کئے گئے تھے۔

حضرت شیخ علی ددہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس حضور ﷺ کا روحانی پیکر ایک ربانی دستاویز کی طرح ہے جو تمام ظاہری اور باطنی حقائق کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ جس پر عظیم قلم نے دست قدرت وحکمت سے (سب کچھ) لکھ دیا۔ پس اللہ نے اس پر نبوت محمدی ﷺ کی مہر ثبت کر دی۔

کیونکہ یہ مہر سب سے اولیں اور کلی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَ الطِّيْنِ وَ أَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ فَيْضِ نُوْرِي

ومنهم الامام العلامة الشيخ عمر بن عبد الوہاب العرضی الحلبی

المتوفی سنہ ۱۰۲۴

ان جواہر میں سے ان کا رسالہ مدارج الوصول الی افضلیۃ الصلاۃ علی الرسول ﷺ ہے اور یہ رسالہ انہی کے الفاظ میں اس کتاب میں شامل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں اس کی نعمتوں کی کثرت پر اور اس کے بہترین انعام پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور درود وسلام پیش کرتا ہوں دو عالم کے سردار محمد ﷺ پر جو اللہ کے تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ اور اس کے تمام نیک بندوں کے سردار ہیں۔ اور ان کی آل ان کے اصحاب اور ان کے دوستوں پر۔

اما بعد: پسندیدہ راستے پر چلنے کا امیدوار عمر بن عبد الوہاب العرضی کہتا ہے۔ یہ خوبصورت بحثیں ہیں اور ہر اچھی چیز کو دامن میں سمیٹے ہوئے فوائد ہیں میں نے انہیں "افضلیۃ الصلاۃ علی الرسول (ﷺ)" کے نام سے جمع کیا ہے۔ جو ہر طلب سوال پر مشتمل ہیں۔

مجھے اس کام پر بعض فضلا کے جھگڑے نے ابھارا۔ پس ان مسالک کے سلسلے میں جو چیز طالب پر مشکل تھی میں نے اسے طالب کی سمجھ کے قریب کر کے پیش کیا ہے اور میں نے اس کتاب کا نام "مدارج الوصول الی افضلیۃ الصلاۃ علی الرسول ﷺ" رکھا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال کرتا ہوں۔ اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کا سوال بھی اسی کی جناب میں کرتا ہوں۔

مصنف فرماتے ہیں ربیع الاول ۹۸۱ھ میں یہ سوال مجھ تک پہنچا۔ "مَاقَوْلُکُمْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکُمْ" اللہ تم پر راضی ہو اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے کہ دو آدمیوں میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ حضور ﷺ پر درود افضل ہے یا کلمہ شہادت افضل ہے ایک کہنے والے نے کہا کلمہ شہادت افضل ہے اس کی دلیل یہ تھی کہ اس کلمہ سے آدمی کو اسلام حاصل ہوتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے سے کافر مسلمان نہیں ہوتا۔

اسی مؤقف کی تائید میں دوسرا قول اپنے زمانے کے مفتی اور اپنے وقت کے شیخ حضرت برہان الدین ابراہیم العمادی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ پس اس کا استدلال صحیح ہے یا نہیں۔ مصنف

فرماتے ہیں میں نے اس کا جواب اپنے قلم سے اس طرح دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ یَھْدِیْ اِلَی السَّبِیْلَ

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو حق کہتا ہے اور جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے“۔

بے شک وہ آدمی جو کافر ہے اور اسلام سے متصف نہیں کوئی شک نہیں کہ اس کیلئے کلمہ شہادت تمام اعمال سے افضل ہے کیونکہ وہ اس کلمہ کے ذریعے کفروشرک کی گہرائیوں سے نکلتا ہے۔ موجودہ اختلاف اس شخص کے بارے میں ہے جو اسلام سے متصف ہے اور اہل اسلام میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کیا اس کیلئے یہ افضل ہے کہ وہ کلمہ شہادت کے ساتھ اظہار بندگی کرے یا نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں اعمال اپنے ثواب کے اعتبار سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کی فضیلت میں بے شمار صحیح احادیث ذکر کی گئی ہیں عین ممکن ہے جو ان احادیث کو جان لے اس کو یقین کامل ہو جائے کہ درود شریف تمام اعمال سے افضل ہے۔

مزید یہ کہ فرضی نماز بھی نبی پاک ﷺ پر درود پڑھے بغیر مکمل نہیں ہوتی وہ درود جو کلمہ شہادت کے ساتھ متصل ہے۔

اس میں شک نہیں جس نے بھی محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور اس اقرار کیساتھ آپ کی تعریف بھی کی اور آپ پر درود بھی پڑھا تحقیق اس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار بھی کیا۔

نیز اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کلمہ شہادت سے اسلام حاصل ہوتا ہے اور درود شریف سے نہیں تو کلمہ شہادت کو افضل کہہ دیا جائے۔ کیونکہ بہت سارے اعمال یقیناً ”لَا اِلٰہ الا اللّٰہ“ سے افضل ہیں باوجود اس کے کہ ان اعمال سے اسلام حاصل نہیں ہوتا جس طرح کہ تلاوت قرآن، بے شک امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ تلاوت قرآن ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ پڑھنے سے افضل ہے۔

اس کے باوجود اگر کوئی کافر رات دن تلاوت کرتا رہے تو محض تلاوت سے ہم اسے مسلمان نہیں کہیں گے۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم باب الشکر میں وضاحت کی ہے کہ الحمد للہ کلمہ شہادت سے افضل ہے۔ اب افضلیت کے باوجود اگر کوئی کافر الحمد للہ کہتا رہے تو وہ مسلمان نہیں شمار ہوگا۔ اس سلسلے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے۔

حدیث

جس نے سبحان اللہ کہا اسے دس نیکیاں ملیں گی اور جس نے کلمہ شہادت پڑھا اسے بیس نیکیاں ملیں

گی اور جس نے الحمدللہ کہا اسے تیس نیکیاں ملیں گی اور امام غزالی نے نیکیوں کے تفاوت کو بیان کیا ہے جو جاننا چاہے احیاء کی طرف رجوع کرے۔

وہ استدلال جو قائل نے حضرت شیخ برہان الدین العمادی کے قول سے کیا ہے وہ بالکل قلت فہم پر مبنی ہے کیونکہ قائل کو حضرت شیخ کا کلام سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

حضرت شیخ برھان الدین فرماتے ہیں مین نے کہا ہے کہ درود شریف ذکر سے بہتر ہے کیونکہ یہ بذات خود ذکر بھی ہے اور درود بھی کیونکہ ذکر صرف کلمہ شہادت تک محدود نہیں جس طرح کہ حمد صرف الحمدللہ تک محدود نہیں۔

مخالف کا یہ استدلال بالکل اسی طرح ہے جس طرح سخت پیاس والا آدمی ریگستان کی چمکیلی ریت کو پانی خیال کرے اور جب اس کے قریب جائے تو اسے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔

کیونکہ حضرت شیخ عمادی کی مراد یہ تھی کہ درود شریف بھی ذکر ہے اور آپ نے فرمایا کہ ذکر وہ ہی نہیں جو لوگوں میں عام طور پر معروف ہے۔ جیسے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' وغیرہ کیونکہ لوگوں میں سے اکثر درود شریف کو ذکر سمجھنے سے ہچکچاتے تھے کیونکہ شہادت کے سوا انہیں کسی اور ذکر سے تعارف نہ تھا۔ تو حضرت شیخ نے یہ بات سمجھائی جس کی طرف امام نووی بھی گئے ہیں اور فرمایا کہ ہر نیکی ذکر ہے۔

جس طرح حضور ﷺ پر درود پڑھنا اور علم (دین) حاصل کرنا یہ بھی ذکر میں شامل ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (انبیاء:7)

''اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ (اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں)''۔

حضرت شیخ عمادی کی یہ قطعاً مراد نہیں جس کا استدلال کرنے والے کو وہم ہوا ہے کہ درود شریف تمام اذکار سے بہتر ہے۔ سوائے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے۔ یہ وہم قلت فہم سے پیدا ہوا ہے۔

پھر آپ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ حمد صرف الحمدللہ کے ساتھ خاص نہیں ان لوگوں کے وہم کو دور کرنے کیلئے جو اس طرح سمجھتے تھے کہ حمد الحمدللہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ کی تمام تعریفیں حمد ہی ہیں۔ خواہ وہ اس صیغۂ حمد کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔ جس طرح کہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے وضاحت کی ہے کہ الحمدللہ حمد کے بہت سے صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے۔ پس اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ حمد کے بہت سے صیغے ہیں الحمدللہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

مصنف فرماتے ہیں پھر میں نے اپنا فتویٰ سائل کو دے دیا تو اس نے میرے جواب سمیت وہ فتویٰ بعض اہل علم پر پیش کیا اور اس نے میرے کلام کو اپنے معانی پہنانے کی کوشش شروع کر دی جو معانی میری مراد نہیں تھے اور جو میں نے کہا تھا۔

إِنَّ هٰذَا نَاشِئٌ عَنْ قِلَّةِ التَّامُّلِ (الخ)

اس قول سے وہ سمجھا میں نے اس کی برائی بیان کی ہے حالانکہ میرے فتویٰ کی عبارت میں نہ صراحۃً نہ اشارۃً کسی کی تنقیص تھی بلکہ یہ الفاظ محض بطور عذر کہے گئے تھے نہ کہ میں نے خطا کی طرف اس کی نسبت کی۔ اس وجہ سے اس نے میرے فتویٰ کے خلاف کہنا شروع کر دیا اور لوگوں میں میری برائی بیان کرنا شروع کر دی کہ میں نے غلطی کی ہے اور اس نے میرے فتوی کے حرف حرف کا رد کرنا شروع کر دیا اور یہ بات کافی پھیل گئی یہاں تک کہ مجھے بے شمار لوگوں نے خبر دی بالآخر یہ بات طالب علموں تک بھی پہنچ گئی پھر میں نے بعض اطلاع دینے والوں سے اس کا لکھا ہوا طلب کیا۔ تو اس میں کلمہ شہادت کی افضلیت درود شریف پر حدیث کے حوالے سے بیان کی پہلے دلائل کے علاوہ کچھ اور دلائل بھی ذکر کیے گئے تھے۔ اس میں ترمذی شریف کی حدیث بھی تھی جسے ابن ماجہ نے بھی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افضل ذکر کلمہ شہادت ہے۔ ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس نے ایک دوسری حدیث جسے ترمذی نے روایت کیا ہے اس سے بھی استدلال کیا تھا وہ حدیث یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کلمہ شہادت افضل ذکر ہے اور الحمد للہ افضل دعا ہے۔

میں کہتا ہوں۔ معارض نے جو احادیث اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے ذکر کی ہیں اس سے اسے کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا۔

لیکن اس کے استدلال کا ضعف بیان کرنے سے پہلے ایک تمہید کا ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ لاالٰہ الا اللہ وہ کلمہ ہے جس کے ذریعے انسان کفر کی دلدل سے نجات حاصل کرتا ہے۔ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ (حالت کفر میں) کلمہ پڑھنا دنیا کے تمام اعمال سے افضل ہے جس طرح ہم اپنے فتویٰ کی ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں اور (اشھد ان) لا الٰہ الا اللہ تشہد میں پڑھنا۔ درود شریف پڑھنے سے افضل ہے اور تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے افضل ہے کیوں کہ اب درود شریف اپنے مقام پر ہے اور ہر عبادت جب اپنے مقام پر ادا کی جائے تو وہ باقی تمام عبادات سے افضل ہوتی ہے۔

جس طرح کہ رکوع کی تسبیحات، رکوع میں ادا کرنا رکوع میں تلاوت کرنے سے بہتر ہیں، اگرچہ تلاوت قرآن بذات خود تسبیحات سے بہتر ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی ''مفضول'' کے ساتھ کوئی ایسی چیز مل جاتی ہے جو اسے ''فاضل'' بنا دیتی ہے۔ اس حد تک اس معاملے میں ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ ان حالات کے علاوہ اگر کوئی شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور

دنیا سے کنارہ کش ہو کر قرب الٰہی کی کوشش کرتا ہے تو کیا اس کو نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا چاہیے یا کلمہ شہادت کا ورد کرنا چاہیے اعتراض کرنے والے کا دعویٰ ہے کلمہ شہادت افضل ہے دلیل کے طور پر اس نے پیچھے احادیث ذکر کی ہیں۔ لیکن ان احادیث سے استدلال اس کے مؤقف کو ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان کلمہ شہادت افضل ہے تو یہ کلمہ دو مفہوموں سے خالی نہیں ہوگا۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ کی معبودیت ثابت کرنے کیلئے اور دیگر تمام کی معبودیت کی نفی کیلئے اس کلمہ سے زیادہ کوئی کلمہ فائدہ مند نہیں۔ پس ہر وہ چیز جو اس نفی و اثبات کا فائدہ دے خواہ وہ ان الفاظ سے ہو یا ان الفاظ سے نہ ہو اس کو افضل الذکر کہنا صحیح ہوگا۔ اور دوسرا مفہوم کلمہ شہادت سے مراد مخصوص الفاظ کے ساتھ گواہی دینا ہوگا۔ اور اگر معترض کہے کہ اس سے مراد دوسرا مفہوم ہے (مخصوص الفاظ کے ساتھ شہادت والا) تو ہم یہ بات تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ الفاظ کی افضلیت بحیثیت الفاظ کچھ بھی نہیں، الفاظ کی افضلیت اور مرتبہ معانی کی ادائیگی کی وجہ سے ہے پس ہر وہ چیز جو معنی مطلوب کیلئے مفید ہوگی اسے افضل الذکر کہنا صحیح ہوگا۔ اور اگر کلمہ شہادت سے حضور ﷺ کی مراد نفی و اثبات ہے تو وہ درود شریف میں کلمہ لا اله الا الله کی نسبت بدرجہ اتم ہے۔ لہٰذا درود شریف افضل ہوا۔ کیونکہ درود شریف میں توحید الٰہی بھی موجود ہے اور کچھ امور زائد بھی ہیں۔

اس میں کسی عقلمند کو ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ بندہ جب درود شریف پڑھتا ہے تو وہ صدق دل سے اس بات کا اقرار بھی کئے ہوئے ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

یہاں تک کہ اگر کوئی سائل کسی ناواقف شخص سے بھی پوچھے تم کیوں درود شریف پڑھ رہے ہو تو وہ کہے گا میں حضور ﷺ کی رسالت کا اعتراف کر کے پڑھ رہا ہوں۔

پس جب بھی وہ درود پڑھے گا تو حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار بھی کرے گا اور جب اقرار رسالت کرے گا تو ہر اس چیز کی تصدیق کرے گا جو حضور ﷺ اپنے ساتھ لائے ہیں۔ کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ آدمی آپ کی رسالت کا اقرار بھی کرے اور انکار بھی لیکن یہاں جھگڑا پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ تمام معروضے اس آدمی کیلئے ہیں جو ان سب چیزوں کو تسلیم کرنے والا ہو۔ کیونکہ یہ سب کچھ ہم نے اس مسلمان کیلئے ذکر کیا ہے جو مومن بھی ہے۔ پس جب اس نے تصدیق کر دی ہر اس چیز کی جس کو لے کر آپ آئے ہیں تو آپ توحید الٰہی کا پیغام بھی لے کر آئے ہیں گویا جس نے ایک بار درود پڑھا اس نے توحید و رسالت کا اقرار بھی کر لیا۔ پس ہر وہ ثواب جو توحید الٰہی پر ہے وہ حضور ﷺ پر درود پڑھنے والے کو بھی ملے گا۔

اور اگر تمہارا اعتراض یہ ہو کہ درود شریف میں وحدانیت ربانی کا ثبوت اس طرح نہیں جس طرح

کہ کلمہ لا الہ الا اللہ میں ہے۔ کیونکہ اگر اس طرح ہوتا تو کافر کے درود پڑھنے سے اس کا مسلمان ہونا تسلیم کر لیا جاتا۔ لیکن اس طرح ہوتا نہیں میں کہتا ہوں جس طرح میں نے بتایا ہے یہ توحید کیلئے مفید ہے اس طریقے سے تو انکار کی گنجائش نہیں۔ لیکن تمہارے دعویٰ کے مطابق اس طرح (واقعی) نہیں اور نہ ہی ہم نے یہ کہا ہے کہ درود شریف میں صراحۃً توحید کی گواہی پائی جا رہی ہے۔

اور اگر تم کہو کہ اس طرح (توحید درود شریف کے لازم میں پائی جا رہی ہے) کسی شے کے لازم پر کس طرح ثواب مل سکتا ہے کیا اس میں کوئی نقلی دلیل ہے کیونکہ عقلی دلائل سے ایسے دعوے نہیں کئے جا سکتے۔

میرا جواب ہوگا ہاں کیونکہ حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی حدیث ذکر کی ہے سبحان اللہ پر دس نیکیاں لا الہ الا اللہ پر بیس نیکیاں اور الحمد للہ پر تیس نیکیاں ملیں گی۔

اور اس کی حکمت بھی بیان کی ہے۔ اور فرمایا سب سے پہلے بندے پر واجب ہے کہ وہ ذات الٰہی کو تمام عیوب اور نقائص سے پاک جانے اور سبحان اللہ اسی چیز کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا سبحان اللہ کہنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

پھر اس کو یہ علم بھی ہونا چاہیے کہ وہ ذات فقط ایک ہے۔ لہٰذا جب وہ توحید کو جان لیتا ہے۔ تو توحید کی گواہی میں تسبیح (سبحان اللہ) بھی آجاتا ہے۔ لہٰذا اسے بیس نیکیاں ملتی ہیں۔ پھر جب بندے کو علم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور کائنات کی تمام نعمتیں اسی کے دست قدرت میں ہیں تو وہ اللہ کی حمد بیان کرتا ہے۔ تو اس حمد میں تنزیہہ الٰہی (عیوب سے پاک ہونا) توحید الٰہی اور شکر تینوں آجاتے ہیں لہٰذا اسے تیس نیکیاں دی جاتی ہیں۔ پس الحمد میں وہ بھی ہے جو لا الہ الا اللہ میں ہے ان دونوں میں سے ایک الحمد کا لازم اور ایک اس کے لازم کا لازم ہے تو جب یہاں لازم اور لازم کے لازم پر ثواب عطا کیا جا رہا ہے تو درود شریف کے لازم پر ثواب کیوں نہ عطا کیا جائے گا۔

اس کے باوجود الحمد للہ کہنے والے کافر کو مسلمان نہیں کہیں گے کیوں کہ توحید کا معنی مطابقی نہیں بلکہ لازم ہے۔ یعنی لازم پر ثواب تو ملتا ہے لیکن حکم ثابت نہیں ہوتا اور جب کوئی مسلمان اس طرح کے الفاظ ادا کرے گا تو اسے لازم اور لازم کے لازم پر اور ملزوم پر ثواب ملے گا۔ کیونکہ اللہ کے فضل کی کوئی حد نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ پر درود پڑھنے میں معنی توحید بھی ہے اور درود پڑھنے والے کو درود شریف کا بھی اور لا الہ الا اللہ کہنے کا بھی ثواب ملے گا۔ مزید برآں اسے رسالت محمدی

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اعتراف کا ثواب بھی ملے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات پر اپنی طرف سے حقیر ہدیہ پیش کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔ کیوں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسان جیسا کوئی احسان نہیں پس اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزاء عطا فرمائے اس جزاء سے بہتر جو اللہ نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی ہے۔

اور درود شریف کی برکات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا نفع متعدی (دوسروں تک پہنچنے والا بھی) ہے اور کلمہ توحید کا نفع فقط موحد کی ذات تک محدود رہتا ہے۔

معارض کے گمان کے مطابق کہ قریب المرگ کو کلمہ توحید کا نفع پہنچتا ہے ایک کمزور وہم ہے۔ کیونکہ قریب المرگ کی طرف لا الہ الا اللہ بذات خود نہیں پہنچتا بلکہ تلقین کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا فی نفسہ اس کا نفع سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ ہر لحظہ آپ کے مقام میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ جونہی آپ کا مقام بلند ہوتا ہے۔ آپ کی امت کی عزت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ گویا درود پڑھنے والا آپ کیلئے اور آپ کی امت کیلئے دعا کرتا ہے بلکہ یہ دعا ہر اس شخص کیلئے ہوتی ہے جو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض یاب ہو چکا ہے یا بعد میں فیض یاب ہوگا تا قیام قیامت خواہ وہ مسلمان ہے یا کافر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور جب مومن آپ پر درود پڑھتا ہے اور آپ کیلئے قرب و شرف ربانی کی دعا کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پہلے ہی) ہر لحظہ اپنے رب کے قریب ہو رہے ہیں تو اس قرب کے اضافہ سے آپ کی شان رحمۃ للعالمین میں بھی اضافہ ہوتا ہے بلکہ میں کہتا ہوں روز حشر تمام آپ کی رحمت سے نفع اٹھائیں گے۔

تمام اولین و آخرین بھی تمام جن و انس تمام فرشتے اور تمام وحوش و طیور بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی مقام محمود عطا کر کے فرمائی ہے اور وہ حساب کتاب کے بارے میں شفاعت ہے نیز یہ شفاعت ان تمام کیلئے ہوگی جو میدان حشر میں حاضر ہوں گے۔

آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمت بڑھتی رہے گی اور عاصیان دو عالم اس سے اپنا اپنا حصہ لیتے رہیں گے۔ (یہاں مفہوم کی مناسبت سے ترجمہ میں معمولی تبدیلی کی گئی ہے)

اور جب صلوٰۃ و سلام کا نفع اتنا عام ہے تو اور کون سا نفع اس سے زیادہ ہو سکتا ہے اور وہ منافع جو لا الہ الا اللہ میں نہیں وہ آقائے دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود شریف پڑھنے میں واضح موجود ہے۔ اس لئے علما کی کثیر تعداد نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے ان ائمہ میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ درود شریف پڑھنا فرضی صدقہ سے بھی افضل ہے جس طرح کہ امام سخاوی علیہ الرحمۃ نے القول البدیع میں ذکر کیا ہے اور یہ محض اس کے نفع

کے عموم کی وجہ سے ہے فرضی صدقہ اور غلام آزاد کرنے کا نفع بھی اگر چہ عام ہے لیکن اتنا نہیں جتنا صلوٰۃ وسلام کا نفع عام ہے۔

اور اگر معترض یہ کہے کہ اس حدیث کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

"سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا وہ لا الہ الا اللہ ہے"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ حدیث پہلے کی ہو اور درود شریف کا حکم بعد میں دیا گیا ہو۔ کیونکہ حکم صلوٰۃ سورۂ احزاب میں ہے اور وہ مدنی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ درود شریف کا حکم ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوا تھا۔

ایک جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کی افضلیت اس قول سے ثابت ہے۔ جو آپ سے پہلے انبیاء اور آپ کے درمیان مشترک ہے اور درود شریف ان اقوال میں سے نہیں جن میں پہلے انبیاء شامل ہیں جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کیونکہ انہیں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا جو کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

قصہ تمام

نبی کریم ﷺ کے اقوال کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ قول جو آپ نے اور آپ سے پہلے تمام نبیوں نے کیا ہو۔

(۲) وہ قول جو آپ نے اور آپ سے قبل بعض انبیاء نے کیا ہو۔

(۳) وہ قول جو فقط آپ نے کیا ہو۔

پس لا الہ الا اللہ کی فضیلت پہلی قسم کے اقوال پر ہے اور درود شریف پہلی قسم کے اقوال میں سے نہیں، کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ ہر نبی نے آپ پر درود پڑھا ہو۔ اور قسم اول پر کلمہ کی افضلیت سے مطلق افضلیت ثابت نہیں ہوتی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اور بعض انبیاء نے اس سے افضل کلمات خاص کر لئے ہوں۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی شے کا کسی شے کیلئے ثبوت یا نفی اس وقت ہوتی ہے جب کلام میں کوئی امر زائد ہو جس کی نسبت اصل معنی کی طرف ہو اور یہاں افضلیت کے اثبات میں نسبت فقط اس کلمہ کی طرف ہے جس میں انبیاء اولین بھی آپ کے ساتھ ہوں نہ کہ وہ قول جو آپ نے اکیلے کہا ہو۔ وگرنہ آپ اس میں بعض نبیوں کو شامل نہ کرتے یہ قاعدہ حضرت سعد تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے مطول میں احوال المسند الیہ کی بحث میں، شیخ عبدالقاہر کی کتاب دلائل الاعجاز سے نقل کیا ہے۔

اور اگر معترض کہے کہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ اس سے مراد کل انبیاء ہیں اور بعض انبیاء کیوں نہیں

مراد ہو سکتے میں کہتا ہوں کہ جب جمع پر الف لام داخل ہو تو وہ استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ جس طرح علماء بلاغت نے وضاحت کی ہے۔ اگر چہ اس کی عبارت اس کے خلاف ہے لیکن سعد نے اپنی مطول میں اس کا رد کیا ہے تفصیل کیلئے وہاں سے دیکھا جائے۔

اگر تو کہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اس پر کس چیز نے تمہیں ابھارا ہے اور اس حدیث کو معارض نے جیسا سمجھا ہے اس پر محمول کیوں نہیں کرتے۔

تو میں کہوں گا مجھے جس چیز نے اس مفہوم پر ابھارا ہے وہ اس موضوع پر احادیث کی کثرت ہے جو احادیث ہر قول بلکہ ہر عمل پر درود شریف کی افضلیت کا تقاضا کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث جسے دیلمی نے اپنی سند کے ساتھ مسند فردوس میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا تمام اعمال میں سے کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ پر درود پڑھنا (اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے)

اور ابو القاسم القشیری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے (جس کا مفہوم یہ ہے) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا اے موسیٰ اگر تو میری محبت اور قرب چاہتا ہے تو میرے محبوب محمد ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کر۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی احادیث ہیں جو تمام اعمال سے افضل اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل درود شریف کی فضیلت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور اگر ہم معارض کے فہم کے مطابق ان احادیث کو محمول کریں تو یہ احادیث اور ان پر عمل کی نفی لازم آئے گی یا ان احادیث کو ان کے ظاہری معنی کے خلاف محمول کرنا پڑے گا۔ اور ظاہر پر محمول کرنے کے امکان کے باوجود غیر ظاہر پر محمول کرنے کی کوئی اصل نہیں اور اگر ہم حدیث مذکور کو معترض کے فہم کے مطابق محمول کریں تو ہمیں امام نووی جیسے عالم کے قول کو باطل کرنا پڑے گا حالانکہ امام مذکور متاخرین میں علم و عمل کے لحاظ سے سند ہیں۔ امام نووی کا قول یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے تلاوت قرآن بہتر ہے۔ حالانکہ ''اَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' یہ حدیث امام نووی کے پیش نظر بھی تھی اور اسی طرح امام غزالی اور امام سخاوی کا قول بھی غلط سمجھنا پڑے گا جو انہوں نے الحمد کو لا الہ الا اللہ سے افضل کہا ہے۔

کوئی عقلمند کس طرح یہ جرأت کر سکتا ہے کہ اپنے وقت کے ان جید آئمہ کے اقوال کو باطل کہے۔

ہائے افسوس.......... امام غزالی امام نووی اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہم تو اس حدیث کو نہ سمجھ سکے (اور معترض کو خوب سمجھ آ گئی کلمہ تعجب ہے مترجم)

پس اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو دیانت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور جس نے ظلم کی راہ سے رجوع کر لیا۔

اور نفسانی خواہش کو پس پشت ڈال دیا اور ایسی شہادت دی جو اسے نفع دے اس وقت جب وہ قبر میں لیٹے اور ہائے افسوس...... کیا آئمہ سابقین میں سے کسی سے کسی نے ایسی کوئی بات کی ہے۔

اور اگر تو کہے کہ جس طرح تم نے ہمیں کہا ہے ہم بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ آج تک علماء متقدمین اور فضلاء متاخرین میں سے کسی نے کلمہ شریف پر درود شریف کو ترجیح دی ہے۔ اور وہ (اہل علم) جن پر اعتماد کیا جاتا ہے ان میں سے کسی نے تمہارے قول یا تمہاری دلیل کی تصحیح کی ہے۔

میں کہتا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ احکام مستنبط کرنے کیلئے علمی قواعد ہی کافی ہیں مزید برآں (علما میں سے) الشہاب احمد بن العماد الاقفہسی نے (اپنی کتاب) تسہیل القاصد میں لکھا ہے کہ نبی پاک ﷺ پر درود پڑھنا تمام نفلی عبادات سے بہتر ہے۔ پس اس میں تمام نفلی عبادات آگئیں خواہ وہ عبادات قولی ہوں یا فعلی۔ اور صحیح مسلم میں وہ روایت موجود ہے جو تمام نفلی نمازوں پر صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کا تقاضا کرتی ہے اور بے شک نفلی عبادات میں سے لا الہ الا اللہ بھی ہے۔ (ثابت ہوا) جس کو کل پر فضیلت حاصل ہے اس کو جزء پر بھی فضیلت حاصل ہے۔

اور امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یاد رکھ کہ نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنا تمام عبادات سے افضل ہے اور جب تو اس کے بارے میں جاننا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب:56)

میں غور وفکر کیا کر۔ اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات کا حکم اپنے بندوں کو دیا اور درود پاک پہلے خود پڑھا پھر مومنین کو پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے ثابت ہوا رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام تمام اطاعات سے بہتر ہے اور امام ابو اللیث جن کا درجہ مجتہدین کے قریب ہے ان کا یہ کہہ دینا کہ صلوٰۃ وسلام تمام عبادات سے افضل ہے تیرے لئے یہی قول کافی ہے۔

اور سراج بلقینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر نمازی پر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہے اور حضور ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے۔

پس ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مقام پر مطلوب ہے اور درود شریف اس کے علاوہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے بھی تمام عبادات سے افضل ہے کہ جب انسان درود شریف کو ہی اپنی دعا بنا لے تو اس کے تمام غموں سے نجات کیلئے درود شریف ہی کافی ہے۔ (یعنی دعا کے وقت بھی

درود شریف ہی پڑھتا رہے۔ ''مترجم'') اور ان کی صریح عبارت ہے کہ درود شریف قرآن کی تلاوت سے افضل ہے۔ اور امام نووی نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے سے درود شریف پڑھنا افضل ہے۔

یہ وہ نقلی دلائل ہیں جو ان علما سے ہمیں پہنچے ہیں جن کا زمانہ ہم نے نہیں پایا۔ اور وہ اہل علم و عمل جن کا زمانہ ہمیں نصیب ہوا ہے ان میں حضرت شیخ برہان الدین العمادی ہیں جن کا زمانہ میں نے پایا ہے لیکن اپنی چھوٹی عمر کی وجہ سے ان کی زیارت نہیں کر سکا۔ وہ ہمارے علاقے کے شیخ اور ہمارے ملک کے عالم تھے۔ میں نے ان کے فضائل و مناقب اپنی تاریخ کی کتاب میں ذکر کئے ہیں اور یہ کتاب میں نے حروف معجم کی ترتیب سے لکھی ہے جس میں میں نے دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیات کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بہت عمدہ کتاب ہے اور اس زمانے میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ وللہ الحمد

حضرت شیخ عمادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ملخص نامی کتاب میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا ذکر سے افضل ہے اس سے معارض وہ مفہوم سمجھ بیٹھا جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اور حضرت شیخ العمادی کے زمانے میں اس طرح ہوا کہ آپ جامع اموی کے وسیع حجرہ میں عصر کی نماز کے بعد درس دیا کرتے تھے اور آپ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنا لا الہ الا اللہ پڑھنے سے افضل ہے اور اس وقت سامعین میں ایک محی الدین نامی آدمی تھا جسے میں جانتا ہوں وہ میرے والد محترم کے درس میں آتا رہتا تھا۔ اس شخص نے میرے والد محترم کو حضرت عمادی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ میرے والد کو یہ قول پسند نہ آیا جب ان کے دل میں ''اَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ قَبْلِی لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' والی حدیث کھٹکی جس سے معارض نے بھی استدلال کیا تھا۔

پس والد محترم حضرت شیخ سے ملے اور ان کے قول کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے ایسا ہی کہا ہے اور میں اب بھی اس پر قائم ہوں۔

انہوں نے کہا کہ میرے لئے اس سلسلے میں بہترین نمونہ ہے۔ پھر شرح حدیث میں سے ایک کتاب نکال کر انہیں نقلی دلائل دکھائے اور کہا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی قطعاً شبہ نہیں۔

مصنف فرماتے ہیں۔ دیانت پسند قاری کیلئے یہ دلائل کافی ہیں اور جو مزید سیر حاصل بحث دیکھنا چاہے وہ فضیلت درود شریف پر لکھی گئی مصنف کی دوسری کتب کا مطالعہ کرے۔

(حضرت شیخ عمر العرضی کا رسالہ ختم ہوا)

ومنہم الامام العارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد الیافعی

المتوفی سنۃ ۷۶۸ ھ

ان کے جواہر میں سے ان کا یہ قول جو ان کی کتاب نشر المحاسن العالیہ فی فضل مشائخ الصوفیہ اصحاب المقامات العالیہ کے آخر میں ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت غوث الاعظم سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا کلام حضرت خلیل علیہ السلام اور حضرت کلیم علیہ السلام وعلیٰ نبینا افضل الصلاۃ والتسلیم کے بارے میں ذکر کر چکے ہیں۔ ہم اپنی (کتاب) ختم کرتے ہیں ان کے اس کلام پر جو لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں جیسا ہے۔ شرف والے، کرم والے اور برکت والے اللہ کے حبیب ﷺ کے بارے میں ان کے قول (کے ساتھ خاتمہ کرتے ہیں) حضور ﷺ عطر دان نبوت کی مہر ہیں۔

(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا کلام بہترین عربی ادب کا عظیم شاہکار ہے ہماری صلاحیتیں اور اردو زبان دونوں کما حقہ اس قوت اظہار سے قاصر ہیں جو حضرت شیخ کی عربی زبان میں ہے۔ بعض جگہ لفظی ترجمے میں ربط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ لیکن ہم نے مرادی معنی ذکر کر کے مفہوم برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی ہے قرآنی آیات سے لی گئی تلمیحات کا دانستہ اردو ترجمہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس سے زور بیان میں ضعف آجاتا ہے۔ درحقیقت یہ عبارات ہیں ہی عربی جاننے والوں کیلئے اہل ذوق سے گزارش ہے کہ اصل کتاب میں اصل عسل مصفیٰ سے لطف اٹھائیں اردو دان احباب کیلئے ترجمہ حاضر ہے۔ (مترجم)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

جب نوری حجروں میں رہنے والوں کے مشام جاں اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَراً میں طین کی بوئے دلنواز سے لبریز ہو گئے۔ اور ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' کی روشنیوں سے ملکوت اعلیٰ جگمگا اٹھا۔ مقدس و مطہر حجرہ نشین زاہدوں سے کہا گیا۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (حجر:29)، ''تو یُسَبِّحُوْنَ'' کا ورد کرنے والوں کے مشام میں مٹی کستوری بن گئی۔ عروس آدم علیہ السلام نے ''اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی'' کا برقع پہن لیا۔ اور ''وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ'' کا نور پھیلنے پر قدسی سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے باغ طور میں ایک شیریں نوا بلبل کی لذیذ آواز میں ''اِنِّی اَنَا اللہُ'' کا نغمہ سنا۔ اور ایک ایسے ساقی سے متعارف ہوئے جو ''اَنَا اخْتَرْتُکَ'' کے جاموں میں قدم کی مے طہور لٹا رہا تھا۔ جس سے طور کے پہلو بھی متحرک ہوگئے۔ اس کے نیچے پہاڑ کی بانہوں میں مستی آگئی۔ اس کی مہربانیوں نے اس کی مستی کو جھنجوڑا۔ اور شدت شوق کے ہاتھ سے صحیفۂ عشق میں حرف ''اَرِنِیْ'' لکھ دیا۔ پھر قلم اس کے ہاتھ میں گیا تو اس نے ''لَنْ تَرَانِیْ'' لکھ دیا اور اس کی عقل کی آنکھ کیلئے ''تَجَلّٰی'' کی برق بار آنکھ سے نور نکلا (اگر اس میں تپش نہ ہوتی تو قریب تھا) پہاڑ گلزار ہو جاتا۔ ''وَخَرَّ'' اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش آنے پر کہا ''سُبْحَانَكَ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ'' ان کا زمانہ ختم ہونے پر انہیں کہا گیا اے موسیٰ یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ (آل عمران:46) کہنے والے (عیسیٰ علیہ السلام) کو رسالت کا قلم دے دو۔

اور دوات اسے دو تا کہ وہ میری توحید کے دفتر میں ''اِنِّیْ عَبْدُ اللہِ'' لکھے۔

اور وہ اپنی رسالت کے صحیفے میں: وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ (صف:6) کے نقوش رقم کرے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (اسرائیل:1) حضور ﷺ کے تاج کا شرف ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کے باسیوں کے سامنے پیش کیا۔ اور آپ کی رسالت کے حسن کی پیشانی ''اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ'' کے نور سے دمکنے لگی۔

ملکوت اعلیٰ کے انوار بھی فزوں تر ہوگئے جس رات احمد ﷺ دولہا بن کر (آسمان پر گئے) تو بندگان نور کی آنکھیں آپ کے پر مسرت (چہرہ) کی رونق کے نور کی شعاعوں سے روشن تر ہوگئیں۔ اور آپ ﷺ کے نور کی چمک سے ملائکہ کی آنکھیں مغلوب ہوگئیں۔ ان سے کہا گیا اے بلند آسمان کے رہنے والو۔ اور اے قدس اعلیٰ کے مکینو! سراج منیر (محمد کریم ﷺ) کے نور سے کسب ضیاء کر لو کیونکہ اب تم امام الانبیاء ﷺ کے دامن کرم میں ہو۔

زمین کے سورج کے ظہور پر آسمان کا سورج چھپ گیا۔ اور نجم یثرب (ﷺ) کے طلوع پر کواکب سماوی شرم کے مارے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اور شہاب مکہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی چمک سے عام شہابیے بجھ گئے۔ اور نور احمد ﷺ کی شعاع میں تمام انوار گم ہوگئے۔ اور قدس اشرف کے حجرہ بند زاہد۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی (نجم:3) کے کلام والے کا جمال دیکھنے کیلئے نکل آئے آپ سے کہا گیا اے سردار موجودات شب معراج آپ کا طور ''نوری رفرف'' ہے۔ اور وادیٔ مقدس آپ کا قاب قوسین ہے۔

شوخ بھڑکیلی آواز میں گانے والے بلبل کے: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (نجم:10) کے دو لہرے نغمے تیرے لیئے ہیں موسیٰ (علیہ السلام) کے مطلوب نے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى (نجم:17) کی دستاویز تیرے نام کردی ہے۔

آپ دیوان نبوت کی کتاب کا آخری ورد ہیں: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا (بقرہ:253) کے منشور میں لکھی عظیم سطر آپ ہی ہیں۔آپ نے افق اعلیٰ کے نورانی ماحول میں شب اسریٰ کے دولہا کی حیثیت سے رات گزاری۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (نجم:18) اس دولہا کی خلعتوں میں سے ایک خلعت ہے۔

موجودات کی پیشانی کی ''مانگ'' کیلئے آپ کے شرف سے ایک بیمثل ویکتا تاج بنایا گیا۔

اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ کی رات والی عزت انبیاء میں سے بھی کسی کے بس کی بات نہیں وہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (نجم:9) کے باغوں سے خوشبو کا ایک جھونکا بھی نہ پا سکے۔ان تمام میں سے کسی ایک کو بھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' نہ کہا گیا۔''اَوْ اَدْنٰى'' کے وقت سارے پیچھے رہ گئے۔اور ''دَنَا فَتَدَلّٰى'' والا محبوب آگے تشریف لے گیا۔

اور''لَقَدْ رَاٰى من آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى'' وجودات کی دلہنوں نے آپ کے سامنے زیب وجود کر لیں۔اور آپ نے ان کی طرف دلچسپی کی نظر سے نہ دیکھا بلکہ نگاہیں: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (حجر:88) کی تادیب سے مؤدب رہیں۔

یہ وادیٔ مقدس ہے (میرے حضور کے قدموں میں) موسیٰ کہاں ہیں؟ یہ روح القدس ہے عیسیٰ کہاں ہیں؟

یہ ہے محبوب کے زیر قدم'' هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (ص) پس ایوب کہاں ہیں؟ غیب کے میدانوں میں عقلوں نے راہ نوردی کی۔

اور افکار نے اپنے اطوار کے ٹھکانوں سے بلندی کے باغات کی طرف اس عزت بلند سے تھوڑا سا حصہ حاصل کرنے کیلئے کتنے سفر کیئے۔

اوران آراستہ باغوں سے خوشبو کی ایک لپک کیلئے کتنے طمعے کیئے۔

اور ہر سمندر کے گہرے پانیوں کی موجوں میں کتنے غوطے کھائے لیکن آپ کی گرد راہ کو بھی نہ پا سکے۔پس ان کو پہچاننے والی زبانیں اعتراف کرتے ہوئے بول اٹھیں اسے خاتم الرسل آپ جسم موجودات کی روح ہیں۔

آپ چمن دھر کا رنگیں گلاب ہیں۔آپ دارین کی زندگی کا سرچشمہ ہیں۔وحی کے تمام تعویذ آپ

کیلئے ہی لکھے گئے۔ لطف قدم کی عطر بیز ہوائیں آپ کی روح مبارک کا فیضان ہیں قدرت نے وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (الضحیٰ:5) کا پرچم آپ کیلئے ہی باندھا ہے۔ آپ کی ثناء کے عطر سے ملائکہ مست بو ہیں۔ چراغ شریعت آپ کے علوم کی ضیاء سے منور ہے۔

حکمت کے آسمان آپ کے کلام کے ستاروں سے چمک رہے ہیں۔ انبیاء آپ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہوگئے تا کہ آپ انہیں اپنی جلالت شان کی وجہ سے امامت کرائیں۔ پس تقدیر کے منادی نے انہیں پکار کر کہا۔ اے ساکنان ملک سعادت اور اے ارباب حجت۔ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلندی کا چاند اور عظمت کا سورج ہیں۔ اور یہ انبیاء کا تاج ہیں۔ پس ان کی رونق کو چشم شوق سے دیکھو۔ اور ان کی روشنی سے افکار کے پردے اتار کر دیکھو، تم دیکھو گے ایک در یتیم (بے مثل موتی) جس سے رسالت کی گردن مشرف ہوئی اور اس سے حلہ وحی کے نقش و نگار میں زینت آگئی۔

اور اعتراف کرتے ہوئے یوں کہو۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (صافات:164)

(حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا کلام ختم ہوا)

ومن جواہر الامام الیافعی رضی اللہ عنہ

اس جوہر میں اس عظیم منصب کی طرف اشارہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف عظیم میں مشاہدہ کیا گیا۔ اور تمام مقامات اصطفاء پر آپ کی قدر و شان اور مقام کی بلندی کا نظارہ کیا گیا۔ اور تمام کائنات کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے مدد طلب کرنا اور تمام جہانوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اظہار نیاز مندی کرنا (ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کیا گیا) اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے کاملین و عارفین کیلئے عجائبات میں سے اور جو کچھ حاصل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے (غیبی) خزانوں میں سے ان تمام کا تذکرہ ہے۔

ان واقعات میں سے یہ واقعہ بھی ہے جو شیخ کبیر عارف باللہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بلخی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نے بلخ سے بغداد کی طرف سفر کیا تا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں اس وقت میں جوان تھا۔ (بغداد پہنچنے پر) میں نے دیکھا کہ آپ اپنے مدرسہ میں عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور میں نے بھی اس سے قبل آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت نہیں کی اور نہ ہی آپ نے مجھے دیکھا تھا۔ جب آپ نے سلام پھیرا لوگ آپ سے سلام لینے کیلئے دوڑ پڑے۔ میں بھی آپ کی طرف بڑھا اور آپ سے مصافحہ کیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے روک لیا اور میری طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اور فرمایا خوش آمدید اے بلخی۔ اے محمد بے شک اللہ تعالیٰ تیرے مقام اور تیری

نیت کو جانتا ہے۔ بلخی فرماتے ہیں۔آپ کا کلام گویا زخموں کی دوا اور بیمار کیلئے شفا تھا۔ پس خشیت کی وجہ سے میری آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ ہیبت کی وجہ سے میرے کندھوں کی نرم ہڈیاں کانپنے لگیں۔ میرے باطن میں شوق و محبت کی فراوانی ہو گئی۔ اور مجھے مخلوق سے وحشت ہونے لگی اور میرے دل میں ایک کیفیت طاری ہو گئی جسے الفاظ میں کماحقہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس کیفیت میں ترقی ہوتی رہی۔ پھر میں ایک اندھیری رات میں اپنے وظائف کیلئے اٹھا (تو یوں محسوس ہوا) گویا میرے دل سے دو ہستیاں نمودار ہوئی ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے کے ہاتھ میں خلعت ہے۔ صاحب خلعت نے کہا میں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں اور یہ ایک مقرب فرشتہ ہے۔ یہ شراب محبت کا ایک جام ہے۔ یہ رضا کی خلعت ہے۔ پھر انہوں نے وہ خلعت مجھے پہنا دی اور جام مجھے تھما دیا۔ پس اس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ جب میں نے وہ جام پیا تو میرے لئے غیبی رازوں سے پردے اٹھ گئے اور میں نے اولیاء اللہ کے مقامات کو دیکھ لیا اور اس کے علاوہ اور عجائبات کو بھی دیکھا۔

میں نے ایک مقام دیکھا جس کے دیکھنے سے عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ اور اس کی ہیبت سے اولیاء کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اور اس کی رونق کے سامنے دلوں کے راز ماند پڑ جاتے ہیں۔ اور اس کے نور کی شعاعوں سے بصیرت کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ ملائکہ، کروبین، روحانیین اور مقربین میں سے جس کا بھی سامنا اس مقام سے ہوتا ہے اس کی ہیبت کی وجہ سے ان کی کمریں جھک جاتی ہیں۔ اور اللہ کی تقدیس و پاکیزگی مختلف زبانوں سے بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اور کہنے والا (اس مقام کو دیکھ کر) بول اٹھتا ہے اس کے مقام سے بلند کوئی مقام نہیں سوائے عرش رحمٰن کے اور دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ کسی واصل کیلئے کوئی مقام یا کسی مجذوب کیلئے کوئی حال یا کسی محبوب کیلئے کوئی راز یا کسی عارف کیلئے کوئی علم یا کسی ولی کیلئے کوئی تصرف یا کسی مقرب کیلئے طاقت کا اختیار۔ یہ تمام خوبیاں اجمالاً، تفصیلاً، کلاً، بعضاً اسی مقام سے عطا کی جاتی ہیں۔

میں کچھ مدت وہاں ٹھہرا رہا لیکن اس مقام کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پھر مجھے اس مقام کی طرف دیکھنے کی طاقت نصیب ہوئی لیکن اس مقام کے سامنے ہونے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر مجھے اس کے سامنے ہونے کی طاقت نصیب ہوئی تو ایک مدت ٹھہرا رہا لیکن اس کے اندر کون ہے یہ جاننے کی جرأت نہ ہوئی۔

پھر مجھے علم ہوا کہ اس کے اندر کون ہیں میں جان گیا کہ اس کے اندر حبیب رب العالمین محمد ﷺ ہیں۔ اور آپ کی دائیں جانب آدم و ابراہیم اور جبرئیل علیہم السلام ہیں۔ اور بائیں جانب نوح و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ اور آپ کے سامنے اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور آپ کی امت کے اولیا بھی آپ کے سامنے ہیں (رحمۃ اللہ علیہم) وہ خادموں کی حیثیت سے یوں باادب بے

حس وحرکت کھڑے ہیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور یہ سب حضور ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے ہے۔ صحابہ میں سے میں نے حضرت ابوبکر، عثمان، علی، حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم کو پہچان لیا۔ اور اولیاء میں سے معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی، سہیل تستری، تاج العارفین، ابوالوفا، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عدی، شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو میں نے پہچان لیا اور صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قریب ترین تھے اور اولیاء میں سے حضرت غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کے قریب ترین تھے۔

پس میں نے ایک منادی کو سنا وہ کہہ رہا تھا جب مقرب فرشتے اور انبیاء ومرسلین اور مقبولان خاص اولیاء حضور ﷺ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو حضور ﷺ مقام اعلیٰ سے اس مقام پر تشریف لاتے ہیں۔ پس آپ کے دیدار سے ان کے انورار بڑھ جاتے ہیں اور آپ کی زیارت سے ان کے احوال پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کی برکت سے ان کے مقامات بلند ہو جاتے ہیں۔ پھر نعمت دیدار عطا کرنے کے بعد سرکار ﷺ اسی مقام اعلیٰ کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ بلخی فرماتے ہیں میں نے سنا تمام کہہ رہے ہیں ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ'' پھر قدس اعظم کے نور سے ایک بجلی چمکی اور اس نے مجھے مشہود سے غائب کر دیا اور مجھ سے میری تمیز ختم کر دی گئی اس حالت میں تین سال گزر گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں ''سامرا'' میں ہوں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی میرے سینے پر اپنا دست کرم رکھے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا ایک قدم میرے پاس ہے اور دوسرا بغداد میں۔

اب میری تمیز (شعور کی حس) میری طرف لوٹ آئی تھی۔ اور میں اپنے ہوش میں تھا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تجھے تیرے وجود کی طرف لوٹا دوں اور تجھ سے قہر کی تجلی واپس لے لوں۔

پھر مجھے آپ نے اوّل سے آخر تک میرے مشاہدات اور احوال بتا دیئے گویا آپ کو لمحہ لمحہ کی اطلاع ہے۔ اور مجھے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے سات مرتبہ گزارش کی تب تجھے اس مقام کو دیکھنے کی طاقت نصیب ہوئی اور اس مقام کا سامنا کرنے کیلئے بھی سات مرتبہ سوال کیا۔ اور سات مرتبہ سوال کیا تب تجھے علم ہوا کہ اس مقام کے اندر کون ہے اور سات مرتبہ التجا کی تب تجھے منادی کے سننے کی قوت ملی۔ اور سات مرتبہ سوال کیا تھا تب تیرے لئے وہ بجلی چمکی تھی۔ اور اس سے پہلے میں نے ستر مرتبہ تیرے لئے دعا کی تھی تب تجھے خلعت اور پیالہ نصیب ہوا تھا۔

اے میرے بیٹے جاؤ اور جو فرائض رہ گئے ہیں ان کی قضاء کرو۔

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر اسلاوی کے گراں مایہ جواہر

علامہ محقق شیخ احمد بن محمد بن ناصر السلاوی نے ایک رسالہ لکھا جس کو "الاتفاق فی آیۃ اخذ المیثاق" کے نام سے موسوم کیا۔ میں اس رسالے کو بعینہٖ نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد و ستائش اللہ رب العزت کے لئے ہے جس نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا کہ وہ اس نبی محترم ﷺ پر ایمان لائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ سب اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اور ان کی امتوں سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر انہیں یہ سعادت حاصل ہو کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں کو پالیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں، آپ ﷺ کی تائید کریں اور اور آپ ﷺ پر ہر موئے تن سے فدا ہو جائیں۔ اور ہر حالت میں آپ ﷺ کے دین کی حفاظت کریں کیونکہ دین قویم وہی ہے۔ بے پایاں درود اور ان گنت سلام ہوں اس ذات کریمانہ پر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم)

"اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں"۔

بے شمار سلام اور درود ہو آپ ﷺ کی آل پر اور اصحاب پر جنہوں نے اپنے وعدوں کی پاسداری کی نبی اکرم ﷺ کی نصرت و اعانت کی اور تبلیغ دین کی خاطر اپنی ارواح تک فدا کر دیں۔ اور سلام ہو ان بلند فال لوگوں پر جو قیامت تک آپ ﷺ کی اتباع کو حرز جاں بنائے رکھیں گے۔ حمد و ثناء اور درود سلام کے بعد! پروردگار کا بندۂ عاجز احمد بن محمد بن ناصر السلاوی اس رسالے کو رقم کرنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے لطف عمیم سے اس کو نوازے۔ اور وہ اس رسالے کا نام "تَعْظِيْمُ الْاِتِّفَاقِ فِي آيَةِ اَخْذِ الْمِيْثَاقِ" رکھتا ہے۔ میں اس رسالہ میں امام سبکی کی طرح مخالفت سے دامن بچاتے ہوئے اس میثاق کا تذکرہ کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے اس نبی محترم ﷺ کے لیے لیا جس کو اخلاق عالیہ سے نوازا گیا۔ اور اسے تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی۔

یہ رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

آیۃ المیثاق کی تفسیر

اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و کرامت کو عیاں کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:81)

''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں۔ تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی''۔

اس آیت کی بہت سی تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ وعدہ لیا کہ اگر محمد عربی ﷺ کو ان کے زمانہ میں مبعوث کیا جائے اور انہیں آپ ﷺ کے عہد رزیں کو پا لینے کی سعادت حاصل ہو جائے تو وہ آپ ﷺ کے پر ضرور ایمان لائیں گے۔ آپ ﷺ کی مدد کریں گے۔ آپ ﷺ کی تصدیق اور اتباع کریں گے۔ ''رَسُوْلٌ'' پر تنوین عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ ابن جریر اور ابن کثیر کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

''اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے ان سے نبی محترم ﷺ کے متعلق عہد لیا کہ اگر ان کی حیات ظاہری میں محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائیں تو وہ نہ صرف آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے بلکہ آپ ﷺ کی نصرت و تائید بھی کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ بھی عہد لیا کہ وہ اسی قسم کا عہد اپنی امت سے بھی لے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا فرمایا پھر آپ ﷺ کے نور سے سے تمام انبیاء کے نور کو پیدا فرمایا۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو نبوت اور کمالات رفیعہ عطا فرمائے پھر حکم فرمایا۔ کہ آپ ﷺ انبیاء کے انوار کو ملاحظہ فرمائیں۔ جنہیں آپ ﷺ کے نور سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نور مبارک سے ان کے انوار کو ڈھانپ لیا۔ انبیائے کرام کے انوار کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی انہوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار! یہ

ذات والا مرتبت کون ہے۔ جس کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ ﷺ کا نور ہے۔ اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے میں تمہارے سروں پر تاج نبوت سجاؤں گا انہوں نے عرض کی مولا! ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہاری گواہی دوں؟ انہوں نے عرض کی ہاں مولا! تو ہمارا گواہ بن جا۔

اس آیت کریمہ میں اسی عہد و میثاق کا تذکرہ ہے اس آیت میں نبی محترم ﷺ کی وہ تعظیم اور عزت وشرف ہے جو مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضور ﷺ کا ظہور تمام انبیاء کے بعد ہوگا اور انبیاء آپ ﷺ کے زمانہ کو نہ پاسکیں گے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تا کہ نبی اکرم ﷺ کی شرافت وکرامت کا اظہار ہو جائے اور تمام کو معلوم ہو جائے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے افضل ہیں ہر نبی اور اس کی امت پر واجب ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی نصرت فرمائیں۔ "اٰتَیْتُکُمْ" میں کم ضمیر انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے ہے اور ان کی امتیں ان کی تبع میں ہیں اور رسول میں ابہام تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لیے ہے۔

دوسری تفسیر

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ وہ اس نبی پر ایمان لائے جو اس کے زمانہ میں تشریف لائے اور ان انبیاء پر بھی ایمان لائے جو ان کے بعد تشریف لائیں اور اس نبی کی حیات ظاہری میں اس کی مدد کرے اور اس کے وصال کے بعد اس کی امت اس کی مدد کرے۔ وہ اپنی قوم سے بھی اس نبی کی حمایت ونصرت کے لیے عہد لے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ محمد عربی ﷺ پر ایمان لائیں۔ اور وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ اس صورت میں "رَسُوْلٌ" پر تنوین تعمیم کے لیے ہوگی۔ یعنی ہر وہ نبی جو کسی دوسرے نبی کے زمانہ میں مبعوث ہو تو اس کے لئے دوسرے نبی کی تصدیق کرنا واجب ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی مبعوث ہوئے تھے۔

اعتراض

اگر یہ تفسیر بیان کی جائے تو پھر اس آیت میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت برقرار نہیں رہتی۔

جواب

یہ عہد جو انبیاء کرام سے لیا گیا تھا یہ اجمالی ہے اور اس میں کسی نبی کی کوئی تعیین نہیں ہے۔ جبکہ سرور

انبیاء ﷺ اپنے اسماء اور صفات کی وجہ سے معین ہیں۔ اس میں بھی تفصیل وتعین کے لحاظ سے نبی محترم ﷺ کی تخصیص ہے۔

دوسرا جواب

شیخ شمس الدین الامیر نے بھی اس اعتراض کا جواب لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس تفسیر میں بھی نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ثابت ہے کیونکہ آپ ﷺ کے لیے تو دوسرے نبی سے عہد لیا گیا لیکن آپ ﷺ سے کسی نبی کے لیے عہد نہ لیا گیا کیونکہ نہ تو آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں کسی نبی نے آنا تھا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی نبی نے مبعوث ہونا تھا کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

تیسری تفسیر

اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کے واسطہ سے ان کی امتوں سے عہد لیا۔ اس صورت میں میثاق کی نبیین کی طرف اضافت انبیاء کے فاعل کی حیثیت سے ہوگی نہ کہ مفعول کی حیثیت سے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ''مِیْثَاقُ اللّٰهُ وَعَهْدِهٖ'' اس وقت اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وہ عہد لیا جسے انبیاء کرام نے اپنی اپنی امتوں سے عہد لے کر اس کو استحکام بخشا۔

چوتھی تفسیر

نبیین کا مضاف محذوف ہوگا اصل عبارت یوں ہوگی۔ ''مِیْثَاقُ اَوْلَادِ النَّبِیّٖنَ'' اس اولاد سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ کیونکہ وہ عہد جو نبی نے اپنی اولاد سے لیا ہوگا وہ یقیناً خصوصیت کا حامل ہوگا۔ پہلی تفسیر میں صرف امتوں کا تذکرہ ہے اب انبیاء کی اولاد کا ذکر ہے۔ یعنی پہلی تفسیر میں انہوں نے اپنی امم سے یہ عہد لیا ان میں ان کی اولاد بھی شامل تھی اور اب وہ صرف اپنی اولاد سے عہد لے رہے ہیں خواہ وہ اولاد اس نبی کے والد کی امت ہو جس سے پہلے بھی عہد لیا جا چکا ہو اور یا کوئی اور امت ہو۔

پانچویں تفسیر

اس سے مراد اہل کتاب ہیں یہ عہد ومیثاق ان کی اس بات کو رد کرنے کے لیے ہے جو وہ یہ کہا کرتے تھے۔ ہم محمد (عربی ﷺ) سے زیادہ نبوت کے مستحق ہیں کیونکہ ہم اہل کتاب ہیں اور انبیاء کا ظہور ہم میں سے ہی ہوتا رہا۔ اس عہد سے مراد وہ میثاق ہے جو اہل کتاب کے انبیاء سے لیا گیا گویا یہ اہل کتاب کے ساتھ استہزاء ہے۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرآت بھی اس قول پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے ''اَلنَّبِیّٖنَ'' کی جگہ ''اَلَّذِیْنَ اُوْتُو الْکِتَابَ'' پڑھا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اگر ان کے پاس ایسا

رسول مکرم ﷺ تشریف لائے جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہو جو ان کے پاس ہو تو وہ ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں لیکن انہوں نے اس عہد کی پاسداری نہ کی بلکہ انہوں نے تکذیب کو اپنا وطیرہ بنایا۔

ان تفاسیر میں سے چار کا تذکرہ علامہ زمخشری نے اور پانچویں تفسیر کو امام بیضاوی نے نقل کیا ہے۔ اور ان تمام کو ''مواہب'' کے شارح نے ابن کثیر سے روایت کیا ہے۔ یہ عہد و میثاق اس عہد و میثاق کے علاوہ ہے جس کا تذکرہ اس آیت مبارکہ میں ہے۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ...... (احزاب:7) کیونکہ اس عہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تھا اور ان سے فرمایا ''أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' جس عہد کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں وہ نبوت مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد ہے اور اگر وہ آپ ﷺ کا زمانہ اقدس پالیں تو پھر آپ ﷺ کی اتباع کرنے کا عہد ہے۔ لیکن بعض علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ انبیاء کرام سے یہ عہد ان کی خصوصیت اور شرف و قدر کی وجہ سے علیحدہ لیا گیا تھا۔ پہلے گروہ انبیاء سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا پھر تمام مخلوق سے یہ عہد لیا۔ سب سے پہلے جس ذات نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا وہ محمد ﷺ کی ذات والا شان ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ ہر چیز میں مقدم ہیں لیکن آپ ﷺ کا وجود اور بعثت ایک عظیم حکمت کی وجہ سے متاخر کر دی گئی۔

آپ ﷺ کی شریعت سب سے آخری شریعت ہے جو اپنی پہلی شریعتوں کو نسخ کرنے والی ہے لیکن اس شریعت بیضاء کے بعد ایسی کوئی شریعت نہیں جو اس کو نسخ کر دے۔ آپ ﷺ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی امت مرحومہ عرصہ دراز تک قبر میں نہیں رہے گی۔ اگرچہ یہ امت دنیا میں سب کے بعد آئی لیکن آخرت کے تمام امور میں یہ سابقہ امتوں سے آگے آگے ہو گی۔ انہیں یہ شرف حضور ﷺ کی وجہ سے ہی ملا۔ امت مصطفویہ ﷺ کے لیے سب سے پہلے زمین شق ہو گی۔ انہیں سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔ سب سے پہلے انہی کے مابین فیصلہ ہو گا۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی سعادت انہیں کے حصہ میں آئے گی۔

جب انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کر لیا تو انوار محمدیہ نے انہیں ڈھانپ لیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا گویا کہ انبیاء سے وہاں دو عہد لیے گئے۔ تمام انبیاء کی امتیں ان کی تبع میں تھیں۔ اقرار کر لینے کے بعد ارشاد ہوا ''اِشْهَدُوْا'' یعنی اپنے عہد پر مداومت اختیار کرو۔ اور اس اقرار اور عہد نامے کا اعتراف کرو اس جگہ شہادت سے مراد علم اور اعتراف ہے۔ ممکن ہے یہاں اشھدوا سے مراد یہ ہو کہ اپنی امتوں کو اس عہد کی خبر دو۔ اور ان کے سامنے اس کا اعتراف کرو تاکہ وہ بھی اس کی حقیقت سے آشنا ہو جائیں۔ گویا کہ شہادت سے مراد آگاہ کرنا ہے۔

اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ

میں بھی تمہارے اقرار اور تمہاری گواہی پر شہادت دینے والوں میں سے ہوں۔ اس طرح میرے ملائکہ بھی تم پر گواہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرمان سے عہد نامے اور میثاق کو مزید مؤکد کر دیا ہے تا کہ (معاذ اللہ) انبیاء اس عہد کو نہ مخفی رکھیں اور نہ ہی اس کا انکار کریں لیکن انبیاء تو معصوم ہوتے ہیں۔ یا یہ تحذیر کیلیے ہے تا کہ ان کی امتیں اس سے رجوع نہ کریں کیونکہ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ (آل عمران:82) انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے نہیں بلکہ امتوں کے لئے ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شہادت کو جان لیا اور وہ ایک دوسرے کی گواہی سے آگاہ ہو گئے تو ان کے لیے اس میثاق سے روگردانی ممتنع ہو گئی۔ کیونکہ اعراض کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا شیوہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ امتوں کی عادت ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عہد نامے سے رجوع کرنے والی امم کے لیے فرمایا۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (مائدہ:47) ''یہی فاسق ہیں''۔

اُولٰٓئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ عہد کیا، اقرار کر کے اس کو مؤکد کیا اللہ تعالیٰ کی شہادت اور بعض لوگوں کی گواہی تسلیم کر لینے کے بعد روگردانی کی۔

اِشْهَدُوْا سے مراد یہ ہے کہ اپنی اقوام کو آگاہ کرو کہ میں تمہارا گواہ ہوں کہ میرے انبیاء علیہم السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔ تم میں سے جو ایمان لایا میں اسے بھی جانتا ہوں اور جو کفر پر ڈٹا رہا میں اس سے بھی آگاہ ہوں۔

''ثُمَّ جَآءَكُمْ'' اس آیت میں بھی خطاب انبیاء کرام سے ہی ہے اور ان کی امتیں ان کی تبع میں ہیں۔ ''رسول'' ''فعول'' کے وزن پر ہے اور اس سے مراد مصدر ہے یعنی یہ ''رسالت'' کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ بطور جمع بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ''اَنَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' اس آیت میں رسول بطور جمع ہے۔ مفرد نہیں جس نے مفرد سمجھا اس نے غلطی کی حتی کہ اس نے یہ گمان کیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ایک رسالت میں شریک ہیں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے ان دونوں میں کمی کی۔ بعض اوقات یہ مطلق بولا جاتا ہے لیکن یہ مرسل کے معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً ''اَنَا رَسُوْلَا رَبِّكَ'' اس وقت یہ جمع بھی بنتا ہے اور تثنیہ بھی۔

''مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ'' یا تو اس سے مراد وہ کتاب و حکمت ہے جو سابقہ امتوں کو عطا کی گئی۔ یا پھر اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہے تمام شریعتوں کا دارومدار اسی پر ہے۔ اگرچہ ان شریعتوں کے حلال و حرام کے بعض مسائل میں اختلاف بھی ہو۔ کیونکہ یہ اختلاف کسی خاص حکمت کی

وجہ سے ہے جسے اللہ رب العزت جانتا ہے۔

ہماری اس وضاحت سے اس شخص کا سوال خود بخود ہی ختم ہو گیا جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ انبیاء کرام کی شریعتوں میں اتنا اختلاف ہے پھر نبی اکرم ﷺ ان کے مصدق کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے۔ یہ اختلاف نبی اکرم ﷺ کا سابقہ شریعتوں کے مصدق ہونے کے مانع نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی امت کی طرف مخصوص احکام دے کر بھیجا ہے۔

دوسری فصل

آیت مبارکہ کا اعراب

وَاِذْ اَخَذَ: یہ ظرف ہے اصل عبارت یوں تھی اُذْكُرْ يَامُحَمَّدُ وَقْتَ اَىْ حِيْنَ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ۔ اے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا تھا۔

میثاق

یہ مصدر ہے یا تو مفعول کی طرف مضاف ہے۔ یعنی "اَخَذَ اللّٰهُ الْمِيْثَاقَ عَلَى النَّبِيِّيْنَ" جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا۔ اس صورت میں امتیں انبیاء کی تبع میں ہوں گی یا یہ فاعل کی طرف مضاف ہوگا۔ یعنی "اَلْمِيْثَاقُ الَّذِىْ اَخَذَهُ النَّبِيُّوْنَ عَلٰى اُمَمِهِمْ" وہ عہد جو انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں سے لیا میثاق کا معنیٰ "حلف" ہے عہد کو میثاق اس لیے کہتے ہیں کہ عہد کرنے والا پہلے آزاد ہوتا ہے پھر عہد کرنے کے بعد اپنے عہد سے مربوط ہو جاتا ہے۔ جو جانور اس طرح بندھا ہوا ہو کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق حرکت نہ کر سکے اس کو "دَابَّةٌ مَرْبُوْطَةٌ مُوْثَقَةٌ" کہتے ہیں کہا جاتا ہے یہ میثاق ہی عہد نامہ ہے اور اگر میثاق سے مراد قسم لی جائے جیسا کہ لام قسم اس پر دلالت کر رہا ہے تو پھر عہد اس سے اعم ہو جائے گا۔

ایک دوسرے قول کے مطابق "اِذْ" "اُذْكُرُوْا" کے متعلق ہے۔ یعنی اے اہل کتاب اس وقت کو یاد کرو۔ اگر اس سے ان کی پوری جمعیت مراد لی جائے تو پھر یہ معنی ظاہر ہے اور اگر اس سے صرف وہ لوگ مراد لیے جائیں جو حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں موجود تھے تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ جو کچھ ان کے آباء واجداد پر نازل ہوا گویا کہ وہ ان پر ہی نازل ہوا۔ یا اصل عبارت یوں ہوگی۔ "اُذْكُرُوْا اِذْ جَاءَ آبَاءَكُمْ"

بعض علماء فرماتے ہیں کہ "اِذْ، اَقْرَرْتُمْ" کے متعلق ہے "اَقْرَرْتُمْ" کے مؤخر ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

لما

میں لام مفتوح کو لام التوطئة کہتے ہیں۔ اور اس میم کو میم مخففہ کہتے ہیں اس کو موطۂ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ جواب قسم کے طریق کو آسان بنا دیتی ہے یعنی سامع کو جواب سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ عہد و میثاق قسم کے مفہوم میں ہے اور لتؤمنن میں لام جواب قسم ہے لَمَا اٰتَیْتُكُمْ میں " ما " موصولہ ہے جس میں شرط کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اور اصل عبارت یہ تھی۔ " مَهْمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ "

لتومنن

یہ جواب قسم اور جواب شرط دونوں کے قائم مقام ہے اور موصولہ " اَلَّذِی آتَیْتُكُمُوْهُ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ " کے معنیٰ میں ہے اس صورت میں صلہ اپنے موصول کی طرف راجع ہے۔ اگر ما میں شرط کے معنی پائیں جائے تو پھر یہ آتَیْتُكُمْ کا مفعول ہے۔ موصولہ مبتداء ہے " لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ " جواب قسم کے قائم مقام اور مبتداء کی خبر ہے۔ درحقیقت اس کی خبر " تُؤْمِنُوْنَ بِهٖ " محذوف ہے۔ یہ ما خواہ موصولہ ہو یا شرطیہ " مِنْ كِتَابٍ " میں من بیانیہ ہے۔

مَامَعَكُمْ میں " ما " مبتداء ہے جو الذی کے معنی میں ہے۔ لَتُؤْمِنُنَّ کی خبر ہے۔ اگر چہ یہ دونوں ضمیریں " رَسُوْلٌ " کی طرف راجع ہیں لیکن جب ارشاد ہوا " رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ " تو پھر کلام کا آپس میں ربط ہو گیا تو پھر وہ ضمیر جو رسول کی طرف راجع ہے اس نے مبتدا کی طرف ضمیر کو راجع کرنے سے مستغنی کر دیا۔ جملہ کے درمیان کسی ضمیر کا کسی دوسری ایسی ضمیر سے مستغنی کر دینا جو مبتداء یا شرط کی طرف راجع ہو یہ اخفش اور کسائی کا مذہب ہے۔ حمزہ نے اس کو کسرہ کیساتھ یعنی لما پڑھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں من تبعیضیہ ہے بیانیہ نہیں ہے کیونکہ یہاں وہ کوئی چیز بیان نہیں کر رہا۔ بلکہ یہ ایک احسان کو یاد دلانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بعض کتب ان پر نازل کر کے ان پر کیا۔ اس قرأت کا معنی یہ ہوگا۔ کیونکہ میں نے تمہیں کچھ کتابیں دے کر اور بعض حکمت سکھا کر تم پر احسان کیا ہے اب اگر میرا رسول تمہارے پاس تشریف لائے تو اس پر ایمان لانا۔ اس صورت میں لام لَتُؤْمِنُنَّ کے متعلق ہے۔ لیکن یہ اس طرح نہیں کیونکہ یہ عبارت اس لیے محذوف مانی گئی ہے تاکہ مفہوم واضح ہو جائے۔ جہاں تک اس فعل کا تعلق ہے جس کو محذوف نکالا جائے گا وہ اقسم ہے۔ اس قرأت کے مطابق ما مصدریہ ہے اور دونوں فعل " اٰتَیْنَاكُمْ وَجَاءَكُمْ " ایتاء اور مجی کے معنی میں ہیں اور لام تعلیل کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عہد اس لیے لیا تاکہ تم رسول مکرم ﷺ پر ایمان لاؤ اور ان کی نصرت کرو۔ اسی وجہ سے میں نے تمہیں کتاب و حکمت عطا کی ہے اور تمہارے نبی نے بھی تمہیں یہی حکم دیا ہے کہ تم اسی نبی محترم ﷺ

کی مدد کرو۔ اسی وجہ سے تمہیں عقل و دانش کی خوبیاں عطا کی گئی ہیں تاکہ تمہیں جہاں حق نظر آئے اس کے لیے دیدۂ و دل فرش راہ کر دو۔ اور میرے نبی محترم ﷺ ایسا پیغام لے کر تشریف لائے ہیں جو تمہارے دین کے موافق ہے۔

مفتوح لام ابتداء کے لیے ہے اور اخذ میثاق میں قسم کے معنی کی تاکید کے لیے ہے اور اگر یہ مکسور ہو تو یہ اخذ کے متعلق ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ما موصولہ ہو۔ اس وقت بھی یہ علت کے لیے ہی ہوگا۔ یعنی میں نے ان انبیاء کرام ﷺ پر اس نبی محترم ﷺ کی مدد کرنا صرف اس لیے واجب قرار دیا ہے کیونکہ میں نے ان میں سے ہر ایک کو کتاب دی ہے۔

جاءکم کا صلہ پر عطف ہے۔ یہاں اسم ظاہر کو مضمر کی جگہ رکھا گیا ہے اصل عبارت یوں ہے۔ ''لَمَا اٰتَیْتُکُمُوْہُ مِنَ الْکِتَابِ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لَہٗ''

اعتراض

یہ ما موصولہ کیسے ہوسکتا ہے پھر جَاءَ کُمْ کا عطف آتَیْتُکُمْ پر کیسے ہوسکتا ہے اور اسے صلہ کے حکم کے تحت کرنا کیسے جائز ہے۔

جواب

ان دونوں فقرات کا عطف کرنا جائز ہے کیونکہ مَا مَعَکُمْ۔ آتَیْتُکُمْ کے معنی میں ہے۔ یعنی ان سے مراد ایک ہی چیز ہے۔ موصول کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے۔

اَلَّذِی اٰتَیْتُکُمُوْہُ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لَہٗ

نبیین

نبیین کو نبیّین بھی پڑھا گیا ہے اس وقت یہ نبوۃ سے مشتق ہوگا۔ ہمزہ کو یاء میں تبدیل کر کے اور یاء کو یاء میں مدغم کر کے بھی پڑھا گیا ہے اس وقت یہ نبأ یا نبوۃ سے مشتق ہوگا۔ اسی طرح آتَیْتُکُمْ اور اٰتَیْنَاکُمْ بھی پڑھا گیا ہے۔

نبی اور رسول کے معنی میں اختلاف ہے کہ یہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں یا ان میں اختلاف ہے یا رسول نبی سے اخص ہے۔ اگر ان کا معنی مختلف ہو تو پھر نبیین کے بعد ''رسل'' کو محذوف سمجھیں گے۔ اور اگر ان کا معنی ایک ہی ہو تو پھر محذوف نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اصری

اصری سے مراد عہد ہے۔ یہ ہمزہ کے کسرہ کیساتھ ہے اس کو ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا

ہے۔عہد کو اصر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ ان اشیاء میں سے ہے جن کی گرہ لگا کر انہیں پختہ کیا جاتا ہے اسی سے اصار ہے خیمے کی رسی کو اصار کہتے ہیں عہد کو اصر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ نفس پر بوجھ ہوتا ہے کہ اس کو پورا کیا جائے اور یہ ٹوٹنے نہ پائے۔اس کی جمع آصار آتی ہے اور درحقیقت اس کا معنی بوجھ ہے۔ارشاد ربانی ہے: رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (بقرہ:286) یعنی اے مولا! احکام شریعت میں ہم پر زیادہ بوجھ نہ ڈال۔اصر اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو عاجز کر دے اور وہ اس کو اٹھا نہ سکے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھا کہ قصاص ضرور لیا جائے وہاں عفو و درگزر اور صلح کا کوئی تصور نہ تھا۔کپڑے کا ناپاک حصہ کاٹنا واجب تھا۔وغیرہ اس قسم کے بوجھ تھے جو ہماری شریعت بیضاء میں نہیں ہیں۔ایسی تکلیف جو مکلّف پر شاق گذرے اس کو بھی اصر کہتے ہیں۔اسی وجہ سے قسم کو بھی اصر کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی عمل کو مضبوط کرتی ہے۔ "تُؤْمِنُنَّ وَ تَنْصُرُنَّ" اصل "تُؤْمِنُوْنَ اور تَنْصُرُوْنَ" تھے۔نون تاکید لگانے سے جمع کی نون ختم ہوگئی۔اب واؤ اور نون دو ساکن جمع ہو گئے۔واؤ کو حذف کر دیا اور اس سے پہلے ضمہ اس کے حذف کے دلیل ہے۔

تیسری فصل

اس آیۃ کریمہ میں نبی اکرم ﷺ کی ایک بہت بڑی نعت بیان کی گئی ہے۔علامہ التقی السبکی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک رسالہ رقم کیا ہے انہوں نے اس کا نام "اَلتَّعْظِيْمُ وَالْمِنَّةُ فِي مَعْنَى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" رکھا ہے۔وہ اس میں لکھتے ہیں۔

یہ آیۃ مبارکہ نبی اکرم ﷺ کی رفیع منزلت اور بلند عظمت کو آشکار کرتی ہے اس میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر سرور دو عالم ﷺ دیگر انبیائے کرام کے زمانہ میں تشریف لائیں تو آپ ﷺ ان کے بھی رسول ہوں گے۔آپ ﷺ کی رسالت اور نبوت میں عمومیت پائی جاتی ہے۔آپ ﷺ حضرت آدم سے لے کر روز حشر تک تمام مخلوق کے رسول ہیں۔تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ ﷺ ہی کی امت ہیں۔تمام انبیاء اور رسل کی رسالت و نبوت بھی برقرار ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ ان تمام کے رسول ہیں۔اس طرح اگر کوئی سابقہ نبی یا رسول امت محمدیہ ﷺ میں تشریف لائے تو اس کی نبوت یا رسالت کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں تشریف لائیں گے۔ہمارے نبی کریم ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور تمام رسل علیہم السلام آپ ﷺ کے نائب ہیں۔آپ ﷺ کا یہ فرمان "بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً" عرب، عجم، سرخ و سفید، جن و ملائکہ کو شامل ہے۔اس قول سے مراد یہ نہیں کہ آپ ﷺ اپنی بعثت سے لے کر روز قیامت کے رسول ہیں۔بلکہ آپ

ﷺ اپنے زمانہ اقدس سے پہلے لوگوں کے بھی رسول ہیں۔ روایت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سے یہ عہد لیا کرتے تھے کہ جب محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوں اور وہ ان کے عہد ہمایوں کو پالیں تو وہ ان پر ایمان بھی لائیں اور ان کی مدد کرنا بھی اپنے لئے سعادت سمجھیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں۔ جن لوگوں سے یہ عہد و میثاق لیا گیا وہ لوگ تھے جو حضور ﷺ کی بعثت کے وقت موجود تھے کیونکہ اس وقت اس جہان رنگ و بو میں کوئی نبی نہ تھا اس لیے وہ کئی امتوں میں منقسم تھے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لینے کے بعد فرمایا
اگر انہوں نے روگردانی کی تو وہ فاسق و فاجر ہوں گے۔ لیکن سچ تو یہ ہے اگر انبیاء و رسل حضور ﷺ کے زمانہ میں اس دنیا میں موجود ہوتے تو ان کے لیے لازم تھا کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں۔ اگر یہ قول کر لیا جائے تو پھر نہ تو کسی بات کو فرض کر لینے کی ضرورت رہتی ہے اور نہ کسی عبارت کو محذوف ماننے کی احتیاج۔

جب یہ علم ہو گیا کہ اگر تمام انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں موجود ہوتے تو ان کے لیے سرور کائنات ﷺ پر ایمان لانا واجب تھا۔ اگر وہ اعراض کرتے تو وہ روگردانی کرنیوالے شمار کیے جاتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام امتوں پر بھی واجب تھا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ اس عہد میں صرف انبیاء کا تذکرہ اس لیے ہے تاکہ مقصود حاصل کرنا آسان ہو۔

اگرچہ اللہ رب العزت کو معلوم تھا کہ سابقہ انبیاء حضور ﷺ کے عہد زریں کو نہ پاسکیں گے تو پھر بھی اس نے یہ عہد اس لیے لیا تاکہ آپ ﷺ کی رفعت و عظمت آشکارہ ہو جائے ان کی امتیں آپ ﷺ سے آشنا ہو جائیں۔ انہیں معلوم ہو جائے کہ تاجدار مدینہ ﷺ ان سے مقدم ہیں۔ آپ ﷺ ان کے نبی اور رسول ہیں۔ اور انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کو آپ ﷺ کے متعلق بتا سکیں کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ﷺ ہیں۔ اسی وجہ سے روز حشر تمام انبیاء آپ ﷺ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ دنیا کو اس وقت آپ ﷺ کی عظمت و سطوت کا علم ہوا جب شب معراج آپ ﷺ نے تمام انبیاء کو امامت کرائی۔ اگر آپ ﷺ کسی نبی کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو اس نبی پر اور اس کی امت پر آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی نصرت و تائید واجب تھی۔ اس کا دارومدار آپ ﷺ کا ان کیساتھ جمع ہونے پر تھا لیکن کیونکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں دیگر انبیاء دنیا میں موجود نہ تھے اس لیے یہ متاخر ہو گیا۔ اگر آپ ان کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو بلا شبہ ان پر آپ ﷺ کی اتباع لازم تھی۔ اسی وجہ سے آخری زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے وہ اس وقت نبی بھی ہوں گے اور اس امت کے ایک

فرد بلکہ صحابی شمار ہوں گے کیونکہ وہ حضور ﷺ کی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ زندہ ہیں اور شب معراج سرور کائنات ﷺ کے دیدار سے بھی مشرف ہوئے اس لیے وہ مرتبہ صحابیت پر بھی فائز ہیں۔

وہ شریعت مصطفویہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے اور قرآن وسنت سے اسی طرح احکام مستنبط کریں گے جس طرح آئمہ مجتہدین کیا کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ جزیہ کو ساقط کرنے کا حکم فرمائیں گے کیونکہ وہ اجتہاد کریں گے کہ جزیہ کا قبول کرنا ایک مقررہ مدت تک تھا اب ان کے نزول کی وجہ سے یہ ساقط ہو چکا ہے۔

اگر مصطفیٰ پاک ﷺ کسی اور نبی یا رسول کے زمانہ میں تشریف لاتے۔ تو وہ نبی یا رسول ﷺ اپنی نبوت ورسالت پر بھی برقرار رہتا اور نبی مکرم ﷺ بھی ان تمام کے رسول اور نبی ہوتے۔ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت سب کو شامل، سب سے عظیم اور سب سے وسیع ہے۔

اس مسئلہ کو ایک مثال سے یوں عیاں کیا جا سکتا ہے۔

ایک ایسا بادشاہ ہو جس کے کئی وزیر ہوں ہر وزیر کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ بذات خود نہی وامر کے احکام نافذ کر سکے بادشاہ ان تمام وزراء کے تمام احکام سے اتفاق رکھتا ہو اور اگر اس کا ان سے کوئی اختلاف بھی ہو تو اس میں بھی ایک بلیغ حکمت پوشیدہ ہو جو اس حکم کا تقاضا کرتی ہو تمام وزراء اور ان کے تمام پیروکار شہنشاہ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوں۔ وہ اس کی ہر بات کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہوں اور ان کا بعض احکام میں اختلاف ان کی محبت وعقیدت میں کسی قلت کا سبب نہ بنتا ہو۔

حضور ﷺ کی عظمت وسطوت بھی اسی طرح ہے۔ اگر آپ ﷺ ان تمام رسل کے زمانہ میں یا ان میں سے کسی ایک کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو آپ ﷺ ان کے نبی ورسول ہوتے۔ اور ان میں سے ہر رسول اور نبی اپنی اپنی امت کی طرف بھی نبی یا رسول ہوتا۔ اگر آپ ﷺ ان کو کوئی حکم فرماتے تو اس حکم میں تمام امتیں شامل ہوتیں اگرچہ آپ ﷺ ان کے نام نہ بھی لیتے۔ ہر نبی علیہ السلام کا فیصلہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے تقاضا کے مطابق ہوتا اور اگر ان میں باہم اختلاف ہو جاتا تو وہ اپنے سردار اور راہنما ﷺ کی طرف رجوع کرتے۔ اس کی شریعتوں میں اختلاف اس حکمت کی وجہ سے ہوتا جس کا تقاضا مختلف شہروں میں اقامت گزیں لوگوں کی عادات اور رسم ورواج کرتے۔

اگر ہم یہ نقطہ نظر اپنائیں کہ حضور ﷺ کی شریعت ان کی شریعتوں کی ناسخ نہ ہوتی تو پھر دیگر انبیاء کی شریعتیں باقی رہتیں اور انبیاء کا یہ اختلاف آئمہ مجتہدین کے اختلاف کی طرح ہوتا۔ اور اگر ہم یہ قول

کریں کہ آپ ﷺ کی شریعت بیضاء دیگر شریعتوں کی ناسخ ہوتی تو پھر معاملہ بڑا واضح ہے اس صورت میں تمام انبیاء کی شریعتیں درحقیقت آپ ﷺ ہی کی شریعت ہوتیں۔ اور ان کے احکام لوگوں، اوقات، اور مقامات کے بدلنے سے بدلتے رہتے۔

ہماری اس بحث سے حدیث ''کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ'' کا مفہوم بھی عیاں ہو گیا۔ اس حدیث کا معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آپ ﷺ نبی ہوں گے کیونکہ اللہ کا علم تو ہر چیز کو محیط ہے اس وقت بھی وہ تمام انبیاء کی نبوت سے آگاہ تھا اور اس سے پہلے بھی علم رکھتا تھا۔ یقیناً یہ سید المرسلین ﷺ کی خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے یہ حدیث بیان فرمائی تا کہ آپ ﷺ کی امت مرحومہ آپ ﷺ کی قدر و منزلت کچھ آگاہ ہو جائے۔ اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ نبی محترم ﷺ کی یہ خصوصیت اس وقت بھی ایک امر ثابت تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اجسام سے پہلے تخلیق فرمایا شاید ''کُنْتُ نَبِیًّا'' سے آپ ﷺ کی روح مقدس کی طرف اشارہ ہو یا اس کی حقیقت کی طرف اشارہ ہو جبکہ حقائق ہمارے احاطہ عقل میں نہیں آسکتے ان حقائق میں سے ہر حقیقت کو اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے اور جیسے چاہے ظاہر فرما دے حضور ﷺ کی حقیقت تخلیق آدم سے پہلے ہی نبوت کے لیے تیار کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس عظیم وصف سے متصف کر دیا آپ پر انوار و تجلیات کی بارش کر دی آپ ﷺ کے سر مبارک پر خاتم النبیین کا تاج سجا دیا گیا آپ ﷺ کا اسم مبارک عرش پر رقم کیا گیا۔ اور آپ ﷺ کی رسالت کے اعلانات کیے گئے۔ تا کہ ملائکہ وغیرہ آپ ﷺ کی اس قدر و عزت سے آشنا ہو جائیں جو آپ ﷺ کو بارگاہ ربوبیت سے حاصل ہوئی اس وقت بھی آپ کی حقیقت موجود تھی اگرچہ آپ کا پیکر جمیل بعد میں تخلیق کیا گیا۔ آپ ﷺ کی حقیقت کو یہ اوصاف تخلیق آدم سے بہت پہلے عطا کیے گئے۔ لیکن آپ ﷺ کی بعثت اور تبلیغ کو متاخر کیا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ اس جہان میں جلوہ گر ہو گئے۔ المختصر مخلوق کا کوئی کمال آپ ﷺ کے کمال سے بڑا نہیں اور نہ ہی کوئی مقام آپ کے مقام سے معزز اور ذی شرف ہے حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ کمالات رفیعہ تخلیق آدم سے پہلے ہی عطا کر دیے گئے تھے۔ یہ کمالات آپ ﷺ کی حقیقت کو عطا کیے گئے۔ پھر تمام انبیاء سے آپ ﷺ کے بارے میں عہد اور میثاق لئے گئے۔ یہ عہد نامے اور میثاق اس بیعت کی طرح تھے جو خلفاء کے لیے لی جاتی ہے۔ شاید یہ بیعت ہی ہو جو تمام انبیاء سے لی گئی۔ ذرا نبی اکرم ﷺ کی عظمت ملاحظہ کرو۔ اس طرح ''کُنْتُ نَبِیًّا'' کا معنی بھی واضح ہو گیا کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آپ ﷺ نبی ہوں گے۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہو گئی تو سلسلہ وحی کا آغاز ہوا کیونکہ لوگ آپ ﷺ

کے کلام کو سننے کی تاب نہ رکھتے تھے اور نہ وہ اس کلام کو قبول کر سکتے تھے اور اگر وہ اس قابل ہوتے اور ان میں اتنی تاب ہوتی تو پھر آپ ﷺ کی ذات تو ہر عیب اور نقص سے پاک تھی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی کے لیے کسی شخص کو وکیل بنائے تو اگر کفو (ہم مرتبہ خاندان) پایا جائے گا تو وکالت صحیح ہوگی اور وکیل بھی اس وکالت کا اہل ہوگا۔ اور اگر عرصہ دراز تک کفو نہ مل سکے تو اس کی وجہ سے وکیل کی وکالت کی صحت اور وکیل کی اہلیت میں کسی اعتراض کی گنجائش نہ ہوگی۔

لَتُؤْمِنُنَّ سے مراد آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ہے۔ اللہ رب العزت نے محمد عربی ﷺ کو اس فضل کے ساتھ مختص فرمایا جس کے ساتھ کسی اور ذات کو مختص نہیں فرمایا اسی وجہ سے آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر فضیلت ملی۔ وہ عزت و کرامت یہ ہے کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے آپ ﷺ کے متعلق عہد لیا لیکن آپ ﷺ سے کسی کے لیے عہد نہ لیا گیا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت تمام انبیاء کی شریعتوں کی ناسخ ہے اور جو شخص بھی آپ ﷺ کے زمانہ کو پالے اس پر واجب ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

لَوْ كَانَ مُوْسٰی حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِي

''اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے علاوہ انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا''۔

تورات اور انجیل میں بہت سے ایسے دلائل ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''جَاءَكُمْ'' میں خطاب ان اہل کتاب سے ہے جو حضور ﷺ کے ہم عصر تھے۔ اللہ رب العزت نے انبیائے کرام علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ نسل در نسل یہ عہد لیتے رہیں۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی اس عہد کا علم ہو جائے۔ جو حضور ﷺ کے ہم عصر ہوں تاکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور آپ ﷺ کی اعانت کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی جس شخص نے میرے ساتھ اس حال میں ملاقات کی کہ وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کا انکار کرنیوالا ہو تو میں اسے آتش جہنم کے سپرد کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا! احمد مجتبیٰ ﷺ کون ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے مخلوق میں کسی ایسی چیز کو پیدا نہیں کیا جو ان سے افضل و اکرم ہو زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے میں نے ان کا نام مبارک اپنے مبارک نام کے ساتھ عرش پر لکھا جب تک وہ اور ان کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے گی اس وقت تک جنت تمام مخلوق پر حرام ہوگی حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے عرض کی مولا! ان کی امت کس اوصاف سے متصف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حمادون ہوں گے (یعنی وہ ہر چڑھائی اور اترائی پر حمد وثنا کے نغمے الاپیں گے) وہ اپنے وسط میں تہہ بند باندھیں گے۔ وہ پہلوؤں کو پاک رکھیں گے۔ وہ دن کے شیر اور رات کے راہب ہوں گے۔ میں ان سے قلیل عمل بھی قبول کرلوں گا اور صرف ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی گواہی پر انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا! مجھے اس امت کا نبی بنادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا نبی ان میں سے ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا! پھر مجھے ان امت میں سے بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں مقدم اور انہیں متاخر کیا ہے۔ لیکن عنقریب میں تمہیں ''دار جلال'' میں جمع کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پڑھا جو اوصاف جمیلہ سے متصف تھی جب بھی وہ ان کے کسی وصف کی تلاوت کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دست سوال دراز کرتے کہ وہ ان کی امت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا یہ تو مصطفیٰ ﷺ کی امت ہے۔ بالآخر انہوں نے عرض کی مولا مجھے حضور ﷺ کی امت میں سے بنادے۔ مجھے احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت میں سے اٹھا اور مجھے ان لوگوں میں کردے جو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت سے محبت کریں۔

چوتھی فصل

امام تقی سبکی کی اس بحث پر اعتراض اور اس کا جواب

امام سبکی کی مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کسی ایک نبی یا مرسل یا تمام انبیاء اور رسل کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام کے رسول ہوتے آپ ﷺ کی نبوت ورسالت حضرت آدم سے لے کر قیامت تک ہے آپ ﷺ تمام مخلوق کے رسول ہیں۔ تمام انبیاء اور ان کی امتیں درحقیقت آپ ﷺ ہی کی امت ہیں۔ وہ انبیاء اپنی اپنی امتوں کے بھی نبی ہیں۔ ''بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً'' سے مراد صرف وہ لوگ نہیں جو آپ ﷺ کے عہد ہمایوں سے لے کر تا روز حشر اس جہان رنگ و بو میں آئیں گے بلکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے۔ تمام عرب وعجم، کالے وسرخ جن وانس بلکہ ملائکہ کے بھی آپ ﷺ رسول ہیں۔

لیکن شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شفا کی شرح میں اس قول پر اعتراض کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ سابقہ حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام انبیاء حضور ﷺ کی شریعت کے تابع تھے اور ان پر آپ

ﷺ کی اتباع لازم تھی بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ امت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)امت دعوت (۲)امت اجابت

(۱) امت اجابت پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں اور آپ ﷺ کے پیغام کے صدق پر یقین رکھیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع کرنے کے بھی مکلف ہوں اسی طرح تمام رسل وانبیاء آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کے ترانے گاتے رہے۔ آپ ﷺ کی محبت کا دم بھرتے رہے لیکن وہ آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے مکلف نہ تھے۔ ورنہ وہ نہ تو اصحاب شرع ہو سکتے اور نہ مستقل کتاب کے حامل ہو سکتے۔ عقلی اور نقلی بہت سے ایسے دلائل ہیں جو اس نقطہ نظر کا رد کرتے ہیں جو امام سبکی نے بیان کیا ہے۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (نساء:163)

”بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو بعد میں آئے“۔

جواب

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ”میں نے تمہیں پہلے مبعوث کیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو بعد میں مبعوث کروں گا لیکن میں عنقریب تمہیں دار جلال میں جمع کروں گا۔

یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور نہ ہی دیگر سابقہ انبیاء سے آپ ﷺ کی اتباع کی نفی کی جا سکتی ہے۔ دیگر انبیاء نے آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی نہ کی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس سے پہلے تشریف لائے۔ اور وہ سب ایک زمانہ میں جمع نہ ہو سکے۔ اگر وہ سب ایک زمانے میں جمع ہو جاتے تو ان پر حضور ﷺ کی اتباع لازم ہوتی۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں موجود ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی آرزو کو ضرور پورا فرماتا اور انہیں حضور ﷺ کی امت میں سے کر دیتا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت حضور ﷺ کی امت میں نہ ہو سکتے تو پھر وہ یہ آرزو کیسے کر سکتے تھے کہ مولا! مجھے حضور ﷺ کی امت میں بنا دے اور اگر وہ نبی اکرم ﷺ کے عہد رزیں میں تشریف لاتے تو وہ یقیناً آپ کی امت میں سے ہوتے جہاں تک اعتراض کے دوسرے حصے کا تعلق ہے تو امام سبکی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام اس شریعت کے مکلف ہوتے جو حضور ﷺ کی شریعت کیساتھ خاص ہے۔ بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ اگر انبیاء علیہم السلام حضور ﷺ کے زمانہ میں کائنات میں موجود ہوتے تو حضور ﷺ ان کے بھی نبی اور رسول ہوتے اور ان کی شریعتیں بعینہٖ حضور ﷺ کی شریعت ہوتیں اور ان میں کوئی

اختلاف نہ ہوتا۔ اور اگر نبی اکرم ﷺ ان انبیاء کرام کے زمانہ میں تشریف لے آتے تو حضور ﷺ ان کے بھی نبی ہوتے لیکن ان کے احکام ان ہی کے ساتھ مختص ہوتے۔ ان کی شریعتیں دراصل آپ ﷺ کی شریعت کا ہی ایک حصہ ہوتیں اور وہ اس وقت شریعت کے ان احکام کے مکلّف ہوتے جو ان کے لیے مختص کر دیے جاتے۔ اور وہ احکام ہی ان کی شریعت ہوتی۔ کیونکہ وہ احکام ان انبیاء کے ساتھ مختص ہوتے اس لیے نسخ بھی لازم نہ آتا۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ کی اپنی امت کے لحاظ سے یہی شریعت ہوتی اور دیگر انبیاء کرام کی شریعتیں ان کی امم کے لحاظ سے اس شریعت کا عین ہوتیں اور اگر آپ ﷺ تمام امم کو ایک حکم فرماتے تو پھر کسی کے لیے بھی اختلاف کرنا ممکن نہ رہتا۔ اس وقت تمام انبیاء کی شریعتیں آپ ﷺ کی شریعت کی فرع ہوتیں۔ ان کے احکام افراد، زمانہ اور جگہ کے بدلنے کی وجہ سے بدلتے رہتے۔

امام سبکی کا یہ قول زیادہ عجیب نہیں ہے الا یہ کہ وہ تبلیغ بالفعل کا ارادہ کریں لیکن اگر وہ صرف حضور ﷺ کے مبعوث ہونے، نبی اکرم ﷺ کا وصف نبوت ورسالت سے متصف ہونے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ ﷺ کی اتباع کا حکم ملنے کا قول کریں تو یہ درست ہے۔ ان کے کلام میں اس چیز کا وضاحتؒ کے ساتھ تذکرہ ہے۔ علامہ سبکی کے اس قول میں صرف ان علماء کا اختلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اس حدیث مبارک ''اُرْسِلْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً'' میں ''ناس'' سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھے یا بعد میں قیامت تک جہان رنگ و بو میں آتے رہیں گے۔ علامہ شہاب خفاجی نے جو یہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی امت اجابت کو آپ ﷺ کی تعظیم کرنا لازم ہے یہ قول ان کے نقطہ نظر کا ہی رد کرتا ہے۔ کیونکہ جب امت اجابت کے ہر فرد پر آپ ﷺ کی تعظیم، توقیر، محبت، عقیدت اور آپ ﷺ کے پیغام کو سچ ماننا لازم ہے تو گویا کہ یہ اعتراف ہے کہ تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امت ہیں کیونکہ انبیاء بھی آپ ﷺ کی تصدیق کرتے رہے۔ آپ ﷺ کی تعظیم بجالاتے رہے اور اسی طرح ان کی امتوں کی اکثریت بھی آپ ﷺ کی عظمت وسیادت کے نغمے الاپتی رہی۔ بعض افراد نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی روگردانی کو اپنا وطیرہ بنایا اور فاسقین کے زمرہ میں سے ہو گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ تمام لوگ آپ ﷺ کی امت دعوت میں شامل ہیں تو پھر یہ اس قول کی قوی دلیل ہے کہ تمام انبیاء کرام آپ ﷺ کی امت ہیں۔

شہاب خفاجی کا یہ قول کہ نصوص عقلیہ اور نقلیہ اس کا رد کرتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں تشبیہ صرف وحی کرنے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے ہر ایک پر کتاب، صحیفہ، شریعت

اور وہ احکام نازل فرمائے جو ان کے مخصوص وقت کے لیے تھے یہ فرمان اس قول کے منافی نہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ دیگر انبیاء کے ساتھ کسی ایک زمانہ میں جمع ہو جاتے تو ان پر نبی اکرم ﷺ کی اتباع لازم ہوتی۔ اس چیز کو وہ شخص بھی جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تھوڑی سی بصیرت عطا فرمائی ہے۔

علامہ شہاب کا یہ اعتراض کرنا بھی درست نہیں کہ اللہ نے "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ" فرما کر یہ فرمایا ہے کہ تم آپ ﷺ پر ضرور ایمان لانا یہاں آپ ﷺ کی شریعت پر ایمان لانے یا اس پر عمل پیرا ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

امام سبکی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ ﷺ کی شریعت کے مکلف ہوتے بلکہ انہوں نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان پر آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کی تصدیق فرض ہوتی اور انبیاء کی شریعتیں آپ ﷺ کی شریعت کی فروعات (شاخیں) ہوتیں امام سبکی کے قول میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کر رہی ہو کہ انہوں نے ملزوم کو چھوڑ کر لازم کے متعلق گفتگو کی ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ ارشاد ربانی "کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا تو ہمارے نقطہ نظر کے خلاف ہے"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت تو معاملہ مزید ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

حضور ﷺ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد توحید کی طرف دعوت اور اللہ تعالیٰ کو معبود برحق تسلیم کرنا ہے۔ بلاشبہ تمام انبیاء کرام میں یہ چیز مشترک ہے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی کی طرف دعوت دی۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو بھی یہ حکم فرمایا کہ ملت ابراہیمی کی اتباع کریں لوگوں کو دعوت دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں صرف اس کی پرستش کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس حدیث کہ تمام انبیاء بھائی بھائی ہیں ان کا باپ ایک اور ان کی مائیں جدا جدا ہیں کا مفہوم یہ ہی ہے۔ وہ ایک ہی چیز (اللہ کی توحید) کی طرف دعوت دیتے تھے۔ یہی ان کی اصل تھی جیسا کہ باپ اولاد کی اصل ہوتا ہے امہات سے مراد انبیاء کرام کی شریعتیں ہیں۔ شریعتوں کو امہات (ماؤں) کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ماں سے ہی اولاد کا ظہور ہوتا ہے جس طرح شریعت سے احکام نکلتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے امت مصطفویہ سے ہونے کی التجا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر حضور ﷺ ان کے زمانہ میں مبعوث ہوتے وہ ان سب کے نبی ہوتے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے امت مصطفویہ میں سے ہونے کی التجا اس لیے کی تھی کیونکہ انھیں حضور ﷺ سے عشق اور آپ ﷺ کی امت سے محبت تھی۔ اسی وجہ سے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بار بار حضور

ﷺ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کیا اور ان کی وجہ سے ہی امت مسلمہ پر نماز کی تخفیف کی گئی۔
اس سے وہ محبت عیاں ہوتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب انور میں حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ کے لیے تھی۔

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ "کُنتُ نَبِیًّا" سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ ارواح میں نبی تھے لیکن یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی حقیقت روح نہیں ہے بلکہ ہمارے عقول آپ ﷺ کی حقیقت کے عرفان سے قاصر ہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقت محمد یہ سے آگاہ ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا تو آپ علیہ السلام سے نبوت و رسالت نہیں چھینی جائے گی بلکہ آپ علیہ السلام اس وقت بھی رسالت و نبوت سے متصف ہوں گے جیسا کہ وہ پہلے دنیا میں رسالت و نبوت سے متصف تھے لیکن اس وقت وہ حضور ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ یہی حضور ﷺ کی اتباع ہے اگر آپ علیہ السلام حضور ﷺ کی اتباع نہ کرتے تو پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتے۔ اس وقت وہ بیک وقت اپنی نبوت و رسالت سے بھی متصف ہوں گے اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شریعت کی بھی اتباع کریں گے۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام کو امت مسلمہ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ بلکہ آپ علیہ السلام کو صحابی سمجھا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی ظاہری حیات میں شب معراج حضور ﷺ سے ملاقات کی تھی۔ گویا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نبی، صحابی، شریعت محمد یہ کے تابع اور مجتہد ہوں گے۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

كُنتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے"۔

لیکن یہ مفہوم حقیقی نہیں ہے کیونکہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بھی ہوا ور روح بھی۔ روح اور جسم کی تخلیق کے درمیان یقیناً کچھ مدت ہو گی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح کی تخلیق کے بعد اور جسم کی تخلیق سے پہلے نبی اکرم ﷺ وصف نبوت سے متصف تھے۔ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان فرمایا تمام ارواح کو آپ ﷺ کی روح مبارک سے آگاہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی نبوت کو پہنچاننے اور اس کے اقرار کا حکم دیا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

كُنتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الطِّينِ وَ الْمَاءِ

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے مابین تھے"۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کے عناصر کی تخلیق تو ہو چکی تھی لیکن ان کی ترکیب باقی تھی۔ اس لیے ابھی تک ان میں روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی۔ یہ روایت اگرچہ ان الفاظ سے تو ثابت نہیں جو پہلی حدیث میں ہیں لیکن ان دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ان روایات میں حضور ﷺ کی اس عظمت و رفعت کا تذکرہ ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔

علامہ الطیبی نے بعض قراء سے روایت کیا ہے کہ ''اَلنَّبِیِّیْنَ'' پر وقف ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے فرمایا اے گروہ انبیاء! اپنی اپنی امت سے فرمانا کہ جب ان میں سے رسول مکرم ﷺ کتاب و حکمت کیساتھ تشریف لائیں تو تم ان پر ضرور ایمان لانا۔

سوال

نبوت ایک وصف ہے اس کے لیے کسی موصوف کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی وصف نبوت سے اس وقت متصف ہوئے جب ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضور ﷺ کو آپ کے وجود اطہر سے قبل وصف نبوت و رسالت سے کیسے متصف مانا جا سکتا ہے؟۔

جواب

''کُنْتُ نَبِیًّا''...... میں اشارہ آپ ﷺ کی روح مبارک کی طرف ہے اور آپ ﷺ کی اس حقیقت کی طرف ہے جس سے صرف اللہ رب العزت ہی آگاہ ہے اس وقت آپ ﷺ کی روح مبارک اور حقیقت محمدیہ میں وہ شرائط پائی گئی تھیں جن کی وجہ سے وصف نبوت سے متصف کر دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا جسم اقدس اس وصف سے اس وقت متصف ہوا جب روح کا اس کے ساتھ تعلق قائم ہوا۔ روح محمدی اور حقیقت محمدیہ کو وصف نبوت سے متصف کر دینے میں کوئی حرج نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت نبی محترم ﷺ کا جسد اطہر خارج میں موجود نہ تھا۔

المختصر حضور نبی اکرم ﷺ کی حقیقت تخلیق آدم سے پہلے موجود تھی۔ پہلے رب العزت کے علم میں تھا کہ آپ ﷺ عنقریب نبی ہوں گے یہ پہلا مرتبہ ہے۔ پھر آپ ﷺ کے نور مبارک کی تخلیق کی گئی ۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے۔ پھر ام الکتاب میں آپ ﷺ کا ذکر لکھا گیا یہ تیسرا مرتبہ ہے۔ پھر ملائکہ کو آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف کیا گیا یہ چوتھا مرتبہ ہے۔ پھر آپ ﷺ کے وجود انور کو ظاہر کیا گیا یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ نبی محترم ﷺ کی حقیقت ہر چیز کی تخلیق سے پہلے موجود تھی اور وہ ان اوصاف سے متصف تھی جو بارگاہ ربوبیت سے انہیں عطا کیے گئے۔ وہ اوصاف جن کا تعلق آپ ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ تھا انہیں اس وقت عطا کیا گیا جب آپ اس حریم خاکی میں تشریف لائے۔

اللہ رب العزت نے تمام انبیاء اور ان کی امم سے یہ عہد لیا کہ اگر وہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس کو پالیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں، آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور دشمن کے خلاف آپ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء سے یہ عہد لیا کہ وہ اس کی کتاب اور اس کا پیغام مخلوق خدا تک پہنچا دیں وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں ہر نبی اپنے بعد تشریف لانیوالے نبی کی تصدیق کرے اور اگر اس کا زمانہ پائے تو اس کی نصرت و اعانت کرے۔ اور اپنی قوم سے بھی عہد لیں کہ وہ اس نبی کی اعانت کرے۔

پہلا عہد ہمارے نبی محترم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسرے عہد میں تمام انبیاء شامل ہیں۔ ہر دو صورت میں نبی اکرم ﷺ کی فضیلت و کرامت عیاں ہے۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ......(احزاب:7) میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اقرار کا تذکرہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام انبیاء حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کریں اور سب کے بعد نبی محترم ﷺ یہ اعلان فرمائیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس تفسیر میں بھی آپ ﷺ کی فضیلت کے کئی اسباب ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میثاق میں یہ عہد لیا گیا ہے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی رسالت و نبوت کی تبلیغ کریں وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ ہر نبی اپنے سے بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کرے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ''اَلنَّبِیّٖنَ'' کا تذکرہ کیا پھر بعض کو یہ شرف بخشا کہ ان کے مبارک نام ذکر فرمائے۔ پھر نبی محترم ﷺ کو یہ شرف بخشا کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک تمام انبیاء سے پہلے فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ

''میں تخلیق میں سب انبیاء سے مقدم ہوں لیکن میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِبْدُؤا بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ

''اس سے آغاز کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا''۔

حضرت علامہ السیوطی کے گوہر ہائے آبدار

اَلْقَوْلُ الْمُحَرَّرُ

عَلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشادِ ربانی ہے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح:2)

”تا کہ دور فرمادے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ جوالزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے“۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں ان میں سے بعض مقبول اور بعض مردود ہیں اور کچھ ضعیف ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام بالخصوص حضور ﷺ کی عصمت پر دلیل قاطع ہے کہ آپ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء نبوت سے پہلے اور بعد ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں جن میں سے بعض کی تاویل کرنا اور بعض کو رد کرنا واجب ہے۔

پہلا قول

مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد جاہلیت کے گناہ ہیں۔ امام سبکی فرماتے مقاتل کا یہ قول مردود ہے کیونکہ حضور ﷺ کے لیے کوئی جاہلیت نہیں تھی۔

دوسرا قول

اس سے مراد نبوت سے پہلے کے گناہ ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ حضور نبی محترم ﷺ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد بھی معصوم تھے۔

تیسرا قول

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت میں سرانجام دیے یا وہ اعمال ہیں جو آپ سرانجام نہ دے سکے۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ یہ قول بھی مردود ہے اور اس کی دلیل پہلے گذر چکی ہے۔

چوتھا قول

مجاہد سے روایت ہے اس سے مراد "حدیث ماریہ" اور "امرۃ زید" ہے امام سبکی فرماتے ہیں یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ ان دونوں قصوں میں حقیقت میں کوئی گناہ ہے ہی نہیں جس نے ایسا عقیدہ رکھا اس نے غلطی کی۔

پانچواں قول

اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن میں آپ ﷺ سے افراط ہوا۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کی عصمت پر امت کا اجماع ہے۔ یعنی تمام انبیاء ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ معتزلہ اور کئی دوسرے فرقے انبیاء کے معصوم نہ ہونے کا قول کرتے ہیں۔ لیکن پسندیدہ قول یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہیں کیونکہ ہمیں حکم ہے کہ ہم ان کے ہر قول و فعل کی اقتداء کریں اس لیے ان سے غیر شائستہ فعل کیسے سرزد ہو سکتا ہے حالانکہ ہمیں ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

الحشویہ نے انبیاء کے خلاف اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ انبیاء سے ہر قسم کے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں۔ حشویہ کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ عصمت انبیاء پر امت کا اجماع ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء صغیرہ گناہ کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس بھی کوئی نص یا دلیل نہیں ہے انہوں نے مذکورہ بالا آیت سے ہی استدلال کیا ہے حالانکہ اس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ بعض افراد نے انبیاء کے لیے ان گناہوں کے جواز کا قول کیا ہے جو رذائل میں سے نہیں ہیں۔ ابن عطیہ نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ کیا حضور ﷺ سے گناہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے یا نہیں امام سبکی فرماتے ہیں مجھے شک و شبہ نہیں کہ نبی محترم ﷺ سے کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب نہ ہو سکتا تھا کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم:3)

"اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو آپ کی طرف کی جاتی ہے"۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ کے ہر قول و فعل خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا قلیل ہو یا کثیر کی اتباع لازم ہے وہ اس کے متعلق نہ تو توقف کرتے نظر آتے اور نہ ہی کسی بحث میں الجھتے وہ نبی اکرم ﷺ کے جلوت و خلوت کے اعمال پر آگاہ ہونے کی کوشش کرتے اور ان پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی سعی کرتے۔ جو شخص صحابہ کرام کے اس عشق و محبت سے آگاہ ہے جو وہ

سرور کائنات سے کیا کرتے تھے۔ اور اسے یہ بھی علم ہو کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی ولادت سے لے کر وصال مبارک تک کیسے کیسے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے حیاء کرے گا کہ وہ حضور ﷺ کے متعلق ایسی گفتگو کرے یا اس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور ایسے قول سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

چھٹا قول

اس آیت میں اس کھیل و کود کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ یہ لعب ولہو آپ ﷺ کے مقام رفیع سے کمتر تھا کیونکہ

فَإِنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ

یہ قول یحییٰ بن زکریا کا ہے۔ جب آپ ﷺ بچپن میں تھے تو آپ ﷺ کھیل وکود کے لیے بچوں کیساتھ تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کو آواز سنائی دیتی، آپ ﷺ کھیل وکود کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔

یہ قول بھی مردود ہے اس کی کئی وجوہات ہیں۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے بچپن میں ہی لعب ولہو اور دیگر افعال میں تمیز کر لیتے تھے تو یقیناً نبی محترم ﷺ بھی اس صفت سے متصف تھے۔ کیونکہ جو وصف کسی بھی نبی کو عطا کیا گیا یا تو اس جیسا وصف یا اس سے عظیم وصف نبی اکرم ﷺ کو عطا کیا گیا۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے بچپن میں بھی عدل فرماتے ہیں۔ شیر خوارگی کے عالم میں جب حضرت حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو اپنا پستان پیش کرتیں تو آپ ﷺ اس سے دوودھ نوش فرما لیتے جب وہ آپ ﷺ کو دوسرا پستان پیش کرتیں تو آپ ﷺ دودھ پینے سے انکار کر دیتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ ﷺ کا ایک اور بھی شریک ہے۔ یہ عمل لعب ولہو کے ترک کرنے سے زیادہ عظیم ہے۔ آپ ﷺ کے بچوں کے ساتھ جانے کو ہم لعب ولہو سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ اور اگر یہ لفظ استعمال کیا بھی جائے تو پھر اس کی مناسب تاویل کرنا ضروری ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر "مَا تَقَدَّمَ" سے آپ ﷺ کے بچپن کے نازیبا افعال مراد لیے جائیں تو پھر ماتاخر سے کون سے غیر شائستہ افعال مراد ہوں گے۔

ساتواں قول

یہ قول عطا الخراسانی کا ہے وہ کہتے ہیں "مَا تَقَدَّمَ" سے مراد حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کی لغزش ہے اور "وَ مَا تَاَخَّرَ" سے مراد آپ ﷺ کی امت کے گناہ ہیں۔ یہ قول بھی ضعیف

ہے اس کے ضعف کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام معصوم تھے۔ ان کی طرف کسی گناہ کو منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی۔

(۲) ''ک'' خطاب کیساتھ ایک شخص کے گناہ کو دوسرے شخص کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) آپ ﷺ کی تمام امت کے تمام گناہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ بعض کے گناہوں پر قلم عفو پھیرا جائے گا اور بعض کے گناہوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

آٹھواں قول

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ''مِمَّا يَكُونُ'' جو گناہ سرزد ہوں گے انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ امام سبکی فرماتے ہیں اس قول کی بھی تاویل کی جائے گی اور کہا جائے گا۔ ''مِمَّا يَكُونُ لَوْ كَانَ'' یعنی اگر کوئی لغزش ہوئی تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ بفرض محال اگر ماضی یا مستقبل میں آپ ﷺ سے کوئی لغزش سرزد ہوئی تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔

نواں قول

شفاء میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی لغزش سرزد ہو یا نہ ہو میں جانتا ہوں کہ وہ تمام کی تمام معاف ہیں۔

دسواں قول

''مَاتَقَدَّمَ'' سے مراد نبوت سے قبل کی لغزش اور ''وَمَا تَأَخَّرَ'' سے مراد آپ ﷺ کی عصمت ہے۔ یہ قول احمد بن نصر کا ہے۔

گیارہواں قول

اس سے مراد ہر قسم کی سہو اور غفلت ہے۔ یہ الطبری اور القشیری کا قول ہے۔

بارہواں قول

مکی کہتے ہیں اگرچہ خطاب تو حضور ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے۔

یہ تمام اقوال مردود، ضعیف اور تاویل کے قابل ہیں۔

وہ اقوال جو مقبول ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

شفاء میں ہے کہ جب حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ فرمائیں۔

وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ

''نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ''۔

اس وقت کفار خوش ہو گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح 2:)

''تا کہ دور فرمادے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے''۔

اس آیت میں مومنین کے لیے بشارت ہے۔ اس آیت کا مقصد ہے کہ اگر آپ ﷺ سے کوئی لغزش ہوئی بھی تو آپ ﷺ کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا بلکہ آپ ﷺ کی وہ لغزش معاف کر دی جائیگی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک اثر ہے جیسے ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

''وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ'' کے بعد اللہ تعالیٰ نے لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ نازل فرمائی۔ اس وقت حضور ﷺ حدیبیہ سے واپس آرہے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ آپ کس مقام پر فائز ہوں گے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہوگا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا (فتح 5:)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مغفرت سے مراد عیوب سے برأت ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنے رسالہ ''نہایۃ السول'' میں لکھتے ہیں اللہ رب العزت نے نبی محترم ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اس کے کئی اسباب ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے آپ کو ایک بشارت یہ بھی دی ہے۔ ''غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ'' کسی اور نبی کو ایسا مژدہ جانفزا نہیں سنایا گیا۔

اسی وجہ سے جب بروز حشر ان سے شفاعت کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ اپنی کسی نہ کسی لغزش کا ذکر کریں گے اور وہ نفسی نفسی کی صدا لگائیں گے۔ جب مخلوق خدا بارگاہ مصطفویہ میں شفاعت کے لیے عرض کرے گی تو آپ ﷺ فرمائیں گے۔ ہاں میں شفاعت کرتا ہوں۔

امام سبکی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ میں نے اس آیت میں خوب غور وفکر کیا ہے۔ میں نے اس کا تعلق سیاق وسباق سے بھی قائم کیا ہے۔ مجھے تو اس کی صرف ایک وجہ معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مغفرت کا مژدہ سنایا حالانکہ آپ ﷺ معصوم تھے۔ تا کہ آپ ﷺ پر ہر قسم کی

دنیوی اوراخروی نعمتوں کومکمل کیا جا سکے۔ان نعمتوں میں سے بعض اشیاء سلبیہ ہیں مثلاً توبہ اور گناہوں کی مغفرت وغیرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا۔ ''وَیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡكَ'' تمام نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دینی نعمتیں ان کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ یَهۡدِیَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا (فتح:20)

(۲) دنیوی نعمتیں

ان نعمتوں کا مقصود دین ہی ہوتا ہے۔ یَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا (فتح:3) اخروی نعمتوں کو دنیوی نعمتوں سے اور دینی نعمتوں کو دنیوی نعمتوں سے مقدم فرمایا۔ تاکہ اہم کا ذکر پہلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام متفرق نعمتیں نبی اکرم ﷺ پر مکمل فرمائیں پھر ان نعمتوں کا اختتام فتح مبین پر کیا کیونکہ وہ نعمت سب نعمتوں سے عظیم تر تھی۔ ''اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ'' میں نون جمع کا تذکرہ اپنی عظمت کے اظہار کے لیے کیا اور ''لَكَ'' کا ذکر فرما کر اس نعمت کو اپنے محبوب مکرم ﷺ کے لیے مخصوص فرمایا۔

امام سبکی فرماتے ہیں جب میں نے خوب غور وفکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ابن عطیہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ یعنی اگر چہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔ لیکن یہ مژدہ اس لیے سنایا گیا تاکہ آپ ﷺ پر نعمتوں کو مکمل کیا جا سکے۔

بعض محقق علماء فرماتے ہیں اس آیت میں مغفرت سے مراد عصمت ہے اس طرح اس آیت کا مفہوم یہ ہے ''لِیَعۡصِمَكَ اللّٰهَ'' فِیۡمَا تَقَدَّمَ مِنۡ عُمۡرِكَ وَ فِیۡمَا تَاَخَّرَ مِنۡهُ تاکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پہلے بھی گناہوں سے معصوم رکھا ہے وہ اسی طرح بعد میں بھی آپ ﷺ کو گناہوں سے بچاتا رہے گا۔ یہ قول انتہائی خوبصورت ہے فصحاء اور بلغاء نے بھی یہ کہا ہے کہ قرآن پاک کی بلاغت کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ تخفیفات کو مغفرۃ، عفو اور توبہ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔

مثلاً جب رات کا قیام منسوخ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَیۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ (مزمل:20)

جب حضور ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہوا تو ارشاد ہوا۔

فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمۡ (المجادلہ:13)

''پس جب تم ایسا نہیں کر سکتے تو اللہ نے تم پر نظر کرم فرمائی''۔

اور جب جماع کی حرمت منسوخ ہوئی تو ارشاد فرمایا

فَتَابَ عَلَیۡكُمۡ وَ عَفَا عَنۡكُمۡ (البقرہ:187)

''پس اس نے نظر کرم فرمائی تم پر''۔

(القول المحرر اختتام پذیر ہوا)

امام محقق، عارف باللہ شیخ عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

امام، عارف باللہ عبدالکریم الجیلی صوفیائے عظام سے تعلق رکھتے ہیں۔وہ "الانسان الکامل" اور "الکملات الالھیه" کے مصنف ہیں یہ بے مثال کتابیں ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی عظمت و رفعت پر ایک کتاب لکھی اس کو "الناموس الاعظم والقاموس الاقدم فی معرفته قدر النبی ﷺ" کے نام سے موسوم کیا۔ انہوں نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب چالیس اجزاء پر مشتمل ہوگی میں نے ان اجزاء کی بہت جستجو کی لیکن مجھے صرف تین (دس گیارہ اور بارہ) اجزاء ہی میسر آسکے۔ دسویں جز کا نام "قاب قوسین وملتقی الناموسین" ہے میں اسے عنقریب حرف بہ حرف نقل کروں گا۔ مجھے اس جز کے تین نسخے ملے ہیں۔

پہلا نسخہ

ایک نسخہ المکتبہ العمومیۃ الخدیویہ المعریہ سے ملا۔

دوسرا نسخہ

"مکتبہ المحمودیہ سے تلاش کرلیا اور تیسرا نسخہ ایک حلبی تاجر سے خریدا گیا جب تینوں نسخوں کو ملایا گیا تو وہ نسخہ سب سے اصح بن گیا یہ جزء تمام اجزاء سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند ہے۔ اس لیے میں اس کو حرف بحرف نقل کروں گا۔ اس جزء میں بعض ایسی عبارات ہیں جو تاویل کے قابل ہیں تاویل کے بغیر ان پر اعتراض ہوسکتا ہے۔

مثلاً مصنف رحمۃ اللہ علیہ اسکے مقدمہ میں حضور ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "شَأْنُ الْاِلٰهِ وَعَيْنُ وَاحِدِ ذَاتِهِ" اگر اس عبارات کا ظاہری معنی لیا جائے تو پھر اس کا انکار لازم ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ لیکن اس عبارت کی تاویل یہ ہے کہ "عَيْنُ وَاحِدِ ذَاتِهِ" میں اضافت شرف وقدر کے لیے ہے اس کا معنی یہ ہے آپ ﷺ اس "واحد" کا "عین" ہیں جو ذات باری تعالیٰ کی طرف مضاف ہے۔ یہ اضافت عزت وکرامت کے لیے ہے کیونکہ آپ ﷺ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہوئی۔

اسی طرح وہ اپنی کتاب کے اوائل میں ذات باری تعالیٰ کی جانب سے تحریر کرتے ہیں۔

اِنِّی اِخْتَلَسْتُ مِنْ ذَاتِی نُسْخَۃٌ جَامِعَۃٌ لِاَسْمَائِی وَ صِفَاتِی

نسخہ جامعہ سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ من ذاتی کی وجہ سے یہ عبارت بھی قابل اعتراض ہے عام شخص بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔

اس کی تاویل یہ ہے کہ ''اِنِّی قَدْ اِخْتَلَسْتُ مِنْ ذَاتِی'' میں لفظ ''من'' تبعیضیہ نہیں بلکہ ابتداء کے لیے ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تخلیق نور ذاتی سے ہوئی نہ کہ نور صفاتی سے۔ اس عبارت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ اللہ کی ذات کا بعض ہیں۔ اور اس کا حصہ ہیں۔

اسی طرح اس جزء کی درج ذیل عبارت بھی تاویل کے بغیر قابل اعتراض ہے۔

اَمَّا کَمَالُہُ الْحَقِّی الَّذِی قَدْ حَبَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ فَاَعْظَمُ مِنْ اَنْ یُدْرَکَ لَہٗ غَوْرٌ اَوْ یُعْرَفَ لَہٗ غَایَتَۃٌ اِذَا کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مُتَحَقِّقًا بِجَمِیْعِ الْاَخْلَاقِ الْاِلٰہِیَّۃِ

اس عبارت میں ''مُتَحَقِّقًا بِجَمِیْعِ الْاَخْلَاقِ الْاِلٰہِیَّۃِ'' محل اعتراض ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ان اخلاق کریمانہ کو اپنایا جو آپ ﷺ کے لائق تھے اور ان سے مراد وہ اخلاق الٰہیہ نہیں ہیں جو کسی مخلوق کے لائق نہیں ہوتے بلکہ وہ ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہیں۔

اس طرح اس عبارت پر بھی اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔

''وَرَسُوْلُ اللّٰہِ مَخْلُوْقٌ مِنْ ذَاتِہٖ فَمُحْتَدُہُ الذَّاتُ'' اس عبارت کی بھی تاویل یہی ہے کہ یہاں من ابتدائیہ ہے تبعیضیہ نہیں ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی سے جبکہ باقی تمام مخلوق کی تخلیق صفاتی نور سے ہوئی۔

گیارھویں جزء کا نام'' النور المتمکن '' ہے جو ''اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنُ'' کے مفہوم کو واضح کرتا ہے بارھویں جزء کو ''لِسَانُ الْقَدْرِ بِکِتَابِ نَسِیْمِ السَّحَرِ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس رسالہ میں صوفیانہ انداز سے دقیق نکات سے حضور ﷺ کی شان بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اس رسالہ کو صرف صوفیاء ہی سمجھ سکتے ہیں اس لیے میں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے صرف دو رسالوں کا ہی تذکرہ کیا ہے ان رسالوں میں سے ہر رسالہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ کیا ''ناموس اعظم'' کے چالیس اجزاء کہیں سے میسر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ لیکن مجھے توسعی پیہم کے بعد یہی تین جزء مل سکے ہیں۔ جو شخص ان چالیس اجزاء کو جانتا ہو اور اسے آسانی سے دستیاب ہوں تو اسے ان کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان میں عام مسلمانوں کے لیے نفع ہے۔ اب میں رسالہ ''قاب قوسین و ملتقی الناموسین'' کو نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نبی محترم ﷺ کو سب سے ذی شان اور سب سے معزز بنایا انہیں سب سے قابل فخر اور سب سے افضل بنایا سب سے زیادہ بزرگ اور سب سے عظیم بنایا۔ انہیں دنیا میں اپنی نظر کا محل اور بنو آدم میں سے اپنی ذات کا مظہر بنایا انہیں اپنے جمال، کمال اور جلال کا آئینہ بنایا۔ انہیں مخلوق میں اپنی صفات کا ترجمان بنا کر بھیجا آپ ﷺ کرم وجود کا خزانہ ہیں آپ ﷺ حقیقتین کے سلطان، رفیقتین کی حقیقت، دو اسباب میں سے ایک، دو اوصاف سے متصف، دو معنوں کو اور دو کمالوں کو محیط ہیں آپ ﷺ جمال صوری اور حسن معنوی میں بے مثال ہیں قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (نجم:9) کے مرتبہ پر آپ ﷺ ہی فائز ہیں۔

عَیْنُ الْوُجُوْدِ وَاحِدُ الْمَوْجُوْدِ　　مَجْلٰی مَحَاسِنِ حَضْرَۃِ مَعْبُوْدِ

''آپ ﷺ وجود کا ''عین'' اور موجود کے یکتا ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلی گاہ ہے''۔

وَحَقِیْقَتُہُ الْاِسْمُ الَّذِیْ لِصِفَاتِہٖ　　خَضَعَتْ رِقَابُ مُعَانِدٍ وَّ جَحُوْدٍ

''آپ ﷺ کی صفات اللہ کے اس اسم کی حقیقت ہیں جس کے سامنے سرکشوں اور منکروں کی گردنیں جھک گئیں''۔

مُتَوَحِّدٌ فِیْ کُلِّ فَضْلٍ بَاھِرٍ　　وَوَحِیْدُ فَرْدٍ حَقِیْقَۃِ التَّوْحِیْدِ

''آپ ﷺ ہر عمدہ فضل میں یکتا ہیں۔ وہ یکتا فرد ہے۔ توحید کی حقیقت ہے''۔

کُلُّ الْکَمَالِ عِبَارَۃٌ عَنْ خِرْدَلٍ　　مُحْتَقِرًا فِیْ عِزَّۃِ الْمَصْمُوْدِ

''ہر کمال سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت بے مثل کے سامنے رائی کے دانے سے بھی زیادہ حقیر ہے''۔

شَانُ الْاِلٰہِ وَ عَیْنُ وَاحِدِ ذَاتِہٖ　　اَلْمُجْتَبٰی بِصُعُوْدٍ لِسُعُوْدٍ

''آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کی شان کا مظہر ہے آپ ﷺ اللہ کے نور ذاتی کا مظہر ہیں آپ ﷺ کی ذات مجتبیٰ ہے اور رفعتوں سے سعادت مند ہے''۔

سَعِدَتْ بِہٖ الْاَکْوَانُ طُرًّا اِنَّمَا　　بِالْاَصْلِ یَسْتَعِدُ فَرْعُ کُلِّ سَعِیْدٍ

''تمام تر عالم آپ ﷺ کی وجہ سے ہی سعادت مند ہوئے ہر سعید (انسان) کی شاخ اصل (تنے) سے ہی سعادت مند ہوتی ہے''۔

رُوْحُ الْمَعَانِیْ وَالْاَوَانِیْ جُمْلَۃً　　مَعْنَی الْوُجُوْدِ وَ صُوْرَۃُ الْمَوْجُوْدِ

''آپ ﷺ تمام معانی اور اوانی کی روح ہیں۔ وجود کا معنی اور موجود کی صورت ہیں''۔

ذَاكَ النَّبِيُّ الْهَاشِمِيُّ مُحَمَّدٌ　　عَبْدُ الْإِلٰهِ خَلِيفَةُ الْمَحْمُودِ

''وہ نبی ہاشمی محمد ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے خلیفہ ہیں''۔

جب تک تاریک رات میں موسلا دھار بارش ہوتی رہے اور بجلی چمکتی رہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل اور اصحاب پر درود وسلام بھیجتا رہے۔

امابعد! میں یہ رسالہ ان سعادتمند لوگوں کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو بارگاہ مصطفویہ کے عاشق ہیں جو جمال محمدی کے پروانے ہیں اور جو اس بارگاہ جلال کے مرید ہیں۔ یعنی وہ قوم جس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ ہمیشہ حبیب مختار ﷺ کی محبت کے نغمے الاپتے رہیں گے وہ آپ ﷺ کی شریعت بیضاء کو لازم پکڑ کر صبح و شام آپ ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ رہیں گے۔ جس کے اجسام نے حضور ﷺ کی محبت کی وہ شراب پی جو ان کے دلوں نے انہیں عطا کی جو ہر قسم سے نشہ سے پاک ہے۔

قَوْمٌ بِاَحْمَدَ فِي الْكِرَامِ تَمَسَّكُوْا　　وَ بِحُبِّهٖ فِي الْعَالَمِيْنَ تَهَتَّكُوْا

وَ بِجَاهِهٖ لَعَلَّقُوْا وَتَشَبَّكُوْا　　فَوِدَادُهٗ حَجٌّ لَهُمْ وَ تَنَسُّكُوْا

لَا يَرْتَجُوْنَ سِوَاهُ فِي مَقْصُوْدٍ

وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے حضور ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیا اور دنیا میں آپ ﷺ کی محبت میں فنا ہوئے۔ انہوں نے اپنا تعلق آپ ﷺ کے وسیلہ سے قائم کیا یہ آپ ﷺ کی محبت ہے کہ آپ نے ان کی طرف سے حج کیا اور قربانی دی ان کا مقصود آپ ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

يَبْغُوْنَ اَحْمَدَ عِنْدَ غَايَاتِ الْمُنٰى　　وَ بِهٖ يَحُوْزُوْنَ الْمَسَرَّةَ وَالْفَنَاء

مُتَوَسِّلِيْنَ بِهٖ تَرْجُوْنَ الْغِنٰى　　لِلّٰهِ دَرُّ قُلُوْبُهُمْ لَهُمُ الْهَنَا

حَلُّوْا بِهٖ فِي مَنْزِلَ الْمَسْعُوْدِ

آرزوؤں کی انتہاء کے وقت سرکار کی ذات کے متعلق متوجہ ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف غم اور خوشی میں توجہ کرتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کا وسیلہ غنی کی آرزو کرتے ہوئے پڑھتے ہیں ان کے دلوں کو مبارک باد ہو، وہ آپ ﷺ کی وجہ سے مبارک منزل سے آشنا ہوئے۔

اَلْحُبُّ اَبْكَاهُمْ وَاَنْحَلَ جِسْمُهُمْ　　وَمَحَى وَاَفْنَى فِي الْحَقِيْقَةِ رَسْمُهُمْ

قَدْ اُدْغِمُوْا فِي نِعْمَةِ اَحْمَدَ اِسْمُهُمْ　　مُذْ قَدْ دَعَا دَاعِي الْمَحَبَّةِ وَسْمُهُمْ

فَهُمْ لِاَحْمَدَ مِنْ اَقَلِّ عَبِيْدٍ

محبت نے ان کو رلا دیا اور ان کے جسموں کو کمزور اور فناء کر دیا حقیقت میں ان کا نشان فناء ہو گیا انہوں نے سرکار کی تعریف میں اپنے اسم کو مدغم کر دیا جب سے محبت کے داعی نے ان کے نام کو پکارا وہ سرکار کے ادنی غلام ہیں۔

شَرِبُوْا بِكَاسَاتِ الْمَحَبَّةِ مُتْرَعًا ۔ فَلِذَالِكَ قَدْ صَرَعُوْا وَ يَالَكَ مَصْرَعًا
نَالُوا الْفَخَارَ بِهٖ وَطَابُوْا مَنْبَعًا ۔ وَ زَكَتْ اُصُوْلُهُمْ بِفَرْعٍ اَيْنَعَا
فَهُمْ بِاَحْمَدَ فِي عَلَا وَ صُعُوْدِ

انہوں نے محبت کی شراب کے پیالے کو منہ سے لگایا اور مات کھا گئے انہوں نے آپ کی نسبت سے فخر کو پالیا اور ان کا چشمہ خوشگوار ہو گیا اور ان کی جڑیں پھلدار ٹہنیوں سے عمدہ ہو گئیں وہ سرکار علیہ السلام کی وجہ سے بلندی اور رفعت پر آشیاں بند ہیں۔

مُتَحَقِّقِيْنَ بِنُوْرِهٖ فِي قُدْسِهِمْ ۔ حَيَاءٌ قَدْ عَاشَاوْا بِهٖ فِي رَمْسِهِمْ
مُتَطَلِعِيْنَ لِحُسْنِهٖ فِي اُنْسِهِمْ ۔ مُتَشَرِّعِيْنَ بِفِعْلِهٖ فِي حِسِّهِمْ
خُلَفَاءُهٗ فِي عِزَّةٍ وَسُعُوْدِ

وہ آپ ﷺ کے نور مبارک کے وسیلہ اپنے مقامات پر جاگزین ہو گئے اس سے پہلے وہ اپنی قبروں میں زندہ جاوید تھے۔ وہ اپنی محبت میں حضور ﷺ کے حسن کی وجہ سے فنا ہیں اور وہ اپنے وجود میں حضور ﷺ کے طریقہ پر گامزن ہیں سرکار کے خلفاء عزت اور سعادت مندی میں ہیں۔

وَلَا هُمُ الرَّحْمٰنُ عَنْهُ نِيَابَتَهٗ ۔ مَلَّكَ الْوُجُوْدَ عِنَايَتَهٗ وَمَنَايَتَهٗ
فَعَلَاهُمْ مِنْ عِزِّاَحْمَدَ هَابَتَهٗ ۔ نُوْرٌ تُلَبِّيْهِ الْقُلُوْبُ اِجَابَتَهٗ
مَهْمَا اَدْعُوْ لِلْعِشْقِ وَدُوْدٌ

رحمان نے ان کو اپنا دوست بنایا ہے یہ محض اللہ کی طرف سے عنایت اور عطا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صدقہ سے ان کی ہیبت کو زیادہ کیا آپ ﷺ میں ایسا نور ہیں کہ دل اس کی پکار پر لبیک کہتے ہیں جب میں محبت کرنے والے کی محبت کو عشق کے لیے دعوت دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان عاشقان باوفا سے راضی ہوا اور وہ اپنے رب سے راضی ہوئے اللہ رب العزت نے ان کا تحفظ کیا۔ اپنی محبت کا تاج زریں ان کے سر پر سجایا اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو اپنے محبوب محترم ﷺ کی معیت میں بارگاہ ربوبیت میں جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

برادران ذی وقار! اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں اپنے دیدار سے مشرف فرمائے۔ اور ہماری راہنمائی فرمائے تاکہ اس راستے پر گامزن ہوں جو اس کی بارگاہ بے کس پناہ تک جاتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیے کہ

عوام کے لیے بارگاہ خداوندی تک پہنچنے کے لئے کئی راستے ہیں لیکن خواص کے لیے وہاں پہنچنے کا صرف ایک راستہ ہے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اس کا یوں اعلان فرمایا۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (انعام:153)

''اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے''۔

وہی راستہ سیدھا ہے وہی صراط مستقیم ہے۔ وہی محبت بیضاء ہے اور وہی حضور ﷺ کی شریعت ہے۔ اور یہی وہ جادۂ حق نما ہے جس کو لے کر آپ ﷺ خواص اور عوام کے پاس تشریف لائے۔ اس کے آنے سے ظاہر کے باقی تمام راستے مسدود ہوئے۔ باطن کے تمام دروازے بھی بند ہو گئے۔ صرف ایک یہی دروازہ کھلا رہ گیا۔ حضور ﷺ کے وسیلہ کے بغیر نہ تو سعادت کبریٰ کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بارگاہ ربوبیت میں قرب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہر ولی آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے فیوض سے ہی فیض یاب ہوا۔ اسی شریعت مطہرہ کے سحاب کرم سے ہی اس کو شادابی ملی ہر وہ شخص جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے توسل کے بغیر ترقی کی منازل طے کر جائے گا وہ ہمیشہ زوال پذیر رہتا ہے حتیٰ کہ وہ گمراہی وضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر پڑتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کے دامن کرم کو مضبوطی سے تھام لو عروۃ وثقی کو پکڑ لو۔ آپ ﷺ کی صورت کاملہ کو ہمہ وقت ذہن میں رکھو حتیٰ کہ ارواح پر پیچیدہ گرہیں کھلنے لگیں پھر یہ راز دل کی طرف منتقل ہو جائیں پر یہ دل سے نفوس کی طرف سرایت کریں پھر ان اسرار کے اثرات اجسام پر بھی ظاہر ہوں۔ حتیٰ کہ نبی محترم ﷺ کا تصور ارواح میں مستحکم ہو جائے گا۔ پھر جب تمہارے لیے حریم ناز کے حجابات اٹھائے جائیں گے تو اس وقت نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ہی سب سے پہلے تجلیات کو برداشت کرے گی کیونکہ اللہ نے آپ کی روح مبارک کو تجلیات کبریٰ کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ روح کے علاوہ دنیا و آخرت کی کوئی چیز بھی تجلیات ربانی کا سامنا نہیں کر سکتی جب تمہارے وجود کی زمین آفتاب نبوت سے درخشاں ہو جائے گی جب اس گلشن مشک بار فضا سے تمہاری ارواح کے مشام معطر ہو جائیں گے تو اس وقت تمہاری ارواح میں بھی کچھ قوت وتوانائی پیدا ہو گی وہ اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کر سکیں گی۔ اور اس کے دیدار سے مشرف ہوں گی۔

میں ان اوراق میں ایسے ہی پوشیدہ معانی سے نقاب کشائی کر رہا ہوں تا کہ تم نبی محترم ﷺ کی

عظمت و رفعت سے آشنا ہوسکو اور فیض ربانی کا کچھ حصہ تمہاری ارواح کو بھی نصیب ہو سکے۔ انسان کو حقیقت میں سعادت کبریٰ اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ ان تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

میں نے اس کتاب کو سات ابواب میں منقسم کیا ہے۔

پہلا باب

آپ ﷺ کی مبارک روح کا بارگاہ صمدیت میں مقام۔

دوسرا باب

اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ کی قدر و منزلت آپ کا اسمائے حسنیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا مظہر اتم ہونا۔

تیسرا باب

آپ ﷺ کی صوری اور معنوی خوبیاں آپ ﷺ کا جمال و جلال۔

چوتھا باب

اس حقیقت کا بیان کہ صرف حضور ﷺ کی روح مبارک ہی تجلیات ربانی کا مشاہدہ کر سکتی ہے۔

پانچواں باب

حضور ﷺ کا اسم مبارک ''حبیب'' رکھنے میں حکمت

چھٹا باب

حضور ﷺ کے دامن کرم کو تھامنے کی کیفیت۔

ساتواں باب

اس صورت کاملہ کو ہمہ وقت ذہن نشین کرنے کے ثمرات و نتائج۔

میں نے اس رسالہ کا نام کتاب قاب قوسین و ملتقی الناموسین رکھا ہے۔ یہ کتاب ''ناموس اعظم'' کے چالیس اجزاء میں سے دسواں جزء ہے۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے کتاب کا آغاز کرتا ہوں اور وہی ہر قسم کی توفیق بخشنے والا ہے۔

پہلا باب

بارگاہ ربوبیت میں روح محمدی کا مقام

ہمیں ترجمان ازل نے بتایا ہے کہ اللہ رب العزت کی صفات اور اسمائے حسنیٰ کمالات کے معانی کو متضمن ہیں تاکہ اس ذات کے حقائق کا اظہار ہو اہر صفت اس جمال یا جلال کا مظہر ہے جو اس کے ساتھ مختص ہے۔ ہر اسم مبارک اس کمال کو عیاں کرتا ہے جس کا وہ تقاضا کرتا ہے اللہ رب العزت کی ذات حجابات میں مخفی ہے اور ان اسماء اور صفات کے حقائق رونما ہوتے ہیں۔ ان اسماء اور صفات میں سے ہر اسم اور صفت کہتی ہے اگر چہ ہم نے اس کے کمال کا اظہار کر دیا ہے اس کے جمال وجلال کو آشکارا کر دیا ہے لیکن پھر بھی ہمیں صرف اتنا ہی علم حاصل ہوا جیسے سمندر میں قطرہ یا ریگستان میں سے ایک ذرہ سے آگاہی ہو جائے۔ کیا کوئی ایسی ذات بھی ہے جو ذات باری کی مظہر ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ذاتی افعال کے اس مظہر تک رسائی کیسے ممکن ہے؟۔

اس وقت ایک بلیغ اشارے کا ظہور ہوتا ہے کہ میں نے اپنے نور ذاتی سے ایک ایسے پیکر دلنواز کو تخلیق کیا ہے جو میری صفات اور اسماء کا جامع ہے۔ وہ میری ذاتی تجلیات کا مظہر ہے۔ وہ مجسمہ دلربا اپنے لیے اس حقیقت کو مخصوص کرے گا جس کو پہچانا نہیں جا سکتا وہ اپنے لیے اسی کنہہ کو مختص کرے گا جس کے نہ تو اوصاف بیان ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ تمہارے عظیم مظاہر کو اس مظہر کامل اور مجلی افضل کے ساتھ وہی نسبت ہوگی جو ذات کو صفات کیساتھ ہوتی ہے۔ تاکہ میری رفعت وعظمت پر حمد وثناء مکمل ہو جائے۔ میں اس حقیقت کے نام کو حمد سے مشتق کروں گا میں اس کا نام محمد، احمد اور محمود رکھوں گا۔ وہ میرا عبد خاص ہوگا۔ اس کے جھنڈے کا نام بھی لوائے حمد ہی ہوا۔ اس کا مقام وسیلہ عظمیٰ ہوگا۔

تمام انبیاء کرام اور اولیائے عظام اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کے مظہر ہیں جبکہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مظہر ہیں۔ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔

دوسرا باب

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمائے حسنیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا مظہر اتم ہونا

بلا شبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین واسطہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّی

''میں اللہ تعالیٰ سے اور تمام مومنین مجھ میں سے ہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پہلے ہی تمام انبیاء اور مرسلین یہ گواہی دیتے رہے کہ ان کے تمام کمالات اور ترقی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کی وجہ ہی سے ہیں۔ انہوں نے اپنے بلند مقامات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مرتبہ کو ملاحظہ کیا اور ہر ایک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استمداد کی۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء ٹھہرے اور قدوۃ الاولیاء کے لقب سے ملقب ہوئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''الحضرۃ الاحدیۃ'' سے الحضرۃ الواحدیۃ کی طرف نزول فرمایا تو آپ اسمائے حسنیٰ کے حقائق کا مظہر بن گئے اور صفات عالیہ کا مجلی بن گئے حضرت کمالیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں عشق کرنے لگی جس طرح اسم اپنے مسمی سے اور صفت اپنے موصوف سے محبت کرتا ہے۔ ان کمالات کے تمام معانی اپنی حقیقت کیساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی اشارہ کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ذات ان کمالات میں سے کسی کمال سے متصف ہوگی تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی کرم ہوگا۔

اس تمام گفتگو کی وضاحت ایک مثال سے کی جاتی ہے۔ مثلاً اگر ایک ہزار نبی یا ولی کامل حقیقت نوریہ سے اس طرح متصف ہو جائیں کہ ان میں سے ہر ایک نور مطلق ہو جائے تو پھر بھی اسم نور کا اطلاق صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا پر ہی ہوگا۔ درحقیقت اس صفت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی متصف ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء اس صفت سے متصف ہوئے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صفت کی حقیقت ہیں۔ ذرا تصور تو کرو کہ ایک چیز کی حقیقت ہونے اور اس سے متصف ہونے میں کتنا فرق ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرۃ الواحدیہ سے حضرۃ الالوھیۃ کی طرف تشریف لے گئے وہاں سے حضرت العلمیہ میں پہنچے تو وہاں حضرت العلمیہ کی صورت میں متشکل ہو گئے اسی وجہ سے جب آپ وجود کونی کی

طرف آئے تو آپ ﷺ قلم کی صورت میں تھے اور اسی کو عقل اول کے نام سے موسوم کیا گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو تخلیق فرمایا۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ ایک اور حدیث مبارک میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ ان تینوں احادیث کا مفہوم ایک ہے صرف تعبیر میں فرق ہے تمام موجودات سے پہلے آپ ﷺ کے وجود کو تخلیق کیا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلا واسطہ پیدا فرمایا روح محمدی کو ہی عقل اول کہا جاتا ہے کائنات میں یہی اللہ تعالیٰ کی ذات کی مظہر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے روح محمدی (عقل اول) کے واسطہ سے عقل کلی کو پیدا فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی مظہر ہے اس کو عرش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حکماء اس کو عقل ثانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ عقلِ کلی ہر نبی اور ولی کامل کی روح کی حقیقت ہے کیونکہ اسماء وصفات کی مظہر کامل یہی ہے اللہ رب العزت کے عرش عظیم کو حقیقت رحمانیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ حقیقت اس عرش پر متمکن ہے جو پورے عالم کو محیط ہے حقیقت رحمانیہ کو عرش عظیم اور مظہر کمالی سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء اور صفات کا عین ہے جو پورے عالم کو محیط ہے۔ یہی حقیقت رحمانیہ ہے جس نے ہر چیز کو رحمت کے ساتھ گھیرے ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (اعراف:156)

"اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر"۔

اسی طرح اس حقیقت کی تجلی گاہ جس کو عرش عظیم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نے تمام عالم کو گھیر رکھا ہے اسی لیے عرش ہر نبی، ہر مرسل اور ہر مقرب فرشتے کا منتہیٰ ہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کو عرش کے اوپر جانے کی توفیق نہ ملی۔ اس امر کا یہی راز ہے یہی نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کی رفعت ہے۔ کیونکہ نور ذاتی کی حقیقت آپ ﷺ ہی ہیں جب کہ دیگر انبیاء نور صفاتی کی حقیقت ہیں۔ ذات صفات سے کتنی وراء ہے۔ اس کو خوب سمجھ لو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عقل ثانی (عقل کلی) کے واسطہ سے عقل ثالث کو پیدا فرمایا۔ یہ افعال کا مظہر ہے اس کا نام کرسی ہے یہ اسماء فعلیہ کا مظہر ہے اس لیے روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے دونوں قدمین شریفین کرسی کے ارد گرد ہیں۔ قدمین سے مراد حضور ﷺ کی شریعت کے امر اور نہی ہیں۔ یہ نفس کلیہ سارے نفوس ناطقہ کو محیط ہے اس کا ظاہر الکرسی الاعلی اور اس کا باطن اللوح المحفوظ ہے۔ اسی نفس میں عقل ثالث ہے اس کا اسم النفس الکلیہ ہے۔ اس میں پورے عالم کی مخلوقات میں سے صرف انسان ہی پایا جاتا ہے کیونکہ لوح محفوظ میں ماضی اور مستقبل کا علم ہے صرف انسان ہی اس علم

کا احاطہ کر سکتا ہے اس حقیقت کے باطن کو لوح محفوظ اور نفس کلیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہاں ہی عمل صالح کا حکم دیا جاتا ہے اور برے افعال سے روکا جاتا ہے۔ یہی امر و نہی کا مظہر ہے جس کے ظاہر کو کرسی کہا جاتا ہے یہی عقل ثالث ہے۔ نعمت سرمدی کی بخشش اور دائمی عذاب کی سزا اسی جگہ سے ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسمائے فعلیہ کے ظہور کا اثر کبھی بھی منقطع نہیں ہوتا اس لیے اس کے آثار صرف انسان کے ساتھ مختص ہیں۔ اس لیے اس کے بعض اوصاف میں فرشتے اور شیاطین شرکت کرتے ہیں۔ فرشتے نورانی مخلوق ہیں وہ ان افعال میں شرکت کرتے ہیں جو انسان کو نعمت سرمدی کا مستحق بناتے ہیں شیاطین سراپا ظلمت ہیں اس لیے وہ ان افعال میں شرکت کرتے ہیں جو دائمی عذاب کا مستحق بناتے ہیں۔ ان دونوں کے مجموعہ کو کرسی کہتے ہیں۔ یہ قدمین شریفین کے وسط میں ہے یہ صرف انسان کو محیط ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عقل ثالث کے واسطہ سے عقل رابع کو تخلیق کیا اس سے مراد ساتویں آسمان کی روح ہے پھر عقل رابع کے توسط سے عقل خاص کو پیدا کیا۔ یہ چھٹے آسمان کی روح ہے پھر اس کے وسیلہ سے عقل سادس کو پیدا کیا وہ پانچویں آسمان کی روح ہے پھر عقل سادس سے عقل سابع کو پیدا کیا وہ چوتھے آسمان کی روح ہے پھر عقل سابع سے عقل ثامن پیدا کی وہ تیسرے آسمان کی روح ہے عقل ثامن کی روح سے عقل تاسع کو پیدا فرمایا وہ دوسرے آسمان کی روح ہے پھر عقل تاسع کی روح سے عقل عاشر کو پیدا کیا گیا یہ پہلے آسمان کی روح ہے اس عقل کو عقل فعال بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عالم ارضی کی تدبیر کے امور اسی عقل کی طرف رجوع کرتے ہیں جس طرح جسم حیوانی کی تدبیر روح کی طرف رجوع کرتی ہے۔

پھر اس عقل فعال کے ذریعے ارکان اربعہ کو تخلیق کیا گیا پہلے آگ، پھر ہوا، پھر پانی اور پھر مٹی کو تخلیق کیا گیا پھر عقل فعال کے واسطہ سے ارکان اربعہ کی تخلیق کے ساتھ ہی یہ تدبیر مکمل ہوگئی۔ یہ تمام تدبیر اللہ تعالیٰ کے امر، ارادہ اور اس کی قدرت سے اسی طرح مکمل ہوئی۔ جس طرح قلم نے اس لوح محفوظ پر لکھا تھا جس میں کسی طرف سے بھی باطل داخل نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ چار ارکان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایام اربعہ سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ (سجدہ:10)

"اس میں اندازہ سے مقرر کردی ہیں اس میں غذائیں (ہر نوع کیلئے) چار دنوں میں"۔

اللہ رب العزت نے ہر عقل کے لیے ایک ایک نفس پیدا فرمایا تاکہ ان امور کا اظہار ہوسکے جن کو عقل محیط ہے اور اس کا راز اس کے ذریعہ ظاہر ہوسکے بلکہ یہ نفس اس عقل کے راز کی حقیقت پر ہے جس

طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا تا کہ اس اولاد کا ظہور ہو سکے جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں تھی۔ نفس اولیٰ عقل اولی کے باطن میں ہے اس کو روح الارواح کہتے ہیں۔ اس کو اس روح اضافیہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جو حضرت آدم اوران کی ذریت میں پھونکی گئی۔ نفس ثانیہ عقل کلی میں موجود ہے اس کو روح کلیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نفس ثالثہ عقل ثالث میں موجود ہے اس کو نفس کلیہ کہتے ہیں۔ اسی کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔ اس نے نوع انسانی کا احاطہ کر رکھا ہے۔ باقی سات عقول کے لیے بھی علیحدہ علیحدہ نفس ہیں اس عقل کے آسمان میں موجود ستاروں کی یہی حقیقت ہے عقل رابع کا نفس کیوان کی حقیقت ہے عقل خامس کا نفس مشتری کی حقیقت ہے عقل سادس کا نفس مریخ کی حقیقت پر مشتمل ہے عقل سابع کا نفس شمس کی حقیقت ہے عقل ثامن زہرہ کی حقیقت ہے۔ عقل تاسع کا نفس عطارد کی حقیقت ہے عقل عاشر جس کو عقل فعال بھی کہتے ہیں کا نفس قمر کی حقیقت ہے ارکان اربعہ آباء ہیں جبکہ یہ عقل جو وجود، زمین، معدنیات، نباتات اور حیوانات میں ہے وہ ان ارکان اربعہ کی آباء ہے اسی کے وجود کے ساتھ ہی عالم کا نظام مکمل ہو گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

''اور وہی (خدا) ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر وہ عرش پر متمکن ہوا''۔ (حدید:4)

یہ ایام وہی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا ان سے مراد وہ چھ جہات (سمتیں) ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف عالم پیدا کیے ساتواں دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہوا اس کی کوئی جہت نہیں اس کی جداگانہ کیفیت ہے اللہ تعالیٰ نے سفلی موجودات کو ارکان اربعہ کے واسطہ سے تخلیق کیا اور ان ارکان کو مذکورہ عقول کے واسطہ سے ترتیب دیا ان عقول کی ترتیب اسی طرح ہے جس طرح اعداد کی ترتیب ہوتی ہے یہ ترتیب ایک سے شروع ہوتی ہے دو کے وجود کا انحصار ایک پر ہے اسی طرح تین اس وقت تک نہیں پایا جائے گا جس وقت تک دو کا وجود نہ ہوگا۔ اسی طرح کوئی عدد بھی اس وقت تک نہیں پایا جا سکتا جب تک کہ اس سے پہلے عدد کا وجود نہ ہو۔ ہر عدد کا آغاز ایک سے ہے۔ لیکن ایک کو عدد شمار نہیں کرتے کیونکہ جب بھی کسی عدد کو دوسرے عدد سے ضرب دی جاتی ہے تو جواب دونوں اعداد سے بڑا آتا ہے لیکن اگر تمام اعداد کو ایک سے ضرب دی جائے تو ان کے جواب میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا کیونکہ ایک عدد نہیں ہے اگر یہ عدد ہوتا تو اس کا بھی کوئی علیحدہ جواب آتا۔

اسی طرح عقل اول جو روح محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حقیقت ہے۔ وہ تمام عالم کے وجود کی اصل ہے

خواہ وہ عالم امر یا عالم خلق۔ اسی حقیقت کو محققین تمام علل کی علت کہتے ہیں اللہ رب العزت اس سے منزہ ہے کہ وہ کسی چیز کے وجود کی علت ہو۔

اس تمام تفصیل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور ﷺ کے وجود مسعود سے تمام اشیاء کو کیسے تخلیق کیا گیا تمام ارواح جزئیہ، ارواح کلیہ سے تخلیق کی گئیں اور اجسام کو ارکان سے پیدا کیا گیا۔ آپ ﷺ اول الوجود بھی ہے اور اس کا آخر بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں وجود نے اسی طرح گردش کی جس طرح اس نے اس دن گردش کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ کے وجود مسعود کے ظہور سے وجود کی گردش ایک دائرہ میں مکمل ہوگی۔

حضور ﷺ جس طرح باطن میں وجود کے لحاظ سے حق کے قریب ترین ہیں اسی طرح عنقریب آپ ﷺ جنت میں بھی بلند ترین درجہ پر فائز ہوں گے اور ظاہر میں بھی تمام مخلوق سے خالق کے قریب ترین ہوں گے۔ اس بلند درجہ کو ''وسیلہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے درحقیقت وسیلہ وہ سبب ہے جس کے ذریعہ سے کائنات کو وجود بخشا گیا۔ وسیلہ آپ ﷺ کا بلند ترین درجہ ہے کیونکہ یہ وہ ذریعہ ہے جس سے خلق کو ذات باری تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اس طرح نبی محترم ﷺ کو قرب صوری اور قرب معنوی دونوں حاصل ہو گئے آپ ﷺ کو مکانت اور مکان دونوں کی رفعت نصیب ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ ہر وصف میں اکمل ہیں ہر خلق میں اعظم ہیں۔ خَلق، خُلق اور صورت و معنی میں آپ ﷺ تمام مخلوق سے مکمل ہیں۔

تیسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صوری اور معنوی خوبیاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال اور جلال

وجود مطلق کو اگر مراتب اور موجودات کی رو سے دیکھا جائے تو وہ دو قسموں میں منقسم ہے۔

(۱) لطیف۔ مثلاً معانی، اخلاق، ارواح وغیرہ

(۲) کثیف۔ مثلاً صورتیں، اشکال اور اجسام وغیرہ

پھر یہ دونوں قسمیں دو اور اقسام میں منقسم ہیں۔ (۱) اعلیٰ (۲) ادنیٰ

طرف اعلیٰ معنوی، مثلاً اخلاق الٰہیہ کو اپنا لینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق سے متخلق ہونا۔ اس میں انسان کے تمام معنوی کمالات شامل ہیں رفعت اخلاق کو علو مکانت کہتے ہیں اخلاق کی اس رفعت پر وہی شخص فائز ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تعظیم کا ارادہ فرمایا ہو۔

طرف ادنیٰ صوری۔ مثلاً برے افعال

صوری عظمت کو علو مکان کہتے ہیں اس کا اعلیٰ درجہ جنت ہے پھر جنت میں بھی کئی درجات ہیں اس کا بلند ترین درجہ "وسیلہ" ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ مکان وجوذی صوری کی رفعتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی فائز ہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علو مکانت کی بلندیوں پر فائز ہیں۔ اور کوئی ایسی ذات نہیں جو بارگاہ خداوندی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ معزز ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔ میرے پاس ایک چیز ہے جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ رکھی ہے۔ اس چیز کو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے نہیں چھپایا۔

ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف و قدر کو مکمل فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین و آسمان کی مخلوق سے افضل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں عرش الٰہی کی دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا مخلوق میں سے میرے علاوہ کسی اور کو اس مقام پر کھڑا ہونے کی سعادت حاصل نہ ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب لوگ قبر سے اٹھیں گے تو سب سے پہلے میں اپنی قبر انور سے نکلوں گا۔ جب وہ وفد بن کر آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں رحمت کا مژدہ سناؤں گا میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ میں اپنے رب کی بارگاہ میں تمام اولا د آدم سے معزز ہوں۔ میں یہ عظمت فخراً بیان نہیں کر رہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب لوگ جمع ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔

جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا۔ لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں بارگاہ خداوندی میں سب سے زیادہ معزز ہوں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں بروز حشر اولا د آدم کا سردار ہوں گا میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔ میں یہ بات فخر سے نہیں کہہ رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین میرے لیے ہی شق ہوگی یہ بات میں فخراً نہیں کر رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ارے سنو! میں تو اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔ حضرت ابن عباس ہی سے روایت ہے میں اولین وآخرین سے معزز ہوں میں یہ بات فخر سے نہیں کہہ رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی مکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے عرض کی میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان مارا ہے میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہو۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں عبد اللہ ہوں، میں خاتم النبیین ہوں میں اس وقت سے نبی ہوں جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں تھے۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

وہ احادیث جو آپ ﷺ کی اکملیت پر دلالت کرتی ہیں بے شمار ہیں انہوں نے آپ ﷺ کے معنوی اور صوری کمالات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ میں نے صرف انہی احادیث پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی اکملیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے علو مکانت پر بھی آپ ﷺ ہی فائز ہیں اس مقام کو وسیلہ اور مقام محمود سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مکانت اور مکان کے بلند ترین درجہ پر آپ ﷺ فائز

ہیں۔ یہ رفیع درجات آپ ﷺ کے ساتھ ہی مختص ہیں۔

دوسری طرف جس کو مکان اور مکانت کے زوال سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ابلیس اور اس کے لشکر کا حصہ ہے یہی بدبخت مخلوق ہے۔ ان پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے دوبارہ ذکر کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

اب ہم یہ دلائل دیتے ہیں کہ علومکانت اور علومکان پر صرف نبی محترم ﷺ ہی فائز ہیں۔ ہم اپنی اس گفتگو کو دو فصلوں میں منقسم کرتے ہیں۔

پہلی فصل

کمال معنوی، یہ کمال ہی اس بات کا شاہد عادل ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علومکانت پر فائز ہیں۔ کمال معنوی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) کمال الٰہی، یہ وہ کمال ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے کامل بندے متصف ہوتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ'' اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپناؤ۔

(۲) کمال کونی، یہ وہ اوصاف محمودہ ہیں جن سے انسان متصف ہوتا ہے ان کا مجموعہ مکارم اخلاق ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے کوئی ایک بھی اخلاق کی ان بلندیوں پر فائز نہ ہو سکا جن پر نبی مکرم ﷺ فائز تھے آپ ہی اخلاق کو مکمل کرنے والے تھے آپ نے فرمایا'' بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ'' میں اس لیے مبعوث ہوا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔ آپ سے ہی اخلاق کریمانہ کی ابتداء ہوئی اور آپ پر ہی ان کا اختتام ہوا۔

آپ ﷺ پر ہی وہ مکمل ہوئے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (قلم:4)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں''۔

سیرت کی کتب آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے لبریز ہیں وہ حدوشمار سے ماوراء ہیں آپ ﷺ کے روایت کردہ اخلاق کو ان اخلاق سے جو روایت نہیں کیے گئے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو بحر بیکراں سے ہوتی ہے۔ لیکن جو آپ کے اخلاق کریمانہ مروی ہیں ان سے کوئی شخص متصف نہیں ہو سکتا۔ اسی سے ہی آپ ﷺ کے کمال خلقی کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ کے کمال خلقی کا ادراک ناممکن ہے ان کی ابتداء یا انتہا سے آگاہی ناممکن ہے۔ آپ ﷺ تمام اخلاق الٰہیہ سے متصف تھے۔ میں نے اپنی کتاب۔ ''اَلْاَخْلَاقُ اِلٰھِیَّۃِ فِی الصِّفَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ'' میں آپ ﷺ کی ایک ایک صفت اور ایک ایک اسم کا تذکرہ کیا ہے۔ یہاں میں ان میں سے بعض انتہائی

اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

عبداللہ

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اسم "اللہ" کا مظہر کامل ہیں ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (انفال:17)

"اور (اے محبوب) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی"۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء:80)

"جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی"۔

حضور ﷺ کے فرمان "اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ" کا یہی مفہوم ہے یہ عبودیت صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اخلاق کریمانہ کو اپنا لیا تھا۔

نور

یہ اسم آپ ﷺ کا ذاتی نام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (مائدہ:15)

"بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی نور سے محمد مصطفیٰ ﷺ اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک ہے"۔

ارشاد ربانی ہے۔

حق

قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

"بے شک انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ آیا ان کے پاس ان آیات میں حق سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے"۔

الرؤف الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (توبہ:128)

"مومنوں کے ساتھ بہت مہربانی فرمانے والا بہت رحم والا ہے"۔

رؤف اور رحیم آپ ﷺ کے نام مبارک ہیں۔

الکریم

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (تکویر:19) اور یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے۔
کریم سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے۔

العظیم

ارشاد ربانی ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (قلم:4)

''اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں''۔

الشہید والشاہد

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا

وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (مائدہ:117)

''اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (بقرہ:143)

''اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو''۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے تمام اسماء مثلاً جبار، خبیر، فتاح، شکور، علیم، علام، اول، آخر، قوی، ولی، عفو، ہادی، مومن، مہیمن، داعی اور عزیز وغیرہ اپنے اسماء حسنیٰ کی طرح ہی رکھے ہیں۔ یہ تمام وہ اسماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں ان اسماء میں سے ہر اسم مبارک کی قرآن پاک میں دلیل ہے۔ نہ تو ان کا کوئی شخص رد کر سکتا ہے اور نہ ہی انکار کر سکتا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے صرف یہ اسماء مبارکہ صرف اس لیے ذکر کیے ہیں کیونکہ محققین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کے ساتھ متصف ہیں اور ان اوصاف میں آپ ﷺ اس رفیع درجہ پر فائز ہوئے کہ آپ ﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے اور کوئی ذات اس بلند درجہ کو حاصل نہ کر سکی۔

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ علو مکانت کے درجہ پر صرف آپ ﷺ ہی فائز ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا حشر آپ ﷺ کے گروہ میں سے کرے۔ اور ہمارے سینوں کو آپ ﷺ کی محبت وعقیدت سے بھرپور فرمائے۔ (آمین)

تنبیہ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کی مخلوق نہیں ہے بلکہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ ''قرآن پاک حضور ﷺ کا خلق ہے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی صفت کو حضور ﷺ کا خلق کیسے قرار دیا وجہ یہ ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف سے متصف ہے۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔ ''إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ'' اللہ تعالیٰ کا یہ قول حقیقت ہے۔ نبی محترم ﷺ کے مقام رفیع کی عظمتیں تو ملاحظہ کرو کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنے اسماء اور صفات سے متصف کر دیا ہے اور خلافت کا تاج سر پر سجایا ہے۔

دوسری فصل

کمال صوری

کمال صوری اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ رب العزت کی جانب سے آپ ﷺ علو مکان پر فائز ہیں کمال صوری کی تین اقسام ہیں۔

(۱) ذاتی (۲) فعلی مثلاً نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ (۳) قولی مثلاً عمدہ کلام وغیرہ

کمال صوری کی پہلی قسم

آپ ﷺ کی مبارک ذات تمام لوگوں سے حسین ترین تھی۔ سب سے اکمل، افضل، انور اور اطہر تھی۔ آپ ﷺ کی شکل مبارک سب سے زیادہ ملیح اور جمیل تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ ملیح تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ حضور ﷺ کے بستر مبارک پر تھیں ہر طرف رات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا اچانک ان کے ہاتھ سے سوئی زمین پر گر پڑی جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی طلعت زیبا سے چادر مبارک ہلائی تو آپ ﷺ کے رخ انور کی روشنی سے پورا کمرہ منور ہو گیا اسی نور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی سوئی نظر آئی انہوں نے اسے زمین سے اٹھالیا۔

حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان دکھائی دیتے تھے۔ حضور ﷺ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں رات کا چاند۔ آپ چھوٹے قد والے سے لانبے اور زیادہ طویل قد والے سے کم، سر مبارک بڑا تھا

گیسو مبارک زیادہ گھنگریالے نہ تھے اگر موئے مبارک الجھ جاتے تو حضور ﷺ مانگ نکال لیتے۔ ورنہ حضور ﷺ کے گیسو کانوں کی لو سے نیچے نہ جاتے کانوں کی لو تک آویزاں رہتے۔ چہرے کا رنگ چمکدار تھا پیشانی مبارک کشادہ تھی ابرو مبارک باریک بھرے ہوئے تھے۔ لیکن باہم ملے ہوئے نہ تھے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی۔ ناک مبارک اونچی تھی اس کے اوپر نور برس رہا ہوتا۔ دیکھنے والا گمان کرتا کہ یہ بہت اونچی ہے ڈاڑھی مبارک گھنی تھی دونوں رخسار ہموار تھے دہن مبارک کشادہ اور دندان مبارک چمدار اور شاداب تھے دندان مبارک کھلے تھے۔ بالوں کا خط جو سینہ سے ناف تک چلا گیا تھا وہ باریک تھا۔ گردن مبارک یوں تھی جیسے کسی چاندی کی گڑیا کی صاف گردن ہو۔ تمام اعضا معتدل تھے۔ اور ان کا اعتدال آشکارا تھا۔ شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا۔ سینہ مبارک کشادہ تھا دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا ہڈیوں کے جوڑ ضخیم تھے۔ سینہ کی ہڈی اور ناف کے درمیان بالوں کا خط ملا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ شکم اور سینہ بالوں سے صاف تھا۔ دونوں بازوؤں، دونوں کندھوں اور سینہ کے اوپر والے حصے میں بال اگے ہوئے تھے دونوں بازوؤں کی ہڈی لمبی تھی ہاتھ مبارک کشادہ تھے دونوں ہتھیلیاں پر گوشت تھیں اور دونوں پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ تمام اندام ہموار تھے دونوں پاؤں کا درمیانی حصہ اٹھا ہوا تھا۔ جب قدم اٹھاتے تو قوت سے اٹھاتے رکھتے تو جما کر رکھتے آہستہ خرام مگر تیز رفتار جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف التفات فرماتے تو ہمہ تن ملتفت ہوتے نگاہیں جھکی ہوئی ہوتیں آپ کی نظر زمین کی طرف طویل ہوتی بنسبت آسمان کی طرف آپ کی نگاہ کے آپ ﷺ کا دیکھنا گہرا مشاہدہ ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ حسن تدبیر سے صحابہ کرام کو شاہراہ ہدایت پر چلاتے جس سے ملاقات فرماتے اسے پہلے خود سلام دیتے۔ آپ پر ہمیشہ غم و اندوہ کی کیفیت طاری رہتی ہمیشہ غور و فکر کرتے رہتے بہت کم آرام فرماتے۔ طویل سکوت اختیار فرماتے بغیر ضرورت کے گفتگو نہ کرتے کلام کا آغاز اور اختتام بلیغ انداز سے فرماتے جوامع الکلم سے گفتگو کرتے نہ ہی فضول اور نہ ہی ضرورت سے کم گفتگو فرماتے آپ ﷺ نرم خو تھے تند خو نہ تھے نہ ہی کسی کی اہانت فرماتے کسی بھی نعمت کی تعظیم کرتے گر کوئی چیز ذوق کے مطابق نہ ہوتی تو نہ اس کی تعریف کرتے نہ ہی مذمت فرماتے بلکہ خاموشی اختیار فرماتے۔ اگر کوئی شخص حق سے اعراض کرتا تو اس سے انتقام لیتے اپنے نفس کے لیے نہ تو کبھی غصے کا اظہار فرمایا اور نہ ہی کسی سے انتقام لیا پورے دست اقدس سے اشارہ فرماتے جب تعجب کا اظہار فرماتے تو ہاتھ مبارک الٹا کر دیتے کبھی گفتگو کرتے وقت ہاتھوں کو ملا لیتے۔ اپنے دائیں انگوٹھے کو اپنی بائیں ہتھیلی پر مارتے۔ جب آپ ﷺ ناراض ہوتے تو روگرداں ہو جاتے اور منہ پھیر لیتے۔ جب خوشی کا اظہار فرماتے تو

نگاہیں جھکا لیتے ہنسنے میں زیادہ سے زیادہ تبسم فرماتے۔ آپ ﷺ کے دانت مبارک اولوں کی طرح سفید تھے۔

یہ حدیث مبارک آپ ﷺ کے حلیہ مبارک، اعتدال اور کمال ظاہری پر دلالت کرتی ہے اہل فراست حکماء کا نظریہ یہ ہے کہ جس شخص کا یہ حلیہ ہو وہ شکل و صورت میں تمام مخلوق سے اکمل ہوتا ہے حضور ﷺ ہی وہ وجود اول ہیں جو کمال، جمال، رونق اور شادابی میں نقطہ کمال پر ہیں۔ اسی طرح جو شخص بھی اعتدال میں حضور ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے وہ دوسرے شخص سے اتنا ہی کامل ہوگا جتنی معتدلہ اور کاملہ صفات اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہوں گی۔

تنبیہ

میں نے حضور ﷺ کا یہ حلیہ مبارک اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ تو ہر لمحہ اور ہر لحظہ آپ ﷺ کو اپنے تصور میں رکھے۔ حتیٰ کہ تیرا یہ تصور پختہ ہو جائے۔ اور تو حضور ﷺ کا مشاہدہ کرنے والوں کے درجہ پر فائز ہو جائے تجھے یہ سعادت کبریٰ مل جائے اور تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ملحق ہو جائے۔ اگر تو ہمیشہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور نہ رکھ سکے تو کم از کم درود شریف پڑھتے ہوئے اس صورت کاملہ کو ضرور تصور میں رکھا کر۔

دوسری قسم

حضور ﷺ کے افعال زکیہ اور احوال رضیہ سے کتابیں بھری ہوئی ہیں کائنات ان کے حسن و کمال پر شاہد ہے۔ آپ ﷺ نے ہی لوگوں کے لیے ہدایت کی بنیاد رکھی مخلوق کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالا حلال اور حرام کے مابین تمیز فرمائی۔ نماز اور روزے کا حکم فرمایا لوگوں میں تمام بھلائی کے کاموں کی بنیاد رکھی۔

جو شخص بھی اچھی سنت قائم کرتا ہے۔ تو اس کے لیے اس کا اپنا اجر بھی اور اس سنت پر عمل پیرا ہونے والے کا اجر بھی لکھا جاتا ہے۔ اسے یہ ثواب قیامت تک ملتا رہتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے لیے تمام مخلوق کا اجر ہے بلکہ مخلوق کے میزان میں جو بھی بھلائیاں ہوں گی ان کا اجر آپ کو بھی ملے گا۔ بلکہ یہ اجر آپ ﷺ کے بحر بے کراں کا ایک قطرہ ہی ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ اصل ہیں اور باقی تمام فرع ہیں۔ حضور ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کا اتنا ہی تذکرہ کافی ہے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں کیا تیرے لیے یہ کافی نہیں کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے آپ ﷺ شدت بھوک کی وجہ سے اپنے بطن پر پتھر باندھ لیتے کیا یہ سمجھنے کے لیے کافی نہیں کہ آپ ﷺ مغفور و مرحوم ہیں۔

آپ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی گئی تھیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ کے لیے زمین کے پہاڑوں کو سونا بنادوں لیکن آپ ﷺ نے انکار فرمایا۔ آپ ﷺ نے فقر اختیار فرمایا۔ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے بحرین کا سونا چاندی پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے نیزہ سے نشان لگایا۔ اسے آپ ﷺ کے سامنے انڈیلا گیا آپ ﷺ نے تمام سونا، چاندی تقسیم کر دیا اور اس خزانے میں سے کوئی چیز بھی اپنے گھر نہ لے کر گئے۔ حالانکہ آپ ﷺ کے گھر میں دو دو ماہ تک آگ نہ جلتی تھی صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا آپ ﷺ کی صفات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ اس لیے اسی قدر تذکرہ ہی کافی ہے۔ (واللہ المستعان)

تیسری قسم

آپ ﷺ کے فصیح اقوال

یہ قسم بھی طوالت کی محتاج نہیں ہے کئی کتب آپ ﷺ کے اقوال سے بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی کلام اور گفتگو کے متعلق فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (تکویر:19)

آپ ﷺ کا کلام در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ہوتا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم:4-3)

"وہ تو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں مگر یہ کہ ایک وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے"۔

تو حضور ﷺ کی حدیث مبارک میں سے کسی کلمہ کو بھی دیکھے گا تجھے وہاں تمام محاسن نظر آئیں گے کیونکہ مخلوق کی ہدایت کا دارومدار آپ ﷺ کے اقوال پر ہی ہے اس لیے آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی طرف لوگوں کی راہنمائی کی۔ ہر فضیلت پر انہیں آگاہ کیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا۔ کیونکہ آپ ﷺ ہر حقیقت سے آشنا تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نور مبارک سے ہر شاہراہ حیات کو منور فرمایا حتی کہ کائنات کو آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور مرشد کی ضرورت نہ رہی۔

چوتھا باب

نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قابلیت

فیضان الٰہی کا نزول انسان کی قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔ کیا تو نے کبھی سورج کو شیشے سے اپنی شعاعوں کو منعکس کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس آئینہ میں سورج کی تجلیات اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ انسان اس کی طرف نگاہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ جبکہ باقی جمادات آفتاب کے نور کا مظہر نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر تو کسی معتدل آئینہ میں اپنا عکس دیکھے گا تو تیرا چہرہ اسی طرح نظر آئے گا جس طرح وہ آئینہ ہوگا۔ اگر تو اپنا چہرہ کسی طویل شیشے میں دیکھا تو تجھے تیرا چہرہ بھی طویل لگے گا اور اگر کسی چوڑے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھے گا تو تیرا چہرہ بھی چوڑا نظر آئے گا یہی کیفیت چھوٹے اور بڑے آئینے کی ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ فیض قابلیت کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ اشیاء کو ان کے موزوں مقامات پر رکھتا ہے۔ ہم نے پہلے قابلیت کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ان کی قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات اور اسماء میں ظہور بھی مخلوق کی قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ''المنعم'' میں اس کا ظہور اس طرح نہیں ہے جس طرح اسم مبارک المنتقم میں ہے۔ اسی طرح ''نعمۃ'' میں اس کا ظہور اس طرح نہیں جس طرح نقمہ میں ہے۔ ظاہر تو ایک ہے لیکن مظاہر کے مختلف ہونے کی وجہ سے ظہور میں اختلاف ہے۔

جیسا کہ پہلے ہم نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مظاہر میں ظہور ان کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اشیاء کی قابلیت اس حدود تک ہی متعین ہے جس میں ان کا ظہور ہوتا ہے نعمت بھی مخلوق ہے نقمہ (انتقام) بھی مخلوق ہے یہ دونوں مخلوق ہیں اور ان کا اظہار ہوتا ہے نعمت کی حدود ''المنعم'' تک اور نقمۃ کی حدود ''المنتقم'' تک ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اس لیے یہ قدیم مظہر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات قائم بالذات ہیں۔ عالم میں ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا اثر ہے۔ عالم کے افراد میں سے ہر فرد کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کے اظہار کی حدود متعین ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے ذاتی اسماء سے ہوئی ہے اس لیے یہ اسماء ہی ان کی حدود ہیں۔ اولیائے عظام کی تخلیق اسمائے صفاتی سے ہوئی ہے اس لیے یہی ان کی حدود ہیں باقی مخلوق کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ سے ہوتی ہے اور ان کی حدود وہی ہیں نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تخلیق [illegible] سے ہوئی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہیں اسی وجہ سے آ[illegible] مظہ[illegible]

کیونکہ صفات ذات کی طرف ہی رجوع کرتی ہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ کے دین کی آمد سے سارے دین منسوخ ہو گئے کیونکہ ذات کے ظہور کے بعد صفات کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا صرف اس کا علم باقی رہ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے باقی انبیاء کی نبوت باقی رہی وہ منسوخ نہ ہوئی صرف ان کے ادیان ہی منسوخ ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کی قابلیت ایک بحرِ بے کراں ہے۔ باقی انبیاء اور اولیاء کی قابلیت دریاؤں اور نہروں کی طرح ہے اور باقی مخلوق کی قابلیت سمندر میں سے قطرات کی طرح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام عالمین کا مجموعہ ہیں آپ ﷺ کی روح مبارک عقل اول ہے تمام مخلوق کی تخلیق آپ ﷺ کے نور مبارک سے ہی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کی قابلیت باقی تمام موجودات کی قابلیت سے فزوں تر ہے آپ ﷺ ہی فیض اول کا منبع ہیں۔ پہلے آپ ﷺ نے ذات باری تعالیٰ سے فیض لیا پھر اسے پورے عالم میں تقسیم فرمایا۔ فیض ذاتی کی سب سے پہلی توجہ آپ ﷺ ہی کی طرف ہوئی تھی۔ آپ ﷺ ہی سے اس کی توجہ بقیہ مخلوقات کی طرف ان کی قابلیت کے مطابق ہوئی۔ آپ ﷺ ہی کل الوجود ہیں اور تمام اشیاء آپ ﷺ کے لیے ہی ہیں۔ امام عبد اللہ یافعیؒ نے کتنی عمدہ مدح سرائی کی ہے۔

يَا وَاحِدَ الدَّهْرِ يَاعَيْنَ الْوُجُوْدِ وَ يَاغَوْثَ الْاَنَامِ وَهَادِيَ كُلِّ حَيْرَانِ

''اے یکتائے روزگار! اے منبع وجود! اے لوگوں کے غوث! اے ہر سرگرداں کی راہنمائی کرنے والے!''

آپ ﷺ کی قابلیت کلیتہ ہے جبکہ باقی تمام مرسلین، انبیاء، ملائکہ، اولیاء، صدیقین، مومنین، صالحین اور ساری کائنات کی قابلیت جزئیہ ہے اس لیے وہ طبعاً حضور ﷺ کی شان رفیع اور بلند مرتبت کے ادراک سے عاجز ہیں اسی وجہ سے تمام انبیاء اور اولیا آپ ﷺ کے در اقدس پر سر جھکاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کے شرف وقدر کے سامنے وہ اپنی جبین نیاز جھکاتے ہوئے نظر آتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران: 81)

''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو

ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی''۔

تمام اولیائے عظام اپنی علو مرتبت کے باوجود آپ ﷺ کی عروہ وثقیٰ (شریعت مطہرہ) کو پکڑ کر ہی ترقی کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔'' اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے در محمدی کے علاوہ باقی تمام دروازے بند ہیں۔ خدا تک رسائی کا صرف وہی راستہ ہے جو آپ ﷺ کے دروازے سے گزر کر جاتا ہے۔ یعنی جو شخص نبی اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے گا ظاہراً اور باطناً آپ ﷺ کی اتباع کرے گا وہ ولائیت کے درجہ پر فائز ہو گا ورنہ نہیں اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو پھر امت محمدیہ کے اولیا وہ دعوے نہ کرتے جو سابقہ انبیاء نے کیے تھے امت محمدیہ کے اولیاء نے باطن میں وہی رتبہ پالیا جو سابقہ انبیاء نے حاصل کیا تھا۔ لیکن وہ نبوت کو نہ پاسکے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کو نبوت اور شریعت اللہ تعالیٰ کے اذن سے ملی کیونکہ اللہ کے علم میں تھا کہ دین محمدی کے ظہور کے ساتھ ہی ان کا دین منسوخ ہو جائے گا۔ آپ ﷺ کا ظہور تمام انبیاء کے بعد ہونا تھا۔

جب کہ اولیاء کاملین کا ظہور حضور ﷺ کے ظہور کے بعد ہوا اگر ان میں کسی ایک کو بھی نبوت ملتی تو وہ دین محمدی ﷺ کا ناسخ ہو جاتا یہ محال ہے اس کی طرف کوئی راہ نہیں کیونکہ جزء کل پر ظہور نہیں کر سکتا بلکہ کل جزء پر ظہور کرتا ہے دین محمدی ﷺ مکمل ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا جبکہ دیگر انبیاء اور مرسلین مخصوص اقوام کی طرف مبعوث ہوئے کیونکہ ان کے دین جزئی تھے۔ کلی دین کی حدود کل تک اور جزئی دین کی حدود جزء تک ہیں۔ حضور ﷺ کی قوت پورے عالم مثلاً عرش، کرسی، لوح، قلم، افلاک، املاک، سموت، نجوم، سیارے، شمس، قمر، نار، ہوا، پانی، مٹی، درخت، پتھر، معدنیات، حیوانات، انسان، جن اور تمام مخلوق کی مجموعی قوت کے برابر ہے بلکہ آپ ﷺ کی قوت ان کی قوت سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی اس قوت کے لیے آپ ﷺ کو مخصوص فرمایا ہے اور اسی مقام کو'' قاب قوسین'' سے تعبیر کیا گیا۔ پھر اس قوت میں سے ہر چیز نے اپنی قابلیت کے مطابق قوت حاصل کی۔ اس بات کو سمجھ اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح ملحق کر لے جس طرح قطرہ سمندر کے ساتھ مل جاتا ہے تا کہ تجھے سعادت کبریٰ نصیب ہو اور مقام قرب پر فائز ہو جائے۔ اس نکتہ میں ایک عظیم راز ہے اس بحر محمدی ﷺ کے ساتھ ملحق ہونے کی طرف ہی سیدی ابو الغیث بن جمیل رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا ہے انہوں نے فرمایا ہم نے بحر میں غواصی کی جبکہ انبیاء ساحل سمندر پر ہی کھڑے رہے۔ کیونکہ کسی شخص کے ساتھ حقیقی الحاق اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ صورۃً اور معنی بعد میں

ہواولیاء کاملین امت محمدیہ میں سے ہیں وہ آپ کے ساتھ صورۃً و معنیً ملحق ہیں وہ بحر محمدی ﷺ میں شناوری کررہے ہیں جبکہ تمام انبیاء ساحل پر ہیں کیونکہ وہ صرف حکما نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملحق ہیں وہ معنیً تو آپ ﷺ سے ملحق ہیں لیکن صورۃً آپ ﷺ سے ملحق نہیں ہیں۔ جبکہ وہ حکما حضور ﷺ کے تابع ہیں اولیاء کرام حضور ﷺ کے تابع ہیں وہ متبوع نہیں ہیں اس لیے وہ آپ ﷺ کے صورۃً معنیً ،عیناً اور حکما تابع ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ یہ توفیق دیتا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ﷺ کے قلزم بے کراں کیساتھ متصل ہو وہ سعادت ابدیہ حاصل کر جاتا ہے اور پھر اسے یہ حق پہنچتا ہے وہ اس طرح کہے جس طرح غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

"حضور ﷺ نے جہاں سے بھی قدم مبارک اٹھایا میں نے آپ ﷺ کے نقش پا پر قدم رکھا مگر میں نبوت عظمیٰ ،مکانہ زلفی اور وسیلہ کبریٰ کے رفیع مراتب پر فائز نہ ہوسکا یہ مقامات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تم کوشش کروتا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس مقام پر فائز کردے اللہ تعالیٰ تجھے اس کی توفیق دے۔ (آمین)

پانچواں باب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک حبیب رکھنے میں راز

حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ کرام بیٹھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار فرما رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سماعت فرمایا کہ صحابہ کرام باہم گفتگو میں محو تھے ان میں سے ایک نے کہا تعجب ہے اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق میں سے ایک نبی کو اپنا خلیل بنایا ہے دوسرے صحابی نے کہا اس سے عجیب تر یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔ ایک اور صحابی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں ایک اور صحابی نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمالیا ہے۔ اتنے میں نبی دوجہاں صحابہ کی مجلس میں تشریف لائے انہیں سلام سے مشرف فرمایا اور فرمایا "میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ فرمایا ہے۔ بلاشبہ اللہ رب العزت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہم کلام ہوا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو منتخب فرمالیا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے لیکن میں تو اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔ یہ فخر نہیں ہے۔ میں بروز حشر لواء حمد کو اٹھانے والا ہوں یہ بھی میں فخر سے بیان نہیں کررہا۔ میں ہی سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دوں گا یہ بھی فخر نہیں۔ میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔

میرے ساتھ فقیر مومن ہوں گے۔ میں اولین وآخرین سے معزز ہوں میں یہ فخر سے نہیں کہہ رہا۔

یہ حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کو عیاں کررہی ہے۔ پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علومکانت کا تذکرہ ہو چکا ہے اب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم "حبیب" سے موسوم ہونے کا راز بتاؤں گا۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ مقام "مقامات کمالیہ" میں سے کتنا ارفع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ میں نے مخلوق کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان کرائی اس نے مجھے پہچان لیا۔" مخلوقات کی تخلیق کے لیے بارگاہ ایزدی سے جو پہلی توجہ ہوئی وہ محبت کی توجہ تھی کمال کے بقیہ مقامات کے لیے محبت اصل ہے اور باقی مقامات اس کی فروع ہیں اسی لیے پہلا اصل مقام پہلے اصلی موجود کے لیے مخصوص تھا اللہ تعالیٰ کے تمام حقائق کا ظہور محبت کے واسطہ سے ہی ہوا۔ اگر

محبت نہ ہوتی مخلوق کو تخلیق نہ کیا جاتا اور اگر مخلوق نہ ہوتی اسماء اور صفات کی پہچان نہ ہوتی تمام مخلوق کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک کے واسطہ سے ہوا۔ اگر حقیقت محمدیہ نہ ہوتی تو مخلوق نہ ہوتی اگر مخلوق نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور نہ ہوتا اگر حقیقت محمدیہ نہ ہوتی تو مخلوق اللہ تعالیٰ کی پہچان نہ کرسکتی نہ ہی اس کی صفات کا کسی کے لیے اظہار ہوتا کیونکہ اس وقت کسی کا وجود ہی نہ ہونا تھا۔ موجودات کے وجود کے لیے محبت ہی پہلا واسطہ ہے۔ موجودات کے ظہور کے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی پہلا واسطہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شب معراج فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ فرماتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توجہ جبی کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی ذات ہے تاکہ کنز مخفی کی پہچان ہو۔ حب الٰہی کا اصل مقصود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ دیگر مخلوق فرع ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسم ''حبیب'' کے ساتھ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخصوص فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے ان افراد سے بھی محبت کرتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: 31)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا''۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کی تخلیق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہی ہوئی ہے۔ جیسا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ

''میں مومنوں سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں''۔

یہ خصوصیت صرف امت محمدیہ کے ساتھ مختص ہے کوئی اور امت اس فضیلت کی حامل نہیں ہے زمانہ ماضی میں امم میں سے جس امت نے محبت الٰہیہ کا دعویٰ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعویٰ کا انکار کردیا اور محبت کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرنے والوں کے لیے مخصوص فرمایا کیونکہ ہر نبی کی امت کی تخلیق اس نبی سے ہوئی ہے اور انبیاء میں سے حبیب کے رتبہ پر صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی فائز ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ہی محبت الٰہیہ کے لیے مخصوص ہوئی۔

مطلق محبت کے مخلوق میں نو مراتب ہے اور ذات باری تعالیٰ میں صرف دو مرتبے ہیں۔ محبت الٰہیہ کو اس وقت تک ''حب'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جب تک اس کے اثر کے ظہور کے لیے حرکت نہ ہو۔ جب حرکت کا ظہور ہو گیا تو پھر اس محبت کو ارادہ کہتے ہیں حقیقی محبت اور حقیقی ارادہ صرف خداوندی

کے ساتھ مخصوص ہے۔

مخلوق میں محبت کے مراتب درج ذیل ہیں۔

(۱) میلان: دل کے مطلوب کی طرف میلان اور کشش کو کہتے ہیں۔

(۲) جب اس میں کچھ اضافہ ہو جاتا ہے تو اس کو رغبت کہتے ہیں۔

(۳) جب رغبت میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کو طلب کہا جاتا ہے۔

(۴) جب طلب شدت اختیار کرتی ہے تو اس کو ولھ کہتے ہیں۔

(۵) جب ولھ شدت اور دوام اختیار کرتی ہے تو اس کو صبابہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۶) جب صبابہ قوت اختیار کر لیتی ہے تو اس کو ھوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۷) جب جسم پر اسکا حکم جاری ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ محبّ اپنے نفس کو فناء کر دیتا ہے۔ اس کو شغف کہتے ہیں۔

(۸) پھر ایسی علامات کا ظہور ہوتا ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ محبّ اپنے نفس اور اپنی فناء سے مستغنی ہے اس کو غرام کہتے ہیں۔

(۹) جب یہ معاملہ مستحکم ہو جاتا ہے اس کو تمکن اور غلبہ نصیب ہوتا ہے محبّ محبوب میں فناء ہو جاتا ہے امر صرف ایک شی رہ جاتا ہے تو اسے حب مطلق کہتے ہیں اسی کا نام عشق ہے۔ یہ مخلوق کی محبت کا آخری مقام ہے۔ یہاں محبّ حبیب اور حبیب محبّ بن جاتا ہے۔ ان پر ایک دوسرے کی شکل وصورت کا رنگ چڑھ جاتا ہے عاشق کی روح معشوق کی روح کے ساتھ مستحکم ہو جاتی ہے۔

وہ اس روحانی صورت کے ساتھ اس طرح مل جاتی ہے جس طرح پھٹکری مازو کے ساتھ مل جاتی ہے۔ پھر ان کو جدا کرنا محال ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

دَقَّ الزُّجَاجُ وَرَاقَتِ الْخَمْرُ فَتَشَابَهَ فَتَشَاكَلَ الْاَمْرُ

"جام بھی نرم وملائم ہے اور شراب بھی پتلی ہے وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں اور معاملہ مشکل میں پڑ گیا ہے"۔

فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَلَا قَدَحٌ وَكَاَنَّمَا قَدَحٌ وَ لَا خَمْرٌ

"ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ یا تو وہ صرف شراب ہے پیالہ نہیں ہے یا صرف پیالہ ہے شراب نہیں ہے"۔

بیان کردہ نو مراتب مخلوق کے ساتھ مختص ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو منسوب کرنا درست نہیں مگر یہ کہ اس حیثیت سے کہا جائے کہ مخلوق کا وجود اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ حب اور ارادہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ

کے لیے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ (مائدہ:54)

''تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا''۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انسان نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے پیار کرنے لگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین:82)

''جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ محبت بھی فرماتا ہے اور ارادہ بھی حب اور ارادہ شوون باری تعالیٰ میں سے ہیں۔

محبت کا ایک اور مرتبہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں میں ظاہر ہوتا ہے اس لیے اس کو مرتبہ جامعہ کہتے ہیں۔اس مرتبہ کو ود کا نام دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام ودود ہے۔وہ اپنی مخلوق میں سے جس سے چاہتا ہے ود فرماتا ہے۔اور مخلوق اس سے ود کرتی ہے یہ مرتبہ مشترک ہے لیکن یہ قدیم میں قدیم اور حادث میں حادث ہے۔مؤدت میں خصوصیت یہ ہے کہ یہ جانبین سے ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم:21)

''اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ۔اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی''۔

مودت دونوں اطراف سے ہوتی ہے۔جب محبت محبّ اور محبوب دونوں سے ظاہر ہو تو اس کو مودت کہتے ہیں۔یہ کوئی دو افراد کے مابین مشترک ہوتی ہے کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں ہوتی بلکہ وہ دونوں اس میں شریک ہوتے ہیں۔مودت زوجین (خاوند، بیوی) میں مشترک ہے۔جب وہ دونوں ایک دوسرے کے محبّ اور محبوب بن جاتے ہیں تو اس کے مابین محبت اور مودت کا اظہار ہوتا ہے۔ظہور ہونے میں یہ عشق کے مراتب کی انتہا ہے۔کیونکہ اس کا اظہار طرفین سے ہوتا ہے ورنہ مخلوق میں عشق سے بالاتر کوئی درجہ نہیں۔یہ تو محبت الٰہی کی آگ ہے۔

چھٹا باب

درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کھڑا ہونے کی کیفیت

جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا حبیب بنایا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مقام شفاعت پر فائز فرما دیا۔ مخلوق کی عام شفاعت کرنے کا رتبہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ دیگر انبیاء کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا۔ آپ لوگوں کے پیشوا، نگہبان اور راہنما ہیں۔ ہر نگران سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام شفاعت عطا فرمایا تاکہ تمام لوگوں کی طرف صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہی مبعوث کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لیے شفاعت کریں اور ان کی دنیوی اور دینوی ضروریات کو پورا فرمائیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وسیلہ کا وعدہ فرمایا اسی کا نام مقام محمود ہے وسیلہ کا معنی مطلوب تک پہنچنے کا ایک واسطہ ہے اور یہی شفاعت ہے۔ جنت میں اس کی صوری شکل فردوس اعلیٰ ہے یہ جنات میں سے ارفع واعلیٰ رتبہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہی مقام ہے تاکہ صورۃً ومعناً، ظاہراً و باطناً ہر لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کمال مکمل ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابتداء میں مخلوق کے ظہور کا واسطہ تھے تو آخرت میں آپ ہی ان کے لیے دائمی نعمتوں کے حصول کا واسطہ ہوں گے۔ ازل اور ابد میں تیرے وجود کے لیے، تیری ہر بھلائی کے لیے اور ہر موجود کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ کوئی ذات وسیلہ، واسطہ اور علت نہیں ہے۔ تیرے لیے بہتر یہی ہے کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن کرم سے وابستہ ہو جائے۔ تو درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لازم پکڑ لے تاکہ میلان دونوں طرف سے ہو اور مقصود کے حصول میں آسانی ہو تجھے علم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس اعرابی سے کیا کہا تھا جس نے جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت کی خواہش کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر تم جنت میں میری رفاقت کے خواہاں ہو تو پھر سجود کی کثرت سے میری مدد کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس کو یہ فرمانا ''اَعِنِّی عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ''...... اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پسند فرمایا کہ آپ اس اعرابی کی شفاعت فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پسند کیا کہ یہ جذب و کشش دونوں جانب سے ہو تاکہ اس مقصود کے حصول میں جلدی ہو آپ نے کثرت سجود سے مدد کرنے کے لیے فرمایا تاکہ مقصود پوری طرح حاصل ہو جائے۔

اولیائے کاملین کی سنت مطہرہ بھی یہی ہے وہ در مصطفیٰ ﷺ پر جبین نیاز جھکا دیتے ہیں وہ دروازہ نبی ﷺ پر ڈیرے جما لیتے ہیں یہ طریقہ صرف اولیائے کاملین کا نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کا ہے جس کی تکمیل کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ جب انہیں حریم ناز میں اذن باریابی ملتا ہے تو وہ انوار الٰہیہ کا مشاہدہ نہیں کر سکتے وہ اپنا رخ بارگاہ مصطفوی ﷺ کی جانب لیتے ہیں پھر اس بارگاہ کی برکت سے ان پر مزید تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ ان کیفیت کی شرح کرنا ناممکن ہے وہ سمع محمدی ﷺ سے سنتے اور بصر محمدی ﷺ سے مشاہدہ کرتے ہیں پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی قابلیت وخصوصیت کی وجہ سے ان تجلیات کو بھی برداشت کرتے ہیں جن کو کوئی ذات برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر انہیں بارگاہ نبویہ سے ایک خلعت عطا کر دی جاتی ہے۔ اس خلعت کے حصول کا صرف یہی طریقہ ہے۔ اسی وجہ سے شیخ ابو الغیث بن جمیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ ہم نے تو بحر میں شناوری کی جبکہ انبیاء کرام ساحل پر کھڑے رہے اس سمندر سے مراد شریعت کا وہ بحر بے کراں ہے جو صرف حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اسی وجہ سے جو ظاہری اور باطنی طور پر سنت محمدیہ پر عمل پیرا ہو۔ اس نے حقیقت محمدیہ کے اس بحر بے کراں میں غواصی کی جس میں ان لوگوں کو شناوری کرنے کی اجازت ملی ہے جو صورۃً اور معنیً اتباع محمدی ﷺ میں کمال حاصل کرتے ہیں تاکہ وہ قابلیت محمدی ﷺ کے ساتھ مل بارگاہ ربوبیت سے کچھ حاصل کر سکیں۔

جب تو اس حقیقت سے آشنا ہو چکا ہے تو پھر حضور ﷺ کی بارگاہ کو لازم پکڑ لے دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر بیٹھ جا۔ اگر تو یہ کہے میں نہیں جانتا کہ اس تعلق کو کیسے قائم کروں اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کو کیسے لازم پکڑوں تو ہم تجھے بتاتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی دو نوع ہیں۔

پہلی قسم

آپ ﷺ کی اتباع پر مداومت اختیار کر کے کمال حاصل کرنا۔ قول، فعل اور اعتقاد میں قرآن و سنت کے مطابق عمل پیرا ہونا۔ آئمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے مذہب پر صدق دل سے عمل پیرا ہونا کیونکہ علمائے محققین کا اجماع ہے یہ چاروں آئمہ کرام حق پر ہیں اور انشاء اللہ بروز حشر یہی فرقہ ناجیہ ہیں۔ اتباع صوری کی اس قسم کا کمال یہ ہے کہ ہم افعال کی عزیمت پر عمل کریں اور رخصت کی طرف جھکاؤ نہ رکھیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اس آیت میں عزیمت پر ہی عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف:35)

''تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا''۔

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو اولوالعزم رسول کے صبر کی طرح صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ علماء

فرماتے ہیں۔ اولوالعزم رسول پانچ ہیں۔ جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔

وَهِیَ شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرَاھِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ

''تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو''۔

حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ اولوالعزم رسول ہیں کامل تابع کے لیے ضروری ہے کہ وہ امور کی عزیمت کو اپنائے اور سہولت کی طرف جھکاؤ نہ رکھے اور نہ ہی رخصت کی ٹوہ لگائے۔ یہی اسلام کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مقام پر فائز ہونے کی توفیق دے۔

حضور ﷺ کی اتباع کے لیے شرط یہ ہے کہ انسان عزیمت پر عمل پیرا ہو مگر یہ مقام نفس کی پہچان اور اس کے مکروفریب سے آگاہ ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے انسان نفس اور اس کے مکروفریب کی پہچان کسی مرشد کامل کے واسطہ سے ہی کر سکتا ہے اس لیے ایسے شیخ کامل کا ہونا ضروری ہے جو تیری راہنمائی کرے اور ان اعمال واحوال کی پہچان کرائے جو ہر زمان میں تیرے لیے مناسب ہوں کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ ابتداء میں کافی ایام غار حرا میں خلوت گزین رہتے تھے جب آپ کی شان کو رفعت ملی تو آپ نے اس خلوت گزینی کو ترک فرمادیا اور طویل عرصہ صحابہ کرام کے درمیان رہے۔ پھر آپ ﷺ صرف رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہی اعتکاف فرماتے ہیں۔ انسان اپنے لیے معقول اور مناسب چیز کی پہچان صرف اس شیخ طریقت کے ذریعہ سے ہی کر سکتا ہے جو اس کی راہنمائی کرتا ہے اور اگر وہ مجذوب ہو تو پھر کشف کے ذریعے اس کو معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہماری یہ بحث مجذوب کے متعلق نہیں ہے۔ ہم تو تیرے ساتھ محو گفتگو ہیں جو اتباع محمدی ﷺ کا طالب ہے۔ اے برادر محترم! اگر تو اتباع محمدی ﷺ کرنا چاہتا ہے تو پھر تیرے لیے ضروری ہے کہ تو پہلے شیخ کامل کو تلاش کرے جو تیرے نفس کو پہچان کر اس کے مطابق تیری راہنمائی کرے۔ جب تجھے مرشد کامل نصیب ہو جائے تو پھر اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کر نہ ہی اس سے جدا ہو۔ اگرچہ مصائب تجھے پیس کر رکھ دیں کسی بھی حالت میں نہ تو اپنے مرشد کامل کی نافرمانی کر اور نہ ہی اس سے کوئی چیز چھپا اگر تجھ سے کسی معصیت کا ارتکاب ہو جائے تا کہ وہ اس معصیت کے اثرات کو تجھ سے دور کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجایا

شفاعت کرے تاکہ اس معصیت کے اثرات زائل ہو جائیں۔ اگر تجھے ایسا کامل مرشد میسر نہ آسکے تو پھر اہل اللہ کے راستہ کو لازم پکڑ لے حریم ناز تک جانے والا راستہ چار اشیاء پر مشتمل ہے۔

(۱) قلب کا میلان صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو وہ دنیا و آخرت کی کسی چیز کے متعلق کوئی رغبت نہ رکھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی مکمل توجہ کرنا جو محبت پر مبنی ہو اس میں کسی عوض، خواہش اور اکتاہٹ کی آمیزش نہ ہو

(۳) نفس کے دنیاوی اور اخروی مطالبات کی ہر لحہ مخالفت کرنا۔ نفس کی سب سے بڑی مخالفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو ترک کیا جائے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت اختیار کرنا خواہ اس کا ذکر زبان سے یا دل سے یا روح سے یا سر سے یا ان تمام سے ہو۔

اس تمام کی تشریح میں نے اپنی کتاب ''غنیۃ ارباب السماع فی کشف القناع'' میں بیان کی ہے۔

دوسری قسم

تعلق صوری کی دوسری قسم یہ ہے کہ تو شدت محبت کے ساتھ حضور ﷺ کی اتباع کرے حتی کہ تو حضور ﷺ کی محبت کا ذوق اپنے تمام وجود میں محسوس کرے۔ پھر تو یہ کہے اللہ کی قسم میں نبی محترم ﷺ کی محبت کو اپنے دل، روح، جسم، بال اور جلد میں اس طرح محسوس کرتا ہوں جس طرح سخت گرمی میں شدید پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی پینے سے وہ پانی ہر رگ میں چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے نبی محترم ﷺ سے محبت کرنا ہر ایک پر واجب ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان میں کامل نہیں ہو سکتا حتی کہ میں اسے اس کے نفس، مال اور اولاد سے پیارا نہ ہو جاؤ۔ اگر تجھے محبت کا وہ رتبہ نصیب نہ ہو جو میں نے ابھی بیان کیا ہے تو تیرا ایمان ناقص ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر، اس کی بارگاہ میں آہ وزاری کر، اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا کر، نبی اکرم ﷺ کے ذکر مبارک پر مداومت اختیار کر بارگاہ نبوت کے آداب سیکھ جس چیز کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر اور جس سے آپ ﷺ نے روکا ہے اس سے کنارہ کشی کر۔ شاید تجھے یہ بلند مرتبہ حاصل ہو جائے۔ اور تیرا حشر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہو کیونکہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا'' انسان اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے''۔

اس رسالہ کا مصنف عبد فقیر عبد الکریم بن ابراہیم بن عبد الکریم بن خلیفہ بن احمد بن محمود الکیلانی البغدادی الربیعی الصوفی کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، انبیاء، رسل اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کرتا ہوں جو میرے نفس، روح، مال اور اولاد پر مؤثر ہے۔ میرے دل، جسم، بال اور جلد میں آپ ﷺ کی محبت رواں دواں ہے۔ میرے اس مقام سے وہ شخص انکار نہیں کرسکتا جو خود اس مقام پر فائز ہے۔ میں اس محبت کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں تا کہ وہ بروز حشر تک اس کی حفاظت کرے اور اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے صوری تعلق کی پہلی قسم یہ ہے کہ ظاہری شریعت پر مداومت اختیار کی جائے راہ عزیمت کو اختیار کیا جائے اور حضور ﷺ کی تعظیم کی جائے۔ آپ ﷺ کی تعظیم کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور تمام اولیائے کرام کی تعظیم کی جائے کیونکہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے قریبی ہیں۔ اہل اللہ کی گستاخی بارگاہ صمدیت سے دوری کا موجب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنی چاہیے کہ وہ ہمیں ان لوگوں سے پیار اور ان کا ادب کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

دوسری قسم

بارگاہ رسالت سے معنوی تعلق

اس تعلق کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم

حضور ﷺ کے پیکر اقدس کو ہمہ وقت تصور میں رکھا جائے آپ ﷺ کا اس طرح ادب کیا جائے جس طرح اس شخص کا ادب کیا جاتا ہے جو سامنے موجود ہوتا ہے بلکہ آپ ﷺ کے ادب کرنے میں آپ ﷺ کے جلال، تعظیم اور ہیبت کا بھی لحاظ رکھا جائے اگر تم آپ ﷺ کے پیکر دلنواز کو اپنے سامنے نہ رکھ سکو تو پھر آپ ﷺ کی اس من موہنی صورت کو آنکھوں میں بسالو جو تم نے کبھی اپنے خواب میں دیکھی ہو۔ اور اگر تم آپ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو تو درود شریف پڑھتے ہوئے تمہاری کیفیت یہ ہونا چاہیے کہ گویا کہ نبی اکرم ﷺ تمہارے سامنے اسی طرح جلال، تعظیم، ہیبت اور حیاء کے ساتھ تشریف فرما ہیں جس طرح آپ ﷺ اپنی ظاہری حیات میں تھے۔ آپ ﷺ تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں اور تمہارا ذکر سن رہے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ اللہ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ اس کا ہم نشیں ہوتا ہے جو آپ ﷺ کا ذکر کرتا ہے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے وافر

حصہ ملا ہے۔

حضور ﷺ سب سے زیادہ عارف باللہ ہیں۔

اگر تم اس طرح کرنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے تو پھر تم نے کبھی آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت تو کی ہوگی آپ ﷺ کے روضہ اطہر اور گنبد خضریٰ کی زیارت کی ہوگی تو پھر اپنے ذہن میں اس قبر اطہر اور روضہ انور کا تصور کر لو جب بھی آپ ﷺ کا ذکر کرنے لگو یا آپ ﷺ کے جلال اور تعظیم کے سامنے سر فگندہ ہو۔

اور اگر تمہیں حضور ﷺ کی قبر انور اور روضہ مبارک کی زیارت کرنے کی بھی سعادت نہ ملی ہو تو پھر آپ ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو اور یہ تصور کرو کہ محبوب مکرم ﷺ تمہارے درود کو سن رہے ہیں۔ اس وقت مجسمہ ادب بن کر درود شریف کا نذرانہ پیش کرو اور توجہ کے ساتھ یہ وظیفہ محبت پڑھو اور یہ سوچ کر شرم محسوس کرو کہ تم نبی اکرم ﷺ کا ذکر کر رہے ہو اور آپ ﷺ پر درود شریف پڑھ رہے ہو لیکن توجہ کسی اور جانب مبذول ہے اس وقت تمہارا درود شریف جسد بے روح ہوگا کیونکہ انسان جب بھی کسی نیک عمل کو سرانجام دیتا ہے اگر وہ حضور قلب کے ساتھ وہ عمل ادا کرے تو پھر وہ عمل زندہ ہوتا ہے اور اگر غفلت سے ساتھ وہ عمل کرتا ہے تو پھر وہ مردہ ہے اس میں کوئی روح نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ کرام نے فرمایا ہے "نیت عمل کی روح ہے" اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے میں نے اپنے شیخ اسماعیل بن ابراہیم الجبرتی کو سنا آپ فرما رہے تھے۔ اگر کوئی انسان کسی ایسے عمل میں مشغول ہو جس کے آغاز میں اس نے نیت نہ کی ہو تو پھر وہ عمل شروع کرنے کے بعد بھی اس عمل سے رضائے الٰہی کی نیت کرے تو اللہ تعالیٰ اس نیت کی وجہ سے ہی اس کے عمل میں نئی روح پھونک دے گا۔ اور اگر کسی نے ابتداء میں بری نیت کی پھر عمل کے دوران اپنی نیت کو درست کر لیا تو یہ بھی عمل کی صورت میں حسن وزیبائی پیدا کر دیتی ہے اور اس عمل کو حیات نو نصیب ہو جاتی ہے۔

تعلق معنوی کی پہلی قسم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پیکر دلنواز کو ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے رکھا جائے جلال، ہیبت اور تعظیم کا لحاظ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے دامن کرم کو مضبوطی سے تھام لیا جائے اس میں ہی سعادت کبریٰ اور منزلت رفیعہ ہے۔

تعلق معنوی کی دوسری قسم

دوسری قسم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس حقیقت کاملہ کو ذہن میں رکھا جائے جو تمام اوصاف کمال سے متصف ہے جو جلال اور جمال کی جامع ہے۔ اوصاف باری تعالیٰ سے متصف ہے وہ ازل ابد میں

ذات الٰہیہ کے نور سے منور ہے۔ وہ کمال خلقی اور خلقی کو محیط ہے صورت وسعی، حکم وعین، غیب وشہادت اور ظاہر وباطن کی ہر فضیلت آپ ﷺ میں موجود ہے۔ تیرے لیے ممکن نہیں کہ تو ان سب کو بیک وقت اپنے ذہن میں متصور کر لے حتی کہ تجھے یہ علم ہو جائے کہ نبی اکرم ﷺ برزخ کلی ہیں آپ ﷺ قدیم اور حدیث کے حقائق کو دونوں سمتوں سے محیط ہیں آپ ﷺ ہر دو پہلو سے حقیقت ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی سے ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ کی ذات اوصاف حمیدہ اور افعال جمیلہ نیز اس کے آثار و موثرات کو حکما اور عینا جامع ہے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (نجم:9-8)

''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا پھر اس سے بھی کم''۔

میں تیرے لیے اس آیت کے معنی کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں وہ حقیقت جو نبی اکرم ﷺ کے کمالات رفیعہ کو محیط ہے اور تیرے لیے ایسی مثال بیان کرتا ہوں جس سے یہ حقیقت تیرے ذہن میں جاگزین ہو جائے گی۔

سب سے پہلے یہ سمجھ کہ تمام کائنات ایک دائرہ کی طرح ہے جو نصف سے ایک ایسے خط سے منقسم ہے جو اس کے وسط سے گذر رہا ہے اس دائرہ کے نصف اعلیٰ کو وجود قدمی، واجب اور حق سے موسوم سمجھ (اللہ تعالیٰ کی ذات تقسیم وانقسام سے بلند تر ہے) اور اس کے نصف اسفل کو وجود محدث، ممکن اور مخلوق سے تعبیر کر لو۔ اس دائرہ کے ہر نصف کو قوس کہتے ہیں اور خط اس قوس کا وتر ہے ایک خط دونوں قوسوں کا وتر ہے یہی وتر'' قَابَ قَوْسَيْنِ '' ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ ذات محمدی ﷺ کمالات الٰہیہ اور کمالات خلقیہ دونوں کی جامع ہے یہ وجود یہ دائرہ کی مثال ہے حضور ﷺ حقیقت کے حقائق اور مخلوق کے حقائق کے مابین برزخ کی مانند ہیں کیونکہ آپ ﷺ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہیں اسی وجہ سے شب معراج آپ ﷺ عرش کے اوپر تشریف لے گئے جیسا کہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عرش مخلوقات کی انتہا ہے عرش کے اوپر کوئی مخلوق نہیں ہے نبی اکرم ﷺ اس عرش پر ہی تشریف فرما ہوئے۔ تمام مخلوق آپ ﷺ کے نیچے تھی صرف رب تعالیٰ ہی آپ ﷺ کے اوپر تھا اس طرح آپ ﷺ صورت محسوسہ میں حق اور مخلوق کے درمیان واسطہ بن گئے۔ جس طرح آپ ﷺ بالمعنی برزخ ہیں۔

کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی سے اور تمام مخلوق کی تخلیق آپ ﷺ کے نور سے ہوئی آپ ﷺ دونوں طرف دونوں صفتوں سے متصف ہیں۔

جب تجھے اس حقیقت کا علم ہو جائے گا پھر تیرے لیے کمال محمدی ﷺ کو ذہن نشین کرنا آسان ہو جائے گا۔

تنبیہ

نبی محترم ﷺ کا ہر عالم میں ظہور اس عالم کے مناسب ہوتا ہے نبی اکرم ﷺ کا ظہور عالم اجسام میں اس طرح نہیں جس طرح آپ کا ظہور عالم ارواح میں ہوتا ہے کیونکہ عالم اجسام تنگ ہے۔ اور عالم ارواح کی طرح اس میں وسعت نہیں ہے اور عالم ارواح میں آپ ﷺ کا ظہور اس طرح نہیں جس طرح آپ ﷺ کا ظہور عالم معنی میں ہے کیونکہ عالم معنی عالم ارواح سے لطیف تر ہوتا ہے۔ اس طرح زمین پر آپ ﷺ کا ظہور اس طرح نہیں جس طرح آپ ﷺ کا ظہور عرش الٰہی کے دائیں طرف ہے اور عرش الٰہی کے دائیں طرف آپ ﷺ کا ظہور اس طرح نہیں جس طرح آپ ﷺ کا ظہور عرش کے اوپر حریم ناز میں ہے۔ مقام جتنا بلند ہوگا آپ ﷺ کا ظہور بھی اتنا ہی اکمل و اتم ہوگا۔ ہر ظہور میں اس مقام کے مطابق جلال اور ہیبت ہے حتیٰ کہ یہ انتہا ایک ایسے مقام پر ہوتی ہے جس کو نہ کوئی نبی دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ولی حضور ﷺ کے فرمان۔

لِیْ وَقْتٌ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ غَیْرُ رَبِّیْ

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں میرے رب کے علاوہ اور کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا"۔

کا مفہوم یہی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

وَقْتٌ مَعَ اللّٰهِ لِیْ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لیے ایک ایسا وقت بھی ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل دخل اندازی نہیں کر سکتا اے میرے بھائی! اپنی ہمت کو بلند کرتا کہ تو نبی محترم ﷺ کو مظاہر علیا میں دیکھ سکے۔

اشارہ

اے برادر محترم! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کے صوری پیکر دلنواز اور معنوی سراپا کو ہمہ وقت پیش نظر رکھو، ابتداء میں تمہیں کچھ تکلف کرنا پڑے گا کچھ عرصہ بعد تمہاری روح حضور ﷺ کے ساتھ مالوف ہو جائے گی۔ حضور ﷺ تیرے سامنے تشریف فرما ہوں گے تمہیں یہ سعادت ملے گی کہ تم آپ ﷺ سے گفتگو کر سکو گے آپ ﷺ سے مخاطب ہو سکو گے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تمہارے ساتھ محو گفتگو ہوں گے آپ ﷺ تمہارے ہر سوال کا جواب ارشاد فرمائیں گے۔ اور تم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درجہ پر فائز ہو جاؤ گے اور انہی کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا۔ (انشاء اللہ)

ساتواں باب

بارگاہ مصطفویہ کو لازم پکڑنے کے ثمرات

نبی محترم ﷺ کے در اقدس کو لازم پکڑنا آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھنے والا بروز حشر تم میں سے میرے زیادہ قریب ہوگا۔ کیونکہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کے دل کو آپ ﷺ کے ساتھ ایک خصوصی تعلق نصیب ہوتا ہے، اس کا دل آپ ﷺ کی روحانی صورت سے عشق کرنے لگتا ہے۔ پھر اس کی زبان پر ہمیشہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک جاری رہتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو قرب نصیب ہوتا ہے حتی کہ وہ حضور ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی معیت میں ہوگا آپ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے تیرے لیے بھی ایسی ہی دعا ہو۔ بلاشبہ ملائکہ کی دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھنے والے پر درود پڑھتا ہے اس طرح اس کا درود اس کی ذات کی طرف ہی لوٹ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اسی وجہ سے درود پڑھنے والے کو قرب نصیب ہوتا ہے اور بروز حشر وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوگا۔ یہ ثمر زبان کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا ہے لیکن اگر درود شریف دل، روح اور سر سے پڑھا جائے تو اس کے ثمرات کیا ہوں گے؟ اور درود کا معنی بھی قرب، اجتماع اور اقبال ہے۔

عمل ظاہر (درود شریف) کا نتیجہ مکانی قرب (جنت) ہے اور عمل باطن (نبی اکرم ﷺ کے پیکر اقدس کو ہمہ وقت ذہن نشین کرنے) کا اجر قرب مکانت ہے اور یہ حریم ناز میں داخل ہو جانا ہے۔

اشارہ

خوب جان لو کہ جب ولی کامل میں اللہ کی معرفت زیادہ ہوتی ہے تو وہ پرسکون اور مستحکم ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ کے ذکر کے وقت وہ اس کے قریب ہوتا ہے اور وہ اسے بھولتا نہیں۔ لیکن جب اس ولی کامل کو نبی اکرم ﷺ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے تو وہ مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ ذکر نبی ﷺ کے وقت اس پر معرفت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس ولی کو اپنی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق ہوتی ہے اور حضور ﷺ کی معرفت جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے وہ اسے نبی محترم ﷺ کی قابلیت اور صلاحیت کے

مطابق حاصل ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اس کا سکون برقرار نہیں رہتا اور وہ مضطرب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ معرفت اس کی قابلیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ جتنا کوئی ولی نبی اکرم ﷺ کی ذات میں فنا حاصل کرتا چلا جاتا ہے اتنی ہی اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی معرفت کسی دوسرے ولی سے کامل ہوتی جاتی ہے بارگاہ ربوبیت میں اس کو استقرار نصیب ہوتا ہے اور حریم ناز میں داخل ہو جاتا ہے۔

بشارت

نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اولیائے کاملین میں سے جس نے آپ ﷺ کا دیدار تجلیات الٰہیہ کی کسی تجلی میں کیا اس کو ملبوسات کمالیہ میں سے ایک خلعت پہنا دی جاتی ہے نبی اکرم ﷺ اس خلعت زیبا کو خود پہناتے ہیں۔ اگر اس ولی میں اتنی استطاعت ہو کہ وہ اس دنیا میں اس خلعت کو پہن لے تو اسے فوراً پہنا دی جاتی ہے ورنہ اسے مؤخر کر دیا جاتا ہے جب اس میں استعداد پیدا ہوتی ہے اس کو زیب تن کر لیتا ہے۔ جس شخص کو یہ خلعت زیبا پہنائی جاتی ہے پھر اس پر تجلیات میں سے کوئی تجلی ڈالی جاتی ہے اگر اسے کوئی شخص دیکھ لے تو پھر اس سے یہ خلعت لیکر دوسرے شخص کو عطا کر دی جاتی ہے اور پہلے ولی کو دوسری خلعت عطا کر دی جاتی ہے جو پہلی خلعت سے اکمل ہوتی ہے اگر وہ ولی وہ خلعت بھی کسی اور کو عطا کر دے تو پھر اسے بارگاہ رسالت سے ایک تیسری خلعت ملتی ہے جو پہلی دونوں سے اکمل ہوتی ہے اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ حضور ﷺ کے بحر کرم کا فیض ہے نبی اکرم ﷺ کی یہ سنت مطہرہ اس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا تھا حتی کہ انبیاء کو مقام نبوت ملا جبکہ اولیاء کرام اس مقام پر فائز نہ ہو سکے کیونکہ اولیاء نے انبیاء کے بعد نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا اور اس مخصوص مقام میں دیدار کے شرف سے مشرف ہوئے۔اسی وجہ سے وہ اس سعادت کو حاصل کر گئے جو ان کے علاوہ کوئی حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو خلعت اکمل میں دیکھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ ابدالآبدین تک ہیں۔ جو بھی آپ ﷺ کا دیدار کرے گا اس کو خلعت زیبا سے نواز دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس مقام کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ

سید عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ کے جواہرات

حضرت العلام اپنی ''النورالممکن'' میں فرماتے ہیں تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ظاہر میں ایک نورانی وجود ہے جس کے باطن کا ادراک ناممکن ہے۔ وہ ولی، حمید، قریب اور بعید ہے وہ اہل نعیم پر نعمتیں فرمانے والا اور اصحاب آتش کو عذابِ آتش میں مبتلا کرنے والا ہے۔ وہ ہر سعید اور شقی کی پکڑ کرنے والا ہے۔

اس نے محمد عربی ﷺ کو اہل ہدایت کا پیشوا بنایا ہے۔ وہ مخلوق کا ہاتھ تھام کر خالق کی بارگاہ تک لے جاتے ہیں وہ بارگاہ صمدیت کے دروازے پر کھڑے ہو کر ہر مومن کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس اللہ نے ابلیس کو باغیوں اور سرکشوں کا سردار بنایا وہ مخلوق کو باطل کی طرف دعوت دیتا ہے وہ عمل فاسد اور علم مہلک کے ساتھ گمراہی وضلالت پر گامزن کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو دو قسموں میں منقسم فرمایا ہے اور تمام مخلوق نے یا تو نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی ہے یا وہ شیطان مرید کی پیروی میں مستغرق ہے۔ نبی دو جہاں ﷺ کی اتباع کرنے والا ولی مقرب ہے اور آپ ﷺ سے اعراض کرنے والا بد بخت دھتکارا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کے لیے دو جنسوں کی طرف داعی ہیں۔ اس کا جمال نعمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کا جلال عذاب کا تقاضا کرتا ہے بسط قریب کا اور قبض بعید کا تقاضا کرتا ہے اس دونوں راستوں میں سے ہر ایک کی انتہا یا شقاوت ہے یا سعادت۔ میں ذات خداوندی کی حمد وستائش کرتا ہوں اور اس ذات کی تعظیم بجالاتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے وہ اصول وفروع سے منزہ ہے عترت وآل سے پاک ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کمالات کا مظہر ہیں اسماء وصفات کے حقائق کا مظہر کامل ہیں آپ ﷺ دریتیم اور غوث زمان ہیں۔ آپ ﷺ اس منزل رفیع پر فائز ہیں جسے تمام مخلوق حاصل نہ کر سکی۔ جود وکرم اور فضل وکمال کے خزانوں کی چابی آپ ﷺ ہی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

علامہ سید عبدالکریم الجیلی اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اے برادر محترم! تجھے جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ صفت جلال اور صفت جمال کے ساتھ متصف ہے۔ اس کی جمالی صفات قرب اور نعمتوں کا تقاضا کرتی ہیں جبکہ جلالی صفات بعد اور عذاب کا تقاضا کرتی ہیں کائنات کا وجود ان دونوں کے حکم پر دارومدار رکھتا ہے کائنات میں یا تو اعلیٰ یا اسفل، لطیف یا کثیف،

قریب ہے یا بعید
شقی ہے یا سعید، علو والے اہل قرب ہیں۔ یہی وہ سعادت مند لوگ ہیں جن کی ارواح کی لطافت کی وجہ سے ان کے اجسام بھی لطیف ہو چکے ہیں یہی اہل یمین ہیں اوران کا ٹھکانہ جنت ہے۔ سفلی مخلوق ہی اہل بعد ہے وہی بد بخت ہیں جن کے اجسام کی کثافت کی وجہ سے ان کی ارواح بھی کثیف ہو چکی ہیں وہ اہل شمال میں سے ہیں اوران کا ٹھکانہ آگ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت اور اہل شقاوت میں سے ہر ایک کو ایک ایک پیشوا دیا ہے حضور ﷺ اہل سعادت کے راہنما ہیں خود سب سے بڑے سعادت مند ہیں آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت، دنیا اور آخرت میں بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں اسی وجہ سے تمام امر کا انحصار آپ ﷺ پر ہی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نبوت کو ختم فرمایا جس طرح کہ تخلیق کا آغاز آپ ﷺ سے ہی فرمایا تھا۔

ابلیس لعین آپ ﷺ کی ضد ہے وہ بدبختوں کا راہبر ہے اور خود سب سے بڑا شقی ہے وہ بد بختوں کی ہر زمان، مکان، دنیا اور آخرت میں شر کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس کا راز یہ ہے کہ سب سے پہلے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ ابلیس تھا۔ اللہ رب العزت نے اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا لیکن اس نے انکار کر دیا اسی وجہ سے وہ عصیان شعاروں کا راہنما اور انہیں جہنم کی طرف لیجانے والا ہے۔ محمد عربی ﷺ وہ پہلی ذات ہیں جس نے کائنات میں اللہ کی اطاعت کی تھی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا اور اسے حکم فرمایا آجا وہ آ گئی پھر اسے چلے جانے کا حکم دیا وہ چلی گئی یہ عقل اول اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہے سب سے پہلے اس نے فرمانبرداری کی یہی روح محمدی کی حقیقت ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کی روح کو پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ ہی اس عقل کی حقیقت ہیں جو سب سے پہلے اطاعت بجالائی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ تمام اطاعت شعاروں کے قائد اور ہر جگہ ان کے راہنما ہیں۔ آپ ﷺ کی حیثیت ایک ایسے نگہبان کی سی ہے جو مخلوق کو سلطان کی طرف لے جاتا ہے اور ابلیس اس چوکیدار اور حاجب کی طرح ہے جو مخلوق کو بادشاہ کے پاس آنے سے روکتا ہے (یہ صرف مثال ہے جو سمجھانے کے لیے دی گئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نگہبان اور چوکیدار سے منزہ ہے) سعید مطلق بلکہ سب سعادت مندوں سے زیادہ سعادت مند آپ ﷺ ہی ہیں۔ شقی مطلق بلکہ سب بد بختوں سے زیادہ بد بخت ابلیس لعین ہے۔ پھر لوگوں میں افراد جتنی زیادہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع کریں گے۔ وہ اتنے زیادہ سعید ہوں

گے۔اور جو اتباع کرنے میں سست ہوں گے وہ مرتبہ میں بھی کم ہوں گے وہ شخص جس نے صرف آپ ﷺ کے قول کی اتباع کی وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول، فعل اور حال کی اتباع کی۔ جس طرح سعادت مندوں کے درجات ہیں اسی طرح بدبختوں کے بھی درجات ہیں۔ جس نے جتنی زیادہ ابلیس کی پیروی کی وہ اتنا ہی زیادہ بدبخت ہے۔

حضرت العلام مذکورہ کتاب کے پہلے باب میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق کا شاہکار بنایا آپ ﷺ کو صورت و معنی میں مجسمہ حسن بنایا وجود میں آپ ﷺ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے جیسا کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا" وسیلہ جنت میں ایک ارفع درجہ ہے۔ یہ صرف ایک آدمی کو ہی عطا کیا جائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ آدمی ہوں گا جسے یہ مرتبہ عطا کیا جائے گا۔

آپ ﷺ کی یہ امید کرنا بالکل بجا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا آپ ﷺ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کے تمام احوال اور اقوال اسی مرتبہ علیا اور منزلت رفیعہ کے موافق ہیں۔ آپ ﷺ سراپا ہدایت تھے۔ آپ ﷺ قول، فعل، حال، ظاہر اور باطن ہر طرح سے شاہراہ ہدایت پر گامزن کرتے۔ آپ ﷺ کی ذات صرف ہدایت کا ہی تقاضا کرتی ہے تاکہ لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائیں آپ ﷺ کی راہ ہدایت پر گامزن ہوں اور آپ ﷺ کی اطاعت کریں آپ ﷺ نے ہر اس شخص کو سعادت مند کیا جس نے اس سے بہرہ مند ہونا چاہا کیونکہ آپ ﷺ سعادت مطلقہ کی اکسیر ہیں ہر وہ شخص جس نے آپ ﷺ کی اتباع کی یا اسے آپ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی یا آپ ﷺ کے قریب ہوا اس نے سعادت ابدیہ کو پالیا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو نبی محترم ﷺ پر ایمان لایا پھر فوراً مر گیا اس کے لیے دخول جنت کا کیسے فیصلہ کر دیا جاتا ہے حالانکہ نہ تو اس نے نیک اعمال کیے اور نہ ہی اقوال اور احوال میں آپ ﷺ کی اتباع کی اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سراپا نور ہیں۔ نور جنت کی طرف ہی راہنمائی کرتا ہے نور کی قلیل مقدار بھی کافی ہوتی ہے کیا تم قندیل کے نور کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ تاریک رات میں کس طرح تمہاری راہنمائی کرتی ہے۔ وہ تمہیں گھر کی طرف لے جانے کے لیے اسی طرح ضوفشانی کرتی ہے جس طرح دن کے وقت سورج ضیاء بار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے تمام اہل سعادت آپ ﷺ کے تابع ہیں خواہ ان کا زمانہ آپ ﷺ کے عہد ہمایوں سے پہلے ہو یا وہ بعد میں گزرے ہوں سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کا تابع ہے اسی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے نائب تھے اور اولیاء کاملین آپ ﷺ کے خلفاء ہیں یہ تمام مخلوق سے زیادہ سعادت مند ہیں کیونکہ انہوں

نے ظاہر و باطن میں کمال حاصل کیا اور کامیاب ہوئے۔ انبیاء کرام نے باطن کو بھی کمالات الٰہیہ او۔ عارف لدنیہ سے آراستہ کیا اور ظاہر میں بھی وہ نبوت، ہدایت اور رسالت کے راستہ پر چلے ہر ایک نے اس شریعت کی طرف دعوت دی جو اس کے ساتھ مخصوص تھی۔

امت محمدیہ کے اولیائے کاملین کی بھی یہی کیفیت ہے وہ باطن میں کمالات الٰہیہ میں نبی محترم ﷺ کے تابع ہیں اور ظاہر میں بھی احوال، اقوال اور افعال میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہیں گروہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضور ﷺ کی مکمل اتباع انہوں نے ہی کی وہ درجہ نبوت پہ فائز نہ ہوئے کیونکہ وہ لوگوں کو شریعت محمدیہ کی طرف ہی دعوت دیتے رہے جبکہ ہر نبی اور رسول اپنی مخصوص شریعت کی طرف دعوت دیتا رہا انبیاء کو اولیاء پر یہ فضیلت ہے کہ انہیں شریعت عطا کی گئی اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں'' اس حدیث سے وہ بلند مرتبت علماء مراد ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال سے واقف ہیں۔

تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام نبی اکرم ﷺ کے لیے پیش رو کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ دنیا میں پہلے تشریف لائے تھے جس طرح کہ بادشاہ سے پہلے حاجب گزرتا ہے اور امت محمدیہ کے اولیاء حضور ﷺ کے خدام ہیں وہ ان خواص کی طرح ہیں جو بادشاہ کے اردگرد بیٹھتے ہیں اسی لیے شیخ ابو الغیث ابن جمیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے تو سمندر میں غواصی کی لیکن انبیاء ساحل پر کھڑے رہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ قول حضرت ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ بحر سے مراد قرب محمدی ہے حقائق باطنہ اور دقائق ظاہرہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اختصاص ہے کیونکہ انبیاء کرام کے لیے شریعت محمدیہ پر عمل کرنا لازم نہیں مگر یہ کہ وہ حقیقت میں حضور ﷺ کی اتباع میں ہیں امت محمدیہ کے اولیاء نبی اکرم ﷺ کے اسرار سے آگاہ ہیں وہ کمال محمدی کے سمندر کے شناور ہیں جبکہ انبیاء ساحل پر ہی ایستادہ ہیں۔ کیونکہ وہ بذات خود شریعت کے حامل ہیں اس لیے وہ اس بحر میں غواصی نہ کر سکے جس میں امت محمدیہ کے اولیائے کاملین نے کی۔

اسی وجہ سے سید الاولیاء محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے انبیاء علیہم السلام سے کہا تمہیں صرف لقب دیا گیا ہے جبکہ ہمیں اس نعمت سے نوازا گیا ہے جو تمہیں عطا نہیں کی گئی۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کی ''تبعیت'' کا لقب دیا گیا ہے لیکن وہ صرف حکما تابع ہیں حقیقت میں حضور ﷺ کی اتباع امت محمدیہ کے اولیاء کاملین نے کی ہے کیونکہ وہ شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوئے۔ انہوں نے ان کمالات سے خوشہ چینی کی جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ وہ حقیقت ومجاز، صورت معنی اور ظاہر اور باطن میں نبی اکرم کے تابع ہیں ان کے علاوہ تمام افراد کو کسی

ایک وجہ سے یا کئی وجوہات سے تابع کہا جاسکتا ہے لیکن من کل الوجوہ اتباع صرف اولیاء کاملین نے ہی کی وہ انبیاء اور رسولوں کے بعد سب سے سعادت مند ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مکمل طور پر نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی اس لیے ان کی سعادت بھی ہر پہلو سے مکمل ہے۔ نبی محترم ﷺ کی اتباع کرنے والوں کی تین اقسام ہیں۔

قسم اول

پہلی قسم ان یکتائے روزگار افراد کی ہے جو سبقت لے گئے نبی محترم ﷺ نے اس فرمان میں ان کا ہی ذکر فرمایا ہے "وہ لوگ روانہ ہوئے اور سب سے سبقت لے گئے" یہ وہ فرخندہ فال لوگ ہیں جنہوں نے حقائق الٰہیہ میں نبی محترم ﷺ کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہوئے وہ اوصاف رذیلہ کی میل کچیل سے پاکیزہ ہوگئے اور اوصاف حمیدہ کو اپنا لیا انہوں نے ظاہری افعال میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی وہ صفات محمدیہ سے متصف ہوگئے اس طرح وہ کمالات الٰہیہ کو پا گئے۔

دوسری قسم

دوسری قسم سے مراد وہ عارفین ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے کنارہ کشی اختیار کی اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں کمال حاصل کیا حضور ﷺ کی اتباع کی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے لیے اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کو اپنایا۔

تیسری قسم

اس قسم میں وہ مومن شامل ہیں جو نبی محترم ﷺ کے اقوال پر عمل پیرا ہیں۔ آپ ﷺ کے افعال کی اتباع کرتے ہیں یہ لوگ درحقیقت عالم صوری میں حضور ﷺ کی اتباع کرنے والے ہیں۔

قرآن میں ان تینوں اقسام کے متعلق یوں تذکرہ ہوا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (فاطر:32)

"پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں ائمہ کا کافی اختلاف ہے۔ بعض ائمہ نے ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے مراد وہ لوگ لیے

ہیں جو نفس کی مخالفت میں معنوی لحاظ سے مستحکم ہیں۔انہوں نے اپنے نفس پر یہ ظلم کیا کہ اس کو اس کی شہوات نہ دیں۔اس کا رخ مرغوب ومحبوب اشیاء سے موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا حتی کہ ان کا نفس فنا فی اللہ ہو گیا پھر وہ بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو گئے۔اس قسم کو ''قسم صدیقی'' کہتے ہیں۔

مقتصد سے مراد وہ لوگ ہیں جو راہ اعتدال پر رہے اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے کرتے رہے اور نفس کو بھی اس کا حصہ دیتے رہے انہوں نے خلوص کیساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دنیا و آخرت میں سے کسی چیز کا تقاضا نہ کیا اس قسم کو ''قسم شہید'' کہتے ہیں۔

سابق بالخیرات سے مراد وہ لوگ ہیں۔جنہوں نے آخرت کی تمنا کرتے ہوئے حضور ﷺ کی اتباع کی انہوں نے جزاء کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس قسم ''قسم صالحی'' کہتے ہیں۔محقق علماء کا یہی نقطہ نظر ہے۔مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ۔بعض آئمہ کرام نے اس نقطہ نظر کے برعکس بیان کیا ہے وہ ''سابق بالخیرات'' کو سب سے افضل گروہ شمار کرتے ہیں ''مقتصد'' کو متوسط شمار کرتے ہیں یعنی وہ لوگوں جنہوں نے اتباع تو کی لیکن پہلے گروہ کے رتبہ کو نہ پا سکے اور ''ظالم لنفسہ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے گناہ بھی کیے اور نیک اعمال بھی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ (توبہ:102)

''اور کچھ اور ہے جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے''۔

کلام الٰہی میں ''عسی'' فعل کے وقوع کو مستحکم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔یہی وہ تین گروہ ہیں جو منتخب ہوئے ہیں۔پہلی قسم اولیاء کاملین کی ہے جنہوں نے ہر پہلو سے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی۔اس قسم کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے اب میں بقیہ دو اقسام کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

پہلی قسم

پہلی قسم میں وہ پیروکار شامل ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کی پیروی کی حتی کہ انہوں نے خالق کا عرفان حاصل کرلیا۔نبی اکرم ﷺ کے لیے دو طریقے مخصوص ہیں۔

(۱) طریقہ باطنہ

(۲) طریقہ ظاہرہ

باطنی طریقہ ایک اجمالی امر ہے اس امر کا ستون اخلاق الٰہیہ سے متصف ہونا ہے۔اور حقائق میں اس راہ پر گامزن ہونا ہے جس پر ہر صاحب حق کو اس کا حق مل جائے۔اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔(۱) وہ

اخلاق الٰہیہ جن میں کسب کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ ان کا حصول محض عنایت الٰہیہ ہے یہ صرف ان لوگوں کو حاصل ہوئے ہیں جن کے لیے بارگاہ ربوبیت میں سعادت لکھ دی جاتی ہے۔(۲) اخلاق کونیہ ان کو مکارم اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے حصول میں عمل کا حصہ ہے۔

اس قسم کو وہ شخص کسب سے حاصل کرسکتا ہے جس کو ازل میں اللہ نے ہمت بخشی ہو۔ اس دوسری قسم کی پھر دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مثلاً تقویٰ، علو ہمت، شرف نفس، یقین، اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متعلق عمدہ عقیدہ، صبر، عفت اور حیاء وغیرہ۔

دوسری قسم

میں وہ اخلاق آتے ہیں جو انسان کے علاوہ دیگر مخلوق میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً حلم، کرم، حسن خلق، وسعت صدر، ہدایت، خدمت اور وہ اوصاف جو اپنے موصوف سے دوسرے کی طرف بھی متعدی ہوتے ہیں۔ یہ قسم اتباع صوری کی عین ہے۔ کیونکہ بروز حشر روح کا حشر اخلاق کی صورت پر ہوگا۔ جبکہ جسم کا حشر اعمال پر ہوگا نہ کہ اخلاق پر۔

کیونکہ جسم کی شکل وصورت کا حسن روح کے تابع ہوتا ہے کیا تم مور کو نہیں دیکھتے کیا اس کا حسین جسم اس کو کوئی فائدہ دیتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کی شکل وصورت حسین نہ ہو لیکن اس کی روح حسین وجمیل ہو تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں روح کا حسن و جمال معتبر ہوتا ہے اسی طرح معنوی مکارم اخلاق کے پیروکار صوری اتباع کرنے والے سے افضل واعلیٰ ہیں۔

دوسری فصل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال اور اعمال اور اقوال کی اتباع کرنے والے

اقتداء صوری ایک کلی امر ہے یہ اقتداء کرنے والے لوگوں کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم

اس قسم میں وہ لوگ شامل ہیں۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کی اتباع کرتے ہیں۔ علماء کا گروہ اس قسم میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہی طبقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کا وارث ہے۔ مثلاً قراء، محدثین، مفسرین، اصحاب فقہ وغیرہ۔ یہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کے محافظ ہیں۔

دوسری قسم

میں وہ لوگ شامل ہیں جو حضور ﷺ کے افعال قلبیہ کی اقتداء کرتے ہیں مثلاً زہد، اخلاص، مراقبہ، توکل، تفویض اور تسلیم وغیرہ۔

تیسری قسم

میں وہ لوگ شامل ہیں جو آپ ﷺ کے افعال ظاہرہ کی اقتدا کرتے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، دعائیں اور اعمال صالحہ وغیرہ۔ مندرجہ بالا تینوں اقسام حضور ﷺ کے پیروکاروں میں شامل ہیں ان کے اقوال، احوال اور افعال حضور ﷺ کی اتباع میں ہوتے ہیں اسی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے کسی قول یا فعل یا حال کی مخالفت نہیں کرتے۔ یہ صوری اتباع ہے یہی وہ اتباع ہے جس کی صورت پر بروز حشر جسم کو اٹھایا جائے گا۔ جس کے صوری افعال اور اقوال عمدہ ہوں گے آخرت میں اس کا جسم بھی حسین وجمیل ہوگا۔ اتباع معنوی کی بھی یہی کیفیت ہے۔ بروز حشر روح اسی صورت پر ہوگی جس کی معنوی اتباع اچھی ہوگی آخرت میں اس کی روح بھی اکمل واجمل ہوگی۔ اتباع جتنی کامل ہوگی روح کا حسن اتنا عمدہ ہوگا اتباع میں جتنی کمی ہوگی۔ روح بھی اسی قدر حسن و جمال میں کم ہوگی۔ فقہاء حضور ﷺ کے اقوال کے وارث ہیں۔ عبادت گذار آپ ﷺ کے احوال ظاہرہ کے وارث ہیں۔ مرید آپ ﷺ کے افعال باطنیہ قلبیہ کے وارث ہیں عارفین آپ ﷺ کے اخلاق روحانیہ اور اوصاف رحمانیہ کے وارث ہیں۔ جبکہ اولیاء کاملین آپ ﷺ کے شؤون الٰہیہ اور اسرار ہمدانیہ کے وارث ہیں۔ یہی لوگ مرتبہ کمال پر فائز ہیں۔

سیدی عبدالکریم الجیلی قدس سرہ کے مزید جواہرات

لِسَانُ الْقَدْرِ بِكِتَابِ نَسِيمِ السَّحَرِ

''ناموس اعظم اور قاموس اقدم'' کا بارھواں باب ہے۔ یہ بارہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

حضور ﷺ کا ساری دنیا سے کٹ کر غار حرا میں خلوت گزیں ہونا۔

دوسری فصل

آپ ﷺ کا بچپن میں بھیڑیں، بکریاں اور اونٹ چرانے میں راز۔

تیسری فصل

ملک شام کی طرف تجارتی سفر کرنے کا راز۔

چوتھی فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان، میرا رزق میرے نیزے کے سایہ کے نیچے رکھا گیا ہے کا راز۔

پانچویں فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''اَلْمَرءُ حَیْثُ وَضَعَ نَفْسَہٗ'' کی وضاحت

چھٹی فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک عورتوں کو پسندیدہ بنائے جانے اور ازواج مطہرات کی کثرت میں راز۔

ساتویں فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو بہت زیادہ پسند کیوں کرتے تھے۔

آٹھویں فصل

نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا راز۔

نویں فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے مابعد امتیوں سے محبت فرمانے میں حکمت۔

دسویں فصل

''لِیْ وَقْتٌ مَعَ اللّٰہِ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ'' کی تشریح۔

گیارہویں فصل

اے مولا! میں تیری حمد و ثناء اس طرح بیان نہیں کر سکتا جس طرح تو اپنی ذات کی مدح و ستائش کرتا ہے۔ کی تشریح۔

بارہویں فصل

وقت وصال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی'' کہنے میں حکمت اور تین بار اس کا تکرار کرنے میں راز۔

پہلی فصل

غارحرا میں خلوت گزینی

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ذات میں منفرد ہے۔جس کی صفات اور اسماء کا کثرت سے ظہور ہوتا ہے جو بلند و بالا عظمت کا مالک ہے۔قرب و دور سے آشنا ہے۔ جو وجوب اور بقا میں قدیم ہے۔مخلوق پر اسی کی قابلیت کے مطابق جود و کرم کے خزانے لٹانیوالا وہی ہے۔ ہر حقیقت کو نقص و کمال اسی نے عطا کیا ہے۔ میں درود شریف پڑھتا ہوں نبی مکرم ﷺ پر جو خلق عظیم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ قرآن پاک آپ ﷺ کا خلق ہے۔آپ ﷺ نے ہی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر عرش کریم تک سیر فرمائی۔" صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ خَيْرَ صَلٰوةٍ وَّتَسْلِيْمٍ "

برادران محترم! اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ اس سے قبل کہ وقت اپنی مہلت ختم کرے ۔ بلند مقاصد کی شمشیر کو بے نیام کرو اپنے محبوب شغل کو ترک کرو شاید کہ مطلوب تمہیں مل جائے۔

يَا مَنْ اَرَادَ الْفَوْزَ بِالْاَحْبَابِ هَلَّا اشْتَغَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْاَسْبَابِ

"اے وہ شخص جو اپنے عزیز و اقارب سمیت کامیابی کا خواہاں ہے کیا تو ان تمام سمیت ایسے اسباب سے غافل نہیں ہو گیا"۔

تَهْوَى الْحَبِيْبَ وَتَبْتَغِي بَدَلًا بِهٖ هٰذَا لَعَمْرِي اَعْجَبُ الْاَعْجَابِ

"تم حبیب ﷺ کی محبت کو لازم پکڑتے ہو اور پھر تم نے آپ ﷺ کا بدل چاہا میری عمر کی قسم یہ بڑا ہی عجیب فعل ہے"۔

يَامَنْ يُرِيْدُ الْخِلَّ غَيْرَهٗ اِنْ كَانَ مِنْ اُولِي الْاَلْبَابِ

"اے وہ شخص جو خلیل بننے کا خواہش مند ہے لیکن وہ رفاقت کسی اور کی اختیار کرتا ہے۔ حالانکہ اصحاب عقل و دانش کا یہ قول کتنا عمدہ ہے"۔

لَمْ يَتَّسِعْ قَلْبُ الْفَتٰى فِي شُغْلِهٖ اِلَّا لِشَيْءٍ وَّاحِدٍ وَّ جَنَابٍ

"کہ کسی جوان کے دل میں صرف کسی ایک چیز یا کسی ایک بارگاہ کی محبت ہی ہو سکتی ہے"۔

فَاتْرُكْ سِوَاهُمْ اِنْ اَرَدْتَ وِصَالَهُمْ وَاهْجُرْ هَوَاكَ وَسَائِرَ الطُّلَّابِ

"اگر تو ان کا وصال چاہتا ہے تو ان کے سوا ہر ایک کو چھوڑ دے اپنی خواہشات اور تمام چاہنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کرے"۔

وَتَخَلَّ مَعَهُمْ سَاعَةً فِي خَلْوَةٍ قَدْ نَزَّهْتَ عَنْ مَانِعٍ وَّ حِجَابٍ

''ایک لمحہ بھر کے لیے ان کے ساتھ خلوت نشینی اختیار کر تو تمام مانع اور حجابات سے محفوظ ہو جائے گا''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار حرا میں خلوت نشینی فرمائی اور ساری دنیا سے ناتا توڑا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ محبوب بڑا غیور ہے وہ کسی ایسے دل میں نہیں بستا جس میں کوئی اور بھی رہتا ہو۔ مخلوق سے وحشت اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والوں کا دروازہ ہے صحراء اور غاروں میں خلوت نشینی محبوب کے ساتھ پیار کرنے والوں کی علامت ہے مخلوق سے خلوت حق تعالیٰ کے ساتھ جلوت کے دروازے کھول دیتی ہے۔ جب تجھے کسی انسان کے ساتھ انس نہ ہوگا تو پھر تو حریم ناز میں داخل ہو جائے گا جس قدر کان کم سنیں گے اور نگاہیں کم دیکھیں گی اسی قدر سینے کے وسوسے اور افکار کے اندیشے کم ہوں گے۔ اس وقت دلوں سے میل کچیل دور ہوگی ارواح اور اسرار کو محبوب کے ساتھ الفت ہو جائے گی۔ وہ شب و روز اسی کے ذکر میں مشغول رہیں گی۔ نفس محبوب و مانوس اشیاء کی جدائی برداشت کر لیتا ہے۔ ارواح خفیف ہو جاتی ہیں۔ اگر تو خواہشات نفسانی کا غلام ہے تو پھر تو زمین کے ساتھ ہی چمٹا رہے گا اس کے طول و عرض میں ہی دوڑتا رہے گا۔ اگر تو روحانی ہو گیا ہے تو پھر تو محبوب کی طرف اڑ کر چلا جائے گا۔ تیری طبیعت ہر چیز کو ترک کر کے صرف اس چیز پر راضی ہوگی جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضا کا اظہار فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلد حرام سے نکل کر غار حرا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم مقدار میں کھانا تناول فرماتے اور کم نیند کرتے اور کم ہی گفتگو فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرک اور گناہ سے بالکل معصوم تھے۔ جب دل پر جسم کا حکم قوی ہو جاتا ہے تو روح کا حکم کمزور ہو جاتا ہے جب سلطان روح کا حکم چلتا ہے تو پھر اجسام کا حکم کمزور ہو جاتا ہے۔ پس نفس کو بھوک سے کمزور کر و روح کو قوت دو۔ کم گفتگو کر کے وسواس کی نفی کرو۔ گناہوں کو ترک کرو اور محبوب سے ملاقات کرنے کے لیے خلوت گزیں ہو جاؤ۔

قَدْ صَفَا الْوَقْتُ بِمَنْ اَهْوٰی وَ طَابَ　　فَاَیَ عَنْ وَقْتِنَا الْوَاشِی وَ غَابَ

''خوشگوار اور لذیذ محبوب کی معیت میں وقت کتنا عمدہ ہو گیا ہے۔ ہمارے اس وقت سے چلغور بھی دور اور غائب ہو گیا ہے''۔

سَمَحَ الدَّهْرُ بِطِیبِ الْمُلْتَقٰی　　یَالَهَا مِنْ حَضْرَةٍ وَصْلٍ تَسْتَطَابُ

''اس عمدہ ملاقات کی زمانے نے سخاوت کی اے وہ ذات جس کے وصل کو خوشگوار سمجھا جاتا ہے''۔

نَامَ عَنَّا عَیْنُ مَنْ یَرْ قُبُنَا　　وَتَجَلَّی الْخِلُّ مِنْ غَیْرِ حِجَابٍ

''رقیب سو گیا اور ہمارے لیے محبوب کا چہرہ بغیر کسی حجاب کے عیاں ہو گیا''۔

لَا زَمَتْنَا بِالْغَوٰی حَادِثَۃٌ　　اِنَّمَا الْبُعْدُ عَنِ الْحُبِّ عَذَابُ

''ایک حادثہ نے ہم میں جدائی ڈال دی۔ بلاشبہ محبوب سے دوری عذاب ہوتا ہے''۔

لَسْتُ اَخْشٰی جُوْرَ دَھْرِیْ فِی الْھَوٰی　　اَنَا فِیْ ظِلِّ حَبِیْبِی لَا اُصَابُ

''میں محبت میں زمانے کے ظلم وستم سے ہراساں نہیں ہوتا۔ میں اپنے محبوب کے سایہ کرم کے نیچے ہوں۔ مجھ تک مصیبت کی رسائی ناممکن ہے''۔

کھانے اور پینے کو ترک کرنا عقل وخرد کو جلا بخشتا ہے سونا موت کی طرح ہے تو اسے چھوڑ دے تجھے حیاتِ نو نصیب ہوگی۔ اس میں تجھے زندگی ملے گی لوگ تجھے اپنے محبوب سے غافل رکھتے ہیں۔ تو انہیں چھوڑ دے تو مطلوب کو پالے گا۔ کثیر گفتگو کرنے کے بعد کئی قسم کے وسواس پیدا ہوتے ہیں۔ گفتگو کو ترک کر دینا دل کا زنگ دور کر کے اس کوئی جلا بخشتا ہے۔

محبت میں اس چیز کو صاف کر جو تیرے دل کو صاف کر دے۔ یہ رتبہ تکالیف بغیر حاصل نہیں ہوتا ورنہ سید خلق ﷺ نہ تو زخمی ہوتے اور نہ ہی آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوتے۔ حالانکہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے مابین تھے۔ اگر معرفت وعرفان کا حصول اتنا ہی آسان ہوتا تو حضور ﷺ اپنے بطن اطہر پر بھوک کی وجہ سے پتھر نہ باندھتے۔ اگر تو بامراد لوگوں سے ملنا چاہتا ہے تو فوراً ان ہلاکتوں پر سوار ہو جا۔ کسی شخص نے یہ کتنا خوب کہا ہے جو شخص ہلاکتوں کی سواری پر سوار نہیں ہوتا وہ بلند لوگوں کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔

دَعْنِی اَسِیْرُ عَلَی الْجُفُوْنِ مُھَرْوِلاً　　نَحْوَ الْحَبِیْبِ وَ عَلَی الْاَرْمَاحِ

''مجھے چھوڑ دو میں پلکوں کے بل چل کر اپنے محبوب کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ خواہ مجھے نیزوں پر ہی چلنا پڑے''۔

لَا خَیْرَ فِیْمَنْ یَثْنِی عَنْ خَلِّہٖ　　خَوْفَ الْبَلَاءِ وَخَشْیَۃَ الْاَعْضَاحِ

''اس شخص کے لیے کوئی بھلائی نہیں جو مصائب اور مشکلات سے ڈر کر اپنے محبوب سے رو گرداں ہوتا ہے''۔

لَوْکَانَ بَیْنِی وَالْحَبِیْبَ جَھَنَّمُ　　لَوْ لَجْتُھَا بِالرُّوْحِ وَالْاَشْبَاحِ

''اگر میرے اور میرے محبوب کے درمیان جہنم بھی ہو پھر بھی میں اپنے جسم اور روح سمیت اس میں چھلانگ لگا دوں گا''۔

اَوْکَانَ مَنْ اَھْوَاہُ فِیْ اُفُقِ السَّمَاءِ　　لَا طِیْرُ لَوْ قَصَّ الْغَرَامُ جِنَاحِی

''اگر میرا محبوب آسمان کے افق پر بھی ہوتا تو اڑ کر اس کے پاس چلا جاتا اگرچہ عشق میرے پر بھی کاٹ کر رکھ دیتا''۔

لَا صَبْرَ لِی عَمَّنْ هَوِیْتُ وَلَمْ اَزَلْ   اَدنو اِلَیْهِ عَشِیَّتِی وَصَبَاحِی

''میں اپنے محبوب کے فراق پر صبر نہیں کر سکتا اس لیے میں صبح و شام اس کے قریب ہونے کے لیے کوشاں رہتا ہوں''۔

دوسری فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صغر سنی میں بھیڑ، بکریاں اور اونٹ چرانے کا راز

تمام حمد و ستائش اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے جمال کا سایہ اپنے کمال کی بساط پر ڈالا اور وجود کو اپنے وجود کے محاسن عطا کیے حضرت آدم کو اپنی صورت پر تخلیق کیا اور دنیا میں اس کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے ذریعہ وجود کی سلطنت کا انتظام چلایا اور اس پر ہر قسم کا فیض جاری کیا۔ اس کو تمام مخلوق کے اسماء سکھائے تاکہ اسے اپنی تمام مملکت کا علم ہو جائے۔ کیونکہ کوئی بادشاہ اپنے رعیت سے ناآشنا نہیں رہ سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ مقربین نے سجدہ کیا کیونکہ ان کا عز و شرف اور کمال اسی کا تقاضا کرتا تھا۔ تاکہ وہ ان کی خدمت کر کے اپنے آپ کو سعادت مند تصور کریں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں ادب، علم اور تہذیب سکھایا اور انہیں محبوب کی بارگاہ میں حاضری کے آداب سکھائے۔ تاکہ وہ عجیب انداز سے اپنی عاجزی کا اظہار کر سکیں۔

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ (بقرہ:32)

اِخْضَعْ لِمَنْ تَهْوَاهُ ثُمَّ تَذَلَّلْ   وَالْثِمْ تُرَابَ حِمًى عَلَا وَقَبِّلْ

''جس سے تو محبت کرتا ہے اس کے لیے جھک جا پھر عاجزی کا اظہار کر پھر اس کی بلند و بالا چراگاہ کو بوسہ دے''۔

اَدَبِ الْحُضُوْرَ مَعَ الْاَحِبَّةِ اِنْ تَرٰی   اَلَا تَرٰی لَكَ فِی الْهَوٰی مِنْ مَنْزِلِ

''محبوبوں کے ساتھ جمع ہونے کے لیے ادب سیکھ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ محبت میں تیرے کئی مقامات ہیں''۔

مَنْ لَمْ یَمُتْ عِنْدَ الْاَحِبَّةِ ذِلَّةً   لَمْ یَحْیٰی فِی عَیْنِ الْوِصَالِ الْاَفْضَلِ

''جو شخص اپنے محبوبوں کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے مر نہیں جاتا وہ کبھی بھی وصال افضل کے چشمہ سے حیات تو نہیں پا سکتا''۔

لَا تَطْلُبَنَّ اِلَّا اِرَادَتَهٗ الَّتِی اِخْتَارَهَا لَكَ فِی الزَّمَانِ الْاَوَّلِ

''تو صرف اس خواہش کو ہی طلب کر جس کو اس نے تیرے لیے زمانہ اول میں ہی پسند کرلیا تھا''۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا تَبْتَغِیْهِ وَلَمَّا تَكُنْ مُتَعَرِّفًا فَمَا فِی اَمْرِهٖ وَتَحَمَّلْ

''اپنی خواہشات پر صبر کر اور اس کے معاملہ سے روگراں نہ ہو اور بردباری سے کام لے''۔

اِنْ یَقْبَلُوْكَ لِخِدْمَةٍ فَبِفَضْلِهِمْ اَوْ یَطْرُدُوْكَ فَعَنْهُمْ لَا تَرْحَلْ

''اگر وہ تمہیں کسی خدمت کے لیے چن لیں تو یہ ان کا فضل ہے۔اور اگر تجھے دھتکار دیں تو پھر بھی تو وہاں سے روانہ نہ ہو''۔

اسی طرح شیطان بھی کئی ہزار سال سے ملائکہ کے درمیان تھا جب اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا ظہور ہوا تو یہ ملائکہ سے باہر آ گیا۔ایک وقت تھا جب بھیڑے اور بھیڑیں اکٹھے ہی چرا کرتے تھے۔ چرواہا اپنا ڈنڈا لے کر وہاں آیا تاکہ وہ بھیڑوں کو بھیڑے سے جدا کرے۔پھر اس نے یہ شعر پڑے۔ان کا ترجمہ یہ ہے۔

''اس کائنات کو ایک محکم نظام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ ایک حکیم اور بردبار ہستی کی تدبیر سے رواں دواں ہے''۔

اگر تو کسی کو اپنی خواہش کے خلاف دیکھے تو یہی کہہ کہ یہ چیز طوعاً یا کرہاً اپنے رب کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔

ہر وقت امور کا انتظام کرنے والا ایک مدبر ہے اور اسی قطب پر ہی تمام امور کا دارومدار ہے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کا ایک خلیفہ مقرر ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خلفاء ایک دوسرے کے وارث بن رہے ہیں۔

اے نوجوان اگر تو بھی اولاد آدم میں سے ہے تو پھر تو بھی اس خلافت کو طلب کر اور اس کو غنیمت سمجھ۔یہ خلافت ہمیشہ باکمال اور اہل علم لوگوں کے پاس آتی رہی۔اللہ تعالیٰ کی سلطنت پر اس کے خلفاء برحق ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلم اور بردباری کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔تجھے جان لینا چاہیے کہ انہیں بلند و بالا آسمانوں،ملک اور ملکوت کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔وہ درحقیقت بادشاہ ہیں اور ان کے علاوہ تمام لوگ غلام ہیں انہیں مخلوق پر ہر قسم کا حکم کرنے کا اختیار ہے۔بغیر کسی ملامت اور عیب کے ان کے احکام ساری کائنات پر جاری ہوتے ہیں۔ان سے جب کوئی فعل سرزد ہوتا ہے تو ان سے کوئی سوال نہیں ہوتا ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوتا جس کے بعد ندامت کا سامنا کرنے پڑے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صغر سنی میں بھیڑیں اس لیے چرائی تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی راعی اعظم ہیں۔ تدبر عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی تصرف ہے اسی وجہ سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع اعظم ہیں اور مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ہی نجات نصیب ہوگی۔ حالانکہ ہر جگہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی پکار رہے ہوں گے۔ کیونکہ ہر راعی سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کائنات کی راحت اور سکون ہیں جب کائنات کی سانس تنگ ہو جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی سانس بن جاتے ہیں۔ جیسا ''معنی'' میں ہے۔

''ہماری شان یہ ہے کہ جب اس کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں تو ہم سکون و راحت کے ساتھ اس کے لیے سانس کا کام دیتے ہیں۔ ہمارا مرتبہ بہت بلند اور ہمارا فضل متصل ہے ہمارے فضل سے تمام امتیں مستفید ہو رہی ہیں۔ بلند مرتبہ ہمیں ہی نصیب ہے احسان اور کرم کرنا ہمارا پرانا شیوہ ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر سرخ اور کالے کی طرف عربی اور عجمی کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہاں کے لیے رحمت بن سکیں۔ تم یہ گمان نہ کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رحمت مسلمانوں اور مومنوں کے ساتھ مختص ہے بلکہ آپ تمام مخلوق کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں سنا حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام مخلوق میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ میرا یہ گمان نہیں کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اسے کوئی گزند پہنچے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دست اقدس سے تین لپیں ایسے افراد دے گا جن پر جہنم کی آگ واجب ہو چکی ہوگی۔

''اس شخص سے کہہ دو جو رات کو سوئے ہوئے بھی ہلاکتوں کے متعلق گفتگو کرتا رہتا ہے اور جسے ہر طرف مصائب نے گھیر رکھا ہے کہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہی نجات پائے گا اس لیے تو ان مصائب سے نہ گھبرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عاقب اور ماحی ہے خواہ کوئی دشمن ہو یا دوست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل ہر ایک کو محیط ہے۔ اے نوجوان! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے بعد تشریف لائے کیونکہ سلطان اپنی جماعت کے بعد ہی آتا ہے۔ تمام کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رعیت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرق و غرب کے نگہبان ہیں۔ دنیا و آخرت۔ کے تمام امور کی چابیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی ہیں۔ تمام حاجات کے مشکل کشا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ جب تک بلبل نغمہ زن رہے اور جب تک گھنے درختوں میں پرندے چہچہاتے رہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام ہو''۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک قریب البلوغ پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں اور بھیڑیں چرائیں اس کا مقصد یہ تھا کہ ساری کائنات کے حقیقی راعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تا کہ وہ امر متحقق ہو جائے

جو حقیقت میں آپ ﷺ کے لیے مقرر ہے اور اس راز نہاں سے پردہ اٹھ جائے۔

اے محبوب! ﷺ آپ جلدی کریں تاکہ آپ ﷺ اپنے مقصود کو حاصل کر سکیں۔ اے جوان! محتاط رہ روح کی حفاظت کرتا کہ کسی شیطان کا بھیڑیا اس کے پاس نہ جا سکے۔ اور اس کی حفاظت کے لیے ڈنڈے کو کسی وقت بھی اپنے ہاتھ سے نہ رکھ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی اکرم ﷺ تجھے کبھی بھی اپنے نفس کی مخالفت کرنے کا حکم نہ فرماتے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ حواس خمسہ، تقوی اور ظاہری اعضاء یہ تمام ایک راعی کی رعیت ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ عدل کرنا لازم ہے۔ اس لیے ان کو ہلاکتوں میں استعمال نہ کرتا کہ تو آخرت میں بد بخت نہ بن سکے کیونکہ ان کے ساتھ ایسا کرنا یہ ظلم ہے تو ظالم کی سزا سے خوب واقف ہے۔ جیسا کہ ''معنی'' میں ہے عدل عمدہ اوصاف میں سے ہے اس لیے سردار! ظلم کرنے والا نہ ہو جا۔ اپنی سیاست کو عمدہ کر اپنی رعیت کو امن دے اور اس پر رحم کرتا رہ۔ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزاء دی جائے گی یہ ایک طے شدہ امر ہے۔

تیسری فصل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر شام میں حکمت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمام اشیاء کے راز سے پردہ اٹھایا۔ وہ اشیاء بالکل عیاں ہو گئیں۔ اس نے ہر وقت ہر چیز کو ایک نئی تدبیر بخشی ہر ایک کو ایک نیا وجود بخشا تاکہ عالم کی ہر شی میں اختلاف ہو اور ہر چیز ہر آن ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ اس نے ہی ارشاد فرمایا:

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (ق:15)

''معنی'' میں ہے۔ ساربان تجھے کہتا ہے کہ اپنے محبوبوں کی طرف ہمیشہ محو سفر رہ کیونکہ وجود بھی مسافر ہے کائنات کی کوئی چیز بھی اپنی منزل پر مقیم نہیں ہے۔ ہر ایک ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ہر چیز سفر پر رواں دواں ہے لیکن اس کی ترقی مخفی ہے ہر چیز اسی راہ پر گامزن ہے جس پر قادر مطلق نے اسے ڈال دیا ہے۔ وہ اس ارادہ کے مطابق رواں دواں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے۔''

سفر اصلی ایک کلی سفر ہے وہ سفر حق تعالیٰ سے شروع ہو کر اسی ذات پر ختم ہوتا ہے۔ اللہ سے اس کا آغاز اور اسی پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔

امام جلیل امام جیلی فرماتے ہیں اس سفر کی دس منازل ہیں۔

پہلی منزل

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کا وہاں ظہور فرمایا لیکن اس ظہور کا کسی کو کوئی ادراک نہیں۔

دوسری منزل

لوح محفوظ ہے جس سے بندے کا ظہور تعین پر ہوتا ہے۔

تیسری منزل

آباء کی پشتوں میں سفر، اس سفر میں انسان کئی مقامات طے کرتا ہے۔

چوتھی منزل

اپنے باپ کی پشت میں آنا جہاں سے ظہور شروع ہوتا ہے۔

پانچویں منزل

ماں کا پیٹ جہاں اس کی مختلف شکلیں اور ہیئتیں تبدیل ہوتی ہیں۔

چھٹی منزل

عالم دنیا یہ آزمائش و مصائب کا گھر ہے یہاں زوال اور فنا ہے۔

ساتویں منزل

برزخ

آٹھویں منزل

منزل حشر ہے اس کا نام قیامت ہے۔

نویں منزل

جنت یا جہنم۔

دسویں منزل

اہل جنت کے لیے کثیب اور اہل آتش کے لیے اعراف۔

پھر امام جیلی نے مجھ سے اور سفروں کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کو صرف صوفیاء ہی سمجھ سکتے ہیں مجھ جیسا انسان ان کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

پہلا سفر

حق کا خلق کی طرف نزول

دوسرا سفر

خلق کا حق کی طرف بلند ہونا۔

تیسرا سفر

صعود

چوتھا سفر

مخلوق کا حق کے ساتھ حق میں سفر

پانچواں سفر

مخلوق کا حق کے ساتھ حق سے حق کی طرف سفر

چھٹا سفر

انسان کا حریت سے عبدیت کی طرف سفر۔

مخلوق میں سے اہل حق کے طریقوں میں فرق ہے بعض لوگ ساری زندگی ان سفروں پر ہی رواں دواں رہتے ہیں بعض لوگوں کے لیے یہ سفر سمیٹ دیا جاتا ہے وہ اسی دنیا میں ہی واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد وہ جنت یا دوزخ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

ہر منزل کے لیے مخصوص زادِ راہ ہے۔بقاء اور کمال کے جوہر کو نقص، فناء اور زوال کے بازار میں فروخت نہ کر۔ ہر قسم کا بھاری سامان دوسرے کو دے دے اور اپنی بھلائیوں کو پوشیدہ رکھ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کا مال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب تھا۔اپنے اردگرد کی منازل کو اپنا مسکن نہ بنا بلکہ ہر منزل پر کمال کی تجارت کرتا رہ۔ جب ہم نے تیرے لیے یہ بیان کر دیا ہے کہ انسان ابتداء سے لے کر انتہاء تک ہر وقت سفر میں ہے اور وہ ہر وقت ترقی میں ہے۔جلال و جمال کے تمام اوصاف کا ظہور اسی طرح ہوتا ہے اگر تو جوان مرد ہے تو پھر ہر وقت زیادتی کا طلب گار رہ۔ نبی اکرم ﷺ کے سفر شام میں یہی راز ہے۔

چوتھی فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان، میرا رزق میرے نیزے کے سایہ کے نیچے رکھ دیا گیا ہے کی حکمت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو قیوم، قائم، احد، واحد، فرد، صمد، دائم ہے جس نے اپنے پوشیدہ وجود کے نور سے کائنات کی ظلمت کو دور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء اور صفات کے افعال کے تقاضوں کے مطابق اسے خلعت عطا کی اس کی صفات میں سے ہر صفت کائنات میں سے ہر ایک چیز کی طرف توجہ کرتی ہے۔ ہر چیز پر اس کا حکم غالب ہے تاکہ یہ عالم اس کی تجلیات کا مظہر بن جائے۔ درود شریف ہو محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اکمل واطیب ہیں۔ جو ثقلین کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور آل اطہار پر بھی درود و سلام ہو۔

اے برادر محترم! جو حق کی جستجو میں سچا ہوتا ہے وہ مخلوق کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا۔ اور اگر محبوب کے علاوہ کسی دوسری مخلوق سے پیار کیا جائے تو پھر مطلوب حاصل نہیں ہوسکتا۔ زندگی کے لمحات ختم ہوتے جارہے ہیں اور تو اپنے محبوب کے علاوہ دوسری اشیاء کی طرف مائل ہے۔

اے جاہل! پھر تو اپنے مطلوب کو کیسے پاسکتا ہے۔ تیرے دل پر غفلت طاری ہے تو اپنے محبوب کے سامنے کیسے حاضر ہوسکتا ہے۔ حضرت ابوالغیث بن جمیل فرماتے ہیں کہ اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کی طرف رجوع کرے کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف فرمائی کیونکہ انہوں نے اپنے رب کی طرف ہی رجوع کیا تھا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (ص:30) جب اللہ اپنے انبیاء کو ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ بارگاہ صمدیت کی طرف رجوع کریں اور درگاہ ربوبیت کے سامنے وقوف کو لازم کریں پھر تجھے قرار کیسے نصیب ہوسکتا ہے تو نہ تو اس کے دروازے کے سامنے مقیم ہے اور نہ ہی تو نے وہاں اعتکاف کر رکھا ہے۔ ''مغنی'' میں ہے۔

اے حدی خوان! اپنی اونٹنی کو محبوب کے پاس بٹھالے وادی کے دامن ''سقط اللوی'' میں قیام کرے اپنے محبوب کے اتر جانے کے بعد سفر کیسے ہوسکتا ہے۔ حالانکہ تو جس سے پیار کرتا ہے وہ مجلس میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ''جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي'' تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے پر برانگیختہ کرنے کے لیے ہے اور تجھے یہ بتانے کے لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات واحدانیت کے سایہ میں کیسے تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ ربوبیت میں کیسے حاضر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے حریم

ناز کے ساتھ متعلق ہیں "رمح" کا یہی معنی ہے۔ اسی بارگاہ کو تو بھی لازم پکڑ لے عنقریب تیرے لیے بھی دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اور "دار الاحباب" میں تجھے بھی فضل وکمال کے ساتھ نوازا جائے گا۔

پانچویں فصل

"اَلْمَرْءُ حَيْثُ وَضَعَ نَفْسَهٗ" کا راز

تمام ستائش اللہ کے لیے ہے جو ہر جگہ اس پر صلاحیت کے مطابق تجلی فرماتا ہے۔ کیونکہ مراتب مختلف ہیں مثلاً علو، سفل، نقص، کمال، امر، سلام، منافی، مضاد اور مناسب وغیرہ ہر مقام کے قرب اور بعد میں فرق ہے۔ وصال وانفصال میں تفاوت ہے۔ وہ واحد ہے اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ:115)

"تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے"۔

پاک ہے وہ ذات جس نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔ اور اس میں ظلمت کو دور فرمایا۔ اس کو ایک ایسے عالم میں اتارا جو اس کے اسرار اور برکات سے لبریز تھا اگر انسان پہلے اسفل السافلین میں تھا تو وہ صاحب علیین بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کمالات بھی عطا کیے اور عیوب بھی۔ انسان علوم کا ماہر ہو گیا اس نے اسرار ورموز کا احاطہ کر لیا۔ اور اپنے نفس کو ایک مقام پر فائز کیا۔ وہ مرتبہ اس کا مقام ولایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا (بقرہ:148)

"ہر ایک کے لیے توجہ کے لیے ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے"۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، انسان کا وہی مقام ہے جہاں اس نے اپنے نفس کو فائز کیا۔ اپنے مقام سے نا آشنا ہونے سے اجتناب کر۔ حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال:17)

"اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی"۔

مزید فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (فتح:10)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں"۔

سعادت محمدیہ کے ساتھ بحر احدیت میں غواصی کر۔ کمالات الٰہیہ کے منہج میں آپ ﷺ کے آثار

کی پیروی کر۔ تاکہ تو مقام غوثیت وقطبیت پر فائز ہو سکے اور تجھے حضور ﷺ کی روح کے جوار میں جگہ مل سکے۔

چھٹی فصل

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی کثرت کی حکمت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنی معرفت کے لیے عالم کے وجود کو پسند کیا اور مخلوق کو اپنی حکمت کے اعلیٰ نظام پر تخلیق کیا۔ ہر چیز کو کمال عطا کیا۔ حتیٰ کہ اس چیز کو نقص بھی اس کے مرتبہ میں کمال ہے۔

ہر چیز کا کمال اللہ تعالیٰ کی صفت کی طرف راجع ہے اور اس کے وجود کی قابلیت کے مطابق اس صفت کا اس میں ظہور ہے۔ ظاہر ایک ہے اور ظہور مختلف ہیں اس کا دارومدار مظہر کی وسعت، تنگی، لطافت اور کثافت پر ہے۔ ہر مظہر میں ظہور کی حد متعین ہے وہ حد اللہ تعالیٰ کے کمالات کے معانی سے عبارت ہے۔ تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر ہیں۔

صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات پر جو بارگاہ ربوبیت کا نور ہے جو اہل قرب کا سردار ہے جو اس کی ذات اور صفات کا راز ہے جو خاتم النبیین ہے جو تاج المرسلین ہے جس کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ ﷺ ہے۔ جو تمام مخلوق سے افضل ہے۔ آپ ﷺ کی آل وعترت پر، صحابہ کرام پر اور تمام امت پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

حضور ﷺ کی عورتوں سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا عین ہے۔ تاکہ آپ ﷺ کو اللہ کا عرفان حاصل ہو۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے، میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ میری پہچان ہو میں نے مخلوق کو تخلیق کیا اسے اپنی پہچان کرائی اس نے مجھے پہچان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حقائق کے ظہور کو پسند فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کی تاکہ ہر کمال آپ ﷺ کے لیے متحقق ہو جائے۔ ایک پاکباز بندے کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اس وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَا کُمُ النِّسَاءُ

"تمہاری دنیا میں سے میرے لیے عورتوں کو پسندیدہ بنایا گیا ہے"۔

حضور ﷺ نے فعل کو مجہول ذکر کیا اور "اَحْبَبْتُ" نہ کہا۔ "حُبِّبَ اَلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ" میں ذات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ امر مخفی نہیں کہ عورت انسان کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ پسلی انسان کی ذات ہی

ہے۔اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنی ذات ہر ایک کو محبوب ہوتی ہے۔ یہ واحد اور احد ذات کی محبت کی تبع میں ہے۔اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام کمالات کا احاطہ کرلیا ہے۔اگر تو مومن ہے تو پھر تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ہی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مومنین'' مجھ سے ہیں۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ناطہ نہ توڑ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطلوب کو طلب کر۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب سے محبت فرما۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شربت کو نوش کر۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:21)

ساتویں فصل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشبو پسند ہونے میں حکمت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ملاءِ اعلیٰ کو حسن و جمال کی صفات کے ساتھ متصف کیا مقربین کو بزرگی و جلال سے آراستہ کیا اپنے اولیاء کو کمال کی خلعت زیبا سے نوازا۔ان کے نزدیک یہ امر محبوب بنایا کہ وہ اس کی ذات کی طرف ترقی کریں۔اس کی صفات کو دیکھیں تا کہ اس کی صفات اور اسماء ان کے لیے متحقق ہوں۔ان کے لیے اس کی صفات کے آثار ظاہر ہوں۔اس ذات نے ہر چیز کو اس کی پیشانی سے پکڑ رکھا ہے۔اس نے غافلوں کو حجاب میں رکھا اور حاضرین کے لیے حجاب اٹھا دیا۔ انہیں اپنی قدرت کے جاری ہونے پر اپنا گواہ بنایا۔اہل حضور میں سے ایک قوم اللہ تعالیٰ کو ان سے بھی محبوب ہے وہ عالم میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور شے کا مشاہدہ ہی نہیں کرتے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔انہیں سکون و حرکات کا کوئی شعور نہیں۔وہ گردش دوراں سے آگاہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ میں فناء ہو چکے ہیں انہیں اپنی ذات تک کا بھی احساس نہیں ہے۔وہ اپنے افعال اور اوصاف سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ان سے کمال، جمال اور جلال کی خوشبوئیں آرہی ہیں وہ صفات کمال کے ساتھ معطر ہیں انہیں اپنے افعال کا شعور تک نہیں ہے۔ بلکہ وہ جمال کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔وہ اپنے وجود سے فانی ہیں۔ان کے ہر سانس سے عمدہ مہک آتی ہے۔ان کی معطر ہوا کو سونگھ کر مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ان کے پاس غیب کے تمام اسرار عیاں ہوتے ہیں۔

ان کے صحن میں جانے کی اسی کو اجازت ملتی ہے جو ان کا معتمد ہوتا ہے وہ عمدہ خوشبو سے معطر ہوتے ہیں کمال اور جلال کے عنبر کے ساتھ معنبر ہوتے ہیں اور اسی خوشبو کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے ''معنیٰ'' میں ہے۔

تیرے جسم کی خوشبو نے میرے جسم کو نیا ولولہ بخشا ہے اور تیرے عطر کی خوشبو نے مجھے تیرا اسیر بنا دیا ہے۔ میں اس معنبر جھونکے کی وجہ سے مدہوش ہوں جس میں بارگاہ ربوبیت کی خوشبو شامل ہے۔ جب یہ خوشبو اس بارگاہ کی خوشبو کے ساتھ ملی تو اس کے سامنے ہر خوشبو جھک گئی۔ جس شخص نے اس خوشبو میں سے ایک جھونکا بھی سونگھ لیا وہ ہر اس چیز کو پا گیا جس کی اس نے خواہش کی۔ وہ ایک ایسی عمدہ خوشبو ہے جس کو میت نے بھی سونگھ لیا تو کائنات کو زندہ کرنے والے نے اس کو بھی زندہ کر دیا۔

آٹھویں فصل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہونے کی حکمت

تمام مدح وستائش اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہے جس نے اپنے معزز افراد میں سے سب سے برگزیدہ بندوں پر درود وسلام پڑھا۔ انہیں سب سے افضل امت بنایا انہیں سب سے قریب راستہ کی طرف ہدایت دی اس کے ساتھ کُ ُن کے ذریعے ظہور فرمایا ہر حرکت وسکون میں تجلی فرمائی اپنے خاص قرب میں انہیں مراتب عطا کیے اس کے پاس ان کے لیے متحرک وساکن برابر ہیں۔ انہوں نے کائنات میں اس کے افعال کا ہی مشاہدہ کیا انہوں نے کسی عمل کی حقیقت کو کسی موجود کی طرف منسوب نہیں کیا وہ فعل کے وجود کی نسبت فاعلوں کی طرف اس طرح کرتے ہیں جس طرح عدم کی طرف نسبت کی جاتی ہے وہ زبان حال سے یوں گنگناتے ہیں۔

اگر میں کہوں کہ میں فاعل ہوں تو میرا کوئی فعل نہیں اور اگر میں کہوں کہ میں کوئی بات کرنے والا ہوں تو میری کوئی بات نہیں حقیقت میں ان لوگوں میں سے کائنات میں کوئی فاعل نہیں کیونکہ حقیقت میں فاعل تو ہی ہے۔ وہ شخص جو اپنے کسی فعل کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے اور وہ تجھ سے ناآشنا ہے کائنات میں تو ہی دیتا ہے اور تو ہی منع کرتا ہے عامل در حقیقت تو ہی ہے اور کمالات کا ظہور وہاں ہوتا ہے۔

یہ قوم مشاہدہ کرنے میں جدا ہے وہ کائنات میں ہر طریقہ پر چلے انہیں معلوم ہے کہ پیشانی سے پکڑنے والا ہی اطاعات اور گناہوں کا فاعل ہے۔ کائنات میں دو انسانوں کی دونوں حالتیں برابر ہیں دونوں حالتوں مین ان کی حرکات بھی برابر ہے نہ تو اطاعت کرنے والے کا اپنا کوئی عمل ہے اور نہ ہی خطاء کرنے والا کا اپنا کوئی فعل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مطیع اور فرمانبردار، نافرمان اور گناہ گار بنائے۔ پھر گناہ گار اور عاصی کو ہلاک کیا ''المتعالی'' کا یہی معنی ہے یہ گروہ جنت میں ہے کوئی پرواہ نہیں یہ جہنمی ہے کوئی پرواہ نہیں لیکن ایک محب اور عاشق باوفا جب بھی غیب سے کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے

تو وہ کہتا ہے ہمارا مطلوب، مقصود اور مرغوب وہی ہے ''معنٰی'' میں ہے۔

تیری تلواروں کا حکم اہل ھوٰی کی گردنوں میں جاری ہے اس لیے وہاں یا تو کوئی اطاعت کرنے والا ہے یا راضی رہنے والا ہے۔

وہ مشیت اور ارادہ کو دیکھتے ہیں شقاوت اور سعادت کے مقتضٰی سے وہ غافل ہو جاتے ہیں اس کی مراد کے سامنے معصیت اور عبادت کے افعال ان کے لیے برابر ہیں۔ مراد پر عمل پیرا ہونے کے لیے ان کے نیام پھٹ جاتے ہیں وہ کوئی توقف نہیں کرتے۔ یہ لوگ ہی سعادت کی حقیقت کے اہل ہیں۔ لیکن ان کے مراتب میں فرق ہے۔ مکرم واصل ہے۔ یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اطاعت بجالانے کی توفیق دی اس کے فراق کو ختم کیا اور اسے وصال عطا کیا کیونکہ اس نے مکارم اخلاق کو اپنایا اور اعمال صالحہ مثلاً نماز اور زکوٰۃ وغیرہ میں کوشش کی کیونکہ ان میں ہی اس کا محبوب ہے ان میں ہی اس کو مطلوب کا مشاہدہ ہوتا ہے اس معنی کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان سے اشارہ فرمایا ''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تو ہر حالت میں اللہ رب العزت کی ذات ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کو مال، سیادت اور سعادت ملی ہے اس دائیں جانب میں جس کو سعادت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان ''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ'' سے ان اہل طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جو جمال کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ ﷺ میں تمام کمالات خلقیہ جمع تھے اسی وجہ سے مکارم اخلاق آپ ﷺ سے ہی تکمیل پذیر ہوئے۔ کیونکہ وہبی اور کسبی کمالات کو آپ ﷺ نے جمع فرمادیا۔

نویں فصل

حضور ﷺ کا اپنے سے بعد میں آنے والے بھائیوں کے لیے اشتیاق

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے قبائل کو موجودات کا عین بنایا۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا مظہر بن سکیں یہ مرکبات کی کثرت کے تعدد میں وحدت کا ظہور ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر اس کے کلی اسماء جزئیات پر صادق نہ آتے میں اللہ تعالیٰ کے مکمل عطیات اور نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں اس نے باطنی اور ظاہری نعمتوں کو مکمل فرمایا میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتا ہوں وہی آیات بینات کے خزانوں کی چابی ہیں صلوٰۃ وسلام ہو آپ ﷺ کی آل پر جو کمالات کے آفتاب ہیں۔ آپ ﷺ کے اہل خانہ پر جو شاہراہ ہدایت پر کامیاب ہونے کے لیے ستارے ہیں۔

حضور ﷺ ان مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ اشتیاق رکھتے تھے۔ جو آپ ﷺ کے بعد آنے والے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے تمام صحابہ کرام آپ کے عاشق صادق تھے ہر فضل وکمال میں آپ کا مقام اپنے صحابہ کرام سے بہت بلند تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قلوب کے لیے مختلف اور عجیب راستے ہیں جو انہیں محبوب تک لے جاتے ہیں۔ ہر طریقہ کا علم بڑا عجیب اور اس کی واردات بڑی غریب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ہر زخم کی مرہم تھی۔ صحابہ کرام نے ان مراہم میں سے صرف وہی لیں ان کے زخم جن کا تقاضا کرتے تھے لیکن قلب محمدی ﷺ غرائب سے پھر بھی بھرا رہا عجائب سے لبریز رہا آپ ﷺ نے پسند فرمایا ایسے لوگ بھی ہوں جو ان معارف کے سننے کے بھی اہل ہوں اور وہ ان گوناگوں تجلیات کے مستحق ہوں تاکہ آپ ﷺ کا بوجھ مزید ہلکا ہو کیونکہ بعض غموں اور دکھوں میں سانس لینا بھی انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ بلاشبہ رسالت کا بوجھ اٹھانے سے انسانی طاقت عاجز ہے خواہ اس کے پاس تمام کائنات کی بھی قوت ہو۔

اس کی طرف ہی اللہ رب العزت سے اشارہ کیا ہے۔

اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (مزمل:5)

''بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بھار ڈالیں گے''۔

آپ ﷺ کے پاس قوت الٰہیہ نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس بوجھ کو کبھی نہ اٹھا سکتے۔ آپ ﷺ نے اس جلال اور جمال کے کچھ معارف اہل کمال کو عطا کیے تاکہ آپ ﷺ کا بوجھ کچھ ہلکا ہو سکے۔ جب ان کے سینے شفا حاصل کرلیں تو آپ ﷺ کو بھی راحت وسکون مل جائے۔

اے فقیر راہ نشیں! تو بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف عازم سفر ہو۔ آپ ﷺ کے مبارک صحن میں اپنا مسکن بنا آپ ﷺ کے پاس اپنا خیمہ لگالے ازازل تا ابد وہاں معتکف رہ تاکہ تیرے زخمی دل کو بھی دوا مل سکے تاکہ اس نفیس مرہم سے تیرا دل بھی شفایاب ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اپنے اشتیاق کا یہ اظہار تجھ پر اپنا فضل وکرم کرتے ہوئے فرمایا تاکہ آپ ﷺ کے اور تیرے مابین ایک راستہ بن جائے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ سے تجھ پر سلام ہو۔

دسویں فصل

لِی وَقْتٌ مَعَ اللّٰہِ لَا یَسَعُنِی فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

بارگاہ ربوبیت میں میرے لیے ایک ایسا مخصوص وقت بھی ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل دخل اندازی نہیں کرسکتا کی حکمت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر چیز کا نگہبان ہے۔ وہ بڑی شان والا، متکبر اور قوی ہے وہ بلند اور عظیم ہے۔ میں اس کے اسمائے حسنی پر اس کی تعریف کرتا ہوں۔ میں اس کی صفات عالیہ پر اس کی حمد بیان کرتا ہوں۔ حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ جو تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ جو خاتم النبیین والرسل ہیں جو ہر خاص اور عام کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں پر ہزاروں درود وسلام ہوں آپ ﷺ کے صحابہ اور آل وعترت پر بھی سلام اور درود ہو۔

اے میرے بھائیو! جب تک موسلا دھار بارش ہوتی رہے۔ اور کبوتر کوں کوں کرتے رہیں تم پر لازم ہے کہ تم کمالات الٰہیہ کا مشاہدہ حضور ﷺ کی ذات میں کرتے رہو تمام تر توجہ حقیقت محمدیہ کی طرف مبذول کر کے ان کمالات کا نظارہ کرتے رہو۔ تا کہ تم نوادر معانی کا نبی اکرم ﷺ کی صلاحیت وقابلیت کے مطابق مشاہدہ کرسکو اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے تمام خواہشات کو پاسکو۔ آپ ﷺ کے کان مبارک کے کمالات سے انس ومحبت کے مخاطبات بارگاہ ربوبیت سے سن سکو۔ اور اسرار پنہاں سے آشنائی پاکر کامیاب ہوسکو۔ کیونکہ ہر روح اپنی قابلیت کے مطابق جزئیہ تجلیات کا ہی مشاہدہ کرسکتی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی ذات حقیقت کلیہ ہے وہ عقل اول ہے وہ روح الٰہی ہے اس لیے آپ ﷺ کی ذات کلی قابلیت کی وجہ سے کلی تجلیات کا مشاہدہ کرسکتی ہے۔ حقیقت محمدیہ کے وسیلہ کے علاوہ کسی بھی ذات کی اس تک رسائی ناممکن ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تو کمال مطلق سے حصہ لے تو پھر بارگاہ محمدیہ سے وابستہ ہوجا۔

حبیب ﷺ کے وسیلہ سے حبیب تک پہنچ تا کہ اس کے توسل سے تجھے مقام قرب مل سکے۔

"اے حدی خواں! اپنی سواری کو اس ٹیلے پر بٹھا جہاں مہمانوں کے لیے جگہ بنی ہوئی ہے ایسی گرمی کی پیاس کو ٹھنڈے پانی سے بجھا جس سے جگر پگھل جاتے ہیں۔ ہم نے انس ومحبت کی بساط پر اپنے اس عجیب حال کی شرح لکھی جو اس کی محبت میں ہماری کیفیت تھی ہمیں اس کے وصال سے ایسا حصہ ملا جو چغل خور، رقیب اور ملامت کرنے والوں سے محفوظ ہے"۔

آپ ﷺ نے یہ فرمان اس لیے تجھے سنایا ہے تا کہ تجھے معلوم ہوجائے کہ نبی اکرم ﷺ کا

شرف اور عظمت کتنی بلند، ارفع اور اعلیٰ ہے جبکہ دیگر تمام مخلوق مرتبہ میں حضور ﷺ سے کم تر ہے۔ اور تا کہ تو آپ ﷺ کی قابلیت وصلاحیت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی تجلی اور صفات کا زیادہ سے زیادہ مشاہدہ کر سکے۔ اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے بلند تر درجہ پر فائز ہو سکے کیا یہ عجیب نہیں کہ قلوب میں اتنی وسعت ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات ان میں سما سکے حالانکہ حضور ﷺ کی ذات ان میں نہیں سما سکتی ؟۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے کیا فرمایا ارشاد فرمایا کسی زمین یا آسمان میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں وہاں سما سکوں البتہ میرے مومن بندے کے دل میں اتنی وسعتیں ہیں کہ میں وہاں سما سکتا ہوں۔ وہ دل جس میں اللہ رب العزت سما سکتا ہے تو پھر اللہ رب العزت کے ساتھ محمد عربی ﷺ کیوں نہیں سما سکتے لیکن یہ دل کی وسعتیں دل کے نقص اور کمال کے مطابق ہوتی ہیں۔ تمام قلوب کی قابلیت جزئیہ ہے نبی اکرم ﷺ کی قابلیت کلیہ ہے۔ اسی وجہ سے دل اسی بارگاہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس راز سے صرف کامل اولیاء ہی آشنا ہیں۔

گیارہویں فصل

وَلَا اُحۡصِی ثَنَاءً عَلَیۡكَ اَنۡتَ كَمَا اَثۡنَیۡتَ عَلٰی نَفۡسِكَ کا راز

تمام ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر بزرگی اور تعریف کے قابل ہے جو نعمتیں اور انعامات بخشنے والا ہے۔ بلند مرتبہ اور ذی شان ہے۔ فضل قدیم اور عام سخاوت والا ہے۔ وہ خود اپنی تعریف بیان کرتا ہے۔ اس کی ربوبیت کا علم ہر جگہ لہرا رہا ہے ہر چیز اسکے لیے سجدہ ریز اور اس کے سامنے جھکنے والی ہے۔ میں اس کے اسمائے حسنہ کے مقتضا کے مطابق اس کی مدح کرتا ہوں اور اس کی بلند و بالا صفات پر اس کی ثناء کرتا ہوں میں نور اعظم، صاحب قاب قوسین او ادنی ﷺ پر درود پڑھتا ہوں۔ آپ ﷺ کی آل و اولاد و عترت اور صحابہ کرام پر سلام ہو اس وقت تک جب تک حدی خواں نغمے الاپتے رہیں۔

برادران محترم! انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کی تعریف کرتا رہے۔ انسان کی وہ تعریف جو وہ اپنے پروردگار کی کرتا ہے وہ اس کی قابلیت کے ساتھ معلق ہے یہ اس قوت کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے۔ یہ تعریف استعداد کے ان عطیات کے مطابق ہوتی ہے جو اسے عطا کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تمام تعریف اس طرح ہے جس کا وہ اہل ہے اس کی تعریف اس طرح نہیں جس طرح تیرا فکر اور تیری دلیل عقل سے اندازہ لگا کر مناسب سمجھیں۔ اس قوم کا مقام کتنا بلند ہے۔ جس نے بالذات اس ذات کی تعریف کی۔ اس طرح اس کے لیے کئی کمالات کے معانی عیاں ہوئے۔ کتنے ہی لوگ معرفت کے بحر کے وسط میں کود پڑے۔ موجیں ان پر شوخیاں کرتی رہیں۔ کمال کے ساتھ ہر

طرف سے ان کا احاطہ کرلیا گیا انہوں نے ان معانی کی ان حدود کو پالیا جن کی کوئی حد نہیں۔ انہوں نے اجمال میں تفصیل کو پالیا اس عظیم گروہ کے سردار ﷺ نے فرمایا اے مولا! ہم تیری ذات کی تعریف اس طرح نہیں کر سکتے جس طرح تو اپنی ذات کی تعریف کرتا ہے یعنی میں کمالات کا اتنا زیادہ مشاہدہ کرتا ہوں کہ اس طرح تعریف نہیں کر سکتا۔ ان کی کوئی حد نہیں ہے اس لیے میں اس طرح تعریف نہیں کر سکتا۔ جس طرح تو تعریف کرنے پر قادر ہے۔ جمال وجلال کا ہر کمال تجھی کو زیبا ہے ''معنیٰ'' میں ہے۔

''زمانہ ختم ہو گیا لیکن تیرے اوصاف کی مدح ابھی باقی ہے اے محاسن اخلاق کا احاطہ کرنے والے! اہل دنیا کی زبانیں اپنی نعتوں میں ان بلندیوں کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جن پر تو فائز ہے۔ تیرے اوصاف کے ادراک سے عقل عاجز ہے۔ تیری ذات میں عجز کرنا ہی دانشمند افراد کی عادت ہے۔

بارہویں فصل

نبی اکرم ﷺ کا وقت وصال تین مرتبہ ''اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ'' فرمانے میں حکمت

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بلندیوں کو پیدا فرمایا تمام عظمتوں اور رفعتوں کے نور کو پیدا کیا اپنی مخلوق کی اپنی طرف راہنمائی کی۔ اولیاء کی اپنے اسماء اور صفات کی طرف راہنمائی کی۔ جس نے اپنے خواص کے ساتھ پیار کا اظہار کیا اور انہوں نے اس سے پیار کیا اس نے انہیں اپنا تعارف کروایا۔ انہوں نے اس ذات کی جستجو کی۔ اللہ تعالیٰ نے حلول کے بغیر ہر چیز میں انہیں اپنے جلال اور جمال کا مشاہدہ بغیر کسی مخصوص مقام کے کرایا۔ انہوں نے اس کے کمال کے ساتھ کمال حاصل کیا اس کے جمال کیساتھ جمال حاصل کیا۔ ان کے ذریعے اپنے لطف کے آثار اور اپنے جلال کے انوار کو ظاہر کیا۔ میں اس قرب حقیقی پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کے انس کے ساتھ مخصوص ہے۔ میں اس ذات کریمانہ پر درود وسلام پڑھتا ہوں جو وسیلہ عظمیٰ ہے۔ جو بلند مرتبت اور رفع منزلت ہے جو صاحب قاب قوسین او ادنیٰ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحَابَتِهِ وَ خُلَفَائِهِ وَ عِتْرَتِهِ اَجْمَعِيْنَ

انسان کے لیے معانی کی وجوہات میں سے دو وجہیں ہیں۔ ایک وجہ وہ ہے جس کے ساتھ وہ کائنات میں رہتا ہے۔ دوسری وجہ وہ ہے جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں رہتا ہے۔ وہ ہر وجہ میں اپنے حال کے ظہور میں کامل ہوتا ہے یہ کمال اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ذات وصف، اسم، فعل، اثر اور شان تقاضا کرتے ہیں۔ درحقیقت انسان کی دو ذاتیں ہیں۔ وجہ ابعد اس کے لیے عجز، حصر، فقر

اور نقصان ہے۔ وجہ اقرب اس کے لیے عزت، بزرگی، کمال، صفی، وجود اور احسان ہے۔

جب حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ''الرفیق الاعلی'' آپ ﷺ نے وقت وصال یہ کلام اس لیے فرمایا تھا تاکہ حقیقت میں یہ امر متحقق ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کی معیت اسی طرح ہو اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ رحمانی سے رفیق انزل نفسانی وروحانی کی طرف نہ لوٹ جائیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

''میری نظر محبوب کے چہرے سے نہ پھیرو۔ کیونکہ مجھے اور کوئی چیز مطلوب نہیں ہے۔ مجھ پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے کہ میں اپنے محبوب کے علاوہ کسی اور کو دیکھوں جبکہ میرا محبوب بھی وہیں تشریف فرما ہو۔ میرا دل میرے محبوب کا مسکن ہے بلکہ تمام دل ہی اس کے لیے ہے میرا دل تبدیل ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔ اپنے اس محبوب کے حسن کی وجہ سے جس کی دونوں ابرو باہم متصل نہیں ہیں مجھے عشق میں استحکام حاصل ہے۔ یہ عجیب ہے کہ میرا محبوب میرے پاس ہے میں پھر بھی اس کا ہی مشتاق ہوں۔ محبت کی کوئی شان بھی عجیب نہیں ہے۔''

عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ کے جواہر

حضرت العلام اپنی کتاب ''الانسان الکامل'' میں رقم طراز ہیں۔ مقام قرب وسیلہ ہے کیونکہ اس مقام پر فائز ہونے والا قلوب کے لیے سکون کا باعث بنتا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ دل حقائق الٰہیہ سے ناآشنا ہوتے ہیں اگرچہ ان کی تخلیق ان سے ہی ہوئی۔ جب وہ اس دنیا میں آئے تو وہاں سے ناآشنا ہو گئے اسی وجہ سے وہ کسی چیز کو بذات خود قبول نہیں کرتے۔ جب تک کہ اس چیز کا مشاہدہ کسی اور چیز میں نہ کر لیں۔ مثلاً آئینہ وغیرہ وہ اپنا آپ اس چیز میں دیکھتے ہیں پھر اس کو اس طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح کسی کو بنیاد بنایا جاتا ہے اسم حق ارواح کا سب سے پہلا وسیلہ ہے۔ تمام انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے وسیلہ مقام قرب ہے۔ اس کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ مقام خلت ہے جہاں پر خلیل کے مرتبہ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے حبیب کے مراتب شروع ہوتے ہیں۔

کیونکہ حبیب ذاتی تعشق اتحادی کے مقام سے عبارت ہے دونوں متعشقین میں سے ہر ایک دوسرے کی صورت میں اظہار کرتا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے قائم مقام ہو سکتا ہے مثلاً جسم اور روح کا تعشق ذاتی ہے اگر جسم کو درد ہوتا ہے تو اس درد کو روح بھی محسوس کرتی ہے اور اگر روح کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا درد جسم بھی محسوس کرتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ ۖ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (فتح 10:)

''وہ جو تمہارے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے قائم مقام رکھا اس طرح ارشاد ربانی ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (نساء 80:)

''جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

حضرت ابو سعید الخراز نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری معذرت قبول فرمائیں اللہ کی محبت نے مجھے آپ ﷺ کی محبت سے غافل رکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے مبارک اللہ سے محبت ہی میری محبت ہے۔ یہاں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ اپنے کمالات میں بھی منفرد ہیں۔

آپ ﷺ نے کمالات الٰہیہ اور مقامات الٰہیہ پر باطناً مہر لگا دی اور ظاہراً آپ ﷺ خود خاتم النبیین والرسل ہیں مقام محبت کا اختتام مقام ختام کا آغاز ہے مقام ختام سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا تحقق ہو جائے سوائے ان مقامات کے جہاں تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں وہ تمام اشیاء نبی اکرم ﷺ کے لیے اجمالاً متحقق ہوں گی اور یہ اشیاء بالتفصیل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ اسی وجہ سے کامل بھی ہر لحہ کمال کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت کی ذات کی کوئی انتہاء نہیں ولی بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ترقی کرتا رہتا ہے۔

مقام عبدیت کسی اور مقام کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کبھی ولی مقام خلت سے مخلوق کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مقام عبودیت پر فائز فرما دیتا ہے۔ کبھی وہ مقام محبت اور کبھی مقام ختام سے رجوع کرتا ہے۔ اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عبودت سے مراد یہ ہے کہ ایک بندہ مقام قرب الٰہی سے مخلوق کی طرف رجوع کرے یہ مقام تمام مقامات پر نگران ہے۔ عبادت، عبودیت اور عبودت میں فرق ہے۔ عبادت یہ ہے کہ انسان نیک اعمال جزاء کے حصول کے لیے کرے۔ عبودیت یہ ہے کہ انسان نیک اعمال خالصاً اللہ کے لیے کرے۔ عبودیت یہ کہ اعمال کو اللہ کیساتھ سرانجام دیا جائے۔ اسی وجہ سے یہ تمام مقامات پر نگہبان ہے۔ مقام ختام بھی اسی طرح ہے۔ یہ قرب کے تمام مقامات کو شامل ہے کیونکہ یہ اولیاء کے مقامات کے اختتام سے عبارت ہے جب ولی مقام قرب تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لیے وہ تمام مقامات جائز ہو جاتے ہیں جہاں تک مخلوق کی رسائی ہے۔ وہاں اسے مقام خلت سے بھی حصہ ملتا ہے اور مقام حب سے بھی۔ مقام قربت کے لحاظ سے یہی ختام ہے۔ اسم خلت مقامات قربت کے پہلے مرتبہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ مقرب وہ ہوتا ہے جس کے جسم پر حق تعالیٰ کے آثار ظاہر

ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مقام حب ہے اس کو ہی مقام محمدی ﷺ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مقام ختام مقام قرب کی انتہا کو کہا جاتا ہے اس مقام کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ لیکن ختام کا اسم قربت کے تمام مقامات کو شامل ہے جسے مقام قرب میں یہ حاصل ہو گیا وہ ختم الاولیاء ہے اور مقام ختام میں وہ نبی اکرم ﷺ کا وارث ہے۔ کیونکہ مقام قربت ''مقام محمود'' ہے اس سے مراد وہ وسیلہ ہے جہاں سے عبد کامل اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کے آگے کوئی اور نہیں جا سکتا۔ صرف وہی ان مقامات پر فائز ہوتا ہے وہ عبد کامل نبی اکرم ﷺ کی ذات ہی ہے اور حضور ﷺ نے اپنے فرمان میں اس کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وسیلہ جنت میں ایک بلند مکان ہے وہ صرف ایک آدمی کو ہی ملے گا میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔ کائنات کی تخلیق کے وقت بھی آپ ﷺ اس مقام پر تھے یقیناً اس وقت بھی آپ ﷺ اس مقام پر فائز ہوں گے۔

فائدہ: عارف باللہ سیدی السید مصطفیٰ البکری اپنے آخری رسالہ میں فرماتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ پر ہی نبوت کا اختتام ہوا اور نبوت کی پختہ عمارت کی تکمیل ہوئی۔ اسی طرح ظاہر میں نبوت کی ولایت کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے باطن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کی ولایت کے دروازے کو بند کیا۔ ولایت محمدیہ باطنیہ سیدی محی الدین قدس اللہ سرہ کے ذریعہ بند ہو چکی ہے عنقریب ولایت محمدیہ باطنہ وظاہرہ امام محمد المہدی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے بند ہو جائے گی۔ ہم محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوحات مکیہ سے وہ عبارت لکھتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو گا کہ آپ ولایت محمدیہ باطنیہ کے خاتم ہیں۔ وہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے انبیاء کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا، انبیاء میں میری مثال اس طرح ہے جس طرح ایک شخص نے ایک عمارت بنائی۔ اس نے اپنی عمارت کو مکمل بنایا صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں اب میرے بعد کوئی رسول نہیں کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث مبارک میں حضور ﷺ نے نبوت کو ایک عمارت سے تشبیہ دی اور انبیاء کو ان اینٹوں سے جس سے وہ عمارت قائم ہے۔ یہ انتہائی خوبصورت تشبیہ ہے۔ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ میں ۵۹۹ھ میں مکہ معظمہ میں تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ کعبہ معظمہ سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ ایک اینٹ سونے کی تھی جبکہ دوسری اینٹ چاندی کی تھی۔ وہ عمارت مکمل تھی۔ میں اس کی زیارت کرتا رہا اس کے حسن و جمال سے محظوظ ہوتا رہا۔ اچانک میں نے رکن یمانی اور رکن شامی کے وسط میں دیکھا تو مجھے دو اینٹوں کی جگہ خالی نظر آئی۔ ایک چاندی کی اینٹ کی جگہ خالی تھی جبکہ دوسری خالی جگہ سونے کی اینٹ کی تھی۔ اوپر والی لائن میں سونے کی ایک اینٹ کم تھی اور اس کے نیچے چاندی

کی ایک اینٹ نہ تھی۔ میں نے اپنے آپ کو ان اینٹوں کی جگہ رکھ دیا۔

میرا وجود وہاں فٹ آگیا اب وہ عمارت بالکل مکمل ہوگئی۔ کعبہ کی عمارت میں کوئی کمی نہ رہی میں وہاں کھڑے دیکھتا رہا۔ میں نے سمجھا کہ میں ہی ان اینٹوں کا عین ہوں اب مجھے اس میں کوئی شک نہ رہا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ میں اتباع میں اپنی صنف میں اسی طرح ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ انبیاء میں ہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ولایت کو مجھ پر ختم کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے یہ کوئی بعید نہیں میں نے اپنا خواب علماء کو سنایا میں نے انہیں اپنی رائے نہ بتائی۔ انہوں نے بھی میرے خواب کی یہی تعبیر کی یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ پر یہ کرم نوازی کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اختصاص کسی مجبوری، عمل اور موازنہ کی وجہ سے نہیں ہوتا یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کو نواز دیتا ہے۔ (ابن عربی کا کلام ختم ہوا)

علامہ المصطفیٰ البکری فرماتے ہیں: ہر زمانہ میں ایک ایسے وجود کا ہونا ضروری ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس زمانے کے اولیاء کو ختم فرمائے۔ بعض اوقات وہ قطب ہوتا ہے اور بعض اوقات کوئی اور ہوتا ہے جو ختام کے قائم مقام ہوتا ہے۔

علامہ عبدالکریم الجیلی اپنی کتاب ''الانسان الکامل'' کے آخر میں لکھتے ہیں۔ اس مقام پر نبی اکرم ﷺ کمالات میں یکتا ہیں۔ آپ ﷺ باطناً کمالات الٰہیہ کے خاتم ہیں۔ ظاہراً اس کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین والرسل بنا کر بھیجا۔

عارف باللہ علامہ محمد یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب جواہر البحار کے صفحہ ۲۱۵ پر سیدی عارف کبیر شیخ عبدالغنی النابلسی کا وہ قول ذکر کیا تھا۔ جو انہوں نے اپنی کتاب ''رد متین'' میں لکھا۔ انہوں نے وہاں اس شخص کا رد کیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اسی طرح خاتم الاولیاء نہیں جس طرح نبی محترم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خاص ولایت محمدیہ کے خاتم ہیں یہ اس کے مانع نہیں کہ ان کے زمانہ میں اولیاء کثیر تعداد میں ہوں۔ یا اس کے بعد اولیاء کرام موجود ہوں۔

میں نے بھی ایک اور کتاب میں پڑھا ہے کہ ختم ولایت کا وہ مرتبہ جسے شیخ اکبر نے حاصل کیا یہ مرتبہ اب بھی باقی ہے۔ شیخ احمد صفی الدین القشاشی المدنی بھی اس مرتبہ کے اہل تھے اب میں موقع کی مناسبت سے کتاب ''خلاصتہ الاثر'' کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ علامہ المحبی فرماتے ہیں۔ میں نے عارف باللہ سالم بن احمد رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ شق الجیب فی معرفتہ رجال الغیب میں پڑھا ہے۔ وہ ''ختم'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ ہر زمانہ میں ایک ولی ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ ولایت

خاصہ کو ختم فرماتا ہے۔ اور شیخ اکبر اس مقام پر فائز ہیں۔ وجدان جس چیز کا فتویٰ دیتا ہے وہ یہ ہے ختمیہ خاصہ ایک ایسا مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے جس پر ہر ایک شخص اپنے وقت اور زمانہ کے مطابق فائز ہو سکتا ہے یہ مرتبہ ہمیشہ برقرار رہے گا حتی کہ یہ زمین اللہ اللہ کہنے والوں سے خالی ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت کوئی ایسا فرد نہ ہوگا جو ان مراتب رفیعہ پر فائز ہو سکے۔

''خلاصہ الاثر'' کی عبارت اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ولایت کی ختمیت شیخ اکبر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

کتاب التنبیہات فی علو مرتبۃ الحقیقۃ المحمدیہ

یہ ایک نفیس کتاب ہے میں نے اس کا نام مکتبہ الخدیویہ المصریہ کی فہرست میں پڑھا پھر میں نے یہ کتاب حاصل کرلی۔ میں اب کتاب کو حرف بحرف نقل کررہا ہوں میں اس شخص کا بڑا ممنوں ہوگا جو مجھے اس کے مؤلف سے آگاہ کرے گا تاکہ طبع ثانی میں اس کا نام بھی لکھ دیا جائے۔ اس کے اکثر معانی اور مفہوم وہی ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور آئمہ صوفیہ مثلاً شیخ اکبر نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں سلام ہو اسکے ان بندوں پر جن کو اس نے منتخب فرمالیا ہے۔ بالخصوص نبی محترم، رسول معظم ﷺ پر لاکھوں درود وسلام ہوں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے کامل بنایا انہیں شاہد بنایا اور انہیں اتنا قرب عطا کیا کہ وہ قاب قوسین اوادنی کے مقام پر فائز ہوگئے۔ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں جو ربوبیت عظمی کے مظہر ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر درود وسلام ہو نہ اس میں انقطاع ہو اور نہ ہی اس کی انتہا ہو۔

اما بعد! میں ان تنبیہات کو ذکر کررہا ہوں جو حقیقت محمدیہ کے علو مرتبت پر دلالت کرتی ہیں۔ تاکہ ان کو سمجھ کر ہمارے قلوب کو تقویت ملے۔ ہمارے کانوں کو ان کا ادراک کرنے کا شرف حاصل ہو اور ہماری زبانیں ان کا تذکرہ کرکے سعادت مند ہوں۔

پہلی تنبیہ

حقیقت محمدیہ کو عقل اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو قلم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو تعلیم دی۔ اس کو حق سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جس سے زمین وآسمان قائم ہیں۔ باء سے بھی اسے تعبیر کیا جاتا ہے حقیقت محمدیہ کو باء سے تعبیر کرنا بہت عمدہ ہے۔ کیونکہ اشیاء کا ظہور اسی سے ہوا۔ باء سے اشیاء کا ظہور اس لیے ہوا کیونکہ حق تعالیٰ یکتا ہے اس لیے اس سے یکتا کا ہی صدور ممکن ہے۔ گویا کہ باء وہ پہلی شی ہے جس کا صدور حق تعالیٰ سے ہوا۔ حقیقت میں یہ الف ہے اور اپنی ذات کی جہت سے وحدانی ہے اور اپنے مرتبہ کے لحاظ سے یہ باء ہے۔ کیونکہ وجود میں اس کا مرتبہ دوسرا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو باء کہتے ہیں تاکہ یہ حق تعالیٰ سے ممتاز ہوجائے اور الف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص رہے۔ باء مرتبہ کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ عدد ہے اور اشیاء بھی عدد ہیں تو عدد کا

خروج عدد سے ہوا۔ الواحد الاحد مقدس منزہ اپنی احدیت پر رہا یہ بھی جان لو کہ حضرۃ الفعل میں باء زائدہ ہے اسی وجہ سے وہ نقطہ جو اس کے نیچے ہے وہ عالم کونی اور اس کے درمیان احدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر باء کا اثر ہوتا تو پھر یہ نقطہ نہ ہوتا اس نقطے کا وجود اس بات کی دلیل ہے یہ اثر اس کا ہے باء کا نہیں۔ واللہ اعلم۔

دوسری تنبیہ

عالم میں اس انسان کامل کا مرتبہ جس سے اکمل کوئی نہ ہو اسی طرح ہے جس طرح انسان میں سے نفس ناطقہ کا مرتبہ ہے۔ وہ انسان کامل نبی اکرم ﷺ ہیں۔ عالم کی غایت مطلوبہ آپ ﷺ ہی ہیں وہ افراد جو مرتبہ کمال میں آپ ﷺ سے کم ہیں وہ اسی طرح ہیں جس طرح انسان میں قوی روحانیہ، وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ مرتبہ میں ان سے کم ہیں وہ اس طرح ہیں۔ جس طرح انسان میں قوی حسیہ اور وہی وارث ہیں۔ باقی لوگ شکل میں انسان کی صورت کی طرح ہے۔ یہ انسان میں بروح حیوانی کی طرح ہیں جس کو نمو و احساس دیا گیا ہے۔ ہم نے یہ اس لیے قول کیا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ''۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے جسم انسان کو بنایا روح پھونکنے سے پہلے اس کے اعضاء کو اعتدال بخشا پھر اس میں روح پھونکی تو وہ مکمل انسان بن گیا ملائکہ کی عالم میں مثال اس طرح ہے جس طرح انسان کے خیال میں صورت ظاہرہ، جنات بھی اسی طرح ہیں۔ عالم میں انسان کا وجود اس انسان کی وجہ ہے جس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کی تخلیق نفس ناطقہ سے مکمل ہوتی ہے انسان میں یہ نفس ناطقہ صورت الٰہیہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کائنات کا نفس حضور ﷺ کی ذات ہی ہے۔ اس نفس نے وجود اور بقاء میں تمام کمالات کو جمع کر لیا ہے اور عالم کی بقاء کا انحصار آپ ﷺ پر ہی ہے۔ عالم میں آپ ﷺ کے ظہور سے قبل یہ دنیا اسی طرح تھی جس طرح روح کے بغیر جسم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ عالم ایک سوئے ہوئے شخص کی طرح ہے۔ روز حشر جب آپ ﷺ اپنے روضہ اطہر سے باہر تشریف لائیں گے تو یہ عالم نیند سے بیدار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان ارواح کو باقی رکھنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے لیے برزخی اجسام تخلیق فرمائے۔ سونے کے بعد یا مرنے کے بعد ارواح علیحدہ علیحدہ ان اجسام میں چلی جاتی ہیں۔

تیسری تنبیہ

جان لو کہ زمین وسیع ہے۔ یہ تیری عبادت کی جگہ ہے اس پر تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرتا

ہے گویا کہ تو اس کو اپنی ذات میں دیکھ رہا ہے۔ تو بصارت سے اسے اس طرح دیکھ رہا ہے۔ جس طرح اس کے جلال کے مناسب ہے۔ عین بصیرت بھی اس کی گواہی دیتی ہے کہ وہ تیرے لیے ظاہر ہے۔ تو اپنی عبادت کرتے وقت اسے اپنے خیال میں اس طرح لے آتا ہے جس طرح کے لیے موزوں ہے اور کبھی عین بصیرت کے ساتھ اس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ گویا وہ خیال کے مسکن میں نہیں تو مطلق اور مقید دونوں طرح سے اس کی عبادت کرتا ہے۔ نشأۃ انسانیہ مؤمنہ کے علاوہ اور کسی کے لیے اس طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنا حرم بنایا محترم گھر بنایا مخلوقات میں سے ہر چیز غیب پر ہی اس کی عبادت کرتی ہے۔ لیکن انسان کامل مشاہدہ پر اس کی عبادت کرتا ہے۔ ایمان کامل کے علاوہ انسان کی تکمیل نہیں ہو سکتی یہ ایک ایسا نور ہوتا ہے جو ہر ظلمت کو کافور کر دیتا ہے۔ جب انسان مشاہدہ کے ساتھ اس کی عبادت کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اور کوئی مخلوق اس طرح عبادت نہ تو کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کے لیے ممکن ہے۔ جب تو اس مقام پر فائز نہیں ہے تو میں تیری ایسی راہنمائی کرتا ہوں جس سے تو اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تو جانتا ہے کہ رسل علیہم السلام کا مزاج موزوں ترین ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کے پیغامات کو قبول کریں پھر ہر شخص میں ان پیغامات کو قبول کرنے کی اتنی ہی صلاحیت ہوتی ہے۔ جتنی اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔ اسی لیے ہر نبی کو ایک معین قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس رسالت عامہ کو صرف اس لیے قبول کر لیا کیونکہ آپ ﷺ کا مزاج مبارک ہر نبی اور ہر رسول کے مزاج کو محیط تھا۔ آپ ﷺ کا مزاج تمام لوگوں کے مزاج سے زیادہ مناسب اور موزوں تھا۔ آپ ﷺ کی تخلیق تمام اقوام کی تخلیق سے عمدہ تھی۔

جب تجھے یہ معلوم ہو گیا اور تو چاہتا ہے کہ تو حق تعالیٰ کا دیدار اکمل صورت میں کرے تو پھر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آ۔ آپ ﷺ کی اتباع کو لازم پکڑ۔ آپ ﷺ کو اپنے سامنے ایک آئینہ کی حیثیت سے رکھ۔ اللہ تعالیٰ یقیناً حضور ﷺ کے آئینہ قلب میں تجلی فرماتا ہے آپ ﷺ کے اس آئینہ میں اللہ تعالیٰ کا ظہور مکمل، عمدہ اور احسن ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا آئینہ بھی اکمل ہے۔ جب تو ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ نبی اکرم کے آئینہ دل میں کرے گا تو یہ مشاہدہ اتنا مکمل ہوگا کہ اس سے زیادہ مشاہدہ اور کسی کے آئینہ میں نہیں کیا جا سکتا کیا تو ایمان کے متعلق تدبر نہیں کرتا کہ جن امور کو نبی اکرم ﷺ لے کر تشریف لائے اور حق تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف منسوب کیا ان پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ عقول انہیں محال سمجھتی رہیں۔ اگر شرع اور ایمان نہ ہوتا تو پھر ہم انہیں اپنے عقلی دلائل سے کبھی بھی قبول نہ کرتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسالت پر اور ان امور پر ایمان لانے کی توفیق دی جن

کے ادراک سے عقول قاصر تھے۔ اسی طرح اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ وہ تجلیات جن کو ہمارے مزاج یا ہمارے آئینے قبول نہیں کر سکتے۔ ان کا ادراک ہم آئینہ مصطفیٰ ﷺ میں کر لیں۔

میں نے تجھے نصیحت کر دی ہے۔ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی جستجو حضور ﷺ کے آئینہ میں سے کر اپنے آئینہ سے نہ تو نبی اکرم ﷺ کا دیدار کر اور نہ ہی ان تجلیات کو دیکھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے آئینہ قلب میں ڈالیں کیونکہ اس طرح تو بلند درجہ سے نیچے آجائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء اور اتباع کو لازم پکڑ۔ اس جگہ پر کبھی قدم نہ رکھ جہاں تجھے حضور ﷺ کا نقش پا نظر نہ آئے۔ اپنا قدم حضور ﷺ کے قدم پر رکھ۔ اگر تو بلند درجہ چاہتا ہے تو آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل۔

تنبیہ چہارم

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے انوار پیہم کی تجلی فرمائی تو ایسی ارواح کا ظہور ہوا جو جلال اور جمال کے درمیان محو گردش تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے غیب مستور (جس کا ظہور کسی کے لیے ممکن نہیں) میں عنصر اعظم کو پیدا فرمایا یہ تمام تخلیق بغیر کسی ترتیب کے ایک ہی دفعہ ظہور میں آئی کسی روح کی کوئی پہچان نہ تھی وہاں ہر روح حق تعالیٰ میں حق تعالیٰ کے ساتھ فنا تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور تجلی فرمائی پھر اور ارواح کی تخلیق ہوئی جو ارض بیضاء میں محو گردش رہیں۔ وہ تسبیح و تقدیس میں مشغول رہیں۔ وہ جانتی بھی نہیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی کسی مخلوق کو تخلیق کیا ہے ان ارواح میں سے ہر روح اس مقام اور اس کیفیت پر فائز تھی جسے اللہ جانتا تھا۔ ارض بیضاء عالم طبیعہ سے خارج تھی اس کو ارواح متحیرہ کی سرزمین کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا اس میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں وہ ابد آلا باد تک یونہی رہے گی۔ اس زمین میں بھی انسان کامل کے لیے ایک مثال تھی۔ ارواح میں بھی اس کا حصہ تھا۔ ارواح اولی میں اس کے لیے ایک اور مثال تھی۔ ہر عالم میں اس کے لیے ایک ایک مثال تھی پھر اس عنصر اعظم کی عالم تدوین و تسطیر کی سمت مخصوص توجہات تھیں عین میں اس عالم کا کوئی وجود نہ تھا یہ عنصر اعظم عالم میں اکمل وجود تھا اگر وہ پوشیدہ عہد نہ ہوتا جو اہل طریقت نے مجھ سے لیا ہے تو پھر یہ گفتگو ذرا تفصیل سے بیان کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کے ساتھ اس کا تعلق کھول کر بیان کیا جاتا۔ ان مخصوص توجہات کے بعد جو پہلی شی تخلیق ہوئی وہ عقل اول ہے اس کو اول اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ عالم تدوین و تسطیر میں سے اول ہے یہ توجہات اس حقیقت انسانیہ کے لیے تھیں جس کے لیے کمال تھا۔ عقل وغیرہ کی تخلیق کا مقصد وہی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ظہور اللہ تعالیٰ کی خلافت اور نیابت کی صورت میں ہونا تھا۔ اس لیے آپ سے پہلے اس وجود کا ہونا ضروری تھا جس پر آپ کی سلطنت ہوتی اگر آپ ﷺ بالفعل آخر میں موجود ہوتے۔ حقیقت محمدیہ کا عین ہی اصل مقصود تھا۔ پوری توجہات بھی اس حقیقت کی جانب ہی تھیں آپ

ﷺ جمع اور وجود کا عین ہیں، اور نسخہ عظمیٰ ہیں۔

پانچویں تنبیہ

جان لو کہ وجود واحد ہے اور اس کا ظہور ہے اور وہ عالم ہے اس کے بطون ہیں اور وہ اسماء ہیں ان کے لیے برزخ ہے۔ جو ظہور اور بطون کے مابین تمیز کرے اور بطون کو ظہور سے ممتاز کرے۔ وہ انسان کامل ﷺ ہی ہیں۔ ظہور بطون کے لیے آئینہ اور بطون ظہور کے لیے آئینہ ہے۔ جو ان کے مابین ہے وہ ان دونوں کے لیے آئینہ ہے جان لینا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی ذات اور انسان کامل کی ذات کے درمیان مشابہت ہے اس کے عمل اور علم کے درمیان مشابہت ہے۔ اسی طرح قلم اور انسان کامل کی روح کے مابین مشابہت ہے اسی طرح لوح اور اس کے دل کے مابین مشابہت ہے عرش اور اس کے جسم کے درمیان مشابہت ہے۔ کرسی اور اس کے نفس کے درمیان مشابہت ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے آئینہ ہے۔ جو کچھ قلم میں مجمل ہے وہ اس کی روح کے جسم میں مجمل ہے۔ جو کچھ کرسی میں مفصل ہے وہ اس کے نفس میں بھی مفصل ہے۔ انسان کامل تمام کتب الٰہیہ اور کتب کونیہ کا جامع ہے۔ حق تعالیٰ کا علم بذاتہ اس کی تمام اشیاء کے علم کو مستلزم ہے وہ اپنے علم بذاتہ سے تمام اشیاء کو جانتا ہے۔ ہم انسان کامل کے حق میں بھی اس طرح کہتے ہیں کہ اس کا علم بذاتہ تمام انبیاء کے علم کو مستلزم ہے کیونکہ اجمالاً اور تفصیلاً جمیع اشیاء وہ خود ہی ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں غور کرو۔

"الٓمٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ" الف سے ذات احدیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ تمام اشیاء سے اول ہے۔ لام سے اس وجود کی طرف اشارہ ہے جو تمام اعیان وجودیہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اور میم سے جامع کائنات کی طرف اشارہ ہے۔ یہی انسان کامل ہے حق تعالیٰ، عالم اور انسان کامل ایسی کتاب ہیں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

چھٹی تنبیہ

مقام محبت تمام مقامات اور احوال سے بلند ترین مرتبہ ہے۔ یہ تمام مقامات میں جاری ہے۔ ہر مقام اور ہر حال کا مقصد و مدعا یہی مقام ہے اور اُس کے بعد کے تمام مقامات اسی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ مقام وجود کی بنیاد اور اس کا سردار ہے۔ یہ عالم کا مبداء اور اس کا ممد ہے۔ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حبیب بنایا۔ جبکہ دیگر افراد کو خلیل بنایا۔ اس سردار کی حقیقت یہ ہے تمام حقائق خواہ وہ سفلی ہوں یا علوی وہ اسی سے نکلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس

کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے وہ اعلیٰ مقام محبت ہے۔تمام اوصاف الٰھیہ سے متصف ہونے کی آرزو ان صفات سے متصف ہونے کے لیے حجاب ہے۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ تمام اوصاف الٰہیہ سے متصف تھے۔آپ ﷺ کا مقام قرب یہ تھا کہ آپ ﷺ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی (نجم:9) کے مقام پر فائز تھے لیکن اس کا آپ ﷺ پر کوئی اثر نہ تھا۔کیونکہ آپ ﷺ پر کوئی ایسا امر وارد نہیں ہوا جو آپ ﷺ میں پہلے موجود نہ ہو۔اور نہ ہی آپ ﷺ پر کوئی ایسی چیز وارد ہوئی جو آپ ﷺ میں پہلے موجود نہ ہو۔اور نہ ہی آپ ﷺ پر کوئی ایسی چیز وارد ہوئی جو آپ ﷺ کی فطرت میں شامل نہ ہو۔لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عجیب و غریب امر کا ورود ہوا تو ان پر اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نور کی وجہ سے اپنے چہرے پر برقع اوڑھ لیتے تھے کیونکہ اس سے دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔

ساتویں تنبیہ

انسان کامل وہ کتاب ہے جو تمام کتب الٰہیہ کو جامع ہے۔کیونکہ وہ عالم کبیر کا نسخہ ہے۔اس کی روح اور عقل وہ کتاب عقلی ہے جس کو ام الکتاب کہا جاتا ہے۔اس کے دل کو لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔اس کو نفس کی حیثیت سے کتاب المحو والاثبات کہا جاتا ہے۔وہ پاکیزہ و بلند،مطہرہ اور مکرمہ صحف ہیں جن کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں اور اس کے اسرار اور معانی کا ادراک صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تاریک حجابات سے منزہ ہوتے ہیں۔جن کتب کا میں نے ذکر کیا ہے وہ کتب الٰہیہ کی بنیاد ہیں جہاں تک ان کی فروعات کا تعلق ہے تو وجود کی ہر چیز جس میں موجودات کے احکام منقش ہے وہ کتب الٰہیہ میں ہی شامل ہے۔واللہ اعلم۔

آٹھویں تنبیہ

تمام ارباب کا رب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور تعین اول وہ تمام اسماء کا منشأ اور تمام غایات کی غایت ہے۔وہ تمام مطالب پر حاوی ہے اللہ رب العزت نے اپنے اس فرمان میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَہٰی (نجم:42)

کیونکہ آپ ﷺ تعین اول کا مظہر ہیں ربوبیت آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے یہی ربوبیت عظمیٰ ہے۔اسمائے الٰہیۃ میں سے اسم کی علم میں ایک صورت ہے جس کو ماہیت اور عین ثابتہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس طرح ہر اسم کی ایک صورت خارج میں بھی ہے جس کو مظاہر اور موجودات عینیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔وہ اسماء ان مظاہر کے ارباب ہیں۔

حقیقت محمد یہ اسم اللہ کی صورت ہے یہ تمام اشیاء الٰہیہ کو جامع ہے اسی سے ہی تمام اشیاء کو فیض ملتا ہے۔ حقیقت محمد یہ ہی تمام عالم کی تربیت کرتی ہے اپنے ظاہر سے عالم کے ظاہر کی اور اپنے باطن سے عالم کے باطن کی تربیت کرتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اسم اعظم ہیں ربوبیت مطلقہ آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے یہ اختصاص آپ ﷺ کے مرتبہ کے لحاظ سے ہے نہ کہ آپ ﷺ کی بشریت کے لحاظ سے آپ ﷺ عبد مربوب ہیں جو اپنے رب کے محتاج ہیں۔

نویں تنبیہ

وہ قطب جس پر احکام عالم کا مدار ہے وہ ازل سے لے کر تا ابد وجود کے دائرہ کا مرکز ہے وہ وحدت کے حکم کے اعتبار سے واحد ہے وہ حقیقت محمد یہ ہے وہ کثرت کے حکم کے اعتبار سے متعدد ہے نبی اکرم ﷺ ہر زمانہ کے قطب ہیں۔ پھر یہ قطبیت اولیاء کرام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ ہر زمانہ میں ایک ایسا ولی ہوتا رہے گا جو اس مقام پر فائز ہو گا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس نظام اور ترتیب کی حفاظت فرمائے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خاتم الاولیاء کا اظہار فرمائے گا وہ ولایت مطلقہ کا خاتم ہو گا۔

دسویں تنبیہ

اللہ رب العزت نے اپنی ذات کے لیے اپنی ذات کی تجلی فرمائی اس نے اپنی تمام صفات اور کمالات کو اپنی ذات میں دیکھا اس نے ارادہ کیا کہ وہ ان کو ایک ایسی حقیقت میں دیکھے جو آئینہ کی طرح ہو اس نے حقیقت محمد یہ کو پیدا فرمایا جو عالم میں نوع انسانی کی اصل ہے اس کے وجود کے ساتھ تمام عالم کے حقائق اجمالی طور پر پائے گئے۔ پھر انہیں وجود تفصیلی دیا گیا تو وہ اعیان ثابتہ بن گئے علم، عین اور کمالات میں اعیان عالم حقیقت محمد یہ کے واسطہ ہی حاصل ہوئے۔

گیارہویں تنبیہ

اس تنبیہ میں شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے معانی بیان کیے جائیں گے۔ جو انہوں نے حقیت محمد یہ کے لیے بیان کیا ہے کہ وہ حادث ازلی ہے۔ دائمی ابدی نشئت ہے ایک فرق کرنے والا جامع کلمہ ہے۔

اس کا حدوث ذاتی اس لیے کیونکہ اس کی ذات وجوب کا تقاضا نہیں کرتی اس کا حدوث زمانی اس لیے ہے کیونکہ اس کی نشأۃ عنصر یہ عدم زمانی سے پہلے ہے۔ اس کی ازلیت وجود علمی کے اعتبار سے ہے۔ اس کا عین ثابتہ علم میں ازلی ہے۔ اس طرح اس کی ازلیت وجود عینی روحانی سے ہے کیونکہ وہ غیر زمانی ہے اعیان ثابتہ فی العلم اور ارواح مجردہ کی ازلیت اور حق تعالیٰ کی ازلیت میں فرق یہ ہے کہ حق

تعالیٰ کی ازلیت سلبی ہے اس کے عدم سے کسی وجود کا آغاز نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ وجود کا عین ہے۔ جبکہ اعیان ثابتہ فی العلم اور ارواح مجردہ کی ازلیت سے مراد حق تعالیٰ کے وجود کے دوام کے ساتھ اس کے وجود کو دوام ہے۔ عدم سے وجود کا آغاز اس سے ہوا لیکن اس کا وجود اس کے غیر سے ہے۔ جبکہ حضور ﷺ کا دوام اور ابدیت دنیا و آخرت میں اس بقاء کی وجہ سے ہے جو حق تعالیٰ کی بقاء کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ کلمہ جامعہ اس لیے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی حقیقت نے حقائق الٰہیہ اور کونیہ کا علماً اور عیناً احاطہ کر لیا ہے۔ آپ ﷺ کلمہ فاصلہ اس لیے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ہی حقیقت میں ارواح اور ان کی صورتوں میں فرق کیا اگرچہ فاصل ایک معین فرشتہ ہے۔ لیکن وہ آپ ﷺ کے حکم سے ہی فرق کرتا ہے اسی طرح آپ ﷺ ان کے جامع بھی ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہی وہ خلیفہ ہیں جو اسماء اور ان کے مظاہر کے جامع ہیں۔ جب اس کون جامع کو وجود ملا تو یہ عالم اپنے خارجی وجود کے ساتھ مکمل ہو گیا۔ آپ ﷺ روح عالم ہیں اس میں تصرف کرنے والے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی نشأۃ عنصریہ وجود عینی میں متاخر اس لیے ہوئی کیونکہ جب آپ ﷺ کا عین ایسے عناصر سے مرتب تھا۔ جن کا وجود افلاک، ارواح اور عقول سے متاخر تھا تو پھر ان کا پہلے پایا جانا ضروری تھا تا کہ جزء کل سے مقدم ہو جائے۔ تا کہ آپ ﷺ دنیوی خزانہ پر بھی خاتم ہو جائیں اخروی خزانہ کے خاتم بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ آخرت میں تجلیات الٰہیہ آپ ﷺ کے واسطہ سے ہی ہوں گی۔

بارہویں تنبیہ

اللہ تعالیٰ پر صورت کا اطلاق اہل نظر کے نزدیک مجازاً ہے حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ صورت کا اطلاق محسوسات میں ہوتا ہے معقولات میں نہیں ہوسکتا محققین کے نزدیک اللہ کے وصف میں اس کا اطلاق حقیقتاً ہوتا ہے کیونکہ تمام عالم حضرۃ الٰہیۃ کی تفصیلی صورت ہے انسان کامل بھی حضرت الٰہیۃ کی صورت اور عالم کی صورت کی جامع ہے کیونکہ حضرت آدم اپنی روح کے ساتھ حضرۃ الٰہیۃ کی صورت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر تخلیق کیا۔ نشأۃ انسانیہ حضرت الٰہیۃ اور ارواح روحانیہ کی صورتوں کا جامع ہے اور اپنے جسم کے اعتبار سے تمام اجسام کی صورتوں کو جامع ہے۔ لیکن وہ ملائکہ کے خلاف اللہ کی دلیل بن گیا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کا علم بھی ملائکہ کے علم سے زیادہ تھا۔

تیرہویں تنبیہ

ہر ظاہر اور باطن کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)باطن مطلق (۳) ظاہر مطلق

(۲)باطن مضاف (۴) ظاہر مضاف

(۱)۔باطن مطلق ذات باری تعالیٰ، اس کی صفات اور اللہ کے علم میں اعیان ثابتہ ہیں۔

(۲)۔باطن مضاف۔عالم ارواح ہے وہ باطن مطلق کی نسبت سے ظاہر ہے۔اور ظاہر مطلق کی نسبت سے باطن ہے۔

(۳)ظاہر مطلق: عالم اجسام ظاہر مطلق ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کی صورت کو اس طرح بنایا کہ وہ حقائق عالم اور اس کی صور کو ظاہر کرے اور اس کی باطنی صورت کو اپنی صورت پر بنایا۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کی قوت سمع اور قوت بصارت ہوں۔جس طرح ہویت حق تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام میں جاری ہے اسی طرح یہ عالم کے ہر وجود میں جاری ہے۔لیکن حقائق عالم کی ہر حقیقت میں اس کا ظہور اس کی استعداد کے مطابق ہے۔

افراد انسانیہ کے ہر فرد کے لیے خلافت میں سے حصہ ہے جس سے وہ اپنے اور دیگر افراد کے امور کی تدبیر کرتا ہے۔یہ اس کا وہ حصہ ہے جس کا وہ اپنے والد اکبر سے وارث بنا وہ والد اکبر ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔

چودھویں تنبیہ

حضور ﷺ کے لیے مقام جمع مختص ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (شوریٰ:11)

آپ ﷺ کا مقام وحدت اور کثرت کو جامع ہے وہ جمع، تفصیل، تنزیہ اور تشبیہ کا جامع ہے بلکہ تمام مقامات اسمائیہ کو جامع ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں مثل کے اثبات اور اس کی نفی کو جمع فرمایا بلکہ اس آیت کے نصف میں جمع فرما دیا اس جمع، تنزیہ اور تشبیہ کی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا ہے یعنی مجھے جمیع حقائق اور معارف عطا کیے گئے ہیں۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سابقہ تمام کتب کے تمام علوم جمع فرمائے۔آپ ﷺ نے اپنی امت کو عین باطن میں ظاہر کی طرف، عین ظاہر میں باطن کی طرف بلایا۔عین کثرت میں وحدت کی طرف اور عین وحدت میں کثرت کی طرف بلایا۔

پندرہویں تنبیہ

امام انبیاء علیہم السلام اور ان کے ورثاء مطلق امر الٰہی کے خادم ہیں۔خواہ وہ امر ارادہ کے موافق ہو

یا مخالف۔ بلکہ وہ ممکنات کے احوال کے خادم ہیں اس حیثیت سے کہ وہ لوگوں کی راہنمائی دین ودنیا کی مصلحتوں کی طرف کرتے ہیں۔ اورانہیں اس چیز سے منع کرتے ہیں جوان کے دین اور دنیا کے لیے نقصان دہ ہو۔ یہ تبلیغ وارشاداوران کی یہ خدمت ان کے اعیان اوراحوال کے تقاضا کے مطابق ہے جو حضرۃ علمیہ میں موجود ہے لیکن ان کا وجود خارجی نہیں ہے۔ دیکھو یہ امر کتنا عجیب ہے۔ کہ امرالٰہی کا خادم ممکنات کا خادم ہے حالانکہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی کتنی قدر ہے۔

تمام رسل علیہم السلام امر تکلیفی بالحال کے خادم ہیں۔ مثلاً انکا عبادات کرنا اور وہ افعال سرانجام دینا جوحق کے راستہ پر گامزن کردیں تا کہ لوگ ان کی اتباع کریں پھروہ بالقول بھی خادم ہیں ایمان لانے کا حکم دینا کفروعصیان سے روکنا ان اشیاء کا حکم دینا جن پر ثواب ملتا ہے اوران چیزوں سے منع کرنا جن پر عذاب ہوتا ہے۔ وہ ارادہ کے خادم نہیں ہیں اگروہ ارادہ کے خادم ہوتے تو وہ کسی کواس فعل سے منع نہ کرتے جواس کے ارادہ کے متعلق ہو بلکہ اس میں اس کی مدد کرتے۔

سولہویں تنبیہ: شیخ اکبرابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ''حکمۃ فردیۃ فی کلمۃ محمدیہ'' کی تشریح۔ حکمت فردیہ اس لیے ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ مقام الجمعیۃ الالھیۃ پر منفرد ہیں۔ اس مقام کے اوپر صرف ذات احدیت کا ہی مرتبہ ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اسم اعظم اللہ کے مظہر ہیں جوتمام اسماء کو جامع ہے۔ اعیان میں سے سب سے پہلا فیض الٰہی آپ ﷺ کا عین ہے اوراکوان میں سے سب سے پہلا فیض آپ ﷺ کی روح ہے۔ اب ذات احدیت، مرتبہ الٰھیۃ اور آپ ﷺ کا عین تھا جس کے لیے فردیت اولی ثابت ہے۔ حقیقت محمدیہ کو عقل اول کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کو فردیت اولی عطا کی گئی یہ اسی طرح تثلیث شی ہے جس طرح آپ ﷺ کی اس حدیث میں ثلث کا تذکرہ ہے۔ ''حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثًا'' محبت جو کہ وجود کا اصل ہے اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ پہلے عورتوں کا ذکر کیا پھر خوشبو کا تذکرہ کیا پھر فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کے نزدیک عورتوں کواس لیے پسندیدہ بنایا گیا تھا کیونکہ ان میں حق کے مشاہدہ کا کمال ہے کیونکہ مواد کے بغیر حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ تو تمام جہانوں سے مستغنی ہے اس اعتبار سے اس کی ذات میں اور کسی دوسری چیز میں کوئی نسبت نہیں۔ مواد کے بغیر حق تعالیٰ کا مشاہدہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ عورتوں میں حق تعالیٰ کے مشاہدہ بہت بڑی مثال ہے۔ حالت نکاح میں یہ کامل تر ہے کیونکہ وہاں محب کا محبوب میں فنا ہونا ہے۔ جماع کی ایک مثال یہ اس توجہ الٰھیۃ کی طرح ہے جواس نے انسان کی طرف کی اس کواپنی صورت پر تخلیق کیا تا کہ وہ اس کا نائب بنے اوروہ اس میں اپنی صورت کی مثال دیکھے۔ اسی طرح نکاح کرنے والا اپنی صورت پر بچے کی پیدائش کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اس

میں اپنی بعض روح (نطفہ) پھونکتا ہے تاکہ وہ اپنے عین کا اپنے بچے کے آئینہ میں مشاہدہ کر سکے اور وہ اس کے بعد اس کا نائب بنے اس طرح یہ نکاح نکاح اصلی ازلی کی طرح ہو گیا انسان کی تخلیقی صورت عبودیت سے متصف ہے اس کا باطن حق ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی روح میں سے ہے جو اس کے ظاہر کی تدبیر کرتا ہے اور اس کی تربیت کرتا ہے۔

سترہویں تنبیہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عبد تخلیق کیا تو آپ ﷺ نے کبھی بھی اس سیادت کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھا جس کا تقاضا آپ ﷺ کی ذات عبودیت ذاتیہ کی وجہ سے کرتی تھی۔ وہ عبودیت جو تعین اور تقیید سے حاصل ہوتی تھی یہ صرف اس لیے تھا کہ آپ ﷺ حضرۃ الٰہیہ کا انتہائی ادب کرتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ سجدہ ریز رہے اپنے رب کے لیے عاجزی کرتے رہے مقام عبودیت اور رتبہ انفصالیہ میں رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح سے تمام ارواح اور ان کے مظاہر کو پیدا فرمایا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اس نور کو عقل بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو فاعلیت کا رتبہ دیا وجود عینی میں اس کو خلیفہ بنا کر اس کو تصرف کا اختیار دیا وجود عینی کا ہر کمال اسے عطا کیا۔ روح محمدی مظہر رحمانی ہے وہ ذات جو عرش پر متمکن ہوئی اس کی رحمت سب جہانوں پر چھا گئی۔ ارشاد فرمایا

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (انبیاء:107)

”ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر“۔

اٹھارہویں تنبیہ

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ الکلبی اپنے زمانہ کے حسین ترین اور جمیل ترین جوان تھے۔ اسی وجہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام جب حضور ﷺ کے پاس آتے تو ان کی شکل میں متشکل ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کے لیے ایک پیغام تھا کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ! میرے اور آپ ﷺ کے درمیان سفارت بھی حسن و جمال ہی کی ہے۔ وحی لانے والا فرشتہ بھی آپ ﷺ کے پاس حسن و جمال کا پیکر بن کر حاضر ہوتا ہے تاکہ اگر پیغام وعید اور زجر پر مشتمل ہو تو اس صورت جمیلہ سے سکون حاصل ہو سکے۔

انیسویں تنبیہ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی یہ کتنی عنایت ہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے بنایا۔ تمام رسل میں سے ہر رسول بروز حشر حکم جزئی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک مخصوص گروہ کے لیے مخصوص تھا۔ لیکن امت محمدیہ کے ایک قطب کی یہ کیفیت نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ عام ہوگا اور وہ اپنے زمانہ کے ہر فاسق و فاجر اور نیک و صالح کو جامع ہوگا۔ اس قول پر اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ اس کو فیض مشکوٰۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام اعم پر فائز ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک ایسا گروہ ہوگا جو انبیاء تو نہیں ہوں گے لیکن انبیاء ان پر رشک کریں گے۔ یہ سب کچھ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی وجہ سے ہی نصیب ہوگا۔

بیسویں تنبیہ

اس تنبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی تشریح کی جائے گی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست اقدس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک شانوں کے درمیان رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دست اقدس کے پورے کی ٹھنڈک اپنے سینۂ اقدس میں محسوس کی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر اس چیز کا علم ہوگیا جو آسمانوں یا زمین میں ہے۔

اللہ رب العزت ید حسیہ (حسی ہاتھ) اور اس کے پوروں سے منزہ ہے۔ اس کا دست اقدس تو احسان و امتنان کا ہاتھ ہے۔ وہ نبوت و رسالت اور ولایت کے انوار کے فیوض کے لیے منتخب فرمانے کے لیے ہے۔ حتی کہ انسان اپنی بصیرت اور بصارت سے تمام عوالم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کے اول و آخر، ظاہر و باطن اس کی کلیات و جزئیات، دنیا اور آخرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دنیا کے اوائل اور اواخر کے متعلق بتایا دنیا اور آخرت میں ماضی اور مستقبل کے متعلق بتایا کیونکہ حضرات کونیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصیرت اور بصارت کی امام بن گئی تھی۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے سے بھی اس طرح ہی دیکھ لیتے تھے۔ جس طرح اپنے آگے سے دیکھتے تھے۔ دست قدرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک شانوں کے درمیان اس لیے رکھا گیا تھا کیونکہ جسے اللہ رب العزت مخصوص فرما لیتا ہے۔ نور الٰہی اس کے پیچھے سے ہی آتا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوروں کی ٹھنڈک محسوس کی تھی۔ یہ اس لذت سے عبارت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت حاصل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے امور غیبیہ سے حجاب اٹھایا اور ان کا ظہور فرمایا یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کے تقاضا کے مطابق تھا۔

بشریت کی حیثیت سے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ظاہر کے مطابق فیصلہ کروں اللہ تعالیٰ رازوں سے آگاہ ہے اسی لئے وہ بعض امور جو آپ ﷺ سے پوشیدہ تھے وہ اس امر کی وجہ سے تھے۔ حکم الٰہی جس کا تقاضا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں تا کہ سنت قائم ہو جائے۔

اکیسویں تنبیہ

نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتہ وحی لے کر آتا تھا وہ وحی اس شریعت پر مشتمل تھی جس کے مطابق وہ خود عبادت کرتے تھے۔ اگر اس شریعت کے ساتھ انہیں کسی اور کی طرف بھی بھیجا جاتا تو پھر انہیں رسول کہتے تھے۔ کبھی فرشتہ وحی کو قلب انور پر نازل کرتا۔ اور کبھی خارج میں سے کسی حسین شکل میں آتا۔ جو کچھ وہ لے کر آتا وہ اس نبی کے کان میں القاء کرتا جسے وہ سن لیتا کبھی وہ اس کی نگاہ کے سامنے رکھتا دیکھنے سے بھی اسے وہی کچھ حاصل ہو جاتا جو اس کو سننے سے حاصل ہوتا تھا۔ سارے قوائے حسیہ اسی طرح ہیں۔ یہ دروازہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے بند ہو چکا ہے۔ اب کسی شخص کے لیے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس شریعت کے مطابق کرے جو اس شریعت کی ناسخ ہو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو وہ بھی اسی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ وہ خاتم الاولیاء ہوں گے یہ نبی اکرم ﷺ کا شرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ولایت کو ایک نبی محترم علیہ السلام کے ذریعہ سے ختم کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر رسولوں کے ساتھ رسول بن کر اور اس امت کے ساتھ ولی اور تابع بن کر اٹھیں گے۔

حضرت الیاس علیہ السلام بھی اسی مقام پر فائز ہیں۔ اس امت کے اولیاء میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات میں سے ایک تجلی میں کھڑا کرے گا۔ وہ اسے حضور ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مظہر بنا کر کھڑا کرے گا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کا مظہر ہونے کی وجہ سے احکام مشروعہ کے خطاب کو سنے گا۔ اس مقام پر فائز ہونے والا ان تمام احکام کو سن لے گا جو امت محمدیہ ﷺ میں مشروع تھے وہ ان تمام کو یاد کر لے گا۔ وہ ان کی صحت کا علم، علم یقین کے ساتھ کرے گا بلکہ اس کو عین الیقین کا علم ہو گا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کرے گا۔

کتاب التنبیہات فی بیان حقیقۃ سید السادات (ﷺ) (ختم ہوئی)

عارف باللہ شیخ عبداللہ السنوی رومی

متوفی ۱۰۵۴ھ کے جواہر پارے

مؤلف شہیر کی کتاب ''مَطَالِعُ النُّوْرِ السَنِی الْمَنْبِی عَنْ طَھَارَتِ النَسَبِ الْعَرَبِی''

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں یہ تألیف اپنی مثال آپ ہے۔اس میں آپ فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے نور محمدی ﷺ کو تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرما کر اس سے دیگر انبیاء و اولیاء اور باقی اشیاء کو تخلیق کیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے نور محمدی ﷺ کو اپنی جناب سے وہ تابانی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو چمکا دیا۔ پھر یہ نور پاک بحکم الٰہی پاک پیٹھوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ کی جلوہ گری کائنات رنگ و بو میں ہوئی۔ محمد فداہ ابی و امی وہ ذات ہیں جن کی روح کو رب محمد ﷺ جلا جلالہ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر اسے مقام قرب میں اپنے سامنے بارہ ہزار سال تک رکھا۔ پس تجلیات ربانیہ کے پیہم پڑنے سے آپ حسن و جمال کے اس مقام پر فائز ہوئے کہ جسے دیکھ کر عقول حیران رہ جاتیں وہ روح پاک اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتی رہی یہاں تک کہ یہ نورانی روح اپنے کمال کو پہنچی اور جب تخلیق کا مرحلہ قریب آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا جسم مطہر بہترین نسلوں اور پاکباز ماؤں اور نیک سیرت باپوں سے پیدا فرمایا۔

امابعد: سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک انوار الٰہیہ اور اسرار غیبیہ کا مظہر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات کو ہر چیز کیلئے اصل قرار دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روحانی صورت کو جسمانی صورت میں تبدیل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس عظیم امانت کیلئے سرزمین عرب میں سے ابدی سعادتوں کا تاج سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر سجایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اعلم العالمین ہے اسے معلوم تھا کہ مقدس امانت کے امین پاکدامن و نیک سیرت آمنہ و عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ جو بھی نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے پھر تخلیق کے مراحل سے گذر کر پیدا ہوتا ہے سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (فاطر:11)

''یعنی عورت کا اپنے پیٹ میں بچہ اٹھائے رکھنا اور بچے کی زچگی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے''۔

گویا اللہ تعالیٰ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایسے والدین کا انتخاب فرمالیا جو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک صاف تھے۔ قدیم و جدید ادوار میں چند کم علم حضرات نے حضور ﷺ کے والدین کی طرف ''شرک'' کی نسبت کی ہے۔ یہ قول کرکے ان کے قدم راہ راست سے پھسل گئے اور وہ جہالت و گمراہی کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ کیونکہ بچہ باپ کے جسم کا ایک حصہ ہی تو ہوتا ہے۔ علماء حق نے احیاء دین کی طرف بہت توجہ دی اور اس مسئلہ (ایمان والدین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف بہت کم حضرات نے توجہ دی ہے۔ البتہ میں نے (شیخ عبداللہ بسوی نے) آیات قرآنیہ سے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مذکورہ رسالہ میں نے ''نو بابوں'' میں ترتیب دیا ہے۔

باب اول

نور محمدی ﷺ کی تخلیق کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے سب سے پہلے روح محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک ﷺ سے دریافت کیا کہ موجودات سے پہلے رب تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے نبی کا نور تھا۔ اور دیگر تمام اشیاء اس سے پیدا فرمائیں اللہ تعالیٰ نے اسے دس ہزار سال تک قرب خاص میں رکھا اور پھر اس کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا ایک حصہ سے عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے حاملین عرش اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال تک مقام محبت میں رکھا اس کے بعد اس قسم چہارم کو چار حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے سے جنت کو تخلیق فرمایا اور چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا لیکن تقسیم سے قبل اس کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اس کے پہلے حصہ سے ملائکہ دوسرے سے آفتاب تیسرے سے ماہتاب پیدا فرمایا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام رجا میں رکھا اس کے بعد اسے پھر چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصہ سے عقل دوسرے سے علم و حلم اور تیسرے حصہ سے عصمت و توفیق کو بنایا اور چوتھے حصہ کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا اس کے بعد اس پر خصوصی توجہ فرمائی جس سے وہ نور غایت حیا میں پانی پانی ہو گیا جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے ٹپکے اور ہر ہر قطرہ سے ارواح انبیاء پیدا ہوئیں اور جب ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اس سے اولیاء، شہداء، صلحاء، نیک سیرت اور مطیع فرمانبردار انسانوں کی ارواح پیدا ہوئیں۔ آپ نے فرمایا عرش و کرسی انبیاء و رسل کی ارواح، صلحاء و صدیقین کی روحیں یہ سب میرے نور کا حصہ ہیں، آفتاب و ماہتاب اور ستارے میرے نور ہی سے بنے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار حجابات

پیدا فرمائے اور میرے نور کا وہ چوتھا حصہ ان کے پیچھے رکھا۔ ہر حجاب کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ رکھا۔ اور جب وہ نور حجابات سے باہر آیا تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے اجزاء ارضیہ سے مرکب فرمایا ۔ وہ حجابات کرامت، سعادت ہیبت، رحمت، رأفتہ، علم، حلم، وقار، سکینہ، صبر، صدق اور یقین وغیرہ کے تھے۔ وہ نور پاک ہر حجاب میں ہزار سال تک عبادت کرتا رہا۔ اس نور پاک سے ایسی روشنی نکلتی جس سے ہر طرف اجالا ہوتا۔ اس کے بعد جب اللہ نے چاہا تو حضرت آدم علیہ السلام کا جسد خاکی تخلیق فرمایا اور میرا نور ان کی پیشانی میں امانت رکھا اسی نور کی برکت سے ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا پھر یہ نور پاک حضرت شیث علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کو منتقل ہوا یوں وہ نورِ پاک، پاک پیٹھوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب تک آیا اور ان سے رحم آمنہ رضی اللہ عنھا میں منتقل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے، سید المرسلین، خاتم النبیین، اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔

اے جابر! اس انداز میں تیرے نبی کی تخلیق ہوئی۔ (المنتفی)

پس حضور ﷺ نے اپنی تخلیق بے مثال کے بارے میں وضاحت فرمادی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور اس میں روح پھونکی تب اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ اس میں رکھا گویا جسد آدم مظہر نور محمدی ہے۔ یوں وہ نور آدم علیہ السلام سے پشت در پشت منتقل ہوتا ہوا سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ یوں یہ پاک نور ایک پاکباز انسان کی پاک پیٹھ میں سے ہوتا ہوا نیک گھڑی میں پاک باز خاتون سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ پھر وہ نور وہیں تکمیل کے مراحل کو پہنچا یہاں تک کہ جسد پاک میں روح محمدی ﷺ پھونکی گئی تھی۔ جو ہر چیز کیلئے اصل کی حیثیت رکھتی تھی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا تھا کہ نور محمدی پاک باپوں سے پاک ماؤں کی طرف منتقل کروں گا وہ پورا ہوا کیونکہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے ارادہ سے روک نہیں سکتا۔ نیز سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک بھی ہے۔

اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ "بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے"۔

کیونکہ بیٹا جب مادہ سے پیدا ہوتا ہے وہ پہلے باپ کی پیٹھ میں پیدا ہوتا اور باپ کے اخلاق و صفات کا اثر قبول کرتا ہے پھر رحم مادر میں منتقل ہوتا ہے اور اس کے خون سے پرورش پاتا ہے یوں ماں کے اخلاق وصفات کا بھی پرتو ہوتا ہے لہٰذا بچہ والدین کی سیرت کا مظہر ہے۔ آپ ﷺ کی نیک سیرتی اور بلند اخلاقی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے والدین کریمین بھی بلند و اعلیٰ اور نیک و پاک سیرت کے حامل تھے۔ چونکہ آپ کے والدین آپ کی تخلیق کیلئے اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان کا اور

تا آخر تمام پشتوں کا آلودگیوں سے پاک ہونا یقینی امر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباؤ واجداد کو اس قابل بنایا تھا کہ وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوہر پاک کے حامل ہوسکیں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک جس شخص کے پاس آتا گیا اس پر اپنا اثر کرتا گیا۔ کیونکہ وہ شخص اس نور الٰہی کو اٹھانے والا ہوتا۔ یوں آپ کے والدین کریمین اپنے زمانہ کے معزز ترین افراد ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم میں وہ تمام کمالات وصفات رکھ دیں جو خلیفۃ اللہ بننے کیلئے ضروری تھیں۔ تب انہیں حضرت حق سے خلافت عطا ہوئی۔ آدم علیہ السلام کا وجود جب کمالات رفیعہ اور صفات جلیلہ کا مظہر بن گیا اور کمال کے مرتبہ کو حاصل کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے نور محمدی آپ کے جسد خاکی میں رکھ دیا گویا آپ ﷺ کا جسد خاکی صدف کی مانند تھا۔ اور نور محمدی ﷺ موتی کی مانند تھا۔ پس نور محمدی ﷺ پشت در پشت مزید ترقی کرتا گیا اور جب اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اس کا ظہور ہوا جس طرح نطفہ رحم مادر میں مختلف مراحل سے گذرتا ہے ارشاد ربانی ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

''پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا''۔ (المومنون: 14)

پس جس طرح نطفہ مختلف مراحل سے گذر کر مکمل انسان کی شکل اختیار کرتا ہے اسی طرح نور محمدی ﷺ بھی مختلف پشتوں سے ہوتا ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منتقل ہوا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے آپ کے لئے اور اپنی اولاد کیلئے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ واجداد تھے سب کیلئے اسلام کی دعا کی تھی۔ یوں وہ نور پاک پشت در پشت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ جب اس نور معظم کے ظہور کا وقت قریب آیا تو اس در یتیم کیلئے رحم آمنہ رضی اللہ عنہا نے صدف کا کام دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اس امانت بے مثل کیلئے چن لیا تھا۔ عبداللہ وآمنہ دونوں میاں بیوی ظاہری و باطنی ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک وصاف تھے۔ سیدہ آمنہ امانت الٰہیہ کی امین بن گئی۔ اور چند ماہ بعد مبارک گھڑی میں بہت حسین انداز میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جس کا ذکر آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایک لمبی حدیث میں کیا ہے۔ یوں وہ نور پاک بشری صورت میں منازل طے کرتا رہا حتی کہ ''قَابَ قَوْسَيْنِ'' کے مقام پر فائز ہوا لیکن ابھی فاصلے باقی تھے پھر وہ نور پاک اکملیت کے مقام پر فائز ہوا حتی کہ ''اَوْ اَدْنٰی'' کے اس مقام پر پہنچ گیا جس کے بعد کوئی درجہ و

مقام نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ اَطْیَبُ التَّحِیَّةِ وَالثَّنَاء

(ملخص)

فصل

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد

حضور نبی پاک ﷺ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک آپ ﷺ کا شجرۂ نسب یوں ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاسؒ بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (یہاں تک امام بخاری نے بغیر کسی اختلاف کے ذکر کیا ہے) بن آد بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواء علیہا السلام کے ہاں بیس زچگیوں میں چالیس بچے (جوڑوں کی شکل میں) پیدا ہوئے سوائے شیث علیہ السلام کے۔ آپ تنہا پیدا ہوئے۔ کیونکہ آپ کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور منتقل ہونا تھا۔ آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو اور انہوں نے اپنی اولاد کو نصیحت کی کہ جو نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا اسے ہمیشہ پاک عورتوں کی طرف منتقل کرتے رہنا اور یہ نصیحت تا آخر چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی آلودگیوں سے محفوظ رکھا۔ احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔

حافظ ابوسعید النیشاپوری نے ذکر کیا ہے کہ نور نبی ﷺ جب عبداللہ بن عبدالمطلب کو منتقل ہوا تو حضرت عبداللہ کی پیشانی روشن ہوگئی اور آپ کے منہ سے کستوری کی طرح خوشبو آتی رہی۔ لوگ حضرت عبداللہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے اور ان پر بارش برستی۔ ایک دن حضرت عبداللہ حجرہ میں سو رہے تھے کہ اچانک آپ بیدار ہوئے جبکہ آپ کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا سر میں تیل لگا ہوا تھا اور جسم پر خوبصورت عمدہ حلہ تھا۔ آپ نہایت حیران ہوئے۔ آپ کے والد آپ کو لے کر قریش کے کاہنوں کے پاس گئے انہوں نے جواب دیا کہ اس نوجوان کو آسمانوں کے رب کی جانب سے شادی کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔

ایک دفعہ آپ نے ''حجر'' میں ایک خواب دیکھا جسے کاہنوں نے سن کر کہا اگر یہ خواب درست ہے تو تیری پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس پر اہل آسمان وزمین ایمان لائیں گے۔ اور وہ لوگوں میں

مشہور و معروف ہوگا۔

ابو نعیم، خرائطی اور ابن عسا کر نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کو مذکورہ خواب کے بعد شادی کی خاطر لے جا رہے تھے تو ایک کاہنہ ان کے پاس سے گذری جس نے کتب میں مذکور نور نبوت حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں دیکھا جس کی وجہ سے آپ سارے قریش میں خوبرو نظر آرہے تھے اس نے پیشکش کی کہ وہ سو اونٹ کے بدلے اس کے ساتھ ہم بستری کر لیں۔ حضرت عبد اللہ نے انکار کیا اور فرمایا ''حرام کاری سے تو مرجانا بہتر ہے'' یوں حضرت عبد المطلب آپ کو لیکر ''وہب'' جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے کے پاس لے کر آئے اور آپ کی شادی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طے پائی آپ قریش میں افضل ترین عورت تھیں۔ حضرت عبد اللہ حضرت آمنہ کے پاس ایام منیٰ میں پیر کے دن جمرہ کے قریب تشریف لے گئے۔ (اور یوں وہ نور پاک سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا) دوبارہ آپ اس کاہنہ کے پاس سے گذرے تو اس نے آپ کے ساتھ گفتگو تک نہ کی۔ آپ نے وجہ پوچھی اس نے جواب دیا وہ نور پاک جس کیلئے میں نے تجھے دعوت دی تھی تجھے چھوڑ چکا ہے۔

اور جب آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے شام کے محلات دیکھے اور ایک روایت میں ہے آپ فرماتی ہیں۔ مجھ سے نور خارج ہوا جس نے کائنات کو چمکا دیا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نسب میں آباء کی جانب سے ''کلاب'' میں حضور ﷺ کے ساتھ ملتی ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کا شجرہ نسب یوں ہے۔ ''آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ'' آپ کے والد وہب بنو زہرہ کے سردار تھے۔ اور آپ ﷺ کی والدہ ''مرہ بنت عبد العزیٰ بن عبد الدار بن قصی بن کلاب'' تھیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (بقرہ:23)

باب دوم

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کے اسلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کعبہ کے وقت کلمات کے بارے میں

جب ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ مشرفہ کی تعمیر کا حکم دیا تو آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبہ کی دیواریں بلند کیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں بیان کیا ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ......الایہ (بقرہ:127)

''اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل (علیہ السلام) بھی......''۔

اللہ تعالیٰ نے دیواروں کے بلند کرنے میں اکیلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا کیونکہ ''بانی'' آپ ہی تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام گارا اور پتھر پکڑا رہے تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام دعا کے موقع پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ساتھ ملا کر یوں عرض کناں ہوئے۔ ''رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا'' اے ہمارے رب ہماری اس کوشش کو قبول فرما جس کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا۔ بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (یعنی ہماری دعاؤں کو سننے والا اور ہمارے کاموں اور نیتوں کو جاننے والا ہے) اور ہمیں مطیع و فرمانبردار بنا اور وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ (بقرہ:128) اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضور ﷺ کے آباء واجداد کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کی ہے کہ ان کو سیدھے راستے پر رکھنا کیونکہ ان کی پشتوں سے ایک رسول مکرم ﷺ کا ظہور ہونا ہے جن کی وجہ سے کائنات پیدا کی گئی۔ ''وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا'' اور ہمیں عبادت کی جگہیں یا قربانی کے مقامات دکھا۔ ''وَتُبْ عَلَيْنَا'' اور ہم پر مزید کرم نوازی یہ کہ ہم اس حال میں تیری طرف لوٹ کر آئیں کہ تیرے مشاہدہ کے انوار میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ (بقرہ:128) ''بے شک تو اس شخص پر رحم کرنے والا ہے جو تیری جناب میں پناہ کا طلب گار ہو۔ جب خلیل اللہ نے بصیرت کی آنکھ سے نور نبوت کے ذریعے حضور ﷺ کے نور بے مثل کو دیکھا کہ میری اولاد میں سے ایک رسول مبعوث ہونگے جن کے ذریعے دین مکمل ہوگا۔ اور جن کے ذریعے انسان کی فضیلت کا وعدہ الٰہی پورا ہوگا۔ تب انہوں نے دعا فرمائی: رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ (بقرہ:129) یعنی اسی امت مسلمہ میں ان ہی میں سے ایک رسول (مکرم) بھیج دے۔ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ (بقرہ:129) یعنی وہ رسول تیری نازل کردہ آیات ان کو تلاوت کرے گا۔ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ (بقرہ:129) اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا۔ امور کو ان کی مناسب جگہ پر رکھنا حکمت ہے۔ ''وَیُزَكِّیۡهِمۡ'' اور انہیں غیر کی طرف متوجہ ہونے سے پاک کرے گا۔ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ گویا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں مندرجہ ذیل امور طلب کئے۔

(ا) ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی الٰہی میری اولاد کو اپنا مطیع اور اسلام پر چلنے والا بنا اطاعت اور اسلام عبادت کی صفات ہیں عبادت چاہے نوافل میں ہو چاہے فرائض کی شکل میں باعث قرب الٰہی ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے نور نبوت سے نور محمدی ﷺ کو دیکھ لیا تو ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

(۲) جب ابراہیم علیہ السلام نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور پر آگاہی حاصل کی تو ان کیلئے دعا فرمائی کہ الٰہی میری اولاد کو اسلام پر چلا تا کہ نور الٰہی اور روح محمدی کا ظہور اس طرح ہو جس طرح حق تعالیٰ کا ارادہ ہے تب انہوں نے دعا فرمائی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرہ:128) یعنی الٰہی میری اولاد کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنا تا کہ نور محمدی کا ظہور اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو۔

(۳) آپ نے اپنی دعا میں دعا کے محل کو دیکھنا چاہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی تو یہ کہ الٰہی طواف اور عبادت کی جگہیں دکھا دیجئے۔ کیونکہ غلام کوئی بھی کام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نہیں کرتا۔ دوسری یہ کہ ابراہیم علیہ السلام جمال حق کے انوار میں اس قدر کھو چکے تھے کہ انہیں کوئی جگہ نظر نہیں آرہی تھی اس لئے آپ نے جگہ کی تعیین کی دعا کی۔

(۴) آپ نے رسول مکرم ﷺ کی بعثت کیلئے دعا فرمائی۔ کہ الٰہی میری اولاد کو مسلمان بنا اور ان میں اپنا رسول مکرم بھیج گویا وہ امت مسلمان ہو اور وہ رسول مکرم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو۔ اور ملت حنیفہ اور شریعت خلیلیہ بعثت نبی مکرم ﷺ تک ہو۔ نیز وہ نبی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہو کسی اور کی اولاد سے نہ ہو۔ کیونکہ جو آپ کی اولاد میں سے ظاہر ہونے والے تھے وہ کسی اور کی اولاد سے ہرگز ظاہر ہونے والے نہیں تھے۔ کیونکہ آپ کی اولاد مطیع وفرمان بردار ہوگی اور ان کی اطاعت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں رسول مکرم ﷺ کی بعثت ہوگی۔ گویا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ان کی اطاعت کا صلہ ہوگا۔ اور آپ ﷺ کا نور امت مسلمہ سے ظہور پذیر ہوگا اور آپ نسباً اور ملتۂ امت مسلمہ سے ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ عزت بخشی کہ ان کی ملت کا اختتام سید انام ﷺ پر ہوا۔ کیونکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے قبل ملت ابراہیمی کے مطابق عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کو شریعت محمدی قرار دے کر اس ملت کو عزت بخشی ہے اور اس ملت کو حیات جاودانی عطا فرمادی ہے۔ نیز اسے تاقیامت باقی رکھا ہے۔

(۵) حضرت ابراہیم اور محمد ﷺ کے درمیان اور نبی اور دین کے ساتھ آئے۔ تا کہ امت مسلمہ وہی رہے جس میں حضور ﷺ مبعوث ہوں اور آپ کا دین بھی دین اسلام ہی رہے۔

(۶) حضور ﷺ کی بعثت ملت ابراہیمی میں ہوئی کیونکہ ملت ابراہیمی آپ کی شریعت قرار پائی ہے فرمان الٰہی ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (حج:78) پس جب ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک اسلام کا وجود ثابت ہے اور امت مسلمہ جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے وہ بھی ثابت ہے تو آپ ﷺ کے والدین کریمین کی توحید بھی ثابت ہوگی۔ کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ امت مسلمہ میں سے ہوں لیکن آپ ﷺ کے والدین

امت مسلمہ سے نہ ہوں۔ پس جب آپ ﷺ قرابت طینیہ (مٹی) کی وجہ سے امت مسلمہ سے ہیں تو آپ کے والدین کریمین بھی قرابت رحمیہ کی وجہ سے امت مسلمہ سے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا مادۂ جسمانی اپنے والد ماجد اور والدہ کے ذریعے ہی مکمل ہوا ہے۔ اور والدہ ماجدہ کے ذریعے آپ ﷺ کی صورت بشری مکمل ہوئی۔ پس آپ کے والدین کا مسلمان ہونا ثابت ہو گیا۔

چاہے کوئی اور مسلم ہوتا یا نہ ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی مانگی ہوئی دعا قبول فرمائی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام سچے تھے۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن:60)

''مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا''۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے بعثت نبوی ﷺ تک اسلام کو اولاد ابراہیم میں باقی رکھا اور ابراہیم علیہ السلام کے مقصد کو پورا فرمایا۔ اس لئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام امت مسلمہ میں اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے پیدا ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دین ابراہیمی کو زندہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی کہ امت مسلمہ میں سے رسول بھیج تو گویا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین دین ابراہیمی پر تھے یعنی اسلام پر تھے کیونکہ آپ علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے اسلام ہی مانگا تھا۔ جو شخص دعویٰ کرے کہ حضور ﷺ دین ابراہیمی پر تھے اور آپ نے یہ دعا اپنے آباؤ اجداد سے سن رکھی تھی تو اس کیلئے ان آیات میں یہ خبر ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی بھی ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حضور ﷺ کی نبوت پر شاہد بنایا پس یہ قول حضور ﷺ کے والدین کریمین کے دین اسلام پر ہونے اور ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہونے پر دلیل قرار دیا جائے گا۔

یعنی میں نے تم میں سے جو رسول مبعوث کیا وہ تمہارے باپ ابراہیم کی دعا ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہی طلب کیا تھا اور تمہارے متعلق انہوں نے دعا کی تھی کہ الٰہی انہیں مسلمان بنا یہ دعا تم نے اپنے آباؤ اجداد سے سن رکھی ہے۔ انہوں نے جس رسول کی بعثت کیلئے دعا کی تھی تم اس کا انکار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے۔ (اب جب آپ رسول مبعوث ہوئے تو انکار کرنے لگے ہو)

حضور ﷺ کی تشریف آوری، آپ کی رسالت اور معجزات ظاہرہ سے یقینی ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا مقبول ہوئی تھی۔ اور اس دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین

کریمین امت مسلمہ میں سے تھے۔اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا

أَنَا دَعْوَةُ اَبِی اِبْرَاهِیمَ

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعا ہوں''۔

پس جو کوئی آپ پر ایمان لایا اسے لامحالہ اس بات پر بھی ایمان لانا ہوگا کہ حضور ﷺ کی بعثت امت مسلمہ میں ہوئی اور اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے ہوئی۔

جب ابراہیم علیہ السلام تسلیم ورضا کے آخری مقام پر پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عالم الغیب میں صورت مصطفیٰ ﷺ سے مطلع فرمایا۔(کہ تیری اولاد میں سے یہ عظیم پیغمبر پیدا ہوں گے) جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِیٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (انعام:75)

''اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہی دکھائی''۔

پس آپ نے دیکھا کہ یہ عظیم رسول مبعوث ہونگے وہ میرے دین کو زندہ کریں گے۔اور جس مقصد کیلئے یہ کائنات بنائی گئی تھی وہ پورا ہوگا۔تب آپ نے اپنی اولاد کے امت مسلمہ پر رہنے اور ان میں سے ایک رسول بھیجنے کیلئے دعا کی۔گویا آپ نے دعا کی الٰہی میرا یہ دین تادیر قائم ودائم رہے۔تا کہ وہ عظیم پیغمبر اس دین پر پیدا ہوں جب آپ نے اپنی اولاد کی پشتوں میں اس نور کو دیکھا تو دعا کی (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا ......الخ) (بقرہ:129) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی جو دعا انہوں نے اپنے لئے اپنے دین کیلئے امت مسلمہ کیلئے اور رسول معظم ﷺ کی بعثت کیلئے مانگی تھی۔کیونکہ منشائے ربی تھی۔پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو امت مسلمہ سے دین ابراہیمی پر بھیجا وہ دین جس کی حفاظت آپ کی اولاد کرتی آرہی تھی تو حضور ﷺ کو بھی اس دین کی اتباع کا حکم دیا گیا جس طرح ارشاد پاک ہے۔

بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا (بقرہ:135)

''بلکہ ملت ابراہیم جو ہر برائی سے کنارہ کش تھے''۔

قرآن میں ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (النحل:123)

اے حبیب ﷺ! پھر ہم نے آپ کو وحی کی کہ ملت ابراہیمی کی اتباع کرو۔پس جب اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین ابراہیمی کی اتباع ضروری ہے تو یقیناً یہ بات بھی ثابت ہوگی کہ اس وقت دین ابراہیمی کا وجود موجود تھا اور امت مسلمہ بھی موجود تھی۔اور امت مسلمہ آپ علیہ السلام کی اولاد میں

سے تھی تو یہ بات بھی یقیناً ثابت ہوگی کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین مسلمان تھے۔ کیونکہ ان کا تعلق بھی امت مسلمہ سے تھا۔ اور اس نص قرآنی کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے شجرۂ نسب میں علی التعیین کوئی بھی مشرک نہیں تھا۔ پس نص صریح کے موجود نہ ہونے کے باوجود آپ کے آباؤ واجداد پر شرک کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے۔ اور اگر آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بت پرستی عام تھی تو اس کا حکم والدین کریمین پر کیسے لگایا جاسکتا ہے۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام کی اپنی اولاد کے امت مسلمہ پر رہنے اور ان میں رسول کے مبعوث کرنے کی دعا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ پس کوئی مسلمان تمام اولاد ابراہیم پر شرک کا فتویٰ کیسے لگا سکتا ہے۔ یہ سرکشی اور بغاوت ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد (حضور ﷺ کے آباؤ اجداد) کیلئے امت مسلمہ اور اسلام پر رہنے کی دعا مانگی اور ساتھ ساتھ ان کے بت پرستی کی آلودگی سے پاک رہنے کی بھی دعا مانگی ہے کہ

وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:35)

''الٰہی مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا''۔

کیونکہ اس کا امکان تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو دین ابراہیمی پر مبعوث فرمایا اسے آپ کیلئے شریعت قرار دیا اور اسے آپ ہی کی بدولت مکمل فرمایا جس طرح ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (مائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ (نیز اسے تا قیامت باقی رکھا)''۔

پس جب آیات الٰہیہ سے سرکار علیہ السلام کا دین ابراہیمی کی اتباع، اس دین کا وجود، اور امت مسلمہ کا وجود ثابت ہو گیا تو والدین کریمین کا اسلام بھی ثابت ہو گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کا ظہور ان سے ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کا اطلاق سب سے پہلے آپ کے والدین کریمین، آپ کے قریبی آباؤ اجداد پر ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر رشتہ داروں پر بعد میں ہوتا ہے۔ کیونکہ قرابت رحمیہ، قرابت طینیہ سے مقدم ہے۔

فصل

وہ آیات کریمہ جو حضور ﷺ کے نسب پاک کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (توبہ:28)

''بے شک مشرکین پلید ہیں اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں''۔

پس مشرکین نجاست باطنیہ کی وجہ سے مسجد حرام کے قریب جانے اور اس کے اندر جانے سے روک دیئے گئے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ (نور:26)

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کو مشرک مردوں کیلئے خاص کر دیا ہے۔ اور اسی طرح مشرک مرد مشرک عورتوں کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ دونوں کے درمیان ایک خاص مناسبت ہے۔ جبکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (نور:26)

"پاک عورتیں (مومن عورتیں) پاک مردوں کیلئے ہیں۔ اور پاک مرد (مومن مرد) مومن عورتوں کیلئے"۔

پس اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور بتوں کو عین نجس قرار دیا اور مشرکین کو مسجد حرام سے دور رکھا جبکہ بتوں کے قریب جانے سے بھی روک دیا۔ پس وہ حکیم و علیم رب جو ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنے پر قادر ہے۔ کیسے اپنے پاک اور طاہر نبی کی پاک روح کو مشرک عورتوں کی رحموں میں رکھ سکتا ہے۔ وہ نبی جو اصل کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کام کا صدور ناممکن ہے۔ اور اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں جو باعث تخلیق کائنات ہو۔ پس جب پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے ہیں تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک ہمیشہ پشت در پشت پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ تا آنکہ سیدنا عبداللہ تک پہنچا اور ان سے قریش کی نہایت پاکباز و پاکدامن خاتون سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہوا۔

باب سوم

ان آیات کے بارے میں ہے جو ملت ابراہیم علیہ السلام کے ثبوت اور اس کا زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک باقی رہنے کے بارے میں ہیں

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے بعد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ (بقرہ:130) کوئی ملت ابراہیم سے منہ نہیں موڑتا۔ البتہ "اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ" جو جاہل ہے وہ ایسا کرتا ہے یا جو اپنی عزت نفس کو جانتا نہیں۔ وہ اس دین سے منہ موڑ سکتا ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے یقیناً وہ صاحب عزت نہیں کیونکہ دین ابراہیمی درحقیقت باعث عزت و شرافت ہے۔ پس آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین ابراہیمی بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت موجود

تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اتباع پر زور دیا ہے۔

ارشاد باری ہے۔ وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (بقرہ:135) یعنی یہودی کہتے ہیں تم ملت یہودیت پر آجاؤ اور عیسائی کہتے ہیں۔ ملت عیسائیت پر آجاؤ۔ تو "تَهْتَدُوْا" تم ہدایت پا جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم دیا۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (بقرہ:135)

"اے محبوب! آپ کہہ دیں تم سب ملت ابراہیمی پر آجاؤ آپ حق کی طرف مائل ہونے والے تھے اور آپ مشرک نہ تھے"۔

ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران:68)

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (آل عمران:95)

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا (نساء:125)

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (انعام:161)

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:35)

ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ سفیان سے پوچھا گیا اولاد اسماعیل میں سے کسی نے بتوں کی عبادت کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا۔ "وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اولاد اسحٰق اور ساری اولاد ابراہیم کیوں داخل نہیں ہے تو جواب دیا جائے گا کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف مکہ کے رہنے والوں کے لیے دعا کی تھی۔ تمام شہروں کے لیے دعا نہ کی تھی۔ مثلاً فرمایا "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا" یعنی اس شہر مکہ کو جائے امن بنا۔

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی تھی اور اس شہر

کے کسی شخص نے بتوں کی عبادت نہ کی۔ اور اسے پر امن بنایا گیا اس کے باسیوں کو پھلوں سے نوازا گیا۔ اس شہر کے رہنے والے امام و مقتدا بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو جو حق کی طرف مائل تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

ملت ابراہیمی کے ثبوت پر اس سے واضح اور کوئی دلیل نہیں۔ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ملت ابراہیمی کی اتباع کرو۔ یہی وجہ ہے کہ بعثت سے پہلے بھی آپ اس ملت پر تھے اور بعثت کے بعد بھی یہ آپ کی شریعت تھی۔ انہوں نے دعا مانگی تھی۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ

(ابراہیم:40)

ابن المنذر نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی دعا کے اثر سے اولاد ابراہیم میں سے کچھ لوگ ہمیشہ موحد رہے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (حج:78)

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ القيم

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (فاطر:11)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں آدم سے پیدا کیا کیونکہ تم ان کی پیٹھ میں تھے: ''ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ'' یعنی آدم اور ان کی اولاد کے نطفوں سے تمہیں پیدا کیا۔ ''ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا'' پھر تمہارے جوڑے بنائے تاکہ نسل انسانی کی افزائش ہو سکے۔ ''وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى'' اور عورت جو نطفہ پیٹ میں اٹھاتی ہے ''وَلَا تَضَعُ'' اور جو بچہ جنتی ہے سب کچھ اس علیم و خبیر کے علم بے کراں میں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور چیزوں کو ان کی جگہ پر رکھتا ہے۔ اس نے کبھی بھی محمد ﷺ کے جوہر پاک کو مشرک کے نطفہ سے پیدا نہیں کیا۔ کیونکہ حضور ﷺ کی ذات پاک اصل کائنات ہے۔ اور آپ کی روح سب سے پہلے پیدا کی گئی ہے لہٰذا آپ کی روح تمام ارواح کیلئے باپ کی طرح ہے۔ حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کا

ذریعہ ہیں۔ نیز آپ ﷺ کی رحمت نے کائنات کو ڈھانپ رکھا ہے۔ پس جب اللہ ہر چیز کو جاننے والا اور حکیم ہے تو اس نے اپنے علم و حکمت سے نور محمدی ﷺ کو بہترین باپ کی پشت میں رکھا پھر اسے بہترین ماں کی رحم میں بہترین گھڑی میں منتقل ہونے کا حکم دیا۔ اور رحم میں اس کی بہترین تربیت فرمادی۔ وہاں اسے وہ پاک غذا مہیا کی جس کا تقاضا وہ پاک ذات کرتی تھی۔ اس نور کی پیدائش بھی ایک سعید گھڑی میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (زخرف: 26) یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا اور قوم سے کہا میں تمہارے ان خداؤں سے بری ہوں۔ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ (زخرف: 27) اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ البتہ جس ذات نے مجھے پیدا کیا ہے (اس کی عبادت ضرور کروں گا) بے شک وہ مجھے سیدھے راہ کی طرف ہدایت کرے گی۔ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ (زخرف: 28) یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مانگی تھی۔ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرہ: 128) اسے آپ کی اولاد کے بارے میں رکھا اور آپ نے جو دعا کی تھی اسے ہم نے باقی رکھا۔ یا ہم نے ابراہیم کا ذکر باقی رکھا۔ عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن جریر و ابن المنذر نے مجاہد سے وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ (زخرف: 28) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' مراد ہے۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی گواہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں لگاتار ایسے خوش قسمت رہے ہیں جو توحید کے قائل تھے۔ اور عبد الرزاق نے اپنی تفسیر میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ اولاد ابراہیم میں ہمیشہ اخلاص و توحید کا دور دورہ رہا۔ ابن المنذر نے بھی اس سے توحید مراد لی ہے۔

انہوں نے ایک اور بات کہی ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے ایک گروہ تا قیامت اللہ تعالیٰ کا قائل ہو گا۔ ''لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ'' یعنی میری اولاد میں سے اگر کوئی مشرک ہو جائے۔ تو موحدین کی دعا سے دوبارہ مسلمان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے قول (زخرف: 29) بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ میں اشارہ اس طرف ہے کہ میں نے قریش اور اس کے آباؤ واجداد میں سے اولاد ابراہیم کو طویل عمر تک حالت اسلام میں رکھا۔ یہاں تک کہ رسول مکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ یعنی ہم نے اولاد ابراہیم کو لمبی عمر دیکر اور ان کی نسل کو برقرار رکھ کر ملت خلیلیہ کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک قائم و دائم رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن پاک میں خبر دی کہ ملت اسلامیہ اولاد ابراہیم یعنی آباؤ واجداد رسول کریم ﷺ

میں بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک برقرار رہی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین دونوں موحد تھے بلکہ اوپر تک سارے آباؤ واجداد موحد تھے۔ نیز جیسے پہلے گذر چکا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے عالم ارواح میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک دیکھ لیا تھا۔ تبھی تو آپ نے اپنی اولاد کیلئے توحید پر ثابت قدمی کی دعا مانگی تھی۔ اوران ہی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا مانگی تھی۔ لہٰذا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ اور یوں کلمہ توحید تا قیامت اولاد ابراہیم میں باقی رکھا گیا۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (زخرف:28) (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کلمہ توحید باقی رکھا) اورآپ علیہ السلام کی دعا منشائے الٰہی تھی کیونکہ وَ جَعَلَهَا..... کے بعد حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (زخرف:29) (حتیٰ کہ ان کے پاس حق اور سچے رسول آئے) کے الفاظ اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (جاثیہ:18) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (البینہ)

ان آیات کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی اولاد ابراہیم علیہ السلام میں باقی رہنے کے متعلق خبر دی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اولاد ابراہیم میں ہوا اور ہمیں اس ملت خلیلیہ کے کچھ حصہ کی پیروی کا حکم دیا گیا اور چونکہ یہ ملت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شریعت قرار دے دی گئی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس ملت کی طرف دعوت اور اس کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا ان کی اولاد میں باقی رہنا صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا اسلام بھی صحیح ہے۔ کیونکہ آپ دونوں اولاد ابراہیم کی امت مسلمہ میں سے تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنے والدین کریمین کی طرف پہلے ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف بعد میں۔

ملت ابراہیمی سے مراد وہ اسلام ہے جس میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی آپ کو اس ملت کی اتباع اور اس کے احکام زندہ کرنے کا حکم دیا گیا جس طرح ارشاد باری ہے۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (نحل:123) ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو۔ ملت ابراہیمی اور شریعت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی وقت ایسا نہیں آیا جس میں کسی ملت یا شریعت کا وجود نہ ہو۔ بلکہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہی ملت ابراہیمی کی تکمیل تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کتاب دی گئی تھی وہ تمام شریعتوں اور نبوتوں کو شامل ہونے کے علاوہ احکام زائدہ پر مشتمل تھی۔ البتہ

دین ابراہیم میں چند بدقسمت افراد نے بت پرستی کے ذریعے شرک داخل کردیا تھا لیکن اکثریت پھر بھی دین ابراہیمی پر رہی۔ جس طرح تابعین اوران کے مابعد زمانہ میں اختلافات اور گمراہ فرقے پیدا ہوئے لیکن اسلام پھر بھی باقی رہا۔ پس دین ابراہیمی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک قائم رہا اور جو اس دین کے قائم رکھنے والے تھے۔ ان کے ذریعے یہ دین قائم رہا جس طرح حدیث پاک ہے جس نے نماز قائم کی اس نے گویا دین کو قائم رکھا اور جو نماز کو ضائع کر گیا اس نے گویا دین کو گرا دیا۔

پس ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی رحمت ﷺ تک دین ابراہیم اور مسلمانوں کا وجود موجود تھا۔ اور جب یہ ثابت ہے تو آپ ﷺ کے والدین کریمین کا اسلام بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ملت ابراہیمی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا اور اس کے احکام کو بجالانا ہے۔ اور اس کی ایسی عبادت کرنا جو صورت محمدیہ کے ظہور کا موجب ہو۔ پس جب آپ ﷺ پشت پاک سے صفت عبودیت پر پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو" عبد خاص" سے یاد فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (اسراء:1) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندۂ خاص کو رات کے وقت لے گئی، گویا سیدنا عبداللہ کی عبودیت کی وجہ سے آپ ﷺ کو" عبد" کہہ کر پکارا۔ کیونکہ بچہ باپ کا راز ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی موحدہ تھیں اور دونوں ملت ابراہیم اور دین اسلام پر تھے۔ وہ اسلام جس کا داعی ان کا" بیٹا" ﷺ تھا۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا اور ہادی الی الحق ہے۔

باب چہارم

ان احادیث مبارکہ کے بارے میں ہے جو آدم علیہ السلام سے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام آباؤ اجداد نبی ﷺ کی طہارت نسبت پر دلالت کرتی ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا" اللہ ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا۔" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں بنو آدم کے بہترین زمانوں میں سے سب سے بہترین زمانہ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ (بخاری)

یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اپنے آباء واجداد کی شکل میں بہترین زمانہ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اسی لئے تو اس قول کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (الشعراء:19-218)

یعنی اے محبوب جب تیرا نور سجدہ کرنے والے (موحد) سے دوسرے سجدہ کرنے والے

(موحد) کی طرف منتقل ہوتا رہا تو میں دیکھتا رہا۔ اور وہ زمانہ واقعی بہترین تھا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا نور اصل اور جڑ کی طرح تھا۔ اور زمانے درخت کی طرح۔ اور جن حضرات کے ذریعے آپ کا نور منتقل ہوتا رہا وہ ٹہنیوں پتوں، کلیوں اور پھلوں کی طرح تھے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ درختوں، ٹہنیوں اور پتوں کو حسن جڑ اور اصل کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔ اور نور محمدی آباء کی پشتوں سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک زمانہ ایسا آیا کہ وہ نور بشر کامل کی صورت میں ظاہر ہوا اور رسالت کاملہ سے نوازا گیا۔ گویا حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے آباؤ و اجداد بہترین زمانہ میں ہوتے رہے۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس سے روایت بیان کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب لوگ دو حصوں میں بٹ جاتے تو اللہ تعالیٰ میرے نور کو بہترین حصہ میں رکھتا حتی کہ میرا ظہور میرے والدین کریمین کے ذریعے ہوا جبکہ شرک وغیرہ کی آلودگی نے مجھے چھوا تک نہیں۔ لہٰذا میرے تمام آباء و اجداد (ماؤں اور جدات سمیت) ہر دور میں مسلمان رہے۔ اور آدم علیہ السلام سے لے کر تا آخر میں نکاح شرعی کے ذریعے منتقل ہوتا رہا اور میرے آباؤ و اجداد نے مجھے نکاح شرعی کے بغیر کسی عورت کو منتقل نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک میں جاہلیت کی صفات سے بھی پاک رہا اور میرے آباؤ و اجداد نے کسی عورت سے زنا کاری بھی نہ کی۔ لہٰذا میں از روئے نفس کے بھی اور از روئے نسب کے بھی تم سب سے بہترین ہوں۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

بیہقی نے اپنی سنن میں حدیث بیان کی ہے۔

مَا وَلَدَ نِبِی مِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَئْ مَا وَلَدَ نِیْ اِلَّا نِكَاحُ الْاِسْلَامِ

"میں ہمیشہ اسلامی نکاح کے ذریعہ پیدا ہوتا رہا جاہلیت کی زنا کاری کے ذریعے میں ہرگز پیدا نہیں ہوا"۔

سفاح یہ ہے کہ کوئی عورت عرصہ دراز تک کسی مرد سے زنا کاری کرتی رہے اور پھر اس سے شادی کر لے۔ اسی طرح کی حدیث طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کی ہے۔ اور ابونعیم نے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میرے والدین (شروع سے تا آخر) نے کبھی زنا کاری نہیں کی میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا پاک صاف اور مہذب ہو کر جب لوگ دو گروہوں میں بٹ جاتے تو میں ان میں سے بہترین گروہ میں ہوتا۔

ابن مردویہ نے کہا ہے کہ حضور ﷺ سے "لَقَدْ جَآءَ كُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ" میں "اَنْفَسِكُمْ"

بھی مروی ہے۔ (یعنی فاء کے فتحہ سے) سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں از روئے نسب کے، سسرال کے اور حسب کے تم میں سب سے زیادہ نفیس ہوں۔ سیدنا آدم علیہ السلام تک میرے والدین میں سے کسی نے بدکاری نہ کی بلکہ شرعی نکاح سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے رہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے محمد بن سائب سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی (پشت در پشت) پانچ سو ماؤں کا ذکر کیا ہے لیکن ان پاکباز عورتوں میں کوئی بھی بدکاری یا جاہلیت کی آلودگی سے آلودہ نہ تھی۔

ابونعیم نے دلائل نبوت میں کئی سندوں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا میرے آباء بھی اور میری مائیں بھی تا آخر پاکباز تھے۔ فطرتی آلودگیوں سے مبرا اور گھٹیا صفات سے پاک وصاف تھے۔ جب بھی لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے میں بہترین گروہ میں ہوتا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت عالمیان ﷺ نے فرمایا" آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے میں اللہ تعالیٰ کے حضور نور کی شکل میں موجود تھا۔ وہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا اور ملائکہ اس کی تسبیح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھا۔ ان سے نوح علیہ السلام کی طرف (پاک پشتوں کے ذریعے) منتقل ہوا۔ اور وہ نور اس وقت بھی ان کی پشت میں تھا۔ جب وہ کشتی میں تھے۔ ان سے (بذریعہ پاک پشتوں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا اور جب آپ آگ میں ڈالے گئے تو میں ان کی پشت میں تھا۔ پھر اللہ کریم مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا تا آنکہ والدین کریمین کے ہاں میرا ظہور ہوا۔ میرے والدین نے (شروع سے تا آخر) کبھی زنا کاری نہ کی تھی۔

مسلم اور ترمذی نے واثلہ بن الاسقع سے صحیح حدیث بیان کی ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے (میرے لئے) اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو چنا اور اولاد اسماعیل میں سے کنانہ، کنانہ سے قریش، قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے چنا۔

حمزہ بن یوسف نے اسی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ذکر کیا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم میں سے ابراہیم علیہ السلام کو چنا اور انہیں خلیل بنایا، ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور مضر سے کنانہ اور قریش کو پھر بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو اور اولاد عبدالمطلب سے مجھے چنا، اسے المحب الطبری نے ذخائر العقبیٰ میں ذکر کیا ہے۔

ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ سرکار

علیہ السلام نے فرمایا کہ بہترین قبیلہ عرب میں سے مضر ہے اور مضر میں سے عبد مناف ہے۔ عبد مناف میں سے بنو ہاشم ان میں سے بنو عبد المطلب بہترین ہیں۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے تا آخر جب بھی لوگ دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں ان میں بہترین حصہ میں سے ہوتا۔

جلال الدین السیوطی کہتے ہیں کہ احادیث نبویہ سے لفظاً و معنیً معلوم ہوتا ہے کہ والدین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تا آدم وحواء علیہما السلام سب کے سب کفر اور شرک کی گندگی سے پاک تھے۔ کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو انہیں کبھی بھی طاہر اور پاک صاف و چنے گئے نہ کہا جاتا۔ بلکہ انہیں ''نجس'' کہا جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ'' میں پلید کہا ہے۔ جب ایسی کوئی بات نہیں تو ثابت ہو گیا کہ آپ کے والدین کریمین میں سے کوئی بھی مشرک نہیں اور آپ پاک مردوں سے پاک عورتوں کی طرف منتقل ہوتے رہے یعنی آپ ﷺ کا نور پاک ہمیشہ ایک سجدہ کرنے والے کی طرف سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ ''وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ'' (آپ کا مستقل ہونا موحدین میں) گویا ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ کے تمام آباؤ واجداد مسلمان تھے اور یقیناً ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کا اسلام بھی ثابت ہو گیا ہے قرآن میں جو ''لِاَبِيْهِ آزَرَ'' کا ذکر آیا ہے اس سے آپ علیہ السلام کا چچا مراد ہے۔

ابن ابی حاتم نے سند ضعیف سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ''اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ'' (جب ابراہیم نے اپنے اب آزر سے کہا) اس آیت میں آزر آپ کے باپ کا نام نہیں آپ علیہ السلام کے والد گرامی کا نام تو ''تارخ'' ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے کئی سندوں سے یہ روایت بیان کی ہے جن میں سے بعض سندیں صحیح بھی ہیں کہ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔

ابن المنذر، ابن جریج سے سند صحیح کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ''اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ'' میں حضرت ابراہیم کے والد مراد نہیں۔ (وہ تو آپ کا چچا تھا) آپ علیہ السلام کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

ابراہیم بن یترح یا تارخ بن شاروخ بن ناخور بن فالح...... آزر آپ کا چچا تھا اور چچا کیلئے اب کا لفظ لغت عرب میں عام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (بقرہ:133)

اس آیت کریمہ میں ''اٰبَآئِكَ'' کا کلمہ اپنے اصلی معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ گویا اب کا کلمہ چچا، دادا

وغیرہ سب پر بولا جاتا ہے۔

امام سیوطی اور ابو علی محب طبری کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ کچھ قریشی صفیہ بنت عبد المطلب کے پاس آئے اور اپنی برتری کا ذکر کرنے لگے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''ہم میں رسول اللہ ﷺ ہیں'' انہوں نے کہا کھجور کا درخت یا کوئی اور درخت غیر معروف زمین میں اگ آیا ہے۔ سیدہ صفیہ نے یہ بات حضور ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ سن کر غصہ ہوئے اور بلال کو حکم دیا لوگوں کو جمع کرو۔ (جب لوگ جمع ہوئے) تو آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا لوگو! میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کی اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا: میرا نسب بیان کرو انہوں نے کہا'' محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب''۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا بنے گا جو میری اصل پر اعتراض کرتے ہیں میں تمام سے از روئے نسب کے اور از روئے مقام کے بہترین ہوں۔

حاکم نے ربیعہ بن حارث سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ کو خبر پہنچی کہ لوگوں نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک میں نقص نکالنے کی کوشش کی کہ محمد (ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے کھجور کا درخت ہو جو کسی گمنام زمین میں اُگ آیا ہو۔ یہ سن کر آپ ﷺ غصے ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بنانے کے بعد دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں بہترین حصہ میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے خاندان بنائے اور مجھے بہترین خاندان میں رکھا پس میں تم سے از روئے قبیلہ کے اور از روئے خاندان کے بہترین ہوں۔

پس جب حضور نبی رحمت ﷺ تمام حقائق اور تمام ارواح کی اصل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کا وسیلہ ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہر دور میں بہترین قبیلے اور چنے گئے افراد کے ذریعے پشت در پشت بہترین افراد کی طرف منتقل کرتا رہا حتی کہ حضرت عبد اللہ تک آپ پہنچ گئے۔ اور پھر اپنے تمام تر حسن اور جمیع رعنائیوں کے ساتھ عالم رنگ و بو میں تشریف لائے دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ ہر چیز کو جو صورت عطا ہوئی وہ آپ ﷺ کے وسیلہ کے سبب عطا ہوئی۔ لہٰذا خود حضور ﷺ آدم علیہ السلام سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک تمام ادوار میں بہترین صورت میں رہے۔

کیونکہ نور الٰہی آپ کی ذات میں حسب قابلیت جلوہ گر رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور اور زمانہ میں اس نور کے وسیلہ سے معرفت الٰہی سے لوگ فیض پاتے رہے۔ اور راہ حق پر گامزن رہے۔ روح محمدی ﷺ آدم علیہ السلام سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک مراحل طے کرتی رہی یہاں تک کہ عبودیت کے اس مقام پر پہنچ گئی جہاں عبد فنا ہوتا ہے تو آپ ﷺ کا ظہور نہایت ہی پاک ماحول میں ہوا یہ پاک روح پاک پشتوں سے پاک رحموں میں (مؤحدین کے ذریعے) منتقل ہوتی رہی اور عبودیت کے منازل طے کرتی

رہی تا آنکہ اس میں عبودیت محضہ کی قوت واستعداد آ گئی۔ جو اس کے ظہور کا تقاضا کرتی تھی۔ تبھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امت مسلمہ اور اسلام اپنی اولاد کیلئے جناب حق سے طلب کیا تھا۔ تا کہ ان مسلمانوں میں نور محمدی ﷺ منتقل ہوتا رہے اور جب وہ اپنے کمال کو پہنچے تو ظہور قدسی ہو۔ اسی دعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَبُشْرٰی عِیْسٰی وَرُءْ یَا اُمِّیْ

''میں ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی خوشخبری اور اپنی ماں کا دیکھا ہوا خواب ہوں''۔

اس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صورت کلیہ کے ظہور اور بعثت عامہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ میں وہ دعا ہوں جو میرے حق میں مانگی گئی تھی۔ نیز حضور ﷺ کے والدین کے حق میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ دونوں مسلمان تھے کیونکہ نور محمدی ﷺ نے اپنی ترقی کی منازل اپنے والدین کے وجود میں طے کیے ہیں۔ یہ منازل اخلاقی بھی تھیں اور جسمانی بھی۔ آپ ﷺ کے والدین کے ہاں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ کیونکہ آپ جیسا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ پس رتبہ اور مقام میں آپ ﷺ کی ذات یکتا تھی۔ اور جب اپنے والدین سے دنیا کی طرف منتقل ہوئے تو وہ دونوں انتقال فرما گئے۔ والد ماجد تو اس وقت وصال فرما گئے جب آپ شکم مادر میں تھے۔ بعض روایات میں دو اور بعض روایات میں سات ماہ کا ذکر آیا ہے (کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو حمل ٹھہرے ہوئے دو یا سات ماہ گذر چکے تھے) اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ والدہ کی گود میں تھے۔ کہ والد گرامی انتقال فرما گئے۔ آپ شام سے تجارتی سفر پر آرہے تھے کہ مدینہ منورہ میں عبدالمطلب کے ننھیال بنو نجار کے ہاں وفات پا گئے۔

حافظ صلاح الدین علائی ''الدرۃ السنیہ فی مولد خیر البریہ'' میں لکھتے ہیں۔ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ سے حاملہ ہوئیں تو حضرت عبداللہ کی عمر اٹھارہ برس تھی پھر آپ مدینہ تشریف لے گئے تا کہ وہاں سے کھجور خرید لائیں لیکن وہاں آپکا بنو عدی بن النجار کے ہاں انتقال ہو گیا۔ اس وقت حضور ﷺ شکم مادر میں تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر بائیس یا پچیس سال بتائی گئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ سیدہ آمنہ کے ساتھ شادی کے وقت آپ کی عمر تیس یا ستائیس سال تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر بوقت وفات اٹھارہ سال تھی۔ وصال سے قبل آپ اپنے اکلوتے بیٹے (حضور ﷺ) کو لیکر مدینہ منورہ حضرت عبداللہ کے ننھیال (یا حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کیلئے) تشریف لائیں مدینہ میں آپ نے بنو نجار کے ہاں اپنی کنیز ام ایمن سمیت ایک مہینہ قیام کیا۔

ابن سعد نے یہ حدیث پاک ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے جب دار النابغہ کو دیکھا تو فرمایا (ایک وقت تھا جب) میری ماں نے مجھے اس مقام پر ٹھہرایا تھا وہاں یہودیوں کی ایک قوم تھی وہ لوگ مجھے

دیکھتے رہے۔ ام ایمن کہتی ہیں میں نے سنا کہ ان میں سے کوئی کہہ رہا تھا۔ یہ اس امت کے نبی ہیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے ام ایمن نے ان کی ساری گفتگو سن لی جب آپ کی والدہ آپ کو لے کر واپس آرہی تھیں تو ابواء کے مقام پر وفات پا گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ''حجون'' کے مقام پر مدفون ہیں جب کہ دارالنابغہ بھی مذکور ہے اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ بعض نے چار، بعض نے پانچ، بعض نے سات، بعض نے نو اور بعض نے بارہ سال کا ذکر کیا ہے۔

آپ ﷺ کے والد گرامی کا والدہ ماجدہ سے پہلے فوت ہونا اس لیے تھا کہ والد گرامی کی پشت سے آپ ﷺ پہلے منتقل ہوئے گویا اسی نور کے منتقل ہونے سے آپ کے والد گرامی کا اپنا وجود ختم ہو گیا تھا کیونکہ آپ ﷺ اپنے آباء واجداد کی صورتوں میں ظاہر تھے۔ کیونکہ گذشتہ حدیث میں ذکر ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے۔ آپ کی ولادت کے بعد والدہ ماجدہ کا باقی رہنا اس لئے تھا کہ آپ کو دودھ پلائیں نیز اپنی گود میں تربیت کریں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کریں۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی عبودیت کی وجہ سے اور توجہ الٰہی سے ایک یکتا نور کا مظہر بن گئے اور ان سے وہ نور یکتا رحم آمنہ میں منتقل ہوا تا کہ وہاں بشریت محمدیہ مکمل ہو۔ اور فردیت کے ساتھ اس عالم میں ظاہر ہو۔ تو گویا آپ ﷺ اپنے والدین کیلئے روح کی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر فردیت (ایک ہونا) دو شخصوں میں متعین بھی نہیں ہوتی اس لئے آپ کے والدین کی موت واقع ہوئی۔ اور اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کا احترام لازم ہوتا اور ان کے حقوق کا بھی لحاظ ضروری تھا۔ جس طرح حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میرے والدین دونوں یا ایک زندہ ہوتے اور مجھے ''یا محمد'' (فداہ امی وابی) کہہ کر پکارتے تو اگرچہ میں عشاء کی نماز میں فاتحہ پڑھ رہا ہوتا تب بھی انہیں جواب دیتا (اور نماز توڑ دیتا۔) (بیہقی)

جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یتیم پیدا ہونے میں حکمت یہ تھی کہ مخلوق میں سے کسی کا حق آپ کے ذمہ نہ ہو۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کسی کا حق نہ تھا آپ کی ساری توجہ عبادت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرنے کی طرف مبذول رہی۔ اور اللہ تعالیٰ کا نور اس یکتا یتیم میں ظاہر ہو سکتا تھا۔ جس نے اپنی ذات وصفات اللہ کیلئے مٹادی ہوں۔ اور کثرت مخلوق سے منقطع ہو۔ جس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف اور صرف عبودیت کی نسبت ہو۔ کیونکہ فردیت یتیمت میں ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو انوار الٰہیہ کا مظہر بنایا تا کہ آپ صورت کاملہ کے ساتھ سیدنا عبداللہ سے اور پھر آمنہ کی طرف انتقال سے پیدا ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو ان صفات وکمالات اور

اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بنایا جو کسی اور کے حصہ میں نہیں آئے ۔اور جب صورت محمد یہ تمام کمالات الہیۃ اور جمیع کمالات انسانیہ اور اعلیٰ اخلاق کے بلند مقام پر فائز ہو کر پیدا ہوئی تو ان کے والدین کریمین کی پاکیزگی اور طہارت میں شک نہیں ہونا چاہیے۔البتہ جس میں یہودیت یا نصرانیت کی کچھ بو باقی ہے جو عداوت نبی میں آخری مقام کو پہنچے ہوئے ہیں اور دین ابراہیمی کو اپنانے سے ہچکچاتے ہیں وہ بدقسمت ہی والدین کریمین کے بارے میں شک کا شکار ہو سکتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کے بعد گمراہی سے بچائے ۔(آمین)

باب پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ ہونے اور اسلام لانے کے بارے میں ہے

اکثر حفاظ محدثین مثلاً ابن شاہین حافظ ابو بکر خطیب بغدادی ، سہیلی ،قرطبی محب طبری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین زندہ ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ۔(پھر فوت ہوئے) دلیل کے طور پر انہوں نے ایک ضعیف حدیث پیش کی ہے۔جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں مقام حجون پر پہنچے آپ نہایت غمگین تھے اور رو رہے تھے سواری سے اتر کر کافی دیر کہیں ٹھہرے رہے پھر جب واپس تشریف لائے تو آپ نہایت مسرور اور تبسم فرما رہے تھے میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی انہیں زندہ فرما چنانچہ آپ زندہ ہوئیں مجھ پر ایمان لائیں اور دوبارہ فوت ہوئیں اس حدیث کے بارے میں محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے بعض نے اسے موضوع بھی کہا ہے لیکن ضعیف والا قول درست ہے ۔اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ والدین کے اسلام کیلئے اس حدیث کو دلیل کیوں بنایا جائے (چاہے حدیث ضعیف ہو یا موضوع) جبکہ والدین کریمین کا اسلام قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ آپ دونوں اپنی زندگی میں دین ابراہیمی پر تھے (جیسا کہ پچھلے صفحات میں بالتفصیل ذکر ہو چکا ہے) اور ان کی وفات بھی دین اسلام پر ہوئی۔ بالخصوص نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان دونوں حضرات کی طرف منتقل ہو گیا اور اس میں وہاں تمام اسلامی احکام واوصاف کما لہٗ مکمل ہو گئے ۔ پس بعد از وصال ان کا زندہ ہونا اور اسلام لا کر پھر فوت ہونا محض ان کی عزت افزائی کیلئے تھا۔اسی حدیث سے والدین کریمین کے اسلام پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ۔پس حدیث کے موضوع ہونے پر اعتراض ختم ہو گیا۔ بلکہ اس حدیث سے ان کے اسلام کے

ثبوت پر بھی اعتراض ختم ہو گیا۔ کیونکہ والدین کریمین روح محمدی ﷺ اور نور احمدی کے ظہور کا ذریعہ بنے وہ نور جس سے چار دانگ عالم میں روشنی پھیلی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

باب ششم

جو "حدیث مسلم" سے والدین کریمین کیلئے عذاب نار کو ثابت کرتا ہے اس کا رد

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور پوچھا میرے والد (آخرت میں) کہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگ میں۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا بے شک میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں۔

امام مسلم نے ابو ہریرہ سے بھی روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کیلئے بخشش کی دعا کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ کو اجازت نہ دی گئی۔

جاننا چاہیے کہ پہلی حدیث میں میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں۔ ان الفاظ کے ذکر کرنے پر راوی متفق نہیں ہیں۔

اس اختلاف کو حماد بن سلمہ ثابت سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہی سند امام مسلم کی بھی ہے۔ اور معمر نے ثابت سے جو الفاظ روایت کیے ہیں ان میں "میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں" یہ الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ سائل نے جب سرکار دو عالم ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "جب کسی کافر کی قبر کے پاس سے گذرو تو اسے آگ جہنم کی خوشخبری سناؤ۔ ان الفاظ سے والد گرامی کا آگ میں ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

بزاز، طبرانی اور بیہقی نے ابراہیم بن سعد سے اور انہوں نے زہری سے انہوں نے عامر بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت بیان کی ہے کہ ایک بدو حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور پوچھا میرے والد (آخرت میں) کہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں، اس نے پوچھا آپ کے والد محترم؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گذرو تو اسے آگ کی خوشخبری سناؤ۔ یہ مذکورہ سند امام بخاری و امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ پس یہ حدیث دوسری حدیث پر مقدم ہے اور اس کے الفاظ زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ طبرانی اور بیہقی نے تو یہ

اضافہ بھی ذکر کیا ہے۔" کہ وہ اعرابی اس کے بعد مسلمان ہوا اور (ایک دن) کہنے لگا حضور ﷺ نے ایک مشکل کام میرے حوالے کیا ہے۔ کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزروں تو اسے آگ کی خوشخبری سناؤں"۔ پس اس اضافہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ یہ الفاظ بہ نسبت حضرت انس والی حدیث کے الفاظ کے زیادہ عام ہیں۔ اسلام لانے کے بعد اعرابی کو معلوم ہوا کہ یہ الفاظ محض وضاحت کیلئے تھے۔ (کہ جب تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گذرے تو اسے آگ کی خوشخبری سنایا کر) اگر یہ اس کے سوال کا جواب ہوتا تو یہ اعرابی کیلئے حکم نہ ہوتا (حالانکہ اعرابی اس حکم پر عمل کرتا رہا) اور وقتی بات ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں جو الفاظ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد گرامی کے بارے میں آئے ہیں وہ راوی کے الفاظ ہیں۔ اور اس کے علاوہ راوی زیادہ مضبوط ہیں۔ (لیکن ان کی ذکر کردہ حدیث میں وہ الفاظ نہیں) اسی طرح امام سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

امام سیوطی نے یہ بھی کہا ہے اگر راویوں کا اتفاق مذکورہ حدیث میں تسلیم کیا جائے تب بھی یہ حدیث دیگر احادیث صحیحہ اور دیگر دلائل کے خلاف آ رہی ہے۔ اور جب یہ اپنے سے زیادہ ترجیح یافتہ حدیث کے مخالف ہو تو اس میں تاویل واجب ہے نیز دیگر دلائل و احادیث اس پر مقدم ہوں گے۔ یہ قاعدہ علماء کے ہاں مقرر ہے۔ اور حضور ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہ کیلئے استغفار کی اجازت نہ ملنا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نہیں تھا۔ ممکن ہے یہ ابتدائے اسلام میں ہو بعد میں اجازت مل گئی ہو۔ اور اس طرح بہت سارے کام ابتدائے اسلام میں منع تھے بعد میں جائز ہوئے۔

اس کا ایک اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرب "ام" (ماں) چچی اور "اب" (باپ) چچا کو بھی کہتے ہیں۔ جس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آقائے دو عالم ﷺ نے فرمایا "یہ میرے باقی ماندہ آباء میں سے ہیں" اور میرے اب (چچا) کو حدیث سناؤ۔ اسی طرح ابو طالب کیلئے بھی قریش اب کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اور کہتے تھے "قُلْ لِابِنِكَ يَرْجِعُ عَنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا" اپنے بیٹے (بھتیجے) سے کہہ دو کہ ہمارے خداؤں کو گالیاں دینے سے باز آجائے۔ الغرض عرب کے ہاں چچا کو اب کہنا عام ہے۔ ممکن ہے سوال کرنے والے نے پوچھا ہو "اَيْنَ اَبُوْكَ" آپ کا چچا آخرت میں کہاں ہے۔ پس اس حدیث سے آپ ﷺ کے والد گرامی کا آگ میں ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور اپنی والدہ کیلئے استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث سے عدم اجازت پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی یہ کہ والدہ ماجدہ کی قبر حجون میں متفق علیہ نہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث اس کے مخالف ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ "ابواء" کے مقام پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا محو استراحت ہیں۔ ایک اور حدیث میں دار النابغہ (مکہ میں) کا بھی ذکر آیا ہے۔

ازرقی نے تاریخ مکہ میں ہاشم بن عاصم اسلمی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر قریش والے ابواء کے مقام پر پہنچے تو ہند بنت عتبہ نے ابوسفیان سے کہا اگر تم لوگ نبی (ﷺ) کی والدہ کی لاش نکال لو (ابواء کے مقام پر ان کی قبر ہے) اگر جنگ میں تمہارے آدمی قیدی بن جائیں تو سیدہ آمنہ کے ایک ایک عضو کے بدلے تم اپنے قیدی چھڑا سکو گے۔ ابوسفیان نے یہ بات قریش سے کی انہوں نے جواب دیا یہ رسم نہ ڈالیں تب تو ابوبکر ہماری (ساری) میتوں کو اکھاڑ پھینکیں گے۔"

دوسری وجہ: اجازت نہ ملنے سے ان کا دوزخی ہونا ثابت ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک تو حضور ﷺ زندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے نہ کہ ان کی طرف سے جو عالم برزخ میں چلے گئے تھے ممکن ہے آپ نے وحی الٰہی کے آنے سے پہلے استغفار کی اجازت طلب کی ہو حالانکہ آپ کو وحی الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے۔ کیونکہ ارشاد پاک ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (احقاف:9)

"میں اس کی اتباع کرتا ہوں جو کچھ میری طرف وحی ہو"۔

دوسری یہ کہ ممکن ہے طلب استغفار کا وقت معین ابھی نہ آیا ہو۔ اور اسے کسی اور وقت کے ساتھ مختص کیا گیا ہو۔ اور اس وقت مخصوص میں طلب استغفار کی اجازت دی گئی ہو۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک وقت کسی کام کی اجازت نہیں ملتی جبکہ دوسرے اوقات میں مل بھی جاتی ہے۔ جس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نہایت غمگین حالت میں حجون اترے اور کافی دیر تک وہیں رہے جب واپس تشریف لائے تو نہایت مسرور تھے اور فرمایا میں نے اپنے رب سے دعا کی اس نے میری والدہ کریمہ کو زندگی عطا کی آپ مجھ پر ایمان لائیں اور دوبارہ فوت ہوئیں۔ اسے حافظ ابو حفص بن شاہین نے "ناسخ منسوخ" میں بیان کیا ہے۔ حدیث مسلم میں طلب استغفار کی اجازت نہ ملنے کا جو ذکر آیا ہے اس حدیث سے قیاس کرنا اس بعد والی حدیث کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔ (پچھلی حدیث بعد والی حدیث سے منسوخ ہے)

اور استغفار تو مشرک کافر، مؤمن، ولی، گنہگار اور نیکوکار سب کے لئے یکساں طور پر مانگنا درست ہے۔ جس طرح ارشاد پاک ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (محمد:19)

"اپنے لئے اور مومنین کیلئے مغفرت طلب کرو"۔

وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (نصر:3)

"رب سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

پس استغفار کی اجازت نہ ملنا مشرک ہونے کی دلیل نہیں۔ اس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار پر قیاس کرنا درست نہیں چاہے ان کی دعا اپنے والد کیلئے ہو یا چچا کیلئے۔

بلکہ مذکورہ حدیث تو والدین کریمین کے اسلام پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کو بخوبی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ شرک اور مشرکین کیلئے دعا قبول نہیں فرماتا۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کیلئے دعا سے روک دیا تھا اسی طرح حضور ﷺ بھی مشرکین کیلئے استغفار سے روکے گئے تھے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (توبہ:113)

''کسی نبی اور مسلمانوں کیلئے یہ درست نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے دعائے مغفرت طلب کریں''۔

پس آپ وحی الٰہی کے باوجود مشرکین کیلئے طلب مغفرت کیسے کر سکتے تھے؟ حدیث شریف کے مطابق جب استغفار کی اجازت طلب کرتے ہیں تو اس سے یقینی علم ہو جاتا ہے کہ والدین کریمین مشرک نہ تھے بلکہ اسلام پر ان کی وفات واقع ہوئی تھی۔ اور طلب استغفار کا واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا تھا۔ جبکہ مشرکین کیلئے طلب استغفار سے آپ اس سے پہلے روک دیئے گئے تھے جیسا کہ ارشاد پاک ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (توبہ:84)

''اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کا جنازہ بھی نہ پڑھیں اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور حالت کفر میں مر گئے''۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ (توبہ:80)

''ان کیلئے استغفار کیجئے یا نہ کیجئے اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں گے تب بھی اللہ ان کی بخشش نہیں فرمائے گا وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے''۔

پس جب ان کیلئے مغفرت کی اجازت طلب کرنا درست ہے تو ان کا شرک کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہونا بدرجہ اولیٰ درست ہے۔ مومنین مومنات کیلئے دعائے مغفرت سورۂ حج کی اس آیت سے ثابت ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد:9)

''اپنے لئے مومنین ومومنات کیلئے طلب مغفرت کرو''۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کیلئے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ کو اجازت مل گئی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ والدہ ماجدہ مسلمہ تھیں تبھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر انور پر کھڑے ہونے کی اجازت مل گئی۔ ورنہ مشرکین کی قبروں پر کھڑے ہونے کی نہی قرآن سے ثابت ہے۔ ''وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ'' پس جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا کہ انکی وفات اسلام کے مطابق ہے تب آپ نے استغفار کی اجازت طلب کی کیونکہ وہ کام جس سے رب ناراض ہوتا ہو یا وہ کام محال ہوا سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکر کر سکتے ہیں۔

پس صرف استغفار کی اجازت طلب کرنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ والدہ کریمہ نہایت سعادت مند تھیں۔(مسلمہ تھیں) چاہے اجازت ملی ہو یا نہ آپ ﷺ نے استغفار کیا ہو یا نہ محض حدیث مسلم سے یہ فیصلہ کرنا کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین اہل نار میں سے ہیں درست نہیں۔

اور وہ حدیث جسے احمد ابو رزین العقیلی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ راوی نے پوچھا اے اللہ کے رسول! میری والدہ (آخرت میں) کہاں ہے تو آپ نے فرمایا'' آگ میں'' پھر راوی نے پوچھا آپ کے خاندان کے افراد میں سے جو وفات پا چکے ہیں وہ کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا'' کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیری ماں میری والدہ (ام) کے ساتھ ہو۔'' پس اس سے یہ ثابت کرنا کہ آپ ﷺ کی والدہ اور ماقبل حدیث سے (حدیث مسلم) یہ ثابت کرنا کہ آپ کے والد گرامی اہل نار میں سے ہیں درست نہیں کیونکہ اہل عرب چچا کیلئے اب (باپ) اور چچی کیلئے ام (ماں) کا لفظ عام استعمال کرتے ہیں۔

جد (دادا) کو بھی اب (باپ) کہا جاتا ہے اسی طرح چچا کو بھی اب (باپ) کہا ہے جس طرح قرآن کی آیت ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ (بقرہ:133)

''ہم تیرے اور تیرے آباء حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے''۔

قرطبی نے تو ماموں کو بھی اب میں شامل کیا ہے۔ دلیل یہی آیت ہے۔

اور وہ حدیث جس میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (بقرہ:119)

"تجھ سے اصحٰب نار کے بارے میں سوال کیا نہیں جائے گا"۔

اس حدیث کو کسی معتمد کتاب حدیث نے روایت نہیں کیا۔ چند تفاسیر میں اس کا ذکر بلا سند ہے۔ جس سے والدین کے اہل نار ہونے پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ البتہ یہ بات صحیحین (بخاری و مسلم) میں ثابت ہے کہ مذکورہ آیت (وَلَا تُسْئَلُ) ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ یہ آیت اور اگلی پچھلی تمام آیات یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ کیونکہ بلاغت اور اسرار بیان اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔ ابتدائی آیات: یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ...... (بقرہ:122) اور آخری آیات۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (بقرہ:124) ہیں۔ لہٰذا بات جیسی شروع ہوئی تھی ویسے ہی ختم ہوئی۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ "لَا تُسْئَلُ عَنْ...... سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ اس کی وضاحت احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

اور وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا اور کہا جو حالت شرک میں مرا ہو اس کیلئے مغفرت کی دعا نہ کریں۔

اسے بزار نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول الحال راوی ہیں۔

اور یہ حدیث جس میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

لِابْنَیِ مُلَیْکَةَ اُمُّکُمَا فِی النَّارِ فَشَقَّ عَلَیْهِمَا فَدَعَا هُمَا فَقَالَ اِنَّ اُمِّی مَعَ اُمِّکُمَا

اسے دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور شرعی قسم اٹھائی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (لہٰذا اس سے بھی والدہ کریمہ کا آگ میں ہونا ثابت نہیں ہوتا) اس بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔ البتہ امام مسلم کی حدیث صحیح ہے لیکن بالتفصیل جواب گذر چکا ہے۔

مذکورہ احادیث سے والدین کریمین کا مشرک ہونا ہی ثابت نہیں تو ان کی شرک پر وفات ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے جو دعا مانگی تھی وہ مقبول بارگاہ ایزدی ہوئی اور امت مسلمہ میں ایک رسول مکرم ﷺ تشریف لائے جنہوں نے ملت ابراہیمی کو تا قیامت زندگی عطا کر دی۔ دین ابراہیمی بعثت نبوی ﷺ تک قائم و دائم رہا البتہ چند جھوٹے مبلغین کی وجہ سے اس میں شرک کا ظہور ہو گیا لیکن فتح پھر بھی اسلام کو ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام کی نسل جو اسحٰق علیہ السلام سے چلی تھی ان کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے۔ جن کی شریعت کو حضور ﷺ کی شریعت نے منسوخ کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا بیت اللہ کے آس پاس رہنے والی اولاد

کیلئے تھی۔ جس طرح ارشاد پاک ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم 35)

''اور جب حضرت ابراہیم نے عرض کی مولا! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بتوں کی پوجا کریں''۔

بیہقی نے شعب الایمان میں وہب بن منبہ سے روایت بیان کی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا'' میرا ایک بندہ (ابراہیم) ایسا ہوگا جو میرے راستہ کی طرف لوگوں کو بلائے گا میں اسے چنوں گا اور اس کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کروں گا نیز اس کی اولاد کے متعلق اس کی دعا قبول کروں گا اور اس کی سفارش پر اس کی اولاد کو ''بیت اللہ'' کی حفاظت عطا کروں گا...... (الحدیث)

اس حدیث سے بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ واجداد کے سیدھے راہ پر رہنا ثابت ہے کیونکہ یہ خدمت اولاد ابراہیم میں سے اجداد رسول ﷺ کو حاصل تھی۔ البتہ عمرو الخزاعی نے ان سے یہ ولایت چھین لی تھی۔ لیکن دوبارہ انہیں حاصل ہوگئی۔ پس ثابت ہوا کہ اولاد ابراہیم میں سے جس سلسلہ کو نور نبوت کے لیے چنا گیا تھا وہ اجداد رسول ﷺ کا سلسلہ تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے امت مسلمہ پر رہنے کی دعا مانگی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کیا اولاد اسمٰعیل میں سے کس نے بتوں کی عبادت کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:35)

''کہ الٰہی مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا''۔

اگر کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ساری اولاد اور اسحٰق علیہ السلام کی اولاد اس دعا میں شامل کیوں نہیں ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی وہ شہر مکہ کے باسیوں کیلئے مخصوص تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کی اولاد ابراہیم میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ صورت محمدیہ ﷺ کے ظہور کے قابل ہوسکیں اور ان میں اتنی قوت آجائے جو تجلیات الٰہیہ کا مظہر بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت ابراہیمی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت قرار پائی کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہوگئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے بلند کردار کے مالک افراد کو اپنے نبی کے نور کیلئے چن لیا بالخصوص آپ کے والدین کریمین تو ہر قسم کی آلودگی سے پاک تھے کیونکہ وہ دونوں نور یتیمی کیلئے برتن کی حیثیت رکھتے تھے اس پاک روح کیلئے پاک جگہوں کا انتخاب

ضروری تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جو حکیم ہے اور چیزوں کو اپنی جگہ پر درست رکھتا ہے۔ اس نے اپنے نبی کے نور کو ان افراد میں رکھا جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مصداق تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔

باب ہفتم

''فترۃ'' کے بارے میں ہے نیز اس میں اہل فترۃ کے بارے میں بھی وضاحت کی جائے گی

اہل فترۃ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ماقبل اور مابعد نبی کے زمانہ کو نہیں پایا مثلاً وہ بدو جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مبعوث نہیں ہوئے اور نبی مکرم ﷺ کے زمانہ پاک کو بھی نہ پاسکے۔ اس وضاحت کے مطابق فترۃ والے وہ لوگ ہونگے جو دو رسولوں کے درمیان گذرے ہوں۔ لیکن فقہاء ''فترۃ'' سے وہ زمانہ مراد لیتے ہیں جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام اور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فترۃ کے ثبوت کیلئے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت تمام مخلوق کی طرف تھی۔ یا مخصوص گروہ کی طرف تو قرآن فرماتا ہے۔

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران:49)

''کہ عیسیٰ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں''۔

اس وضاحت کی روشنی میں آپ عرب اور اولاد اسمٰعیل کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ پس اس لحاظ سے جو لوگ بنو اسرائیل میں سے نہیں (مثلاً عرب وغیرہ) وہ بعثت رسول ﷺ سے قبل اہل فترۃ میں شامل نہیں۔ کیونکہ وہ دعوت عیسوی سے خارج ہیں۔ اور اگر شریعت کا لحاظ کیا جائے تب عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت چونکہ بعثت رسول ﷺ تک نصاریٰ میں موجود تھی اس لئے عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیان فترۃ نہیں کیونکہ شریعت عیسیٰ علیہ السلام ختم نہیں ہوئی۔ اگر فترۃ ہے تو وہ اس اعتبار سے ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت ایک قوم کیلئے تھی انہوں نے اس فطری نور کے ذریعے وہ بد عقیدے اور جھوٹے مذاہب دیکھ لئے جو نصاریٰ نے دین عیسیٰ علیہ السلام میں پیدا کئے تھے پس انہوں نے ان منحرف ادیان اور غلط مذاہب کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ کیونکہ ان کی نظر میں شریعت عیسیٰ علیہ السلام ختم ہو چکی تھی۔ یہ ان کے نزدیک تھا۔ اور اس اعتبار سے کہ وہ دین جس میں نصاریٰ نے تبدیلی کی

تھی (اور کچھ باقی تھا) تو اہل عرب اہل فترۃ میں شامل نہیں۔ اور اگر فترۃ سے مراد وہ زمانہ ہو جو رسول اور دعوت رسول سے خالی ہو اور شریعت الٰہی سے خالی ہونے پر شریعت میں فتنے پیدا ہوئے ہوں تو اس صورت میں فترہ سے مراد وہ زمانہ ہوگا جس میں نصاریٰ نے دین عیسیٰ علیہ السلام میں تبدیلی کی تھی۔

یہ زمانہ تابعثت رسول مکرم ﷺ فترۃ میں شامل تصور کیا جائے گا۔ وہ زمانہ جس میں عمرو الخزاعی نے غلط عقیدے ایجاد کئے تھے اس کے زمانہ سے لے کر بعثت رسول مکرم ﷺ تک کا دورانیہ بھی فترۃ میں شامل ہے۔ عمرو الخزاعی نے عرب میں بتوں کی پوجا کی رسم ڈالی تھی۔

جب فترۃ سے مراد وہ زمانہ لیا جائے جو عیسیٰ و محمد علیہما السلام کے درمیان تھا تو اس سے مراد وہ زمانہ لیا جائے گا جو دونوں شریعتوں کے درمیان تھا کیونکہ اس زمانہ میں کوئی شریعت نہ تھی۔ البتہ رسالت عیسیٰ علیہ السلام کا عربوں کیلئے نہ ہونے کے اعتبار سے وہ زمانہ فترۃ میں شامل تصور کیا جائے گا جو عمرو الخزاعی کی بت پرستی کے بعد اور رسالت محمدی ﷺ تک کا تھا۔ کیونکہ عمرو الخزاعی نے دین ابراہیم میں فتنہ پیدا کیا تھا۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے اپنی اولاد کے حق میں کی تھی یا دین ابراہیمی کی بقا کیلئے کی تھی اگر اس کی قبولیت کو دیکھا جائے تو دین ابراہیمی بعثت نبوی ﷺ تک باقی تھا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (زخرف:28) اور شریعت ابراہیمی بعثت نبوی ﷺ تک ختم نہیں ہوئی تھی اس اعتبار سے ان کو اہل فترۃ نہیں کہا جا سکتا بلکہ انہیں اہل جاہلیت کہا جائے گا کیونکہ اس دور میں اکثر پر جہالت کا غلبہ تھا۔ (جبکہ کچھ لوگ اس سے محفوظ بھی تھے) جس کی وجہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔ لہٰذا وہ لوگ اہل فترۃ میں شامل نہیں تھے۔ بلکہ ملت خلیلیہ اور شریعت حنیفیہ پر تھے۔

اکثر علماء کے نزدیک فترۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیانی زمانہ کو کہا جاتا ہے۔ جب فترۃ شریعت اول کے ختم ہونے کے بعد ہو تو وہ فترۃ بنی اسرائیل میں تصور کیا جائے گا اولاد اسماعیل علیہ السلام یا دیگر عرب اس میں شامل نہ ہونگے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی طرف رسول بن کر تشریف لائے ہی نہیں۔ بلکہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی ان کی طرف رسول بن کر نہیں آیا۔ اس صورت میں فترۃ اس وقت سے تصور کیا جائے گا جب سے دین ابراہیم علیہ السلام میں فتنہ و فساد پیدا ہوا اور یہ دورانیہ تابعثت نبی مکرم ﷺ فترۃ میں شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ دورانیہ کسی بھی مبلغ (رسول) سے خالی رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو مسلک بیان کیا گیا ہے وہ اہل جاہلیت کے بارے میں عام نہیں بلکہ اس سے مراد وہ خاص لوگ ہیں جن کو دعوت نبی نہیں پہنچی۔ البتہ جن کو گذشتہ کسی

بھی نبی کی دعوت پہنچی اور پھر انہوں نے کفر پر اصرار کیا تو وہ اہل نار میں سے ہیں۔ نبی سے مراد وہ نبی ہے جو ان کی طرف بھیجا گیا ہو۔ اور اگر ان کی طرف بھیجا ہی نہ گیا اور اس کی دعوت ان تک پہنچے تو ان پر ایمان لانا واجب نہیں۔ کیونکہ وہ نبی ان کی طرف نہیں آیا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صرف نبی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اسراء:15)

''یعنی جب تک ہم کسی قوم میں رسول نہیں بھیجتے تب تک ان کو عذاب نہیں دیتے''۔

البتہ جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور وہ قوم اس کی نافرمانی کرے تو وہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتی۔

والدین کریمین بھی چونکہ اولاد اسماعیل علیہ السلام میں تھے ان کو بھی دعوت انبیاء بنی اسرائیل نہیں پہنچی (دعوت انبیاء اسرائیل صرف بنو اسرائیل کیلئے تھی) لہٰذا والدین کریمین کے اسلام اور ایمان میں کوئی نقص نہیں کیونکہ وہ دونوں امت مسلمہ میں سے تھے اور دین ابراہیمی پر تھے۔ ان کیلئے کسی ایسے نبی پر ایمان لانا واجب نہیں تھا جو اولاد اسماعیل سے خارج ہو۔ اور وہ کسی اور قوم کی طرف بھیجا گیا ہو۔ ان پر عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع لازمی نہیں تھی کیونکہ وہ دونوں اس نور کیلئے برتن کی حیثیت رکھتے تھے۔ جس نور کے امتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونگے۔ شریعت آل یعقوب ختم کریں گے اور شریعت ابراہیمی زندہ کریں گے۔ نیز اولاد ابراہیم میں سے خاتم النبیین بن کر تشریف لائیں گے۔ کیونکہ شریعت آل یعقوب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو چکی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روحانی رسول ہونے میں یہی حکمت ہے تاکہ نہ ان کا بیٹا ہو اور نہ نبی بنے۔ بلکہ نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو۔

پس اگر زمانہ جاہلیت کو فترۃ اس اعتبار سے قرار دیا جائے کہ اولاد اسماعیل اور عرب کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا گیا تو دور جاہلیت والے تمام وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اسراء:15) کے تحت داخل ہونگے اور بعثت نبوی ﷺ سے قبل والوں کو کوئی عذاب الٰہی نہ ہوگا۔ امام جلال الدین سیوطی اہل کلام شوافع اور فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ اسی طرح ابن جریر و ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت بیان کی ہے کہ ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ...... کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک کسی کے پاس خبر یا دلیل (رسول) نہ بھیجے تب تک اسے عذاب نہیں دیتا۔ اگر ان آیات کریمہ اور احادیث نبویہ کی طرف دیکھا جائے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی اولاد کیلئے دعا، ملت ابراہیمی کی بقا کیلئے دعا اور رسول مکرم ﷺ کی بعثت کے لیے دعا کی گئی ہے تو یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ والدین کریمین اور تا آخر آباؤ واجداد رسول ﷺ سب کے سب طاہر و پاک تھے۔ کیونکہ ان سے نور محمدی ﷺ جو پاکیزگی وصفائی

میں بے مثل تھا کا ظہور ہوا۔ اور وہ پاک ذات اس قابل تھی کہ اس پر قرآن نازل کیا جائے جو ماقبل تمام کتب الٰہیہ پر حاوی ہو اور ان کیلئے ناسخ ہو۔

جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ محمد بن خلف (شارح مسلم) نے کہا ہے کہ اہل فترۃ کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان کی ہے جنہوں نے بصیرت سے توحید کا ادراک کرلیا۔ ان میں کچھ تو کسی نہ کسی شریعت میں داخل ہوئے۔ جیسے " تبع اور ان کی قوم " اور کچھ ایسے ہیں جو کسی شریعت میں داخل نہ ہوئے۔ جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو وغیرہ۔ دوسری قسم ان کی ہے جو شرک کا شکار ہوئے اور اپنی شریعت بنائی جس میں اپنی مرضی کی چیزیں حلال کیں اور مرضی کی چیزیں حرام کیں۔ یہ بہت سارے لوگ ہیں مثلاً عمرو بن لحی (الخزاعی) جس نے عربوں میں بت پرستی ایجاد کی اس کا گروہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ اکثریت جنوں اور ملائکہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بتوں کو مقدس مقامات میں رکھ کر پوجنے لگے۔ مثلاً کعبہ میں لات، عزیٰ اور منات کو رکھ دیا تھا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نہ تو شرک کیا نہ موحد تھے اور نہ ہی کسی نبی کی شریعت میں شامل تھے اپنے لئے الگ شریعت بھی نہ بنائی الغرض کسی دین پر نہ رہے بلکہ ساری زندگی ان تمام چیزوں سے غفلت میں رہے دور جاہلیت میں اس قسم کے لوگ بھی تھے۔

دوسری قسم کے لوگوں کو عذاب یقینی ہے کیونکہ انہوں نے ایسا کفر کیا جس کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ تیسری قسم کے لوگ اہل فترۃ ہیں گذشتہ آیت " وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ...... کے تحت ان کو عذاب نہ دیا جائے گا۔

پہلی قسم کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا " ان میں سے (قس اور زید) ہر ایک کو ایک الگ قوم کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور تبع وغیرہ کے ساتھ اہل دین کی طرح معاملہ کیا جائے گا۔

شیخ مذکور نے یہ بھی کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان جو اہل فترۃ ہیں ان کے بھی طبقات ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کے دل پر نور الٰہی جلوہ گر ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہوتے ہیں گویا اپنی فکر سے راہنمائی حاصل کر کے وحدانیت الٰہی کے قائل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قس بن ساعدہ کیونکہ اس کے خطبات سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو فکر کے بغیر نور الٰہی سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یعنی ان کے دل پر ایسا نور پڑتا ہے جس کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اسے دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔ اور نہ ہی اسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے وہ وحدانیت رب کے قائل ہوتے ہیں۔ قیامت والے دن یہ لوگ بھی بری ہوں گے۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دل کے نور سے حقیقت محمدی ﷺ اور رسالت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آگاہی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور عالم غیب میں آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قیامت والے دن خاص لوگوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

اور جن لوگوں نے کسی ملت حقہ کی اتباع کی (مثلاً یہود و نصاریٰ) اور ملت ابراہیم یا کسی اور نبی کی اتباع بھی کی۔ کہ یہ نبی بھی اللہ کی طرف سے حق کی طرف بلانے والے ہیں۔ اور ان کی شریعتوں کے مطابق حرام سے بچے اور حلال کو حلال سمجھا۔ اگرچہ یہ چیزیں ان کیلئے ضروری نہ تھیں۔ لیکن پھر بھی اپنے اوپر لازم قرار دیں تو ان کا حشر بھی قیامت والے دن اس نبی کے ساتھ ہوگا۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے کتب انبیاء کا مطالعہ کیا اور ان میں شرف محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پا کر دین محمدی ﷺ کی عظمت کو تسلیم کر لیا اور حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اگرچہ گذشتہ کسی شریعت میں داخل نہ ہوئے لیکن اچھے اخلاق کا پیکر بنے رہے تو ان کا حشر بھی حضور ﷺ کے فرمانبرداروں میں کیا جائے گا۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے نبی پر بھی ایمان لائے اور حضور ﷺ پر بھی ایمان لائے تو ان کیلئے دوگنا اجر ہے۔ یہ سب سعادت مند ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کوتاہی نظر کی وجہ سے کسی نبی پر ایمان نہیں لائے یا کسی کی تقلید کی وجہ سے اس نبی پر ایمان نہیں لائے تو یہ مطلق بدبختی ہیں۔ یہ اہل فترۃ کے طبقات ہیں۔

اگر کہا جائے کہ اہل فترۃ میں سے کچھ جہنمی اور کچھ عذاب سے بری ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل فترۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان گذرے ہیں۔ ان میں سے جو عذاب الٰہی سے محفوظ ہونگے ان میں قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو وغیرہ ہیں۔ کیونکہ یہ دین الٰہی پر رہے تھے۔ اور جو بدبخت ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تو کرتے تھے لیکن چونکہ ان کی شریعت تحریف کے ذریعے ختم ہو چکی تھی اس لئے یہ لوگ گمان کرتے تھے کہ وہ عیسیٰ کی مثل ہیں اور ان پر ایک نئی شریعت اتری ہے۔ اور جو لوگ عذاب الٰہی سے محفوظ ہونگے وہ اولاد ابراہیم اور عرب ہونگے جن کے دور میں عمرو الخزاعی نے دین ابراہیمی میں بت پرستی کی رسم ڈالی تھی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور مندرجہ ذیل آیات میں ''رسول'' سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا (قصص:59)

حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اسراء:15)

"اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا حتی کہ وہ ان کے مرکزی شہر میں کسی رسول کو نہ بھیج دے"۔

پس مشرکین عرب کی حالت مشرکین نصاریٰ کی طرح نہیں۔ کیونکہ مشرکین عرب کی راہنمائی کیلئے اس سے پہلے رسول نہیں آیا تھا۔لیکن نصاریٰ دین عیسوی میں اشراک (شرک) کے قائل تھے باوجود اس کے "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ..... کے تحت ان کو عذاب نہ دیا جائے گا۔ یہ مفسرین کا خیال ہے لیکن عذاب سے یہاں عذاب دنیا مراد ہے نہ کہ عذاب آخرت۔لیکن مفسرین نے یہاں بھی عذاب دنیا پر عذات آخرت کو قیاس کیا ہے۔ کہ وہاں بھی ان کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ انہیں ابھی تک رسول کی دعوت نہیں پہنچی تھی۔عذاب آخرت نہ ہونے پر ایک حدیث بھی بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔جس کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں کہتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" قیامت کے روز فترۃ میں مرا ہو ایک شخص چھوٹا بچہ اور پاگل لائے جائیں گے۔پس جو فترہ میں مرا ہوگا وہ (عذر پیش کرتے ہوئے) کہے گا"۔الٰہی! میرے ہاں نہ کتاب آئی تھی نہ رسول...... (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل فترۃ کو دنیا و آخرت دونوں میں عذاب نہ ہوگا وہاں اللہ تعالیٰ اہل فترات بچوں اور پاگلوں (بے وقوفوں) کے پاس رسول بھیجے گا اس کے پاس آگ ہوگی۔رسول ان سے کہے گا میں اللہ کا رسول ہوں اس آگ میں کود جاؤ۔ جو مطیع ہوگا وہ نجات پا جائے گا اور جو نافرمان ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا۔پس جس نے اس میں چھلانگ لگادی وہ جنتی ہوگا اور جو رکا رہا وہ دوزخ میں جائے گا۔جو آگ میں جائے گا اس کیلئے آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔اور مخالفین اپنے عمل کی وجہ سے جہنم کے حقدار ہونگے۔اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ مخلوق کیلئے عدل الٰہی کے تقاضے مکمل ہوں۔پس اس دنیا میں کسی کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ یہ اہل نار سے ہے درست نہیں۔جس طرح ارشاد پاک ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اسراء:15)

"کہ ہم رسول کی بعثت سے قبل کسی کو عذاب دینے والے نہیں"۔

اس وقت اہل فترۃ کی طرف قیامت کے روز رسول بھیجا جائے گا۔

دیلمی نے ابن عمر سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میں اہل بیت کی شفاعت سب سے پہلے کروں گا پھر جو ان کے قریب ہونگے اور پھر جو ان کے قریب ہونگے۔اور حضرت علی سے روایت ہے۔کہ حضور ﷺ نے فرمایا" اے بنو ہاشم! خدا کی قسم! جنت کی زنجیر پکڑ کر اپنی شفاعت کی ابتداء تم سے کروں گا۔ ابوسعید نے عمران بن حصین سے روایت بیان کی ہے۔کہ "حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں

نہ جائے۔ پس میری یہ دعا قبول ہوئی۔ ایسی دیگر احادیث سے بھی اہل بیت کیلئے شفاعت ثابت ہے۔ مثلاً ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حدیث بیان کی ہے کہ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (الضحیٰ:5)

''عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا''۔

جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا ''محمد (ﷺ) کی رضا اس بات میں ہے کہ اہل بیت میں سے کوئی بھی اہل نار نہ ہو۔

فصل

فترۃ میں شرک

بزار نے اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد دین اسلام رہا شیطان گاہے گاہے ان میں کوئی ایسی چیز پیدا کرنے کی کوشش میں لگا رہا جو ان کو اسلام سے دور کرے آخرکار وہ تلبیہ میں تبدیلی کرنے میں کامیاب ہو گیا اس نے جو حروف تلبیہ میں زیادہ کئے وہ یہ تھے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ

شیطان لگاتار کوشش میں رہا حتی کہ انہیں شرک میں لے گیا۔

سہیلی نے ''الروض الانف'' میں لکھا ہے کہ عمرو بن لحی خزاعی نے قبیلہ جرہم کو مکہ سے باہر نکالا اور خود بیت اللہ پر قابض ہو گیا۔ عربوں نے اسے خدا بنا لیا وہ جو بھی بدعت پیدا کرتا عرب اسے اپناتے کیونکہ وہ لوگوں کو کپڑے وغیرہ عطا کرتا اور حج کے موسم میں لوگوں کو کھانا کھلاتا۔ ابن اسحٰق نے بتایا کہ وہی وہ بدقسمت ہے جس نے عربوں میں بت پرستی کی رسم ڈالی۔ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تلبیہ ''لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ'' تھا حتی کہ ایک دن عمرو خزاعی تلبیہ کہہ رہا تھا کہ شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا جب عمرو نے ''لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ'' کہا تو شیطان نے کہا ''إِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ'' عمرو نے اسے اچھا نہ جانا اور کہا یہ کیا ہے؟ شیطان نے کہا ''تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ'' البتہ اس کے مالک ہیں جس کا رب مالک ہے۔ اس کے پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا عمرو نے پڑھا تو اس کی اقتداء میں عربوں نے بھی یہ پڑھنا شروع کیا۔

حافظ عماد الدین بن کثیر نے ''تاریخ'' میں لکھا ہے کہ عرب دین ابراہیمی پر تھے جب عمرو خزاعی مکہ کا والی بنا اور اس نے بیت اللہ کی ولایت اجداد آل نبی ﷺ سے چھین لی تو اس نے بتوں کی پوجا

شروع کی اور عربوں میں گمراہ کن عقائد پھیلا دیئے نیز اس نے تلبیہ میں بھی اضافہ کر دیا "لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّا شَرِیْكٌ هُوَلَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ" اسے سب سے پہلے پڑھنے والا عمرو ہی تھا۔ عربوں نے اس شرک کی اتباع کی۔ اور یوں وہ قوم نوح اور دیگر بھٹکی ہوئی قوموں کی طرح ہو گئے۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو دین ابراہیم پر تھے۔ خزاعہ (عمرو کا قبیلہ) نے بیت اللہ پر تین سو سال تک قبضہ جمائے رکھا۔ ان کی ولایت نہایت منحوس تھی۔ یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ کے جدامجد قصی آئے اور خزاعہ سے عربوں کی مدد سے ولایت بیت اللہ چھین لی۔ لیکن عرب عمرو کے پیدا کردہ شرک سے باز نہ آئے کیونکہ ان کے خیال میں یہ ایک الگ دین تھا جس میں تبدیلی ناممکن تھی۔

عمرو خزاعی کی ولایت کے بعد اور بت پرستی کی ابتداء کے باوجود تمام عرب کا شرک میں مبتلا ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کیلئے امن اور اپنی اولاد کیلئے شرک سے محفوظ رکھنے کی دعا کی تھی۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:35) تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عمرو سے ولایت چھیننے کے بعد تمام عرب شرک میں مبتلا ہوا ہو۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے جدامجد نے (جو دین ابراہیم پر تھے) جب عمرو کے خلاف عربوں سے مدد طلب کی تو تمام نے مل کر آپ کی مدد کی۔ اگر وہ مشرک ہوتے تو کبھی بھی عمرو مشرک کے خلاف صف آرا نہ ہوتے۔ البتہ عوام اور جاہل قسم کے لوگ عمرو کے لائے ہوئے شرک پر قائم رہے اور وہ بعثت نبوی ﷺ تک بت پرستی پر قائم رہے البتہ خواص اور آباؤ اجداد رسول ﷺ دین ابراہیم پر قائم رہے جن کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً (زخرف:28) اللہ تعالیٰ کا فرمان حق اور سچ ہے۔ اور وہ سیدھے راستے کی طرف ہادی ہے۔

باب ہشتم

ان افراد کے بارے میں جو فترۃ میں دین ابراہیم پر رہے

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو دین حنیف (دین ابراہیم) پر قائم تھے اور شرک سے دور رہے ان سے نبی ﷺ کے انکار کا امکان نہیں تھا۔

حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں بتوں کی پوجا نہیں کی وہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، زید بن عمرو بن نفیل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث، ورقہ بن نوفل، رباب بن بزار، سعد بن کہریب حموی، قس بن ساعدہ الایادی اور ابوقیس بن صرمہ تھے۔

ابن اسحٰق نے صحیح میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے فرماتی ہیں "میں

نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے دیکھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ ''اے قریش والو! تم میں سے میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں'' پھر کہا الٰہی اگر مجھے علم ہوتا کہ تیرے پسندیدہ چہرے کون سے ہیں تو میں ان کے وسیلہ سے تیری عبادت کرتا لیکن مجھے کوئی علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دعوت حق اور اس کی حقیقت کو پہچاننے والے بہت کم تھے۔ ابو نعیم نے عمرو بن عبد اللہ السلمی سے روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں'' میں نے زمانہ جاہلیت میں کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی اور مجھے یقین تھا کہ یہ بت محض پتھر ہیں اور مشرک ان باطل خداؤں کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح خمیر بن حسب الجہنی کے بارے میں بھی آیا ہے کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کبھی نہ کی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور زمانہ اسلام تک زندہ رہے مسلمان ہو کر وفات پائی۔ عمرو خزاعی کے شرک میں سارے عرب کا مبتلا ہونا اور اولاد ابراہیم میں سے چند افراد کا دین اسلام پر قائم رہنا اس وجہ سے تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے دعا مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ دعا قبول فرمائی تھی۔ جس کا پیچھے ذکر گذر چکا ہے۔ اور توحید الٰہی لوگوں میں قائم رہی جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے شریعت قرار دی ہے۔ ارشاد ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ (شوریٰ:13)

''اس نے مقرر فرمایا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جسے ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا ہم نے حکم دیا تھا ابراہیم کو''۔

عمرو خزاعی کی پیدا کردہ بت پرستی تمام عرب میں نہیں پھیلی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے دین الٰہی مقرر کیا تھا نہ کہ شرک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنی اولاد کے حق میں شرک سے محفوظ رکھنے کیلئے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عمرو نے جب بت پرستی پر لوگوں کو ابھارا تو بعض مجبوراً پوجنے لگے بعض نے نفس کی اتباع میں بت پرستی شروع کی اور یہ عوام اور جاہل افراد تھے۔ جو ہر زمانہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے بت پرستی سے انکار کیا وہ دین ابراہیمی پر ڈٹے رہے۔ بت پرستی صرف اس فترۃ میں پائی جاتی تھی البتہ اس نے تمام لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی۔ رہی بات مجبوراً بت پرستی کی تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس کی رخصت دی ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ اہل اندلس پر جب کفار نے غلبہ حاصل کیا تو ان کو بت پرستی پر مجبور کیا لیکن ان کے دل اسلام پر قائم رہے اور باوجود ظلم و جبر کے اسلام ان کے دلوں سے نہیں نکلا جب انہوں نے دیکھا تو انہیں اپنی حکومت کی فکر دامن گیر ہوئی لہٰذا انہیں مسلمانوں کی طرف بھیج دیا۔ اسی طرح دیار عجم میں روافض نے اہل سنت کے ساتھ نہایت سختی کی لیکن وہ اپنے مسلک سے سر مو بھی نہ پھرے۔ اسی طرح شرک بھی سارے عرب میں

سرایت نہ کرسکا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں دین ابراہیم نے جگہ بنالی تھی۔ اور جو مشرک تھے وہ بھی اس پر برقرار نہ رہ سکے اور کچھ عرصہ بعد اسے چھوڑ کر دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کو پوجنے لگے۔ جس طرح حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے کہ لوگ اپنے دین (جو دین فطرت ہے) کی طرف دوبارہ لوٹ آئے۔ پس شرک بھی تمام عرب میں نہیں پھیلا اور مشرک بھی تا ابد اس پر قائم نہ رہ سکے جس طرح زید بن عمرو بن نفیل اور دیگر وہ حضرات جو شرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

شرک اور بعثت کے بعد شرک دونوں برابر ہیں کیونکہ اس میں اللہ کی ربوبیت کا انکار نہیں ہوتا بلکہ انسان اپنے خیال میں بتوں کو اللہ کی مخلوق سمجھتے ہوئے۔ انہیں اللہ کے ہاں شفیع گمان کرتا ہے۔ اہل فترۃ میں سے جو مشرک تھے ضروری نہیں کہ وہ آگ میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ..... (اسراء:15) پس جب قیامت کے دن رسول انہیں راہ ہدایت کی طرف بلائے گا اور وہ اطاعت کرتے ہوئے بات مانیں گے تو جنت میں جائیں گے اور جو نافرمان ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اہل فترۃ کے بارے میں یہی حکم ہے کیونکہ حدیث شریف اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ پس اولاد ابراہیم میں اسلام و توحید بعثت نبوی ﷺ تک موجود رہے نیز اولاد ابراہیم بت پرستی کے قریب نہ گئی اس پر دلائل قطعیہ موجود ہیں۔ لہٰذا والدین کریمین بدرجہ اولیٰ مؤمنین میں سے تھے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کوئی زمانہ اسلام سے خالی نہ رہا زمانہ جاہلیت میں بت پرستی کے دوران اہل اسلام کی دو قسمیں تھیں۔ پہلی قسم ان کی تھی جو دین ابراہیم پر کما حقہ ثابت قدم رہے جس طرح حضور ﷺ بعثت سے پہلے دین ابراہیم پر عمل پیرا تھے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو شرک کے بعد دین ابراہیمی پر آگئے تھے۔ پس جو اولاد ابراہیم میں سے تھے وہ دین ابراہیمی پر شروع سے تا آخر قائم رہا اور جو اولاد ابراہیم میں سے نہیں تھے۔ ان کا اس دین پر رہنا یا دوسرے دین پر جانے کے بعد دوبارہ دین ابراہیم پر آنا دونوں جائز ہیں۔ اور اسی دور کے مسلمان بعثت نبوی ﷺ تک چار قسموں میں منقسم تھے پہلے وہ لوگ جو دین ابراہیمی پر قائم رہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی۔

دوسری قسم ان کی ہے جو بت پرستی کے بعد دین ابراہیمی پر آگئے تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو بت پرستی کے بعد دین موسیٰ علیہ السلام پر ہو گئے اور چوتھی قسم دین عیسیٰ علیہ السلام پر ہو گئی۔ مثلاً ورقہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور تبع کے بارے میں ہے کہ وہ یہودی ہو گئے تھے۔ یہ اہل جاہلیت کی اقسام تھیں۔ اولاد ابراہیم میں بعثت نبوی ﷺ تک اسلام موجود رہا کیونکہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ وغیرہ دین ابراہیمی پر رہے تھے اور اسلام قائم و دائم تھا کیونکہ ابراہیم

علیہ السلام نے بقاء دین ابراہیمی کیلئے دعا مانگی تھی اور وہ قبول ہو چکی تھی۔ لہٰذا والدین کریمین بھی اسی دین پر تھے کیونکہ کوئی زمانہ بھی دین ابراہیمی سے خالی نہ تھا چاہے مؤحدین شروع سے اس دین پر تھے یا شرک کے بعد کوئی اس دین پر آ گیا ہو۔ الغرض دین ابراہیم کا وجود بعثت رسول اللہ ﷺ تک موجود تھا اور درمیان میں کوئی دور ایسا نہیں آیا جس میں یہ دین موجود نہ ہو کیونکہ ارشاد پاک ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً (زخرف:28)

ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے اسلام پر رہنے کی دعا مانگی اور ان میں ایک رسول کی بعثت کیلئے زاری کی نیز دین اسلام کو اپنی اولاد میں باقی رہنے کیلئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام دعاؤں کو قبول کر لیا اور توحید کو تا بعثت نبی ﷺ اولاد ابراہیم میں باقی رکھا۔ لہٰذا دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے تا والدین کریمین آباؤ واجداد نبی ﷺ کو شرک کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔ کیونکہ آیات قرآنیہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ تعجب تو ان لوگوں پر ہے۔ جو نبوت رسول ﷺ کی تصدیق تو کرتے ہیں لیکن طہارت نسب جس پر قرآن گواہی دیتا ہے کی پہچان سے محروم ہیں۔ پس وہ مؤمن جو اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی کتاب (قرآن) کی تصدیق کرتا ہو اس کیلئے یہ وہم کرنا درست نہیں کہ والدین کریمین سے اوپر تا آخر آباء واجداد رسول ﷺ میں کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ ہو۔ کیونکہ یہ حضرات اس کائنات میں نور الٰہی کے ظہور کا ذریعہ بنے۔ سہیلی نے الروض الانف میں ایک حدیث بیان کی ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ ''مضر اور ربیعہ کو گالی مت دو کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتی ہیں کہ'' تمیم اور ضبہ'' کو گالی مت دو کیونکہ وہ بھی مسلمان تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' قس کو گالی مت دو وہ بھی مسلمان تھا اور الیاس کو گالی مت دو وہ بھی مسلمان تھا۔

سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ یہ الیاس اپنی پشت میں سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تلبیہ سنا کرتا تھا۔

سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن لوئی ہی وہ پہلے انسان ہیں جو قریش کو'' عروبہ'' کے دن جمع کرتے (انہوں نے عروبہ کا نام'' جمعہ'' رکھا تھا) اور انہیں حضور ﷺ کے متعلق خطبہ دیتے کہ وہ نبی ان کی اولاد میں سے ہوں گے۔ نیز انہیں اس نبی پر ایمان لانے اور ان کی اتباع کرنے کیلئے کہتے۔ اسے ماوردی نے ذکر کیا ہے اور ابو نعیم نے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ کعب اور بعثت رسول ﷺ کے درمیان پانچ سو سال کا عرصہ ہے۔ پس سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کعب بن لوئی تک تمام آباؤ واجداد رسول ﷺ مسلمان تھے۔ نیز کعب اور عبد المطلب کے درمیان چار آباء کا ذکر ہے اور وہ کلاب قصی، عبد مناف اور ہاشم ہیں۔ یہ حضرات ہر قسم کی آلودگی سے پاک تھے اور

عبدالمطلب کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ ان تک کوئی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ بخاری کی حدیث میں ایسا ہی ذکر ہے۔

(۲) وہ ملت ابراہیمی پر تھے۔اسے سفیان عیینہ نے بیان کیا ہے

(۳) یہ کہ بعد از وفات انہیں دوبارہ اللہ نے زندہ کیا وہ حضور نبی رحمت ﷺ پر ایمان لے آئے پھر فوت ہوئے۔اسے ابن سید الناس نے بیان کیا ہے۔لیکن یہ ضعیف قول ہے اہل سنت کی بجائے اسے بعض شیعہ حضرات نے ذکر کیا ہے اس لئے اکثر علماء کے ہاں پہلے دو قول مشہور ہیں تیسرے قول کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے۔چونکہ عبدالمطلب نور احمدی ﷺ کیلئے برتن کی حیثیت رکھتے تھے اور اس نورانی پیکر کے جلوہ گر ہونے سے کچھ عرصہ پہلے عبدالمطلب کی پشت اس کیلئے منتخب کی گئی تھی تو اس سے یقینی علم ہو جاتا ہے۔کہ عبدالمطلب بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبرداروں میں سے تھے کیونکہ ان سے وہ نور عبداللہ کی شکل میں اور ان سے پھر وہ نور اس عالم رنگ وبو میں جلوہ نما ہوا۔اس لئے فرع اپنے اصل پر اور جزء اپنے کل پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا آباؤ واجداد نبی مکرم ﷺ کسی دور میں بھی دین ابراہیمی سے نہیں پھرے۔

باب نہم

ان لوگوں کے بارے میں ہے جو فترۃ میں فوت ہوئے وہ عذاب سے محفوظ ہوں گے

اہل فترۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی رسول کے زمانہ سے خالی ہوں کیونکہ وہ شریعت موجود نہیں ہوتی جو وحی الٰہی سے ثابت ہو۔نہ ہی ان کے پاس رسول آیا ہوتا ہے جس پر وہ ایمان لائیں لہٰذا ایسے لوگوں کو نہ تو دنیا میں رسول کے آنے سے پہلے عذاب ہوگا۔کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اسراء:15)

''ہم ان کو عذاب دینے والے نہیں جب تک ان کے پاس رسول مبعوث نہیں کرتے''۔

چونکہ ان کے پاس رسول کی بعثت نہیں ہوئی جس کی وہ تکذیب کریں یا اس کی نافرمانی کریں اس لئے وہ فطرت اصلیہ یعنی ایمان روحانی پر ہیں (عذاب سے محفوظ ہیں) وہ دین اور وہ شریعتیں جو فترۃ کے زمانوں میں (جب انبیاء اور شریعت الٰہیہ نہیں تھی) عقلاء اور حکماء نے روحانی ذوق یا الہام کے ذریعے وضع کیں تھیں۔وہ اس لئے تھیں کہ جب انہوں نے نور باطنی سے دیکھا کہ انسان کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے ہونا چاہیے۔تب انہوں نے حق کے اظہار کیلئے اپنا اپنا طریقہ اپنایا اور جب یہ شریعتیں حکم

الٰہی کے مطابق تھیں۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس شریعت کی طرح قرار دیا جو شریعت اس کی جانب سے ہوتی ہے۔جس طرح ارشاد پاک ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (حدید:27)

"رہبانیت کی ابتدا انہوں نے خود کی تھی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا اس سے مقصود صرف اللہ کی رضا تھی لیکن وہ اس کا حق ادا نہ کر سکے"۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کے دروازے کھول دیئے تو ان کے دلوں میں شریعت کی محبت ڈال دی جس کے ذریعے وہ اللہ کی خوشنودی طلب کرتے تھے اسے گویا اللہ تعالیٰ نے من جانب اللہ قرار دیا۔اسی لئے تو ارشاد ہوا۔

فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ (حدید:27)

"یعنی جو ان پر ایمان لائے ہم نے انہیں ان کا اجر عطا کیا۔اور ان میں اکثر ان شریعتوں سے نکل گئے"۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات کے باب نمبر ایک سو ساٹھ میں لکھا کہ یہ شریعتیں کوئی فرشتہ لیکر نہیں آیا۔بلکہ انہیں حکماء وقت اور علماء زمانہ کے افکار میں راسخ کیا جاتا وہ ان شریعتوں کو اپنے پاس محفوظ کر لیتے اور پھر لوگوں کو ان پر عمل کیلئے ابھارتے ان میں کسی بت پرستی وغیرہ کا ذکر نہ ہوتا۔یہ عوام الناس کے فائدہ کیلئے ہوتیں یہی وہ بدعت حسنہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے کہ جس نے اس کی رعایت کی اس کو اللہ کی خوشنودی مقصود تھی۔

پس اہل فترات کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم ان خواص کی ہے جو شریعتوں کو بنا کر اس پر لوگوں کو عمل کرنے کی دعوت دیتے۔دوسری قسم ان کی ہے جو ان پر عمل کرنے لگے اور ان شریعتوں کی رعایت کرتے ہوئے خوشنودی رب حاصل کر گئے۔اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو ان شریعتوں پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت نے اہل فترات میں سے کسی پر جہنم میں جانے کا حکم نہیں لگایا بلکہ ان کا مسلک ہے کہ رسول کی آمد سے پہلے ان کو عذاب الٰہی نہ ہوگا۔جس طرح اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (اسراء:15) اہل کلام واصول میں سے ائمہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص دعوت پہنچنے سے پہلے مرا ہو وہ نجات یافتہ ہے۔اسے سزا تب دی جائے گی جب وہ بھیجے ہوئے رسول کی نافرمانی کرے گا۔ان کی دلیل مذکورہ بالا آیت ہے کہ بعثت سے قبل عذاب نہیں ہے ۔لیکن معتزلہ نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ عقل سے توحید کا حصول ضروری تھا اگر عقل کے ذریعے وہ

توحید کے قائل نہیں ہوئے تو انہیں سزا ہوگی۔ یہ مسئلہ اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ منعم کا شکر عقلاً واجب ہے یا نہیں اہل سنت کا مسلک ہے کہ جاننے کے بعد واجب ہے یہی مذہب امام فخر الدین رازی کا ہے۔ الکیا ھراسی نے اہل سنت کا مسلک یوں بیان کیا ہے۔ کہ شریعت منقولہ سے احکام واجب ہوتے ہیں محض عقول سے احکام ثابت نہیں ہوتے جبکہ معتزلہ وغیرہ نے کہا ہے کہ بعض احکام شریعت سے واجب ہوتے ہیں اور بعض محض عقول سے واجب ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمارا نظریہ ہے کہ جب رسول آجائے اور دلیل قائم ہو جائے تو اسے یہ بات تسلیم کرنی چاہیے۔ اب اگر تسلیم نہیں کرے گا تو سزا ملے گی۔ کیونکہ کام جو واجب ہوتے ہیں وہ درحقیقت رسول کی زبانی واجب ہوتے ہیں اور فترۃ میں اس کا تصور ناممکن ہے لہٰذا وجوب ثابت نہیں اور جب وجوب ثابت نہیں تو عذاب بھی نہیں۔ معتزلہ یا اہل بدعت میں سے جو کوئی ان کیلئے جہنم کو ثابت کرتا ہے درحقیقت وہ اہل سنت (جو اہل حق ہیں) کی مخالفت کرتا ہے۔ اس مسئلہ کو شکر منعم کے واجب ہونے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہاں بعثت سے خالی زمانہ میں رسول کی زبانی احکام واجب ہوئے ہی نہیں تو عذاب کیسا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ..... (اسراء:15)

ابن جریر و ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پاک روایت کی ہے۔

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ ...... (الخ) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک ان کے پاس کوئی خبر، دلیل وغیرہ من جانب اللہ نہ آئے۔

لیکن اہل فترہ چھوٹے بچوں اور بے وقوفوں (پاگلوں) کی حالت کے زیادہ مناسب ہیں۔ کہ ...مت والے دن ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا جو کوئی اطاعت کرے گا تو نجات پا جائے گا اور جو ...وئی نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ (اس کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے)

اب والدین کریمین کی دو حالتیں ہیں یا تو وہ اہل فترہ میں سے ہیں۔ یا دین ابراہیم پر ہیں۔ پہلی صورت میں وہ نجات یافتہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ ...... (الخ) اور اگر اہل فترہ میں سے نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف جو نبی مبعوث فرمائے گا (آخرت میں) وہ ان کا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں گے کیونکہ ان کا اپنے بیٹے کے ساتھ قریب ترین تعلق ہے۔ اور دنیا میں اولاد اسمٰعیل میں سے جو رسول تشریف لائے گے وہ آپ ہی ہونگے۔ پس اس دنیا میں جس طرح اس رسول کا ظہور ان سے ہوا آخرت میں بھی ان کی طرف وہی رسول تشریف لائیں گے۔

اور اگر وہ امت مسلمہ میں سے ہوں جس طرح کہ آیات قرآنیہ اور شہادت ربانیہ سے ظاہر ہے تو پران کی سعادت مسلمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انہیں اپنے رسول مکرم ﷺ کے ظہور کیلئے چن لیا تھا گویا اس دنیا میں بھی وہ بلندیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کیونکہ ان کے ذریعے صورت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا اور آخرت میں بھی انکا مقام رفیع کسی پر مخفی نہ ہوگا کیونکہ ان کا بیٹا ﷺ مقام محمود، حوض کوثر، شفاعت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ کا امین بن کر مخلوق خدا کیلئے تسکین و آرام کا باعث ہوگا۔ نیز اپنے والدین کریمین کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ اَجْمَعِيْنَ

الوصیۃ

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے عبد مومن، متقی اور گناہوں سے پاک انسان کیلئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اعمال صالحہ اور بلند اخلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو نفسانی خواہشات سے باز رکھے اور مخلوق سے تعلق توڑ کر خالق سے تعلق جوڑے نیز اپنے دل کو دنیاوی آلائشوں سے خالی کرے۔ کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی جناب میں حضوری سے مانع ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اسے کتاب وسنت کی سمجھ عطا ہو اور جو صفات الٰہیہ قرآن میں ہیں ان سے آراستہ ہونے کی توفیق حاصل ہو۔ اور اللہ ورسول کے کلام کی سمجھ حاصل ہو۔ حدیث پاک ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''اَهْلُ الْقُرْآنِ اَهْلُ اللّٰهِ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو قرآن سے آراستہ ہونے کی سمجھ عطا کی ہے وہ اللہ والے ہیں۔ پس قرآن وحدیث کی سمجھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہت بڑی وراثت ہے۔ کیونکہ حدیث بھی قرآن کی طرح قابل حجت ہے کیونکہ حضور ﷺ کی ہر حدیث وحی الٰہی ہوتی ہے۔ جس طرح ارشاد ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم: 4-3) پس جسے قرآن وحدیث کی فہم عطا ہو تو وہ یقیناً والدین کریمین کے متعلق جان لیتا ہے کہ آپ دونوں اسلام و توحید پر تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بالتفصیل بیان کر دیا ہے کہ اولاد اسمٰعیل جن کی پشتوں میں نور محمدی جلوہ گر تھا وہ تمام توحید پر رہے۔ اور وہ نور پاک یونہی پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا اور صفات تہذیب سے مزین ہوتا ہوا والدین کریمین تک پہنچا۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا آپ ﷺ صفائی وتہذیب کی حالت میں منتقل ہوتے رہے۔

کتاب وسنت کی فہم سے انسان خالق حقیقی سے قریب تر ہوتا ہے لیکن افکار حسیہ اور خیالات شیطانیہ کے شکار ہونے سے گمراہی اور ذلالت نیز جناب حق سے دوری مقدر بنتی ہے۔ پھر ابراہیم علیہ

السلام نے اپنی اولاد کیلئے جو دعا مانگی تھی اس میں بھی اپنی اولاد کے ملت اسلامیہ پر رہنے، ان میں سے ایک رسول کی بعثت، اپنی اولاد کا شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہنے اور خواہشات نفسانی سے بچنے کا ذکر ہے۔ اسی دعا کا اثر تھا کہ شیطان انہیں راہ راست سے بھٹکا نہ سکا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (اسراء:65)

''جو میرے بندے ہیں اے شیطان تو ان پر قابو نہیں پا سکتا''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں جس جس چیز کا ذکر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دیا اور ان میں اپنا رسول بھیج دیا حضور ﷺ خود فرماتے ہیں۔

أَنَا دَعْوَةُ اَبِی اِبْرَاهِیْمَ

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں''۔

پس اولاد ابراہیم جن سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا سب کے سب شیطان کی حکمرانی سے محفوظ تھے۔ اور یہ سب کچھ دعائے ابراہیم کی وجہ سے تھا۔ جب ان کی دعا کی مقبولیت کا علم قرآن پاک سے ہو جاتا ہے تو اب والدین کریمین کے اسلام پر رہنے اور امت مسلمہ میں سے رسول کی بعثت اور ان تمام کا شرک سے پاک رہنے کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں قرآنی نص سے ثابت ہیں۔ اور جو خبریں اس نص کے معارض ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ وہ قرآن وسنت میں فہم سے عاری لوگوں کی باتیں ہیں جو قابل توجہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت تک دین ابراہیمی آپ کی اولاد میں باقی تھا۔ فتوحات میں مذکور ہے کہ بعثت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو ملت ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ لہٰذا آپ غار حراء میں تشریف لے جاتے اور مخلوق سے الگ تھلگ عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص مہربانی تھی۔ یہاں تک کہ فرشتہ (جبرائیل) وحی الٰہی لے کر آیا اور آپ تمام لوگوں کی طرف بشیر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر مبعوث ہوئے۔ پس آپ ﷺ دین ابراہیم پر امت میں مبعوث ہوئے۔ اور یہی ملت آپ کی ملت قرار پائی۔ اور شریعت ابراہیمی آپ ﷺ کی شریعت قرار پائی۔ دین ابراہیمی کو آپ ﷺ کی وجہ سے بقا حاصل ہوئی۔ الغرض جو کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں مانگا تھا حرفاً حرفاً پورا ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ اشیاء اپنی اصلی جگہ پر رکھی جائیں۔ اور تمام کام اپنے اسلوب پر ہوں۔

وَبِاللّٰهِ تَوْفِیْقٌ (ملخص)

تتمہ

نور محمدی ﷺ تقاضا ہی اس بات کا کرتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عبداللہ رضی اللہ عنہ تک یہ تمام نسل پاک صاف اور ہر قسم کے نقائص سے پاک ہوتا کہ ان سے اس نور الٰہی کا ظہور ہو کیونکہ حکمت الٰہیہ یہی ہے کہ

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (نور:26)

"گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کیلئے"۔

پس آپ ﷺ کے نور پاک کیلئے اللہ تعالیٰ نے پاک پشتوں کو چن لیا تھا جس طرح حضور ﷺ خود فرماتے ہیں میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ اپنے والدین کریمین تک پہنچے جو صفات و اخلاق میں بیمثال تھے آپ نہایت پاکیزہ روح اور پاکیزہ جسم والے تھے کیونکہ حضور ﷺ ان کے جسم کا ٹکڑا تھے جس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا۔

اِنَّمَا فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِنِّی "بے شک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہیں"۔

پس جو کوئی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ نسب نبی ﷺ میں نقص نکالے کیونکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

(احزاب:57)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے"۔

قاضی ابوبکر سے پوچھا گیا جو کوئی آباء نبی کے بارے میں کہے کہ وہ دوزخ میں ہیں تو وہ کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ وہ لعنتی ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ......الخ (احزاب:57)

اور کسی کے والد کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دوزخ میں ہے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ امام موفق الدین نے کہا ہے کہ جو کوئی اجداد نبی میں سے کسی ایک میں نقص نکالے تو اسے قتل کیا جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ ایک اور قول کے مطابق کافر کو قتل کیا جائے۔

پس سلطان عادل اور امام تقی جو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا محافظ ہو اس پر واجب ہے کہ وہ ملت حنیفیہ کی حفاظت کرے اور روئے زمین سے فساد کو دور کرے اور دین میں فساد سے عظیم فساد اور نہیں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین اور آباء واجداد جن سے توحید وایمان کا سورج طلوع ہوا جن کی رحمتوں نے چاردانگ عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان (آباء واجداد) کی طرف شرک کی نسبت کرنا فساد دین اور فساد عظیم ہی ہے۔ لہٰذا اس فساد کی بیخ کنی کیلئے سلطان عادل کو سر دھڑ کی بازی لگانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(شیخ عبداللہ بسنوی کی کتاب ''مطالع النور السنی'' یہاں ختم ہوئی)

خاتمہ

اس میں چند فوائد کا ذکر کیا جائے گا۔

پہلا فائدہ

شیخ زمانہ، امام مرشد کامل، عارف باللہ سیدی، سید احمد بن حسن علوی رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بارے میں ہے۔

شیخ مذکور نے مجھے (یوسف بن اسمٰعیل مؤلف کتاب ھذا) ایک خط لکھا جس میں بعض خوابوں کا ذکر ہے جن خوابوں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیبی آوازوں اور حضور نبی رحمت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کا ذکر ہے۔ نیز دیگر اولیائے کرام اور صحابہ کرام کا بھی ذکر ہے۔ اور مجھے بہت سارے اذکار کی اجازت بھی دی ہے۔ اکثر ثقہ عارفین نے مجھے خبر دی ہے کہ شیخ مذکور بحالت بیداری زیارت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی ولایت ہے۔ آپ نے اپنے خط میں اس کا ذکر تو نہیں کیا البتہ اتنا اشارہ ضرور دیا ہے کہ مجھے بعض امور کے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ممکن ہے اسی زیارت کے بارے میں آپ نے اشارہ دیا ہو۔ بلکہ اکثر اوقات اہل برزخ صالحین و انبیاء سے بھی ملاقاتیں کر چکے ہیں۔ جنہوں نے آپ کو اپنی کتب وغیرہ سے چیزیں روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسی کتاب کے جزء ثالث میں ان کا ایک خط مذکور ہے جس میں انہوں نے مجھے ان کے بعض شیوخ سے روایت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

اب میں ان کے اس آخری مکتوب کا ذکر کرتا ہوں اور اسکے آخر میں ان دو خطوں کا ذکر کروں گا جو اس سے قبل مجھے موصول ہوئے تھے۔ (خط یہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ دین کے جھنڈے تا ابد لہراتے رہیں اور اس کی عطاؤں کے موتی ہمیشہ لٹتے رہیں اور اہل محبت کے سینے اس کے مشاہدات سے آباد رہیں۔ اللہ کے حبیب پر ایسے صلوٰۃ وسلام ہوں جن سے حبیب مکرم خوش ہوں۔ شیخ یوسف بن اسماعیل (اللہ تعالیٰ جنت میں ہمیں یکجا کرے) آپ کا مکتوب ملا آپ کی خوبصورت گفتگو سے دل کو لذت حاصل ہوئی۔ "جَوَاهِرُ الْبِحَارِ فِي فَضَائِلِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ" ﷺ کی طباعت اور "قصیدہ فریدہ الرائیہ" کے نظم پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا فرمایا۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے

انشاء اللہ یہ دین و دنیا ہر لحاظ سے باعث نفع ہے۔ آپ نے مجھ سے ان اجازات اور خوابوں کے متعلق جاننے کی درخواست کی ہے جو اجازات یا خواب میں نے اکابر اہل برزخ سے حاصل کئے ہیں۔ یا وہ خواب جو ان کے متعلق دیکھے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

اہل برزخ میں سے بہت سے علماء باطن وظاہر کی جانب سے بفضل اللہ مجھے بہت ساری اجازات حاصل ہیں۔ ان میں سے اکثر میری یادداشت سے محو ہیں البتہ جو میرے ذہن میں موجود ہیں ان کا ذکر کرتا ہوں۔

میں نے اللہ رب العزت کا خواب میں دیدار کیا۔ اس نے مجھے ''ھو یہ'' یعنی ''ھو'' کا ذکر کرنے کا حکم دیا اور تعداد ''سات'' مقرر فرمائی لیکن یہ معلوم نہیں سات مرتبہ، یا سات سو یا سات ہزار کا حکم دیا۔ البتہ میں یہ ذکر کبھی کم اور کبھی زیادہ کرتا ہوں۔

سید المرسلین ﷺ کی زیارت سے تو میں لاتعداد مرتبہ مشرف ہوا ہوں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجھ پر خاص توجہ ہے ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ کو عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور میں نے آپ کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کی اور آپ ﷺ کی قرآءت سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح ایک اور مرتبہ آپ کی زیارت ہوئی تو میں نے ''اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ..... (تین آیات) کے متعلق پوچھا یارسول اللہ ﷺ! آپ کی قرآءت ایسی ہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' وہ تین آیات یہ ہیں۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾

لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (احزاب)

میں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا اچھی آواز سے (ترتیل سے) قرآن سنایا آپ نے بعد میں حدر سے پڑھ کر سنایا جس طرح میری عادت تھی۔ اور خواب میں آپ ﷺ نے اکثر مصافحہ فرمایا اور مجھے گلے بھی لگایا میں نے مصافحہ کے بارے میں پوچھا تو جو سمجھا وہ یہ تھا کہ انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنا زیادہ مؤکد ہے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ مصافحہ کے وقت ایسا ہی کیا اور ایک دفعہ اپنی شہادت کی انگلی میری ہتھیلی پر رکھی جب کہ ایک دفعہ میرے منہ میں لقمہ بھی ڈالا۔ آپ نے مجھے

سورۂ واقعہ بعد از نماز عصر پڑھنے کا بھی حکم دیا اور صلوٰۃ فجر کے بعد جتنا ہو سکے سورہ اخلاص کے پڑھنے کا حکم دیا ایک دفعہ میں بعد از حج حضرموت کی طرف واپس آرہا تھا کہ حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے پوچھا ''حضرموت جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی ''ہاں'' تب آپ نے فرمایا'' میں تجھے اس ذات کی امان میں دیتا ہوں جس کی امانت مین آئی چیز کبھی ضائع نہیں ہوتی'' میں نے عرض کی میں نے اس ودیعت کو قبول کر لیا ہے۔ ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جو کسی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے ان کو یہ آیت سنائی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (آل عمران:44)

''یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں''۔

میں نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کیا

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ آل عمران:44)

''اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں''۔

اس آیت کی تلاوت کے وقت میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ اور ''اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ'' تک پڑھ کر وقف کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے ''وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ...... (الاٰیۃ) تلاوت فرما کر اشارہ دیا کہ وقف یہاں درست نہیں ہے اگلی آیت کا معنی مابعد کے ساتھ متصل ہے۔ (اس لئے وقف کے بغیر آگے پڑھو) ایک رات میں تہجد کیلئے نہ اٹھ سکا تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے کھجور کے پتوں کا مصلی مجھے پکڑا دیا کہ میں اٹھ کر تہجد ادا کروں۔ ایک دفعہ ''کتاب الاغانی'' کے مطالعہ سے فارغ ہو کر لیٹا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا ''علم تصوف'' کا مطالعہ کرو۔ اور ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک برتن میں مجھے شہد پلا دیا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں میں نے دیکھا کہ گویا خضر علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر قبر انور کے سامنے لائے۔ اور آواز دی ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہی آپ کا نواسا ہے؟ (آپ رحمۃ اللہ علیہ سادات میں ہیں) جواب آیا'' ہاں یہ میرا محسن نواسا ہے۔'' ایک اور زیارت میں میں نے شیخ محی الدین بن عربی کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو موتی یگانہ ہیں۔ ایک اور مرتبہ شرف دیدار حاصل ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو وہ درود پڑھ کر سنایا جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے پسند فرمایا وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ صَلَاةً كَامِلَةً كَمَا هِيَ فِي عِلْمِكَ صَلَاةً كَامِلَةً وَسَلِّمْ سَلَامًا

تَامًّا كَمَا هُوَ فِي عِلْمِكَ سَلَامٌ تَامٌ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ صَلَاتِكَ عَلَيْهِ وَعَدَدَ صَلَاةِ مَنْ صَلّٰى مِنْ خَلْقِكَ وَمِثْلَ صَلَاتِكَ عَلَيْهِ وَمِثْلَ صَلَاةِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَ عَدَدَ سَلَامِكَ عَلَيْهِ وَعَدَدَ سَلَامِ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ فِي الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ وَالظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَالسِّرِّ وَالْعِلَانِيَةِ مِلْءَ الْمِيْزَانِ وَ مُنْتَهَى الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضٰى وَ عَدَدَ النِّعَمِ وَ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضٰى نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَ ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ وَعَدَدَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ فِي عِلْمِكَ وَ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِنْ ذٰلِكَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَ زِنَةَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِنْ ذٰلِكَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَ مِلْءَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِنْ ذٰلِكَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَفِيْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَلَحْظَةٍ وَخَطْرَةٍ وَطَرْفَةٍ يَطْرِفُ بِهَا اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَاَهْلِ الْاَرْضِيْنِ وَجَمِيْعِ الْمَخْلُوْقِيْنَ صَلَاةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَسَلَامًا يَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَتَرْضٰى بِهِمَا وَتَرْضٰى بِهِمَا عَنَّا وَعَنْ وَالِدِيْنَا وَ عَنْ اَوْلَادِنَا وَ عَنْ مَشَائِخِنَا وَ عَنْ مُعَلِّمِيْنَا وَ عَنْ اَهْلِ الْحُقُوْقِ عَلَيْنَا وَ عَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَجْرِ يَارَبِّ لُطْفَكَ الْخَفِيَّ فِيْ اُمُوْرِيْ وَ اُمُوْرِ هِمْ وَ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ آمِيْنَ۔

يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَالَمْ اَعْلَمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ بِصِفَاتِكَ الْعُظْمٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ بِكَلِمَاتِكَ التَّامَاتِ كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ بِاِسْمِكَ الْاَعْظَمِ وَرِضْوَانِكَ الْاَكْبَرِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ وَاَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ عَلٰى رُوْحِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَعَلٰى جَسَدِهٖ فِي الْاَجْسَادِ وَعَلٰى قَبْرِهٖ فِي الْقُبُوْرِ بِكُلِّ

3

صَلَاةٍ وَبِكُلِّ سَلَامٍ صَلَّيتَ وَ سَلَّمتَ بِهِمَا عَلَيهِ وَبِكُلِّ صَلَاةٍ وَبِكُلِّ سَلَامٍ صَلَّى وَسَلَّمَ بِهِمَا عَلَيهِ اَحَدٌ مِنْ خَلقِكَ فِي الاَوَّلِ وَالآخِرِ وَالظَّاهِرِ وَالبَاطِنِ وَالسِرِّ وَالعَلَانِيَّةِ مِلْ المِيزَانِ وَمُنتَهَى العِلمِ وَ مَبلَغَ الرِضَى وَعَدَدَ النِعَمِ وَعَدَدَ خَلقِكَ وَ رَضِيَ نَفسِكَ وَزِنَةِ عَرشِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَكُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَاكِرُونَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكرِكَ وَ ذِكرِهٖ الغَافِلُونَ۔ وَعَدَدَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فِي عِلمِكَ وَزِنَةِ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فِي عِلمِكَ وَمِلْ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فِي عِلمِكَ وَ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِنْ ذَلِكَ اَلفَ مَرَّةٍ وَزِنَةَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِنْ ذَلِكَ اَلفَ مَرَّةٍ وَمِلْ كُلِّ ذَرَّةٍ مِنْ ذَلِكَ اَلفَ مَرَّةٍ وَآتِهِ الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ وَالشَّرفَ وَالدَرجَةَ العَالِيَةَ الرَفِيعَةَ وَابعَثهُ المَقَامَ المَحمُودَ الَّذِي وَعَدتَّهُ وَاَنزِلهُ المَقعَدَ المُقَرَّبَ عِندَكَ آمِين يَارَبَّ العَالَمِينَ۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۱۸۲﴾

میں نے حضور نبی رحمت ﷺ کی جتنی زیارتیں کیں ہیں ان میں سے اتنا کافی ہے۔ میں نے عارف باللہ ابو بکر بن عبد اللہ بن طالب العطاس سے سنا ہے کہ ایک دفعہ سید احمد بن علی بحر القدیمی نے بحالت بیداری سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے براہ راست حدیث روایت کرنا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا میں تین حدیثیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی حدیث

یہ کہ جب تک سبز قہوہ کی بو انسان کے منہ سے آرہی ہو ملائکہ اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

دوسری حدیث

جس نے تسبیح پکڑی تا کہ اس سے ذکر اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ذاکرین میں سے لکھتا ہے چاہے وہ اس کے ساتھ ذکر کرے یا نہ کرے۔

تیسری حدیث

جو کوئی کسی زندہ ولی یا فوت شدہ ولی کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے گویا اللہ کی عبادت زمین کے کونے کونے میں کی۔

مذکور سید احمد، سید عبدالرحمٰن بن سلیمان الاھدل کے شیخ ہیں اور شیخ عبدالرحمٰن سید ابوبکر کے شیخ ہیں۔

میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زیارت کی اور اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا ہمارے دور میں اجازت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ میں تجھے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف بھیجنا سکھاتا ہوں اور اس کی تلقین بھی کرتا ہوں۔ وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ زَيْنِ الْوُجُوْدِ وَعَلٰى آلِهٖ خَيْرِ كُلِّ مَوْجُوْدٍ

اور میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا میں تجھے کندھوں پر چادر ڈالنے کا طریقہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی ضرور بتایئے۔ آپ نے چادر کا ایک کونہ میرے دائیں کندھے پر ڈال دیا اور یہ کونہ سینے پر لٹکتا چھوڑ دیا جبکہ دوسرا کنارا کمر اور بائیں بغل کے نیچے سے لپیٹتے ہوئے بائیں کندھے پر پیٹھ کی طرف لٹکا دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے بھی مشرف ہوا آپ رضی اللہ عنہا نے مجھے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:31)

بار بار پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے سیدی قطب عبدالرحمٰن بن محمد سقاف باعلوی کو خواب میں دیکھا اور اس ورد کے پڑھنے کی اجازت لی۔ یہ ورد غوث ابوبکر بن سالم باعلوی کا ہے۔

اَللّٰهُمَّ يَا عَظِيْمَ السُّلْطَانِ يَا قَدِيْمَ الْاِحْسَانِ يَادَائِمَ النِّعَمِ يَا كَثِيْرَ الْخَيْرِ يَا وَاسِعَ الْعَطَايَا خَفِيَّ اللُّطْفِ يَاجَمِيْلَ الصُّنْعِ يَا حَلِيْمُ لَا يُعْجَلُ صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ وَارْضَ عَنِ الصَّحَابَةِ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ شُكْرًا وَلَكَ الْمَنُّ فَضْلًا وَاَنْتَ رَبُّنَا حَقًّا وَنَحْنُ عَبِيْدُكَ رِقًّا وَاَنْتَ لَمْ تَزَلْ لِذٰلِكَ اَهْلًا يَا مُيَسِّرَ كُلِّ عَسِيْرٍ وَيَا جَابِرَ كُلِّ كَسِيْرٍ وَصَاحِبَ كُلِّ مَزِيْدٍ يَسِّرْ عَلَيْنَا كُلَّ عَسِيْرٍ فَتَيْسِيْرُ الْعَسِيْرِ عَلَيْكَ يَسِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ يَامَنْ لَا يَحْتَاجُ اِلَى الْبَيَانِ وَالتَّفْسِيْرِ حَاجَاتُنَا كَثِيْرٌ وَاَنْتَ عَالِمٌ بِهَا خَبِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَخَافُ مِمَّنْ يَخَافُ مِنْكَ وَاَخَافُ مِمَّنْ لَا يَخَافُ مِنْكَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مَنْ يَخَافُ مِنْكَ نَجِّنَا مِمَّنْ لَا يَخَافُ مِنْكَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِحْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاكْفِنَا بِكَنَفِكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ

عَلَيْنَا اَنْ نَهْلَكَ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرِجَائُنَا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

میں نے شیخ ابوبکر بن سالم باعلوی کو خواب میں دیکھا آپ نے اپنے تمام وردوں کی اجازت دی جن میں مذکورہ بالا ورد بھی شامل ہے میں نے ان سے دریافت کیا کہ دل سے قرآن پڑھنے والے کو ثواب دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں دیا جائے گا۔آپ نے اپنی زبان میرے منہ میں رکھی اور حلق تک لے گئے۔

عمر بن عبدالرحمٰن العطاس کی زیارت میں مندرجہ ذیل ورد عطا ہوا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (تین بار)

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (تین بار)

''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ'' (تین بار)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (دس بار)

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' (تین بار)

''بِسْمِ اللّٰهِ تَحَصَّنَّا بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ'' (تین بار)

''بِسْمِ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِ'' (تین بار)

''سُبْحَانَ اللّٰهِ عَزَّ اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ جَلَّ اللّٰهُ'' (تین بار)

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' (تین بار)

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' (چار بار)

''يَالَطِيْفًا بِخَلْقِهٖ يَا عَلِيْمًا بِخَلْقِهٖ يَا خَبِيْرًا بِخَلْقِهٖ اُلْطُفْ بِنَا يَا لَطِيْفُ يَا عَلِيْمُ يَا خَبِيْرُ'' (تین بار)

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' (چالیس بار)

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (ایک بار)

''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' (سات بار)

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ'' (گیارہ بار)

اس کے بعد

''يَارَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' (گیارہ مرتبہ پڑھے اور اخیر میں یہ پڑھے)

''نَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ يَا اللّٰهُ بِهَا يَا اللّٰهُ بِهَايَا اَللّٰهُ بِحُسْنِ الْخَاتِمَةِ'' (تین بار)

اسے عزیز الشال، فتح باب الوصال، کہا جاتا ہے اور تکالیف اور مصائب کو دفع کرنے کیلئے مجرب ہے۔ نیز حاجات پوری کرنے میں بھی آزمودہ ہے۔ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ میں جب مکہ مکرمہ حاضر ہوکر سید احمد دحلان کے ہاں طلب علم کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے تمام اوراد ترک کروادیئے البتہ میں مذکورہ ورد پڑھتا رہا۔ پھر آپ نے یہ ورد بھی چھڑا دیا۔ میں نے عمل کیا تو مجھے خواب میں سید حسین بن صاحب آئے اور مجھے پڑھنے کا کہہ گئے لیکن میں نے وہ ورد نہیں پڑھا پھر خواب میں سید عمر العطاس آئے (جو اس ورد کے صاحب ہیں) اور مجھے ایک رات پڑھنے کیلئے کہہ گئے دوسری رات پھر ایسا ہوا تیسری رات آپ نے دھمکی آمیز لہجہ میں نہایت غصہ کی حالت میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اور پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ لہٰذا میں پڑھنے لگا۔

سید قطب عبداللہ کی زیارت اور اوراد کی اجازت سے بھی مشرف ہوا ہوں۔ ایک دن میں شیخ ابو اسحٰق شیرازی کی کتاب ''المھذب'' پڑھ رہا تھا کہ اس کتاب کے مولف ابو اسحٰق خواب میں تشریف لائے اور مجھے اپنی تمام مؤلفات کے روایت کرنے کی اجازت دی میں نے عرض کی آپ نے کتاب المھذب میں بہترین مواد جمع کیا ہے لیکن دو قول ذکر کرنے کے بعد خاموش ہوتے ہیں اور ترجیح یافتہ قول کا ذکر ان میں نہیں کرتے جس کی وجہ سے طلباء کے دل مطمئن نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا دین میں اہل تحکم کی صفت یہی ہے ہم ویسے ہی نقل کرتے ہیں جیسے کتابوں میں پاتے ہیں۔ میں نے شیخ ابو حامد الغزالی کی زیارت کی آپ نے اپنی تمام مصنفات کی اجازت دے دی میں نے پوچھا کہ جو کوئی گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو کیا شہر میں جہاں بھی اذان دی جائے (اس کی نماز کے صحیح ہونے کیلئے) کافی ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ میں نے عرض کی جب یہ مسئلہ میرے طلباء کو معلوم ہو جائے گا تو وہ کہیں گے اس کی دلیل لاؤ تب؟ آپ نے فرمایا'' اپنے دوستوں سے کہنا اسے امام غزالی نے'' الوسیط'' میں بیان کیا ہے کہتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو وسیط میں وہ مسئلہ ڈھونڈھنے پر معلوم ہوا وہاں لکھا ہوا تھا۔

''وَاَوْلٰى بِاَنْ لَا يُؤَذِّنَ اِكْتِفَآءً بِالنِّدَاءِ الْعَامِّ'' (ندائے عام (اذان عام) کے بعد مزید اس کیلئے اذان نہ دینا بہتر ہے)

امام نووی اور شیخ احمد بن حجر المکی کی زیارتوں سے بھی مشرف ہوا ہوں دونوں نے اپنی تالیفات اور کتب کی اجازت دے دی ہے مؤخر الذکر نے معوذتین اوراد میں شامل کرنے کیلئے کہا میں انہیں روزانہ سو مرتبہ پڑھتا ہوں۔ ایک اور خواب میں میں نے ان کو دیکھا اور عرض کی میں نے کتاب

المھذب سے بہت نفع حاصل کیا ہے آپ نے اس کی شرح کیوں نہیں لکھی؟ کہنے لگے اس میں چند مشکل مسائل ہیں۔ میں نے پوچھا تو بتایا کہ "تکبیر تحریمہ میں نیت کا مسئلہ، میں نے عرض کی سبحان اللہ جب انسان اپنے نفس کو اللہ کے حضور لا کر کھڑا کر دے اور اللہ اکبر (زبان سے) کہتا ہے تو کیا اس کا نفس اللہ اکبر نہیں کہے گا؟ آپ خاموش ہوئے میں نے عرض کی بلکہ نفس بھی اللہ اکبر کہے گا آپ نے فرمایا آپ نے درست کہا کچھ شرمندہ ہوئے اور کہا یہی اس کی شرح ہے۔ یعنی جب انسان اللہ کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھے اور دل اس کی عظمتوں سے لبریز ہو جائے تو یہی نیت ہے۔ پس تکبیر تحریمہ خیالات غیر کو دور کرنے کیلئے ہوتی ہے اور نیت اعمال میں تمیز کیلئے ہوتی ہے۔ ایک رات میں نے نظر نہ آنے والی جماعت کو سنا جو ایک ہی آواز میں اللہ کے اسماء کی تلاوت کر رہے تھے اسمائے مبارکہ یہ تھے۔ "يَا رَحْمٰنُ، يَا رَحِيْمُ، اَدْخِلْنَا جَنَّتَكَ، يَا مَلِكُ، يَا قُدُّوسُ اَدْخِلْنَا جَنَّتَكَ" اسی طرح آخر اسماء تک پڑھتے جا رہے تھے۔

چند فوت شدہ حضرات کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ جب تم ہماری زیارت کو آتے ہو اور دعا پڑھتے ہو اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوتا ہے دعا یہ ہے۔

يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ اِغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ اِغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ وَارْحَمْنَا وَارْحَمْهُمْ وَوَالِدَيْنَا وَوَالِدَيْهِمْ وَاجْعَلْنَا وَاِيَّاهُمْ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ بِمَا اَنْزَلْتَ عَلٰى رُسُلِكَ

یہ ورد محمد بن عمر باعلوی کا ہے۔ ایک دفعہ ایک سید جسے کشف حاصل تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے آپ کو تریم کے مقام پر دیکھا کہ سارے سلف صالحین آپ کو مختلف قسم کے لباس پہنا رہے تھے ان میں قمیص عمامہ اور ٹوپی وغیرہ ہر قسم کا لباس تھا۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ بہت سارے صالحین اور بھی ہیں جن سے وقتاً فوقتاً عالم برزخ میں ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ حضرات ذکر، اذن اور مصافحہ وغیرہ سے نوازتے رہتے ہیں۔ درج ذیل حضرات کے اسمائے گرامی مجھے اس وقت یاد ہیں۔

سید خضر علیہ السلام سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ہوئی اور سید احمد بن عیسیٰ بن علی بن جعفر صادق رضی اللہ عنہم، محمد بن علی باعلوی، محمد سید عبدالقادر جیلانی، عبد اللہ بن ابی بکر باعلوی، شیخ محی الدین بن عربی، ابن حجر عسقلانی، عارف ہارون بن ہود العطاس، عبداللہ اور احمد بن عمر بن سمیط وغیرہ بہت سارے بزرگان دین ایسے ہیں جن کی زیارت سے مشرف بھی ہوا ہوں اور ان حضرات نے کثیر اوراد کی اجازت بھی دے رکھی ہے میں اپنے تمام اوراد و وظائف کی

اجازت شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبھانی کو دیتا ہوں۔ وہ وظائف واوراد جو میں نے اجل شیوخ سے حاصل کئے ہیں۔ وہ شیوخ جو علم وتصوف کی دنیا میں درخشندہ تاروں کی طرح ہیں۔ مثلاً عارف باللہ صالح بن عبداللہ بن احمد العطاس، امام ابوبکر بن عبداللہ طالب العطاس، احمد بن محمد، احمد بن زینی دحلان، سید محمد بن عبدالباری، سید حسن بن عبدالباری، عبدالرحمٰن بن علی آل سقاف، سید ہاشم بن شیخ الحبشی وغیرہ (اور دیگر بہت سارے ایسے بزرگان دین جن کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوجائے گا۔)

المختصر میں نے ان تمام بزرگوں سے تفسیر، حدیث، اصول فقہ اور تصوف میں جو کچھ روایت کیا اور اجازت حاصل کی ہے ان تمام کی روایت کرنے کی تجھے (یوسف بن اسمٰعیل کو) اجازت دیتا ہوں۔ اور مزید جسے چاہو اجازت دے سکتے ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں اہلیت ہو اور جس کے قدم سلف صالحین کے طریقہ پر مستحکم ہوں۔ اللہ اور اس کی مخلوق کے ساتھ اس کے حالات درست ہوں۔

اس سے پہلے آپ نے میرے حالات زندگی کے بارے میں پوچھا تھا تو مختصراً عرض ہے کہ " میں شہر حریضہ میں رمضان ۱۲۵۷ھ کو پیدا ہوا قرآن کی ابتدائی تعلیم اپنے دادا بزرگوار عبداللہ بن علی بن عبد اللہ العطاس سے حاصل کی پھر دادا جان رحمۃ اللہ علیہ مجھے حافظ القرآن فرج بن سباح کے پاس لے گئے۔ یہ عارف باللہ ہارون بن ہود العطاس کے شاگرد تھے ان کی تربیت میں آٹھ سال تک رہے اور وہ حریضہ میں چھپن سالوں سے قرآن پڑھا رہے تھے۔ آپ نہایت متقی اور زاہد انسان تھے آپ کی حالت یہ تھی کہ قرآن پڑھتے پڑھتے سو جاتے جب بیدار ہوتے تو وہیں سے قرأت شروع کرتے جہاں سے تلاوت منقطع کی تھی۔ مکہ مکرمہ میں طلب علم کے دوران جب کبھی تلاوت سے غفلت ہوتی تو مجھے خواب میں آتے اور لاٹھی دکھا کر پڑھنے کا حکم کرتے۔ میں نے قرآن انہی کے پاس حفظ کیا تھا۔ چھٹی کے بعد مجھے بٹھا لیتے اور ہر سبق چالیس مرتبہ دہرانے کیلئے کہتے۔ یوں میں نے ان کے پاس حفظ مکمل کیا۔ اس دوران حریضہ میں علامہ محمد بن علی بن عبداللہ السقاف سیون سے تشریف لائے۔ اور میں نے فقہ میں بالخصوص ان سے بہت کچھ سیکھا آپ علم وحفظ، عقل وتقوی اور احتیاط واخلاق حسنہ میں عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ تریم شہر میں نماز چاشت کے دوران سجدہ میں وفات پا گئے۔ آپ حریضہ میں سید محسن بن حسین بن جعفر کی وساطت سے تشریف لائے تھے۔ یہ سید محسن بھی بہت بڑے عالم، فاضل متقی اور وصول کرنے وخرچ کرنے میں نہایت محتاط تھے۔ ان جیسا عظیم انسان اس زمانہ میں شاید ہی کوئی ہوگا۔ ان کی عادت تھی کہ شریعت جن لوگوں کو مال دینے کا حکم کرتی ہے انہیں مال عطا کرتے۔ ان کے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا کہ "شحر ان" شہر کے ایک "مجذوب" نے ان سے کوئی معمولی چیز طلب کی۔ آپ نے دینے سے انکار کیا جب عارف باللہ ابوبکر بن عبداللہ عطاس کو اس کا علم ہوا تو انہیں بلایا اور

پوچھا تو نے اس سائل کو کیوں محروم رکھا وہ کہنے لگے یہ مجذوب ہیں اور مجذوب کو مال دینا ضیاع (ضائع کرنا) ہے۔ابوبکر نے غصے میں کہا'' مال کا ضیاع' مال کا ضیاع'' اگر ابھی تیرا مال سمندر میں گرایا جائے تب کیا ہوگا؟ اس سے انہیں معلوم ہوا کہ مجذوب کا سوال کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے تھا دوڑے اور مجذوب کوحسب منشاء مال پیش کیا لیکن اس نے لینے سے انکار کیا۔وہ سیدی ابوبکر کے پاس واپس آئے اوران کی سفارش پیش کی تب مجذوب نے مال قبول کیا۔اتفاقاً اس دوران سید محسن کے مال میں سے کافی مقدار میں کچھ مال (سرخ مرچ) سمندر میں کشتی سے گر گیا۔ابوبکر نے فرمایا'' محسن دوبارہ جب کوئی منگتا تیرے پاس آئے تو کہو گے'' مال کا ضیاع'' ہے؟ آپ نے عرض کی'' نہیں'' استغفراللہ۔ان کے پاس کسی نے حریضہ میں دوسو ریال کے بدلے زمین گروی رکھ لی۔جب وہ واپس آیا اور دراہم دے کر زمین واپس لے لی تو آپ نے وہ سارے دراہم اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے کیوکہ وہ گروی رکنے والا'' ہند'' ہوکر آیا تھا۔آپ نے فرمایا ہند کی دولت پر دل مطمئن نہیں ہوتا۔انہوں نے اپنے چچا سید عارف باللہ علی بن جعفر العطاس وعبداللہ بن الحسین اور عبداللہ بن عمر بن یحیٰ سے تربیت حاصل کی تھی۔

بعید از بلوغت مکہ مکرمہ حج کی نیت سے حاضر ہوا وہاں میرا ارادہ تجوید القرآن کا بھی تھا۔وہاں میری ملاقات سید احمد زینی دحلان سے ہوئی میری ملاقات سے آپ بہت خوش ہوئے اور مدعا کے بارے میں پوچھا میں نے بتایا کہ حج وتجوید کیلئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا ہوں انہوں نے پوچھا علم حاصل نہیں کرو گے میں نے عرض کی علم اپنے علاقہ میں حاصل کرلوں گا لیکن آپ لگا تار مجھ پر مہربانی فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے اپنے نصیبے کا علم ان سے حاصل کیا پھر مجھے شیخ المقری علی بن ابراہیم کے پاس لے گئے۔یہ شیخ قرأت میں بے مثال تھے فقہ اور دلائل الخیرات شریف پر بھی عبور حاصل تھا۔آپ طواف کے دوران دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔میں نے ان کے پاس قرأت سیکھی اور وہاں سے سے فراغت حاصل کی۔فراغت کے بعد مکہ مکرمہ کے تمام قراء اور جید علماء موجود تھے میں نے ان تمام کے سامنے قرأت سبعہ میں'' سورۂ اخلاص ،معوذتین ، فاتحہ اور الم،ھم المفلحون ،تک پڑھا۔اس نورانی محفل کے اختتام پر شیخ علی سانودی نے مجھے خلعہ پہنایا پھر شیخ عبداللہ فقیہہ نے خطبہ بلیغہ پڑھا۔جس میں قرآن کی سورتوں کی فضیلت بیان کی گئی تھی۔پھر سید احمد نے مجھے'' الفیہ بن مالک'' یاد کرنے کا مشورہ دیا۔جسے میں نے یاد کر کے سنایا میں نے ان کے ساتھ تقریباً پانچ سال تک رہا اوران کے ساتھ قرآن کا دور کرتا رہتا قرآن کی سورتوں میں موجود احکام وقصص پر بحث کرتے اس دوران شیخ محمد سعید کو دورہ پڑا اور بے ہوش ہو گئے اور بیس روز تک یہ کیفیت طاری رہی کہ وقفہ وقفہ سے ہوش میں آتے۔جب ہوش میں آتے تو میں ان سے اس خاص کیفیت میں ہونے والے کشف کے بارے میں پوچھتا۔

انہوں نے بتایا کہ اس دوران قرآن کے معانی مجسم ہو کر ظاہر ہوئے قرآن کی آیات کو دیواروں پر تحریر شدہ دیکھا اور ہر آیت نے مجھے اپنے معانی سے آگاہ کیا۔ پھر ہم مکہ مکرمہ کے قریبی دیہاتوں میں جاتے اور وہاں پر لوگوں کو دعوت دین اور دعوت الی اللہ دیتے۔ انہی ایام میں میں نے الوردیۃ سے باب الزکوٰۃ کو یاد کیا نیز اس کتاب کی شرح جو عراقی، اور شیخ الاسلام کی دو شرحیں الصغیر والکبیر اور تیسرا الفتاوی بارزی کی، سنن ابی داؤد، ترغیب ترہیب، دعوت تامہ، حاشیہ سلم، اور بیضاوی شریف میں سے آل عمران سے سورۂ سبا تک شیخ زادہ وغیرہ بہت ساری کتابیں پڑھیں۔ میں جب بھی شیخ محمد وغیرہ سے حضر موت جانے کا ذکر کرتا آپ پر گراں گزرتا۔ اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ آپ مکہ میں میرے نائب ہوں۔ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بتائیے لیکن میں نے ان سے کوئی ضرورت ذکر نہ کی۔ اس دوران انہیں میری کسی ضرورت کے بارے میں علم ہوا تو مجھے جھڑکا اور کہا ضرورت کے بارے میں بتلایا کیوں نہیں؟ میں نے عرض کی سلف صالحین کی عادت رہی ہے کہ صبر اور انتظار کرتے ہیں۔ انہیں یہ بات اچھی لگی اور میرے حق میں دعا کی۔ اور جب میں نے حضر موت جانے کا ارادہ کیا تو بہت سارے علوی بزرگ مجھے خواب میں ملے اور حضر موت جانے کیلئے کہا لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شیخ سعید کو کیسے مناؤں ان کی شدت محبت کے پیش نظر یہ ایک مشکل کام تھا۔ خیال آیا کہ رات کو جب کوئی بزرگ خواب میں آئیں تو ان سے سفارش کروائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا صبح کی نماز کے بعد جب ملنے اور شیخ کے ساتھ تلاوت قرآن کیلئے حاضر ہوا تو انہوں نے حضر موت جانے کی اجازت بخوشی دے دی۔ اور خلہ و کتب کثیرہ عنایت کیں۔ یوں میں ۱۲۸۱ھ کو حضر موت ۱۲۸۱ھ کو چلا آیا۔ اس دوران لگاتار شیخ مذکور کی نظر کرم مجھ پر رہی۔ آپ کی وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

میں نے عارف باللہ صالح بن عبداللہ بن احمد العطاس سے بھی نفع حاصل کیا۔ آپ کی نظر عنایت ہر حال میں شامل حال رہی آپ نے بھی بہت سارے اوراد کی اجازت کے ساتھ ساتھ خلہ بھی پہنایا۔ آپ علوم فیضیہ اور مکاشفات ومجاہدات میں اللہ تعالیٰ کی نشانی تھے۔ آپ نے ایک روز فرمایا اگر علم ایمان کے ایک ذرہ کے بارے میں گفتگو شروع کروں تو دنیا کے کاتب لکھنے سے عاجز آجائیں آپ نے بہت سارے علوم ومعارف سے مجھے روشناس کرایا آپ نے اپنے انتقال کے بارے میں بھی مجھے بتادیا تھا آپ کی وفات ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔

میں نے سید احمد حسن بن محمد بن علوی المحضار باعلوی سے بھی نفع حاصل کیا ہے ان سے جو کچھ میں نے حاصل کیا وہ تقریباً سات کاپیوں پر مشتمل تھا۔ آپ نے بھی خلہ اور اوراد سے نوازا ہے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات سے بلاواسطہ آپ کو تلقین ہوتی رہتی تھی۔ آپ نے ۱۳۰۴ھ میں وفات

پائی مذکورہ بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے اولیاء کرام ایسے ہیں جن سے میں نے علوم ظاہرہ و باطنہ حاصل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رشتہ ان کے ساتھ دنیاو آخرت میں مضبوط رکھے۔ (آمین)

میرے اکثر اوقات ذکر، نصیحت اور بزرگان دین کی محفلوں میں گذرتے ہیں یا پھر کتب نافعہ کے مطالعہ میں مصروف رہتا ہوں۔ میں نے بے شمار کتابیں پڑھی ہیں۔ جن کے نام اس وقت ذہن میں ہیں۔ ان میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر، ابن جریر طبری کی تفسیر، سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الدر المنثور'' صحاح ستہ، نیل الاوطار، المنتقیٰ، الاسماء والصفات، کنز العمال، خصائص کبریٰ، اتقان، یواقیت وجواہر، زاد المعاد، احیاء، نور الابصار، مقدمہ خلدون، حجۃ اللہ علی العالمین (آپ کی تالیف) سعادۃ الدارین، وسائل الوصول، مختصر المواہب اور افضل الصلوات اور ان کے بہت سارے رسائل و کتب المناقب وغیرہ الغرض کتب تفسیر وحدیث تصوف، فقہ، لغت، ادب اور شرح کا ایک ذخیرہ ہے جو میری نظروں سے گذرا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اسلام وایمان کو سلامت رکھے اور خاتمہ بالخیرات فرمائے۔ (آمین)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پاک سے مشرف فرمائے اور جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ملائے۔ آپ کو اپنی طرف سے خلعہ بھیج رہا ہوں پچھلے سال مکہ مکرمہ میں اس کو پہنتا رہا۔ والسلام علیکم۔

آپ نے یہ خط شیخ عبدالرحمٰن بن احمد کے ہاتھ بھیجا اور نیچے مہر لگی تھی جس کی عبارت یہ تھی۔

''اَلْوَاثِقُ بِرَبِّ النَّاسِ اَلْمُنْصِبُ اَحْمَدُ بْنُ حَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ العَطَّاسِ''

فائدہ ثانیہ

شیخ مذکور کی جناب سے پہلا مکتوب جو آپ نے میری طرف روانہ کیا تھا۔ شیخ مذکور سے واقفیت سے قبل آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب میری طرف بھیجا۔ اسے بالاختصار یہاں بیان کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امت میں ایسے افراد پیدا کیے جو امت سے دکھ اور غم دور کریں۔ اور انہیں تاریکیوں سے نکالیں۔ صلوٰۃ وسلام ہوں اس ذات بابرکات پر جو ہر ہادی کے بھی ہادی ہیں۔ اور تمام انسانوں کیلئے راہنما ہیں یعنی سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب پر اور اللہ کی رحمتیں شامل حال ہوں عالم باعمل شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی پر۔ آپ کی جانب سے جو کتب اور مؤلفات میری طرف روانہ کی گئی تھیں۔ وہ مل چکی ہیں۔ جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل کی جانب راہنمائی کرتی ہیں۔ نیز آپ کا قصیدہ نقش نعل شریف اور حجۃ اللہ علی العالمین سب کچھ ملا ہے۔ حجۃ اللہ علی العالمین پڑھ کر میں نے اپنے دوستوں سے کہا اس کتاب کا نام تو ہدیۃ اللہ الی العٰلمین ہونا چاہیے تھا۔

یہ مکتوب میں نے شکریہ کے طوز پر لکھا ہے دعا کی درخواست ہے۔ مکتوب میں میں نے نہایت سادہ زبان استعمال کی ہے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔ اور اپنی دیگر تالیفات سے بھی نوازیئے گا۔ آپ پر آپ کی اولاد اور احباب پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

دعا کا طلب گار سید شریف احمد بن حسن بن عبداللہ العطاس ۲۳ رجب ۱۳۱۹ھ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط پڑھ کر دل کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اور یقین ہو گیا کہ یہ کسی اللہ کے ولی کا خط ہے۔ میں نے بھی شکریہ کے طور پر ان کو خط کا جواب لکھا۔ اور اس میں عرض کی کہ اپنی نظر عنایت مجھ پر ضرور رکھئے گا۔ اور مجھے بھی اپنے حلقہ تلامذہ میں شامل کیجئے گا۔ آپ بڑے بڑے مشائخ وعلماء سے بھی افضل واعلیٰ تھے۔ اور بیداری میں دیدار مصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء سے مشرف ہوتے رہتے تھے۔ ثقہ راویوں سے میں نے یہی سنا ہے۔

الفائدۃ الثالثۃ

آپ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک اور مکتوب۔

میں نے آپ کی جانب دو خط لکھے تھے ان کے جواب میں آپ نے مکتوب لکھا جسے بالاختصار بیان کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ سے فتح مبین اور یقین کا سوال ہے اور دعا ہے کہ دین و دنیا سنور جائیں۔ صلوٰۃ وسلام ہوں سید محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور آپ کے متبعین پر۔

شیخ فاضل عالم وعامل یوسف بن اسمٰعیل النبہانی آپ کا شکریہ جنہوں نے اپنے مکتوب مؤرخہ ۲۰ جمادی الاولی اور ۲۲ جمادی الاولی والے مکتوب ثانی سے رابطہ قائم کیا ہے۔ آپ نے کتب کی طباعت کے سلسلہ میں قرض کے بوجھ کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کشادگی عطا فرمائے۔ اگر بہت دل گھبرائے تو ''یَا مُعْطِی لَا تَبْطِی'' پڑھا کرو انشاء اللہ اللہ کی عنایت شامل ہوگی۔ آپ کی بھیجی گئی کتب مل گئیں ہیں۔ سید احمد کے وسیلہ سے آپ کی تالیف سعادۃ الدارین بھی ملی ہے سب کے سب قصیدے پڑھ لئے ہیں۔

ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

''دُمْتُمْ فَوْقَ دُمْتُمْ'' اللہ کرے آپ کو آرزوں سے بھی بلند مقام ملے۔ (آمین)

''وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُلِّ عَبْدٍ مُصْطَفٰى''

فقیر احمد بن حسن بن عبداللہ العطاس

فائدہ رابعہ

محی الدین بن عربی کے درود فیضیہ کے متعلق ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی سے بہت سارے درود منقول ہیں۔ ان میں سے مشہور ''صلوٰۃ فیضیہ'' ہے۔ جو ''اَللّٰهُمَّ اَفْضَ صِلَةَ صَلٰوتِكَ...... تا آخر ہے۔ میں اسے دمشق کے ایک بزرگ سے روایت کرتا ہوں جنہوں نے اسے خواب میں شیخ عربی سے روایت کیا ہے۔ ان کا اسم گرامی السید الشریف عبد الرحمٰن ہے انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں خواب میں شیخ محی الدین ابن عربی کی زیارت کی کہ شیخ عربی جس حجرہ میں انکا مزار ہے اس کی محراب میں کھڑے ہو کر صلاۃ فجر پڑھا رہے تھے انہوں نے سفید تہبند اور چادر اوڑھ رکھی تھی۔ ان کی داڑھی نہایت سفید اور چہرہ سرخ گلاب کی طرح تھا۔ نصف پنڈلی تک پیلے رنگ کے موزے پہنے ہوئے تھے۔ اور پنڈلی کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ جو نہایت روشن تھا۔ میں بھی مقتدیوں میں شامل ہو کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگا۔ نماز سے فارغ ہو کر تمام لوگ چلے گئے لیکن میں اس نیت سے بیٹھا رہا کہ آپ سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹھی میں کنکریوں کی تسبیح کی کیفیت کے متعلق پوچھوں۔ شیخ نے پہلے ہی مجھے بلایا اور کہا تم کنکریوں کی تسبیح کے متعلق جاننا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں یہی ارادہ ہے آپ نے ہاتھ بڑھایا اس میں چند کنکریاں تھیں آپ نے فرمایا غور سے دیکھوں میں نے جب بنظر غائر دیکھا تو وہ پتھر صاف وشفاف شیشے کی مانند نظر آنے لگے۔ ان کے اندر کے حصہ میں انسانی جسم میں شریانوں کی طرح رگیں بھی نظر آنے لگیں۔ ہر پتھر میں قلب انسانی کی طرح دل بھی نظر آ رہا تھا۔ اور اس دل میں انسانی زبان کی طرح زبان تھی۔ زبان سے ''اللہ اللہ'' کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں ان کے ذکر کو اپنے کانوں سے سنتا تھا۔ مجھے شیخ محی الدین نے فرمایا اس طرح سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹھی میں کنکریوں نے تسبیح بیان کی تھی۔ پھر آپ نے پوچھا تمہیں حضور نبی رحمت ﷺ کی ذات پاک پر بھیجا جانے والا وہ درود نہ بتاؤں جس کا ثواب ایک لاکھ درود کے برابر ہے؟ میں نے کہا ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا سنو وہ درود پاک یہ ہے۔

''اَللّٰهُمَّ اَفْضِ صِلَةِ صَلٰوتِكَ...... تا آخر۔

آپ جو بھی گفتگو فرماتے وہ میرے دل کی آواز ہوتی۔ آپ نے جو کچھ فرمایا تھا۔ وہ مجھے سب یاد ہو گیا تھا۔ آپ نے پھر فرمایا وہ درود شریف مجھے سناؤ میں نے شروع سے آخر تک سنا ڈالا پھر آپ نے لحن سے سنا میں نے دوبارہ لحن سے سنایا۔ تب آپ نے فرمایا'' کافی ہے۔''

پھر میں نیند سے بیدار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ والد گرامی میرے قریب آرام فرما ہیں۔ میں نے انہیں جگایا اور یہ مبارک خواب بیان کی۔ آپ بہت خوشی ہوئے اور درود شریف سنانے کیلئے فرمایا۔ اور

ساتھ اس کے پڑھنے کی اجازت بھی طلب کی۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اسی طرح شیخ سید محمد بن عابدین اور شیخ محمد طنطاوی نے بھی مجھ سے اس کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی۔ اس سے پہلے یہ درود پاک کسی سے نہیں سنا تھا۔ اسے میں نے شیخ عربی سے خواب میں یاد کیا تھا۔

مجھے (مؤلف) کو بھی سید عبدالرحمٰن نے اس کی اجازت دیدی ہے میرا بیٹا محمد شمس الدین اس کی والدہ صفیہ اور میری بیٹیاں تقیہ، فاطمہ اور عائشہ بھی اس سعادت سے مشرف ہوئیں ہیں۔ اور میں تمام مسلمانوں کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ درود میری کتابوں ''افضل الصلوات'' جامع الصلوات اور صلوات الأخیار میں موجود ہے۔ اس میں حضور ﷺ کی وہ صفات وکمالات ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ ﷺ

فائدہ خامسہ

شیخ جعفر الکنانی کی اجازت کے بارے میں ہے۔

سید شیخ جعفر الکنانی بن علا شہیرا اپنے نانا سیدنا محمد فداہ ابی وامی کے روضۂ انور کے قریب کئی مہینے ٹھہرنے کے بعد بیروت تشریف لائے۔ اس سے پہلے بھی آپ یہاں تشریف لائے تھے اور مجھے آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا اس بار آپ کی بیروت میں آمد کا علم ہوا تو دست بوسی کے لئے آپ کی اقامت گاہ پر حاضر ہوا۔ اور اپنے مکان پر آنے کی دعوت دے دی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی اور میں نے آپ کے علم وبرکت سے بہت فوائد حاصل کئے۔ مثلاً آپ نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا میں تجھے اس طرح گلے لگا رہا ہوں جس طرح مجھے سید احمد بن حسن العطاس باعلوی نے پچھلے سال مسجد حرام میں گلے لگایا تھا اور فرمایا تھا میں تجھے اس طرح گلے لگا رہا ہوں جس طرح نبی مکرم ﷺ نے مجھے گلے لگایا تھا۔ پھر آپ نے مصافحہ کیا اور فرمایا میں تیرے ساتھ اس طرح مصافحہ کر رہا ہوں۔ جس طرح میرے ساتھ سید احمد بن حسن العطاس نے مصافحہ کیا تھا اور کہا تھا میں آپ کے ساتھ اس طرح مصافحہ کر رہا ہوں جس طرح سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں میرے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر جال بنایا اور فرمایا میں نے اس طرح اس لئے کیا کیونکہ سید احمد بن حسن نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں انگلیاں داخل کیں تھیں اور کہا تھا میں نے ایسا اس لئے کیا کیونکہ سرکار علیہ السلام نے اسی طرح میری انگلیوں میں اپنی انگلیاں داخل کیں تھیں۔ پھر محمد بن جعفر الکنانی نے مجھے تسبیح عطا کی اور فرمایا میں تجھے اسی طرح تسبیح پکڑا رہا ہوں جس طرح سید احمد بن حسن العطاس نے مجھے تسبیح عطا کی تھی۔ اور کہا تھا میں تجھے اس طرح تسبیح پکڑا رہا ہوں جس طرح مجھے سرکار دوعالم ﷺ نے تسبیح عطا کی تھی۔

پھر سید محمد بن جعفر الکنانی نے اپنی تمام مرویات وتالیفات کی اجازت بھی دیدی اور میں نے مستند بزرگوں سے سنا ہے کہ سید احمد بن حسن العطاس بیداری میں زیارت النبی ﷺ سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

فائدہ سادسہ

کتاب ''روح القدس'' اور قصیدہ محمد بکری کی اجازت کے متعلق ہے۔

عالم، فاضل السید الشریف محمد مبارک الحسنی نے مجھے کتاب روح القدس پڑھنے کی اجازت دی۔ آپ کو اپنے بھائی عارف باللہ شیخ محمد الطیب سے اجازت ملی تھی۔ شیخ مبارک نے بتایا کہ عارف باللہ محمد طیب نے یہ کتاب شیخ محی الدین ابن عربی کو خواب میں پڑھ کر سنائی (اور ان سے اجازت حاصل کی) کتاب مذکور محاسبہ نفس کے متعلق ہے۔

آپ نے مجھے ایک قصیدہ جو ''مَا اَرْسَلَ الرَّحْمٰنُ...... سے شروع ہوتا ہے پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ میں بھی روح القدس، صلاۃ فیضیہ اور عارف باللہ سید احمد العطاس سے جو تالیفات اور مرویات کی اجازت مجھے ملی ہے اس کی اپنے ہم عصر تمام ''اہل'' مسلمان بھائیوں کو اجازت دیتا ہوں۔

(قصیدہ مذکورہ کا ذکر میں نے مجموعہ نبہانیہ میں کیا ہے)

۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۷ھ

فائدہ سابعہ

سید علیا الحبشی کا مکتوب جو قصیدۂ نبویہ پر مشتمل ہے۔ آپ کا نام عارف باللہ السید علی بن محمد بن حسین الحبشی ہے آپ آل باعلوی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج کل حضر موت میں مقیم ہیں۔ عارف باللہ الامام سید حسین الحبشی کے سگے بھائی ہیں۔

آپ کا یہ محبت نامہ جونہی مجھے موصول ہوا میں نے اسے مصر اس غرض سے بھیجا کہ میری کتاب'' جامع الکرامات'' کے حاشیہ پر چھپ سکے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

آپ کے مکتوب کا خلاصہ پیش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے لفظ ''کن'' کی صدف سے کمالات انسانیہ کا جوہر نکالا پس جس جوہر نے اللہ کے پیغام کو قبول کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے انکار کیا وہ آگ میں چلا گیا۔ انسان کی اتنی طاقت کہاں کہ وہ اللہ کی تعریف کا کچھ حصہ بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ جس

کے آگے ہر ایک محتاج ہے۔ اور درود وسلام ہوں اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم ﷺ پر جو داعی مطلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہمیں بہترین شریعت عطا کی۔

میں اپنے پیارے بھائی، عالم، عامل یوسف بن اسمٰعیل النبہانی جو سرکار مدینہ ﷺ کا سچا عاشق ہے۔ اس کی محفل میں جانے اور اس کے ساتھ مل بیٹھنے کا بہت مشتاق ہوں۔ مجھے اس کی تالیفات نے بے انتہا خوش کر دیا ہے۔ میرے بھائی کے ہاتھ بھیجی گئی آپ کی کتاب ملی ہے دوران مطالعہ مجھے آپ کی اہل بیت کیلئے محبت کا اندازہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر عنایات کی بارش نازل فرمائے۔

میں نے سید المرسلین ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ نظم کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے اپنے قصائد کی کتاب میں شامل کر لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر آپ کی اولاد پر اور آپ کے اہل شہر پر خاص مہربانی فرمائے۔ (آمین) ۱۵ شوال ۱۳۲۴ھ

قصیدہ کے اشعار کا ترجمہ: اس قصیدہ میں حضور نبی رحمت ﷺ کو مخاطب کر کے عرض کیا جا رہا ہے۔ آپ کی وجہ سے ہم نے زمانہ کا وصف بیان کیا ہے اور آپ کی تشریف آوری سے انسانیت کو شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ کو بہترین عادات وصفات عطا ہوئیں اور آپ نے علم اسلام کو بلند کیا آپ کی فضیلتیں لکھنے سے قلم بھی عاجز ہیں۔ آپ فضائل میں سب سے آگے ہیں اور سب کے امام ہیں۔ بلندی، بزرگی اور مرتبہ ومقام درحقیقت آپ ہی کا حصہ ہیں۔ آپ جامع الصفات ہیں۔ آپ بلندی میں اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں تک جانے کی کسی نے آرزو نہیں کی۔ آپ ہمیشہ سے مائل بہ ترقی ہیں آسمان پر فرشتے آپ کے خادم ہیں۔ آپ کے ساتھ اللہ نے اس مقام پر گفتگو فرمائی جہاں تک عقل کی رسائی نہیں۔ آپ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ ''اَوْ اَدْنٰی'' کے مقام پر فائز ہوئے۔ یہ فضیلت بھی صرف آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ کو یہ سرفرازیاں، یہ قربتیں اور عزتیں مبارک ہوں۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ'' کے روح پرور کلمات بھی عطا ہوئے۔ آپ نے وہ کچھ سنا جس کے سننے کی کان طاقت نہیں رکھتے۔ اور آپ نے وہ کچھ سمجھا جس کو سمجھنے سے لوگ قاصر ہیں۔ اے سید کونین، اے خیر الوری، آپ کا ایک غلام اپنے سینے میں آپ کی محبت وشوق رکھتا ہے۔ میرے دل میں آپ کی محبت ہے جس کی تپش پسلیوں، پہلوؤں میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ اے مددگار نبی! اپنی محبت کی خوشبو سے بیماروں کو تندرست فرمایئے اور ایسی نظر فرمایئے جو دلوں سے میل اور تاریکیوں کو دور کر دے اور ایمان کو مضبوط کر دے۔ نیز صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ میں آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں۔ روح اور جسم آپ کے مشتاق ہیں۔ اپنی زیارت سے مشرف فرمایئے کیونکہ سینے میں آپ کی محبت موجزن ہے۔ آپ پر، آپ کی آل واصحاب پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ جب تک ٹہنیوں پر کبوتریاں چہچہاتی رہیں۔

فائدہ ثامنہ

چند بابرکت خواب جو میں نے دیکھے ہیں یا مجھے کسی نے بیان کئے ہیں۔

مبشرہ

مجھے میرے دوست سلیم آفندی نے اپنی پھوپھی جان کے متعلق خبر دی کہ وہ نہایت نیک سیرت عورت تھیں اور درود شریف باقاعدگی سے پڑھتی تھیں ایک رات انہوں نے سونے سے پہلے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص سات سات بار، معوذتین اور سومرتبہ درود شریف اس نیت سے پڑھا کہ حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے ایسا کیا تھا۔ لیکن زیارت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس رات مذکورہ اذکار کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک کھلا میدان ہے اور اس میں ایک شاندار محل ہے اپنے ساتھ موجود دو عورتوں سے انہوں نے پوچھا تو بتلایا گیا کہ یہ نبہانی کا محل ہے اور پھر ایک روشن چہرے والا شخص نمودار ہوا تو اسے بتلایا گیا کہ یہ نبہانی ہیں۔ وہ آگے بڑھیں اور دست بوسی کی پھر اس نے دیکھا کہ نبہانی جہاں قدم رکھنے کے بعد اٹھاتے وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹتا۔ پھر وہ جاگ گئیں۔

مبشرہ

ایک رات مجھ سے کسی نے خواب میں پوچھا کہ افضل درود کونسا ہے میں نے جواب دیا افضل درود، درود رسمیہ ابراہیمیہ ہے۔ رسمیہ وہ چیز جو ثابت ہو۔ اسی طرح کسی نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا تھا تو جواب میں آپ نے درود ابراہیمی ہی بتایا تھا۔ تو میرا ''رسمیہ'' کہنے کا مطلب یہی تھا جو حدیث شریف سے ثابت ہو۔ یہ لفظ حالت بیداری میں کبھی میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی میں نے کسی سے سنا تھا۔ حالانکہ اکثر ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ درود ابراہیمی افضل درود ہے۔ یہ خواب اس کی تائید کرتا ہے۔

مبشرہ

الحاج عمر حمور دمشقی جو بیروت میں تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ ان کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ ایک دفعہ کسی وجہ سے سخت بیمار پڑ گئے۔ انہوں نے دفع بیماری کیلئے بہت درود شریف پڑھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی۔ ربیع الثانی کی آخری راتوں میں کسی رات انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ میں دیکھا اور دیدار مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ سے انہوں نے بیماری کی شکایت کی۔ اور اپنی نظریں جھکا لیں کسی نے آواز دی ''دیکھئے'' آپ نے دیکھا کہ میں آپ ﷺ کے قریب کھڑا ہوں۔ شیخ مذکور نیند سے بیدار ہوئے اور سمجھ گئے کہ ان کی بیماری ختم ہونے والی

ہے۔ پھر وہ بزرگ میرے پاس آئے۔ اور تمام قصہ بیان کرڈالا۔ ان کی بیماری بہت شدید تھی البتہ میں نے انہیں زیادہ سے زیادہ استغفار اور درود شریف کا مشورہ دیا۔ اور یقین دلایا کہ اس طرح کرنے سے انشاء اللہ آپ کی بیماری دور ہو جائے گی۔ ان کیلئے حامد افندی عمادی مفتی شام کی طرف منسوب درود شریف مختص کر دیا جو یہ ہے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَلَّتْ حِيْلَتِيْ اَدْرِكْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" یہ درود شریف میری کتاب "افضل الصلوات" میں بھی مذکور ہے۔ میں نے بذات خود اس کو آزمایا ہے اور تیر بہدف پایا ہے۔ میں نے درود شریف انہیں لکھ کر دے دیا وہ لے کر چلے گئے اور کچھ ہی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی تکلیف دور کر دی۔ (الحمد للہ رب العلمین)

مبشرہ

ایک درود شریف جو ابو العباس التجانی کی طرف منسوب اور جو" جوہرۃ الکمال" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ایک لفظ" الأسقم" عوام الناس میں مشہور ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ لفظ التجانی کا یا تو ہے ہی نہیں یا غلبہ حال میں اسے ذکر کیا گیا ہے۔

ایک رات میں نے خواب میں شمس الدین الحفنی اور مصطفیٰ البکری کی شروح کا مطالعہ کیا لیکن ان میں یہ لفظ نہیں دیکھا خواب میں التجانی کی شرح میں بھی یہ لفظ نظر نہیں آیا۔ یہ خواب حق دیکھ کر میں نہایت خوش ہوا۔

مبشرہ

میری بیٹی عائشہ زوجہ سید محمد الجبالی نے ایک رات (جو ہفتہ کی رات تھی) خواب میں ایک درویش دیکھا جو بیٹی سے کہہ رہے تھے اپنے والد بزگوار سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ انہیں (یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کو) بہت چاہتے ہیں اور ہر روز آپ ﷺ کی نگاہ میں ہوتے ہیں اور دشمنوں سے ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (الحمد للہ رب العلمین)

مبشرہ

میری بیٹی عائشہ نے بتایا کہ ایک رات اس نے خواب میں حضور نبی رحمت ﷺ کی زیارت کی محسوس ہو رہا تھا آپ وضو فرمانے جا رہے ہیں جب آپ ﷺ نے عائشہ کو دیکھا تو فرمایا" اَنَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُ وُلْدِ عِدْنَانَ" "میں محمد (فداہ ابی و امی) ہوں اور اولاد عدنان کا سردار ہوں۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی پیکر کی ہیبت سے عائشہ حد درجہ مرعوب ہوئی اور اس فرمان کے بعد آپ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور کی طرف نہ دیکھ سکی۔ اور خواب سے بیدار ہوئی۔ فوراً اپنے خاوند کو خواب کے متعلق بتایا خواب سناتے وقت جب وہ "اَنَا مُحَمَّدٌ سَیِّدُ وُلْدِ عِدْنَانِ" کے دلربا کلمات پر پہنچیں تو وہاں موجود چراغ کی لو ہلنے لگی حالانکہ وہاں معمولی ہوا بھی نہیں تھی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اسم گرامی کی ہیبت کی وجہ سے ہل رہی ہے۔ عائشہ نے کچھ عرصہ میں دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ (الحمدللہ)

مبشرہ

ایک رمضان المبارک کی سحری کے بعد میں تھوڑی دیر کیلئے سو گیا میں نے خواب میں ایک انسان دیکھا جس نے گھر آ کر مجھے بتایا کہ تقی الدین بن تیمیہ حنبلی جو مشہور امام ہیں۔ آپ کی ملاقات کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ میں یہ سن کر خوش ہوا اور کمرہ سے باہر نکل کر گھر کے صحن میں ان کا استقبال کیا میں نے انہیں بہت بری حالت میں دیکھا (یعنی ان کی صحت بہت کمزور تھی) آپ اپاہجوں کی طرح کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اور نہ ہی اکیلے چل سکتے تھے۔ ایک آدمی نے انہیں تھام رکھا تھا شیخ مکمل طور پر اس آدمی پر سہارا کیئے ہوئے تھے مجھے ان کی یہ حالت بری محسوس ہوئی۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔ آپ مجھ سے بڑے خوش ہوئے اور مجھے دعائیں دینے لگے میں بھی ان کی صحت یابی کیلئے دعائیں دینے لگا۔ آپ میری دعا پر آمین کہتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت واسعہ فرمائے۔ میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنے داماد سید محمد الجبالی کو خواب سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ جو آدمی ان کو سہارا دیئے ہوئے تھا وہ ان کا عمل صالح تھا۔ ابن تیمیہ کے بارے میں میرا گمان درست نکلا۔

اگر ان کی بدعات نہ ہوتیں تو بہت بڑے بزرگ ہوتے (وہ بدعات) قریب تھا کہ انہیں تباہ کر دیتیں جس طرح ان کے بعد بہت سارے لوگوں کو تباہ کر دیا ہے۔

مبشرہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے قصیدۂ رائیہ الکبری لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس میں اللہ اس کے رسول اور ملت اسلامیہ وغیرہ کا ذکر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مزید احسان فرمایا کہ اس نے قصیدۂ رائیہ صغری لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جو بدعات کی برائی اور سنت کی مدح سرائی کے متعلق ہیں اس میں تقریباً تین سو اشعار ہیں مندرجہ ذیل اشعار اختتامیہ ہیں (جن کا ترجمہ درج ذیل ہے)

دنیا و آخرت کی بادشاہی اللہ ہی کو زیبا ہے اس کے علاوہ اور کوئی بادشاہی کا حقدار نہیں وہ ہر چیز سے مستغنی ہے بڑھائی اسی کو زیبا ہے باقی ساری مخلوق اس کے سامنے محتاج ہے۔ سب کے سب اس کے حکم کے آگے جھکے ہیں کوئی بھی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔

ساری کائنات ہر لحہ اس کی مہربانیوں کی محتاج ہے اگر اس کی مہربانی نہ ہوتو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارا سب سے عظیم وسیلہ محبوب الٰہی ﷺ کی ذات پاک ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غنیٰ دینی چاہی لیکن آپ نے فقر کو پسند فرمالیا۔ آپ تمام مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ذات ہیں۔ اور آپ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرتے بھی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی آپ جیسا نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری چیزوں کا مالک بنا دیا ہے۔

دین و دنیا میں آپ کے سوا کوئی واسطہ اللہ کی جانب نہیں۔ سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کے بابا جان ﷺ تمام شفاعت کرنیوالوں کے بھی شافع ہیں۔ تمام مؤمنین سے زیادہ اللہ کی ذات سے محبت کرنے والے ہیں۔ آپ صاحب فضیلت اور سراپا نیکی ہیں۔

اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ امت محمدیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام پر رہنا پسند ہے یا امت محمدیہ کے ساتھ کسی ادنی مقام پر رہنا چاہتے ہوتو خدا کی قسم! میں اپنی نسبت حضور رحمت عالمیان ﷺ کیساتھ جوڑوں گا۔ اگر چہ مجھے ادنی مؤمن کا مقام ہی کیوں نہ ملے۔ اور اگر آپ کے نعلین پاک سیدھا کرنے کی خدمت مقدسہ نصیب ہوتو میری قسمت کا کیا کہنا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام رسل پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے خدمت نعلین ہی وہ عزت افزائی ہے جس جیسی عزت افزائی اور کوئی نہیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جس جیسی دوسری خدمت دنیا و آخرت میں اور کوئی نہیں۔

کیونکہ حضور ﷺ کی ذات بھی ایسی ہے کہ جس کی مثل دنیا و آخرت میں نہیں اے مولا! ہمارے دلوں میں محبت رسول ﷺ پیدا فرما۔ اور ہمیں حضور ﷺ کی شفقتوں سے بہرہ ور فرما۔ اور ہمارا خاتمہ دین مصطفوی ﷺ پر فرما۔

آخری چھ اشعار نماز فجر کے بعد لکھے اور طلوع شمس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا آرام کیلئے نیند سے بیدار ہوا تو ابن الفارض رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر میری زبان پر تھا۔

زِدْنِی بِفَرْطِ الْحُبِّ فِیْكَ تَحَیُّرًا   وَارْحَمْ حَشًی بِلَظَی هَوَاكَ تَسَعَّرَا

میری محبت میں اضافہ فرما البتہ میرا باطن جو تیری محبت میں جل رہا ہے اس پر رحم فرما اس خواب سے قبل یہ شعر کبھی میرے ذہن میں آیا ہی نہ تھا۔ (الحمد للہ رب العالمین)

مراجع ومصادر

اس مجموعہ کو میں نے تقریباً نوے کتابوں سے نقل کیا جن کے مؤلفوں کی تعداد بہتر کے قریب ہے ۔چھبیس کتابیں میں نے مکمل طور پر یہاں نقل کیں ہیں۔جبکہ باقی کتب سے میں نے ضرورت کے مطابق چیزیں لی ہیں۔تفصیل ذیل ہے۔

الشفا (قاضی عیاض)

نوادرالاصول (حکیم ترمذی)

دلائل النبوت (حافظ ابونعیم)

أعلام النبوۃ (ماوردی)

الفتوحات المکیہ (شیخ اکبر)

التفسیر الکبیر (فخر الدین رازی)

التائیہ مع شرح کاشانی (ابن فارض)

بدایۃ السوال فی تفضیل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عز بن عبد السلام)

تہذیب الاسماء واللغات (امام نووی)

طہارت القلوب (عبد العزیز الدیرینی)

نور العیون فی تلخیص سرۃ الامین والمأمون (ابن سید الناس)

کتاب المدخل (ابن الحاج)

الانسان الکامل ، الکمالات الالہیہ فی الصفات المحمدیہ، قاب قوسین ، ملتقی الناموسین کتاب النور المتمکن فی معنی قولہ المومن مرآۃ المؤمن ،لسان القدر،نسیم سحر یہ سب کتابیں عبد الکریم الجیلی کی ہیں۔

کتاب الروض (ابن المقری الشافعی

حاشیہ الشہاب الرملی

کتاب الخصائص الکبری، القول الحر رفی تفسیر قولہ "لِيَغْفِرَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ......الخ (امام سیوطی)

رسالۃ التعظیم والمنۃ (سبکی) عقیدۃ المسایرہ (کمال بن ہمام) شرح الشفا (ملا علی قاری) شرح اربعین (صدر الدین قونوی) المواہب اللدنیہ (امام قسطلانی) یواقیت و جواہر اور درۃ الغواص ،منن الکبری، کشف الغمہ (شعرانی) شرح ہمزیہ،شرح الشمائل، الفتاوی الحدیثیہ اور المولد النبوی (ابن حجر

الہیتمی) تعریف اہل الاسلام والایمان (شیخ علی الحلبی) الشرح الکبیر (جامع صغیر کتاب کی شرح) (مناوی) المکتوباب امام ربانی نقشبندی، شرح دلائل الخیرات (فاسی) شرح الشفا الخفاجی، تفسیر روح البیان (اسمٰعیل حقی) ابریز کلام عبد العزیز الدباغ (ابن المبارک) شرح مواہب اللدنیہ (امام زرقانی) شرح الصلوات المشیشیہ ، رسالہ الثغر ، (مصطفیٰ البکری) شرح الصلوات المشیشیہ ، شرح دیوان ابن الفارض ، الرحلۃ الحجازیہ الرد المتین ، اور المولد النبوی (سیدی عبد الغنی النابلسی) شرح دلائل الخیرات (سلیمان الجمل) شرح احیاء (سید مرتضی الزبیدی) الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ (ابن تیمیہ) السیف المسلوم علی من سب الرسول ﷺ (السبکی) تاریخ وفیات الاعیان (ابن خلکان) معراج السید زین العابدین، مولد السید جعفر البرزنجی، النظم البدیع، فی مولد الشفیع ﷺ، عجالۃ الراکب فی ذکر اشرف المناقب، فتاوی الشہاب الرملی ۔ رسالہ فی التوجہ الروحی لہ ﷺ (محمد بن عبد الکریم) فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ (شیخ عمر حلبی) اربعون حدیثا فی فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، تعظیم الاتفاق (احمد بن ناصر) التنبیہات ، مطالع النور السنی المنبئ عن طہارۃ نسب النبی العربی ﷺ (شیخ عبد السنوسی) اور ان کے علاوہ بہت ساری کتب اور رسالے ہیں جن سے میں اس کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے۔

الخاتمہ

جب میں "مجموعہ النبہانیہ فی المدائح النبویہ" سے فارغ ہوا تو خیال آیا کہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کیلئے فضائل النبی المختار ﷺ پر ایک کتاب ترتیب دوں جس جیسی کتاب شاذ و نادر ہو۔ پس میں نے "جواہر البحار، فی فضائل النبی المختار ﷺ" کی تالیف کی اور میں نے قرآن و سنت، مفسرین و محدثین، فقہاء، متکلمین، اور صوفیاء کے اقوال سے ایک ذخیرہ اس میں جمع کر دیا۔

وہ صوفیائے کرام جو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، سیرت النبویہ، معجزات خصائل واخلاق وشمائل وفضائل النبی ﷺ سے کچھ واقف تھے۔ یا جو تعظیم و تجیل، درود شریف سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ (مدد) زیارت النبی ﷺ فضائل مدینہ و روضہ انور، جائے پیدائش اور معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر حالات شریفہ جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقہ تھے۔ اور جو حضرات ان سے باخبر تھے۔ ان تمام کے اقوال کو میں نے اس مجموعہ میں جمع کر دیا ہے۔

"الحمد للّٰہ المنعم الوھاب"

مطبع: بیروت

مؤلف: محمد یوسف النبہانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

بتاریخ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

الحمد للّٰہ رب العالمین